

2

# تاریک وادی

ایم اے راحت



ناگہل یقین۔ یہ کس کی آواز ہے۔ یہ کون بول رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ ”ماہر میرے بھائی۔“ کون ہے یہ۔ کیا میرا ہیلا۔ کیا یہ اسی کی آواز ہے۔  
 ”ہیلا۔ یہ تو ہی ہے۔ ہیا میرے دلغ میں تو بول رہا ہے۔“ میرے ذہن نے کرب سے کہا۔

”آہ یہ تو تیری ہی آواز ہے ماہر‘ یہ بدل گئی ہے لیکن میرا دل کہتا ہے یہ تیری آواز ہے۔ مگر..... میں تو جاگ رہا ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہیں۔ میں اس وقت خوابوں میں کھویا ہوا نہیں ہوں۔ تو‘ تو میرے خوابوں میں خاموش رہتا ہے‘ پھر یہ آواز۔“  
 ”تو کہاں ہے ہیا‘ تو کہاں ہے میرے بھائی..... مجھے راستہ بتا۔ میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔“ میں نے بے قراری سے کہا۔

”یہ صحرائے اعظم افریقہ ہے۔ سمباریوں نے محاصرہ تنگ کر دیا ہے۔ مولے بڑوں نکلے وہ عیش کوش ہیں اور جنگ و جدل سے گریز کرتے ہیں۔ آہ یوں لگتا ہے جیسے ہمیں شکست ہو جائے گی۔ وہ‘ وہ شاید.....“

آواز بند ہو گئی۔ میں نے پھر اسی پہچانی کیفیت میں کہا۔

”ہیا‘ بول ہیا‘ مجھ سے بات کر..... ہیلا۔ مجھے اپنے بارے میں اور بتا..... لیکن اب آواز خاموش ہو گئی تھی۔ میرا پورا وجود اسے پکارنے لگا۔ ایک وارفتگی مجھ پر طاری ہو گئی تھی۔ میں تڑپنے لگا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور اذیت سے چیخا ہوا باہر نکل آیا۔ میرے حلق سے ”نہیں ہیا“ کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ خود پر اختیار نہیں رہا تھا۔ باہر کون کون تھا۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ میں بوڑھے سلاوا کو تلاش کر رہا تھا۔ تب وہ مجھے نظر آ گیا۔

”ویطان..... ویطان..... میں نے ہیا کی آواز سنی ہے۔ ویطان اس نے مجھ سے بات کی ہے لیکن اس کی آواز اچانک خاموش ہو گئی۔ ویطان وہ کیوں خاموش ہو گیا۔ میں نے تو اس سے پوری بات بھی نہیں کی۔“ میں نے بیجان کے عالم میں ویطان سلاوا کو زور سے بھیج لیا‘ اور وہ کھانسنے لگا۔ پھر اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”میرا جسم تو چھوڑو طاقتور جوان کیوں وقت سے پہلے اپنا نقصان کرنے پر آمادہ ہو..... میں تمہاری جسمانی قوت کی تاب نہیں لا سکتا۔ آہ مجھے چھوڑو‘ میری پسلیاں ٹوٹی جا رہی ہیں۔“ اس نے مدافعت کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے بدن پر اپنی گرفت ڈھیلی کر

دی۔ لیکن میرے بچپن میں کی واقع نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

”میں نے مجھ سے بات کی ہے ویلان سلاوا اور وہ میرا وہم نہیں ہے۔ عالم تصور میں تو میں نے نچلے کتنی بار اس سے گفتگو کی ہے، لیکن میں ہوش و حواس میں ہوں۔ مجھے تصور کے لہجے کا پورا پورا احساس ہے۔ یہ لہجے تصور کے نہیں تھے۔ یہ آواز اسی کی تھی جو میں نے سنی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے مجھے جواب دیا۔ ویلان سلاوا یہ آواز بند کیوں ہو گئی؟ مجھے بتا تیرا علم اس بارے میں کیا کہتا ہے؟“

”میں نے تجھے ایک علم سکھایا اور میں تیرا استاد ہوا، استاد کا مرتبہ جانتا ہے طاقتور احق؟“ ویلان سلاوا کے انداز میں کچھ ناراضی سی پیدا ہو گئی تو میں نے کہا۔

”نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم، صرف ایک سوال کا جواب دے۔ وہ آواز بند کیوں ہو گئی۔ وہ آواز حقیقت تھی وہ وہم نہیں تھا۔“

”آہ کاش تو اس قدر غیر مذہب نہ ہوتا، کیا بیٹھ کر بات نہیں کرے گا۔ مجھے کچھ بتا تو سہی کیا ہوا تھا۔ کیا واقعہ ہوا تھا، جو علم میں تجھے دے رہا تھا، تیرا کیا خیال ہے وہ صرف ایک کہانی تھا۔ ایک مفروضہ یا وقت کا زیاں۔ میں نے تجھ سے پورے اعتماد سے کہا تھا اور میں نے تیرے ذہن کو اپنے ساتھ شامل کر کے تجھ سے بات بھی کی تھی۔ ہاں سمجھ رہا ہے نا میری بات، تو اب تو مجھ سے منحرف ہے، دیوانگی کا شکار نہ ہو، دیوانگی تجھے کچھ نہیں دے گی۔ اپنے آپ کو قابو میں کر، مجھے بتا تو سہی کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ سب کچھ تو میں نے ہی تجھ سے کہا تھا اور اب تو اپنے طور پر یہ ساری سوچیں اپنے ذہن میں سجالے ہوئے ہے۔ کیا تو مجھے خود سے برگشتہ نہیں کر رہا.....؟“

”میں کیا کروں ویلان سلاوا، میں بے بس ہو گیا ہوں، آہ شاید میں اپنی عمر میں پہلی بار بے بس ہوا ہوں۔“

”تو بے بس نہیں ہوا ہے بس جلد بازی سے کلام لے رہا ہے، جوش محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے تو۔ میرے علم نے تجھے اس کی آواز سے روشناس کرایا ہے، تو کیا میرا علم تجھے بعد کی باتیں نہیں بتا سکتا لیکن تو مبر تو کر، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تیری تربت، تیری محبت، تیرے بچپن کی آرزو بڑی مشکل سے قرار پائے گی لیکن میرے بچے خود کو سنبھال۔ مجھ سے گفتگو کر اور اطمینان رکھ وہ آواز بند نہیں ہوئی، وقتی طور پر خاموش ہو گئی ہے، مگر تو مجھے حقیقتیں بتا.....!“

اور رفتہ رفتہ میرے حواس بحال ہونے لگے۔ اس بچپن میں کی واقعہ ہونے لگی۔ ”ہیا“ کی آواز سے مجھے جو محبت محسوس ہو رہی تھی وہ میرا دل اپنی مٹھی میں جکڑے لے رہی تھی۔ میں نے بمشکل تمام اپنے حواس کو قابو میں کرنے کی کوشش کی اور پھر اس میں کامیابی حاصل کر لی۔ میں نے گہری سانس لے کر بوڑھے ویلان سلاوا کو دیکھا اور پھر اپنے عقب میں

کچھ محسوس کر کے ادھر دیکھا۔ سب سے پہلی نگاہ ڈوم پر پڑی تھی جو دونوں بازو لپیٹے ہوئے خاموش کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بائیں سمت پر ایک عورت کھڑی تھی جسے بالاخر میں نے پہچان لیا۔

یہ ایٹا لویسا تھی اور کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود تھے لیکن میرا ذہن اس وقت دوسری باتوں کو سوچنے کے لئے نہیں چاہ رہا تھا۔ میں یہ نہیں جانتا چاہتا تھا کہ ایٹا لویسا یہاں کیسے آ گئی۔ میں نے پھر بوڑھے ویلان سلاوا کی جانب دیکھا اور اس نے کہا۔

”سکون سے بیٹھ جا.....!“

میں اس کے سامنے دوڑاؤ بیٹھ گیا۔ میرے بدن میں اب بھی اینٹھن سی طاری تھی۔ میں نے گہیرے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ تو نے کہا تھا نا مجھ سے سلاوا جب تو میرے ذہن میں بولا تھا کہ اسے آواز دے۔ اپنے دماغ سے اسے تلاش کر اور پھر جب گہرے سمندر سوکھ گئے تو میں نے اسے پکارا۔ میں نے اس سے کہا۔“

”ہیا، میرے بھائی، میرے بھائی تو کہاں ہے؟“ تو اس نے مجھے جواب دیا اور کہا کہ یہ تو تیری ہی آواز ہے ماہر، یہ بدل گئی ہے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ یہ تیری آواز ہے، آہ مگر میں تو جاگ رہا ہوں میری آنکھیں کھلی ہیں، میں اس وقت خوابوں میں کھویا ہوا نہیں ہوں۔ تو، تو میرے خوابوں میں خاموش رہتا ہے پھر..... پھر یہ آواز.....؟ یہ کہا تھا اس نے..... ویلان سلاوا یہ تمام الفاظ مربوط تھے اور ”ہیا“ کی آواز میں تھے، بے شک اس کی آواز میں تبدیلی تھی لیکن میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کے بولنے کا انداز ایک نئی سی شوخی لئے ہوئے ہوتا تھا وہ بولتے ہوئے بہت خوش نظر آتا تھا۔ چاہے اسے کچھ بھی کہنا ہو یہ اسی کی آواز تھی۔ ”ہاں یہ اس کی آواز تھی۔“ ویلان سلاوا نے درمیان میں مداخلت کی۔

”مگر وہ آواز بند کیوں ہو گئی؟“

”تو مجھے پورے سکون کے ساتھ تفصیل بتا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ یہ تو آغاز تھا۔ بات تو اب آگے بڑھے گی تو پورا اطمینان رکھ۔ میں تجھے مبارک باد دیتا ہوں تو نے اپنے بھائی کو تلاش کر لیا۔ میں تجھے یہ بھی مبارکباد دیتا ہوں ماہر طبیبی کہ تیرا بھائی زندہ ہے۔ اس کی آواز تیرے کانوں میں گونجی، تجھے اس کی زندگی کی پہلی خبر ملی اور تو اتنا مضطرب ہے تو اسے پالے گا۔ میں اپنی ساری عمر کے تجربے کی بناء پر یہ بات کہتا ہوں کہ اب وہ تیری پہنچ سے باہر نہیں ہے۔ مگر چونکہ تو ناواقف ہے تجھے یہ سب کچھ عجیب لگ رہا ہے، اس لئے تو اس بچپن کا شکار ہے۔ مجھے پوری تفصیل بتا۔ کم از کم میں سمجھ تو سکوں کہ اب آئندہ تجھے کیا کرنا ہے، میں تجھے بتاؤں ماہر طبیبی اپنے آپ کو جب تک سکون نہیں دے گا نہ تو میری بات تیری سمجھ میں آسکے گی اور نہ تو اس پر عمل کر سکے گا۔“

اب میں بوڑھے کی آواز اس کے الفاظ خاصے بہتر انداز میں سن رہا تھا اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہا ہے لیکن اب بھی کیفیت وہی تھی اس کے الفاظ نے میرے دل میں عجیب سا احساس جگا دیا تھا۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے اور گرد کھڑی ہوئی دیواروں کو اپنے بازوؤں کی قوت سے دھکیل دوں۔ سب کچھ ختم کر دوں، دوڑتا ہوا جاؤں اور فضا میں پرواز کرنے لگوں اور پھر ہیا میرے سامنے ہو۔۔۔ لیکن۔۔۔ بوڑھے کے الفاظ غلط نہیں تھے جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں سنبھل گیا۔ میں نے ایک بار پھر اپنی آپ جی اے سٹائی اور اسے بتایا کہ کس طرح ہیا کی پہلی آواز میرے کانوں میں ابھری اور پھر میں نے اسے دوسری بار پکارا تو اس نے میری آواز کو پہچاننے کا اعتراف کیا اور مجھے میرے نام سے پکارا۔ جب میں نے ”ہیا“ سے یہ سوال کیا کہ تو کہاں ہے میرے بھائی، مجھے راستہ بتا، میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ صحرائے اعظم افریقہ ہے، سمباریوں نے محاصرہ تنگ کر دیا ہے، مولے بزدل نکلے۔ وہ عیش کوش ہیں اور جنگ و جدل سے گریز کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہمیں شکست ہو چلے گی۔ بس یہی اس کے آخری الفاظ تھے اور پھر یہ آواز بند ہو گئی۔ وطان سلاوا یہ آواز کیوں بند ہو گئی۔؟“ میں نے اضطراب سے پوچھا۔

”اور تو کہتا ہے میری محنت بار آور نہیں ہوئی۔ سب کچھ تو پالیا تو نے ماہر طبالی سب کچھ پالیا تو نے۔ ارے اور کیا رہ جاتا ہے۔ تجھے پتہ چل گیا کہ ہیا زندہ سلامت ہے اور وہ صحرائے اعظم افریقہ میں ہے، خود کو پرسکون کر لو تو ہم اس موضوع پر مزید باتیں کرتے ہیں۔“

میں نے اب کسی قدر شرمندگی محسوس کی تھی۔ واقعی میں بہت زیادہ دیوانگی کا شکار ہو گیا ہوں۔ بوڑھا سچ ہی تو کہتا ہے۔ میں نے ہیا کو آواز دی۔ اس نے مجھے جواب دیا۔ سب کچھ لحوں میں تو نہیں ہو جاتا۔ تب میں نے مدغم لہجے میں کہا۔

”میں اب پرسکون ہوں۔“ اور پھر میں نے ڈوم کی جانب دیکھا اور اپنا لونیسا کو۔۔۔ تو وہ مسکرا رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ڈوم یہ۔۔۔؟“

”ہاں آقا۔۔۔ میں نے تمہیں بتایا تھا۔ اس وقت جب میں شہری آبادی میں ضرورت کی اشیاء کے حصول کے لئے گیا تھا تو اپنا لونیسا مجھے ملی۔ اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا مگر میں کچھ بتائے بغیر چل پڑا اور میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ یہ ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔“

اپنا لونیسا دو قدم آگے بڑھی اور اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”ماہر طبالی میں اب تمہارے ہی خواہوں میں سے ہوں۔ مجھ پر کسی قسم کا نہ تو شک

کرو نہ تردد۔ میں ایک لمحہ بھی تمہارے کسی نقصان میں نہیں رہوں گی بس تمہارے بارے میں معلومات ہوئیں تو تم سے لئے چلی آئی۔ مجھ سے گریز نہ کرو، میں اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں تو تمہیں حق حاصل ہو گا کہ مجھے زندگی سے محروم کر دو۔ میں تو اس پر سرت موقع پر تمہارے ہیا کے لئے دلی دعاؤں کا تحفہ لائی ہوں اور تمہاری اس خوشی میں برابر کی شریک ہوں، مجھ سے اگر کچھ مخرف ہو تو ہیا کے نام پر مجھے معاف نہیں کر سکتے۔“

اور اس وقت میں اس قدر ہی ہوش و حواس سے عاری ہو رہا تھا کہ ہیا کے نام پر تو میں سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو میں تیرا شکر یہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اپنا لونیسا۔۔۔ تو اگر یہاں مقیم ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر وطان سلاوا تم مجھے اس سے آگے کے بارے میں کب بتاؤ گے۔ یہ کب بتاؤ گے کہ ہیا کی آواز کیوں بند ہو گئی۔ میں اس سے سب کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس تک پہنچنا چاہتا ہوں، میری خواہش ہے کہ وہ راستوں کی رہنمائی کرے۔۔۔“

”میں تجھ سے اس موضوع پر جب تو چاہے بات کرنے کو تیار ہوں۔“

”تو میرے لئے اس سے دلکش موضوع اور کیا ہو سکتا ہے۔ وطان سلاوا مجھے جلد از جلد اس بارے میں بتاؤ؟“

”سنو دوستو اگر میں تمہاری اس گفتگو میں شرکت کروں تو تمہارے لئے اس قدر کار آمد ہو سکتی ہوں کہ تم لوگ تصور نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ماہر طبالی نے کہا کہ ”ہیا“ نے اسے بتایا ہے کہ یہ صحرائے اعظم افریقہ ہے تو ماہر طبالی ”ڈوم“ ایک افریقی نوجوان ہے، بے شک افریقہ کے اندرونی علاقوں کے بارے میں یہ تمہارا بہترین راہبر ثابت ہو گا لیکن افریقہ کے بیرونی علاقوں سے گزرنے کے بعد ان علاقوں تک جانے کے لئے بھی تو تمہیں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر تم مجھے ان مشکلات کا سامنا ہی بنا لو تو میں کسی لالچ کے بغیر تمہارے ہمراہ رہوں گی، بولو کیا تم ایسا کرو گے؟“

میں نے الجھے ہوئے انداز میں ڈوم کو دیکھا تو ڈوم نے کہا۔

”ہم اپنی گفتگو میں تجھے شریک نہیں کر سکتے اپنا لونیسا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ تیری پیشکش پر غور کریں اور اگر آپس کے مشورے سے بھی ہم اس پیشکش کو مناسب سمجھیں تو پھر تجھ سے رجوع کیا جائے گا لیکن تیری اس پیشکش کا شکریہ۔۔۔“

میں نے حیران نگاہوں سے ڈوم کو دیکھا۔ بہت کم بولتا تھا۔ بظاہر یہ نہیں لگتا تھا کہ اس کے ذہن کی وسعتوں میں تاجداروں کے سوا اور کچھ بھی ہے لیکن بارہا اس نے ایسی ذہانت کے الفاظ کہے تھے کہ مجھے معترف ہونا پڑا تھا اور اس وقت بھی اس نے اپنا لونیسا سے جو کچھ کہا اور جس انداز میں کہا، اس نے مجھے متاثر کیا کیونکہ بہر حال ڈوم نے ایک طویل زندگی اپنا لونیسا کے خدمت گزار کی حیثیت سے گزاری تھی۔ اپنا لونیسا اپنے آپ کو واقعی بدلنے میں

اعتاد کو دل میں جگہ دے، کیونکہ تیرا اعتماد ہی تیرے اس وقت کو برقرار رکھے گا۔ بوڑھے ویلان سلاوا کا یہ تحفہ ہمیشہ یاد رکھنا اس سے تجھے بہت سی آسانیاں حاصل ہوں گی اور وقت تجھے یہ بتائے گا کہ یہ تحفہ تیرے لئے کس قدر قیمتی ہے۔“

”میں اب پرسکون ہوں ویلان سلاوا اور توجہ کتنا ہے۔ کم از کم ایک امید تو قائم ہوئی۔ ایک رشتہ تو قائم ہوا“ میرے اور اس کے درمیان، آواز کا رشتہ۔ ویلان سلاوا تیرا شکر یہ۔ بہت کم لوگوں کا میں نے زندگی میں شکر یہ ادا کیا ہے۔“

”ایک مشورہ اور دوں تجھے۔؟“

”ہاں معزز بزرگ، اب میں تیرے مشوروں کو دل سے تسلیم کرتا ہوں۔“

”دیکھ جہاں تک میرا اندازہ ہے دنیا سے بہت تلاقیات ممکن ہیں تو کسی راہبر کو ساتھ لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے، وہ عورت کئی دن سے میرے ساتھ ہے وہ مجھے اپنی داستان سنا چکی ہے اور اگر تو میری تھوڑی سی ذہنی قوتوں کو تسلیم کرتا ہے تو میں تجھے بتاؤں وہ تیرے ساتھ اب مخلص ہے، سچی ہے، کیونکہ اس کے اندر جو عورت تڑپ رہی ہے وہ تیری طلب گار ہے۔ تیری خواہش مند ہے۔ تیری آرزو مند۔ یہ فیصلہ تیرے اپنے ہاتھ میں ہے کہ تو اس عورت کو اپنے دل میں کیا مقام دیتا ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا جس کے اندر خلوص اور سچائی بیدار ہو جائے وہ بہترین ہم سفر ہوتا ہے بعد کے کھیل بعد میں..... لیکن تو اگر اس کی معیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو میری تجویز ہے کہ ایسا کر لے۔“

میں نے ڈوم کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہل۔ ”ڈوم! ویلان سلاوا! ایسا لویسا کے بارے میں یہ بات کر رہا ہے!“

”ہاں آقا وہ اس دن وہاں پہنچ گئی تھی جب تم چلہ کشی کے لئے غار میں داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد سے وہ یہیں مقیم ہے میں نہیں جانتا کہ اس پر کیا ہوتی، یا اس نے اس خزانے کے حصول کا فیصلہ کس طرح ترک کیا جس کے لئے سائن رتج وغیرہ کے ساتھ یہاں تک کا سفر کیا تھا۔ میں نہیں جانتا آقا اور نہ میں نے اس سے کچھ پوچھا..... لیکن جو وقت اس نے گزارا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ نہ تو اس نے میرے منحرف ہو جانے پر مجھے سرزنش کی اور نہ ہی تمہارے یا کسی اور کے لئے کوئی بات کی۔ بس خاموش تھی کچھ بولتی تھی تو تمہارے بارے میں پوچھتی تھی..... لیکن ویلان سلاوا نے اسے ساری تفصیلات بتا دی تھیں اور اس کے بعد سے اب تک وہ خاموشی سے یہاں وقت گزار رہی ہے۔“

”اور اس کے ساتھ.....؟“

”ان ساتھیوں میں کمی واقع ہو گئی ہے، صرف چار افراد اس کے ساتھ رہ گئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایسا لویسا کے غلام خاص ہیں..... یعنی وہ مہم جو نہیں جو کسی خزانے کے حصول کے لئے یہاں تک آئے تھے بلکہ لویسا نے انہیں اپنی جو کہانی سنائی تھی تا آقا اس

کو سنیں تھی یا پھر اس کے ذہن میں کوئی گہرا منصوبہ تھا چنانچہ وہ خاموشی سے باہر نکل گئی اور ویلان سلاوا ہم دونوں کو پرسکون نظروں سے دیکھتا رہا تب ڈوم بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ ویلان سلاوا نے کہل۔

”اس دوران میں اس ساری داستان پر غور کرتا رہا ہوں۔ جو علم میں نے تجھے سکھایا ہے ماہر طبالی وہ ذہنی رابطے کا علم ہے۔ اس علم میں تو نے مہارت حاصل کی ہے۔ تیرے بھائی ہیانے نہیں۔ جب اس علم کے دو ماہر ایک دوسرے سے ذہنی گفتگو کرتے ہیں تو انہیں اس گفتگو کا طریقہ کار معلوم ہوتا ہے جبکہ ہیا کو یہ طریقہ کار معلوم نہیں ہے، یہ تو تیری یکطرفہ کاوش ہے۔ سمجھ رہا ہے نا تو۔ ہیا کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اپنے ذہن میں اسے تیری آواز بہت عجیب لگی ہے، کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ آواز اسے کس طرح سنائی دی۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ پھر بھی اس کا تجھ سے رابطہ رہا۔ کیونکہ وہ اپنے ذہن میں تجھے وہی مقام دیتا ہے جو تو اسے اپنے ذہن میں دیتا ہے۔ حیرت کے ساتھ ساتھ اس نے ذہنی طور پر تجھ سے آگے بھی گفتگو کی جو اس کی دماغی برتری کا پتہ دیتی ہے، یعنی وہ اس گفتگو کو کوئی دہم سمجھ کر نہیں ٹال رہا تھا بلکہ وہ اس احساس پر جما رہا کہ اس کے ذہن میں گونجنے والی آواز تیری ہی ہے اور اس نے ان خوابوں کا تذکرہ بھی کیا جس میں وہ تجھے دیکھتا تھا اور تو ان خوابوں میں خاموش رہتا تھا۔ ماہر طبالی اس نے تجھے تیرے سوال کا جواب بھی دیا۔ اس نے کہا کہ وہ صحرائے اعظم افریقہ میں ہے، ساری باتیں ایک دم عیاں نہیں ہو جاتیں، سباریہ اور مولے کا معاملہ ظاہر ہے تجھے یہاں بیٹھ کر نہیں معلوم ہو سکتا۔ کم از کم تجھے ایک راستے کا پتہ چلا۔ صحرائے اعظم افریقہ بے پناہ دستوں میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تو یہاں سے ایک سیدھی لکیر کھینچے اور اس پر سفر کرتا ہوا ہیا تک پہنچ جائے۔ میری باتوں کو غور سے سنتے رہنا، تجھے صحرائے اعظم افریقہ جانا ہو گا اور وہاں جا کر تو ”ہیا“ کو تلاش کرے گا۔ اب جس طرح تجھے بھونکایا جاتا رہا ہے لوگ جس طرح تجھے غلط راستوں پر لگاتے رہیں ہیں، اب تو غلط راستوں پر سفر نہیں کرے گا بلکہ تو اپنے ہیا سے راہنمائی مانگے گا۔ اس سے پوچھے گا کہ وہ کہاں ہے اور اس تک پہنچنے کے راستے کہاں ہیں، تیرا اس سے براہ راست رابطہ ہو گا اور جب بار بار وہ تیری آواز اپنے ذہن میں محسوس کرے گا تو وہ یہ بھی سوچے گا کہ وہ سب سچائیاں اور حقیقتیں ہیں، تیرا کام تو ہو گیا۔“

”تو کیا میں دوبارہ اس سے رابطہ قائم کر سکوں گا؟“

”ہاں..... لیکن اس کے لئے تجھے بہت زیادہ جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ مناسب وقت ملنے پر تو اسے مخاطب کرے گا اور جب وہ تیری آواز کا عادی ہو جائے گا تو پھر تیرے اور اس کے درمیان ذہنی ربط مکمل طور سے قائم ہو جائے گا اور تو اس سے ساری باتیں کر سکے گا، اس لئے سب سے پہلے اپنے اضطراب کو اپنے وجود سے ختم کر



بولو۔ ”میرا خیال ٹھیک ہے، یہ ختم ہو گیا۔“

”مگر کیسے....؟“ میں نے شدید حیرت سے کہا۔

اینا لویسا نے بھی ویلان سلاوا کی موت کی تصدیق کر دی پھر کہنے لگی۔ ”اس کی موت قاتل حیرت نہیں ہے وہ عمر کی اس منزل میں تھا کہ موت کی اس سے بہت قربت تھی۔“

”اوہ، وہ میرا سب سے بڑا محسن تھا، اس نے مجھے میری منزل کا صحیح راستہ دکھایا۔ اس نے میرے ہیا کی آواز مجھے سنائی۔“

پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے ویلان کو برف میں دبا کر رسم عقیدت پوری کی سب میرے ساتھ رہے تھے، تب لویسا نے کہا۔

”اب تمہارا کیا ارادہ ہے ماہر طبائی۔“

”میں رہنمائی سے محروم ہو گیا ہوں۔ پتہ نہیں اب میں کیا کروں۔“

”اگر مجھے حقیقتوں سے روشناس کرو تو شاید میں تمہیں کوئی مشورہ دے سکوں۔“

”تم....“ میں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”ہاں، آخری بار اپنی وکالت کروں گی، تم نے قبول نہ کی تو وعدہ کرتی ہوں خاموشی سے واپس چلی جاؤں گی اور دوبارہ کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔“

”کیوں....“ میں نے کہا۔

”تمہیں مختصر اپنے حالات زندگی بتا چکی ہوں، ایک جنون کی تخلیق تھی اور ایک حادثہ درکار تھا، حادثہ ہوا اور معتدل ہو گئی، لیکن اب زندگی اذیت سے دوچار ہے۔“

میرے بدن کے وہ نشان، جو تمہاری تخلیق ہیں جنہوں نے میرے غور کی گردن توڑ دی اور میں نے خود کو انسان پایا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے کہا تھا کہ ماہر اب مجھے کوئی خزانہ درکار نہیں۔ اب میں تمہارے مشن کا حصہ ہوں، پھر زلزلہ آ گیا اور ہم منتشر ہو گئے اس وقت سے صرف تمہاری تلاش میں سرگرداں تھی۔“

”مجھ سے کیا چاہتی ہو....؟“

”دوم تم سے کیا چاہتا ہے....؟“

”دوم.... بتاؤ....“ میں نے کہا۔

”صرف تمہاری خدمت کرنا، اس لئے کہ میرے مرحوم استاد شاگ لان کو انے کہا تھا کہ جب تک سرہند ہو کسی کو کچھ نہ جانو، پہاڑ تلے آ جاؤ تو اس کی بلندیوں میں چھپ جاؤ۔“

”یہ میری ترجمانی ہے ماہر.... میں تمہیں چاہنے لگی ہوں، حیات کے آخری سانس تک صرف تمہیں بینائی کی گرفت میں رکھنا چاہتی ہوں۔ اس سے آگے کبھی قدم نہیں بڑھاؤں گی وعدہ ہے۔ دل نے کچھ اور مانگا تو اسے سینے سے باہر نکال کر پھینک دوں گی.... لویسا قول

”ماہر.... ماہر.... کیا تجھے میری آواز.... ہیا کی آواز آہستہ آہستہ محدود ہو گئی اور میرے حلق میں گولا سا اگلنے لگا۔ میں بے بسی سے تھلانے لگا۔ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہیا....!“ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میں سکوت کے عالم میں بیٹھا رہا۔ تب مجھے کوئی شے اپنے رخساروں پر رینگتی ہوئی محسوس ہوئی اور میں ہاتھوں سے اسے جھاڑنے لگا، لیکن یہ تو پانی تھا جو میری آنکھوں سے نکل رہا تھا۔

دن کی روشنی میں بوڑھے ویلان کے پاس پہنچا تو وہ.... زمین پر بے سدھ پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔

”بزرگ سلاوا.... کیا تو سو رہا ہے۔“ میں نے اسے آواز دی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اندھوں کی طرح پلکیں جھپکا کر بولا۔ ”کون ہے.... ماہر....؟“

”کیا بات ہے سلاوا.... کیا تو بیمار ہے۔“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا تو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔“

”ایسا ہی لگتا ہے آقا.... کیا میں اسے یہاں سے اٹھاؤں....؟“

”مجھے یہیں رہنے دو.... ماہر کیا تم نے دوبارہ اس سے رابطہ کیا۔ کیا تم نے اسے پکارا۔“

”ہاں، اس بار میں نے اس سے بہت بات کی ہے۔“

”کیا.... مجھ بتاؤ۔“ سلاوا نے کہا اور میں اسے تفصیل بتانے لگا۔ وہ خاموشی سے

آنکھیں بند کئے سن رہا تھا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کمزور آواز میں کہا۔

”میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ یہ علم جسے تم استعمال کرتے ہو، نیلی پیشی کہلاتا ہے۔ تم نے

اسے حاصل کیا ہے۔ اس سے تم اپنی آواز مطلوب تک پہنچا سکتے ہو۔ وہ تمہیں جواب بھی

دے سکتا ہے لیکن مربوط اور باقاعدگی سے نہیں۔ کیونکہ وہ نیلی پیشی نہیں جانتا۔ اگر وہ بھی

اس علم کو جانتا تو تمہارے درمیان اس طرح گفتگو ہو سکتی تھی جیسے دو آنے سامنے بیٹھے

ہوئے لوگوں کے درمیان۔ اس سے رابطے کرتے رہو تمہاری راہنمائی ہو جائے گی۔ تمہیں

اتنا علم تو ہو گیا ہے کہ وہ افریقہ میں ہے۔“

”مگر یہ سباریے وہ کونے شور، کونے غلبے کی بات کرتا ہے کہیں وہ خطرے میں تو

نہیں ہے۔“ بوڑھے نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ میں پریشانی سے اس بات پر غور کر رہا

تھا اسی وقت دوم نے چوک کر کہا۔ ”آقا....“

”کیا بات ہے دوم....؟“

”آقا۔ اس کے سینے میں سانپوں کی آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔“ دوم سلاوا کے پاس

پہنچ گیا اسے غور سے دیکھا پھر اس کے سینے سے کلن لگا دیا۔ دیر تک سنتا رہا۔ پھر آہستہ سے



کی بچی ہے۔“  
میں نے ڈوم کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔ ”یہ بچی ہے آقا۔۔۔ میں اسے بہت پہلے سے جانتا ہوں۔“

”میرے دل میں محبت کا ایک مرکز ہے لویسا۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔ میرا ہیا لوگوں کا کہنا ہے کہ میرے وجود کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔ میں اور وہ آدھے آدھے ہیں، ہم مل کر ایک بنتے ہیں لویسا شاید اس کے بغیر میں پوری زندگی کوئی فیصلہ نہ کر سکوں، ہاں یہ ممکن ہے جب ہم ایک ہو جائیں تو زندگی کے دوسرے رخ بھی ہمارے سامنے آجائیں گے۔“  
”دولت میرے جوتوں سے چپک کر چلتی ہے۔ جہاں چاہوں زر و جواہر کے انبار لگا دوں، ان علاقوں میں آنا بھی ایک تفریحی مشغلہ تھا یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک ذمے داری مجھے یہاں لا رہی ہے ماہر طبالی تمہیں تمہارے بھائی تک پہنچانا اب میرا سب سے بڑا مقصد ہے۔ مجھے پورے غلوص کے ساتھ صرف اس عمل کی تکمیل تک کے لئے قبول کرو۔“  
”لویسا، ماضی میں جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ میرے کئی محسن ہیں۔ علی تبارک۔۔۔ پھر سلطان سلاوا۔۔۔ اور اب تم۔۔۔ میں دنیا سے ناواقف ہوں، مجھے راہبر درکار ہے۔“

”میں ہوں، لیکن پورے غلوص سے مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو، اپنی زندگی کے ہر راز سے آشنا کرو۔“

حادثہ طبالی سے کہانی کا آغاز ہوا تھا اور میری ماں نے مجھ سے پہلی نفرت کی تھی۔ اگر حادثہ طبالی ڈاکٹروں کے فریب کا شکار نہ ہوتا تو ہم دونوں یکجا ہوتے۔ پھر غم کے سوتے کھل گئے اور میں نے پوری زندگی اس کے سامنے دھرا دی۔ ہر کروار کے بارے میں بتایا ہر تفصیل بتا دی۔ وہ پھرائی ہوئی سب کچھ سنتی رہی۔ پھر گمری سانس لے کر بولی۔  
”گویا تمہاری آدمی زندگی پوشیدہ ہے۔ وہ دور کمال گزرا جو تمہاری بے حواسی کا دور تھا۔“

”اس کے بارے میں کہا جاتا ہے عدلان پاشا نے مجھے ایک مہم جوئی کے دوران جنگل سے حاصل کیا تھا۔ درندوں کا ایک جوڑا میرا سر پرست تھا بلکہ میں نے خود غرضی کی بناء پر اپنے ان محسنوں کا نام نہیں لیا۔۔۔ صرف یہی کردار میری نگاہوں سے روپوش ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی سچی ہے۔“

”مجھے بھی یقین ہے طبالی۔“ اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔  
”ہاں بلکہ ایک اہم راز کی نقاب کشائی ہوئی ہے اس وقت جب ڈوم مارشل آرٹ کے داؤ بیج کی وجہ سے تم پر حاوی ہو گیا تھا اچانک تمہارے ہونٹ اوپر مڑ گئے آنکھیں سرخ ہو گئیں اور تمہارے حلق سے غرائش نکلنے لگیں۔ پھر تم نے وانتوں سے ڈوم کا زرخہ پکڑا تھا اور

دونوں ہاتھ پاؤں سے اسے جکڑ لیا تھا۔۔۔ وہ ایک چپتے کی سرشت تھی۔ اس وقت ایک چپتا اپنے شکار کو اویڑ رہا تھا۔ مجھے کچھ انداز ہو گیا تھا، میں نے تمہیں ایک مشعل سے خوفزدہ کیا تھا کیونکہ درندے آگ سے ڈرتے ہیں۔ تم اس قدر انوکھی شخصیت کے مالک ہو آہ مجھے اندازہ نہیں تھا ماہر۔“

”سب کچھ بیکار ہے ہیا کے بغیر۔۔۔“  
لویسا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ ”ہیا نے تمہاری سب سے اہم رہنمائی کر دی ہے۔ افریقہ۔۔۔ اور۔۔۔ پنڈت رائے جبکہ تمہارا کہنا ہے کہ پنڈت رائے ”شانتی“ سے علیحدہ ہو چکا ہے۔“

”ہاں۔۔۔“  
”لیکن۔۔۔“ وانگ چو، پنڈت رائے کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ وہ کم از کم اس جگہ کی نشاندہی کر سکتا ہے جہاں پنڈت رائے رہتا ہے۔۔۔ اور ہیا پنڈت رائے کے پاس ہے۔“

”اس۔۔۔“ میں چونک پڑا۔  
”وہ سرنگ مجھے دکھاؤ جہاں سے سفر کر کے تم یہاں تک آئے ہو۔“  
”وہ کیوں۔۔۔؟“

”میں اس عبادت گاہ تک جاؤں گی اور وانگ چو کو اٹھا کر یہاں لے آؤں گی، پھر وہ ہمیں بتائے گا۔“

”چلو۔۔۔ ہم سب چلتے ہیں۔“  
”نہیں ماہر۔۔۔ یہ مجھے کرنے دو۔۔۔ میں تمہاری خدمت کا آغاز کرنا چاہتی ہوں اور تم مجھ پر بھروسہ کر چکے ہو۔“  
”لیکن میں تمہارا انتظار نہیں کر سکتا۔“

”تم اپنے بھائی سے رابطہ رکھو۔۔۔ اطمینان رکھو میں بہت جلد واپس آ جاؤں گی اور وانگ چو تمہاری رہنمائی کرے گا۔ میں صرف تین افراد کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی ایک بیویں رہے گا۔“

اینا لویسا نے تیاریاں کیں میں نے اسے سرنگ کے بارے میں تفصیل بتا دی، پھر وہ روانہ ہو گئی۔ ”اور جب میں نے اس پر اعتماد کا اظہار کر دیا ہے تو اب اس وقت تک اس پر کوئی شک نہیں کروں گا جب تک وہ کوئی حرکت نہ کرے، لیکن وہ بہت مخلص نظر آتی ہے۔“ میں نے کہا تھا۔

”وہ باگل لگائے ہے آقا جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اب وہ تم سے دعا نہیں کرے گی، میں اس سے واقف ہوں۔“



”وہ اچھا سوچتی ہے، وانگ چو ضرور پنڈت رائے کے بارے میں جانتا ہو گا، لیکن ہیا کے الفاظ مجھے پریشان کرتے ہیں۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مولے عیش کوش ہیں اور کیس انہیں سمباریوں کے ہاتھوں شکست نہ ہو جائے، یہ کیا ہیں۔“

”پنپے دیس سے میرا تعلق ٹوٹ چکا ہے لیکن اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو یہ دو قبیلوں کے نام ہو سکتے ہیں، لیکن ہیا کا ان سے کیا تعلق۔“

”آہ، میں نہیں جانتا۔“

لویسا نے واپسی میں کمال دکھایا تھا جس کا میں نے دل سے اعتراف کیا تھا، لیکن اس کے چہرے پر سنگین خاموشی طاری تھی۔

”کیا وہ نہیں ملا....؟“

”میرا خیال ہے مل گیا ہے۔۔۔“

”کہاں ہے....“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”آؤ....“ وہ آہستہ سے بولی اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے، تب وہ ہمیں سلاوا کے غار میں لے گئی، لیکن غار کے فرش پر میں نے ایک انسانی جسم دیکھا جس کا سر اس کے شانوں پر نہیں تھا۔ گردن خشک خون کا لوتھڑا نظر آئی تھی۔ لویسا نے ایک دوسری جگہ سے ایک انسانی سر اٹھا کر اس کی گردن جوڑتے ہوئے کہا ”کیا یہ وانگ چو ہے....؟“

باریک مونچھوں اور سوئی ہوئی آنکھوں والے وانگ چو کو میں نے پہلی نگاہ میں پہچان لیا لیکن اسی نگاہ میں یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ یہ بدن اس کا نہیں ہے۔ نہ وہ جسامت تھی نہ لباس۔

”یہ اوپر سے وانگ چو ہے لیکن نیچے کون ہے، کیا یہ تمہیں دن پیس میں نہیں ملا....؟“ میرے اس سوال پر لویسا بے اختیار ہنس پڑی، اس نے کہا۔

”سوری.... وہاں بے شمار ایسے جسم تھے جن کے شانوں پر ان کے سر نہیں تھے، مجھے بھی یہ کچھ بے جوڑ لگا تھا، لیکن وہاں ایسی افراد تھیں تھیں کہ میں نے اسی پر اکتفا کیا۔ ویسے کسی چینی کے سر کو تلاش کرنے میں مجھے کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔“

”افرا تقری....؟“ میں نے سوالیہ نظروں سے لویسا کو دیکھا۔

”ہاں شاید اس عبادت گاہ پر مقامی لوگ حملہ آور ہوئے تھے اور انہوں نے قتل عام شروع کر رکھا تھا۔ سرنگ کے دوسری طرف بڑی ہلکا کارچی ہوئی تھی۔ میں نے زیادہ تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کی، تمہاری بے چینی کا خیال تھا۔“

”آہ.... میں سمجھ گیا، انہوں نے اس یورش کا ذکر کیا تھا جس کے لئے وہ خود بھی تیاریاں کر رہے تھے، میرا خیال ہے ان کے دشمنوں نے کامیابی حاصل کر لی، لیکن اب تو یہ بیکار ہی ہو گیا، تم اسے کیوں اٹھا لائیں۔“

”تمہیں یقین دلانا بھی تو ضروری تھا۔“

”نہیں لویسا، اب میں تم پر اعتبار کرتا ہوں اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک تمہارے ہاتھوں کوئی نقصان نہ اٹھالوں۔“

”ایسا کبھی نہیں ہو گا۔“

”لیکن اب ہم کیا کریں....؟“

”کوئی مشکل نہیں ہے، بیشک صحرائے اعظم بہت وسیع ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ بیا کو تلاش کرنے میں ہماری عمر کم پڑ جائے۔ بت بس اتنی سی ہے کہ اگر شانتی کے سرکردہاں میں سے کوئی مل جاتا تو ہم اس سے پنڈت رائے کے بارے میں معلوم کرتے، اس طرح ہمیں صبح جگہ معلوم ہو جاتی۔“

”ایسی ایک شخصیت اور ہے۔“ میں نے کہا۔

”مجھے بتا ہیا“ میں اسے سیکھ لوں گا۔“  
 ”یہ علم چاندنی راتوں میں سیکھا جاتا ہے“ آسمان تلے جب چاند نکلے اور جب تک نکلا رہے تو اسے اپنی آنکھوں میں سمیٹ لے، تیرے دماغ میں ماضی کے واقعات ہونے چاہئیں۔ ہر وہ گزرا لمحہ جو تجھے یاد ہو۔ اسے دہراتا رہ، چاند ڈوبے تو کوئی ایک خیال دماغ میں بسا کر سو جا، لیکن اس کے ساتھ ایک سوال ہو۔ جب تیری یہ مشق پختہ ہو جائے گی تو تجھے خواب میں تیرے سوال کا جواب ملے گا۔ میں نے یہ علم سیکھ کر تجھے اپنے خوابوں میں پالیا ہے، مگر تو ان خوابوں میں بول نہیں سکتا۔“

”ہیا“ میں بھی تجھے بتانا چاہتا ہوں، کیا تو بولنے کا علم سیکھنا چاہتا ہے۔“

”ہاں“ میں تیری طرح تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”ایسا ممکن ہے ہیا۔“

”تو مجھے بتا۔۔۔۔۔“ اور میں نے ہیا کو شمع بنی کا علم بتایا، جب میں بتا چکا تو اس نے کہلا۔  
 ”آہ“ یہ میرے لئے کہل ممکن ہے۔“

”کیوں۔۔۔۔۔؟“

”وہ سب کچھ مجھے حاصل نہیں ہے جس سے میں یہ علم سیکھ سکوں۔“ اس نے باؤسی سے کہلا۔

”اس کے باوجود تو فکر نہ کر میرے پیارے بھائی، بس تو اپنی زندگی سنبھال کر رکھ باقی سب مجھ پر چھوڑ دے۔“

”میری زندگی کے لئے تو فکر مند نہ ہو۔ میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا ہوں۔“ میرا دماغ بری طرح دکھنے لگا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں نے دماغ کے ذریعے ہزاروں میل دور کے فاصلے طے کئے ہوں۔ ہیا کچھ اور کہہ رہا تھا لیکن اب اس کی آواز بے ربط ہونے لگی تھی۔ وہ ہوا کی لہروں میں تقسیم ہو گئی تھی اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اگر میں نے کچھ دیر اور یہ سلسلہ جاری رکھا تو میرا دماغ ایک دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

تب میں نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔ میرا جسم تھک گیا تھا، اس کے باوجود میں خوش تھا، ہیا سے طویل گفتگو ہوئی تھی۔ ہر چند کہ اس نے اپنی مشکلات بتائی تھیں لیکن مجھے یقین تھا کہ ہم دونوں آسانی سے دوسروں کے ہاتھوں ہلاک ہو جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔

ہمارا سفر جاری تھا اور اب ہر رات کھلے آسمان کے نیچے چاند سے شناسائی رہتی تھی، وہ راتیں میرے لئے سخت مشکل ہوتی تھیں جن میں آسمان پر بادل چھا جاتے تھے۔ ایسی راتوں میں سخت اذیت کا شکار رہتا تھا۔ وہ بھی ایسی ہی رات تھی برف میں ڈوبے بادلوں نے چاند پر پردہ ڈال دیا تھا، میں بادلوں سے چاند کی کنکاش دیکھ رہا تھا کہ اچانک کچھ روشن ستارے مجھ پر

”کون۔۔۔۔۔؟“

”رائی ہرونت کو۔۔۔۔۔“

”وہ کون ہے۔“ اینا نے پوچھا اور میں نے اسے رائی کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔ ”واہ“ تب تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے، ہمیں ہندوستان چلنا ہو گا۔  
 اینا لو یسا مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ ایسے کام کر رہی تھی جو میرے لئے مشکل ثابت ہوتے۔ نہ مجھے اور نہ ڈوم کو وہ طریقے آتے تھے جو کسی ملک میں سفر کے لئے اختیار کرنے ہوتے ہیں۔ میں یہاں تک دوسروں کے ساتھ آیا تھا اور ایسے مسائل سے وہی نمٹتے رہے تھے اور اب یہ مرحلے طے کرنے کے لئے لو یسا موجود تھی۔ ہم اس عبادت گاہ سے چل پڑے اور برف پر مشکل راستے طے ہوتے رہے۔ سفر کی تیسری رات تھی، ہم نے ایک ویرانے میں پراؤ ڈالا تھا۔ ہر سمت ہو کا عالم طاری تھا، میں نے ایک جگہ خود کو یکسو کیا اور اپنے ذہن میں ہیا کو لانے لگا پھر میں نے اسے پکارا۔۔۔۔۔ کئی بار کی پکار کے بعد جواب ملا تھا۔  
 ”ماہر۔۔۔۔۔“

”ہیا۔۔۔۔۔ تو کہاں ہے۔۔۔۔۔؟ میں تیری طرف چل پڑا ہوں، میں تیرے پاس آ رہا ہوں۔“

”ماہر۔۔۔۔۔“ ہیا مدھم لہجے میں بولا۔ ”تو مجھ سے کتنی دور ہے، کیا تو صحرائے اعظم میں

داخل ہو چکا ہے۔“

”نہیں، لیکن بہت جلد تو مجھے اپنے پاس پائے گا۔“

”ماہر ہم قیدی ہیں۔“

”قیدی۔۔۔۔۔؟“

”ہوں“ مولے ہار گئے، پنڈت رائے ان کی جنگی تربیت نہیں کر سکا تھا۔ یوں بھی وہ سادہ لوح لوگ تھے، ہار گئے بے چارے اور اب میں ان کی کھوپڑیوں کے بلند ہوتے مینار دیکھ رہا ہوں۔ سہارے انہیں کھا گئے ہیں اور ان کے سر پکا کر چھوٹے کر رہے ہیں۔  
 ”ہیا“ کیا تو خطرے میں ہے۔۔۔۔۔؟“

”نہیں“ میں نے ان بے وقوفوں کو چکر میں ڈال دیا ہے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، لیکن ممکن ہے پنڈت رائے ممکن ہے وہ۔۔۔۔۔“

”ہیا تو مجھے راستے بتا سکتا ہے۔۔۔۔۔؟“

”مشکل ہے، لیکن میں تجھے ایک علم دے سکتا ہوں۔“

”کونسا علم۔۔۔۔۔؟“

”خوابوں کا علم۔۔۔۔۔ یہ علم مجھے پنڈت رائے نے دیا تھا۔“

”مگر اس سے کیا ہو گا۔۔۔۔۔؟“

”تو ان راستوں کو شناخت کر سکے گا جن سے گزر کر یہاں تک آیا جا سکتا ہے۔“

”فلطی اس کے خیال کی تھی اُتر آیا کوئی تصور اس کے دل میں نہ ہوتا تو اس کی زبان پر نہ آتا۔“

اینا لوکیسا بہت وقت کے بعد آئی تھی۔ اس نے ایک کامیاب مسکراہٹ سے کہا۔

”اب تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔“

”کہیں....؟“

”ہرونت کور تمہاری منتظر ہے۔“ اس نے ڈوم کو میرے ساتھ چلنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ڈوم کے ساتھ اس کا رویہ عجیب تھا، یوں لگتا تھا جیسے وہ اس کی شناسائی نہ ہو، نہ وہ اس سے مخاطب ہوتی تھی، ہم لوگ سفر کر کے ایک مکان کے سامنے رکے تھے۔ میں اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا تھا، لیکن عایشان مکان کے ایک کمرے میں مجھے ہرونت کور نظر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ ایک دیوار سے پشت لگائے بیٹھی تھی۔ کمرے میں خوب تیز روشنی تھی جس میں اس نے مجھے فوراً پہچان لیا اور حیرت سے بولی۔

”تم....؟“ میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔ ”ماہر طہابی تم مجھے پہچانتے ہو۔“

”میری اور تمہاری شناسائی کتنی پرانی ہے ہرونت کور، تم جانتی ہو۔“

”کیوں نہیں.... لیکن یہ عورت کون ہے....؟“

”میری ہمدرد.... میری ساتھی....“

”مجھے کیوں اغوا کیا گیا ہے....؟ تم جانتے ہو۔ میں اگر مہربان ہوں تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں کی گئی یا پھر تم مجھے ان لوگوں میں سے سمجھتے ہو جو تم پر مہربان نہ رہے۔“

میں نے ابھی ہوئی نگاہوں سے ہرونت کور کو دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہرونت کور کا کردار برا نہیں رہا تھا۔ یہ لوگ عجیب الجھے الجھے لوگ تھے یا پھر میری سمجھ میں نہیں آئے تھے اور میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کون کس حیثیت کا مالک ہے۔ بہر حال اپنا لوکیسا کا اپنا طریقہ کار تھا اور چونکہ اب تک وہ نہایت مخلصانہ انداز میں میرے لئے سارے کام کرتی رہی تھی اس لئے میں اسے ہی مقدم سمجھتا تھا اور اصولی طور پر مجھے اس کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے تھی۔ مجھے متذبذب پا کر اپنا لوکیسا آگے بڑھ کر بولی۔

”میڈم اسے اپنے الفاظ کے جال میں پھانسنے کی کوشش نہ کرو، وہ ایک سادہ لوح انسان ہے اور دنیا کے فریب کو نہیں سمجھتا، جتنا کچھ مجھے معلوم ہے اس کی بنیاد پر میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ تم لوگوں نے شنائی کے نام پر جو جال بچھایا ہے اس کا مقصد دولت کے انبار اکٹھے کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے تم نے اسے تختہ مشق بنایا۔ بقی جہاں تک اپنے اپنے کردار کا معاملہ ہے تو میں نہیں سمجھتی کہ تمہارے ذہن

سے گزر گئے۔“

”ستاروں والی....“ میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور میری نظریں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ وہ مجھے نظر آگئی۔ بہت دور ایک بلند جگہ ہاتھ بلند کئے ستارے لٹا رہی تھی، لیکن آج میں بے اختیار نہیں ہوا اور خاموشی سے اس کے تاریک پیکر کو دیکھتا رہا۔ تب ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی ایک سرگوشی مجھے سنائی دی۔ ایک مترنم آواز کچھ کہہ رہی تھی، میں نے اس آواز پر کان لگا دیئے۔ ایک ناقابل فہم نغمہ تھا، انوکھے بول والا۔

”کیلی کریس.... میرے محبوب، یہی راستے ہیں اور ستارے تمہارے راہرو.... یہی تو میرا رخ ہے، چلتے رہو.... روشن راہوں کے مسافر.... چلتے رہو۔“

اس کے ہاتھ سے آخری ستارہ فضا میں بلند ہوا پھر تیرتا ہوا میری طرف آیا اور گزر گیا۔ میں اس ہولے کو دیکھتا رہا جو مڑکر گہرائیوں میں اتر گیا تھا۔

ان کی روشنی میں ڈوم سے میں نے سوال کیا۔ ”کیلی کریس کون ہے۔“

”کیلی کریس، نہیں ماسٹر، میں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا اس شخص سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔“

بالآخر ہم ہندوستان پہنچ گئے، میں نے اپنی یادداشت سے کچھ نام بتائے اور ہم نے اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں سے ہرونت کا محل زیادہ دور نہیں تھا۔ اپنا لوکیسا کو میں نے اس محل کے بارے میں تفصیل بتائی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے اس محل میں داخل ہونے کا تجربہ ہے۔

”تمہارے خیال میں ہرونت کور سے معلومات حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے۔“

”ہم سیدھے سیدھے اس سے ملاقات کرتے ہیں۔“

”مگر وہ شنائی کی رکن ہے۔“

”ہاں بیشک۔“

”اور تمہارے حصول کی خواہش۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”نہیں ماہر طہابی، کچھ کام میرے لئے ہیں، مجھے میرے کام کرنے دو پلیز، مجھ سے تعاون کرو۔“

”تم کوئی اور طریقہ کار اختیار کرنا چاہتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں۔“ میں نے کہا اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چلی گئی تھی، میں ڈوم کو ماضی میں یہاں اپنے قیام کے بارے میں بتانے لگا۔ ”عالی تبارک بہت اچھا انسان تھا، میں آج بھی اسے اپنا رہنما مانتا ہوں، وہ بے شک مخلص تھا لیکن اس کی بات غلط تھی۔“

”یقیناً ماسٹر، اپنے بتائے ہوئے واقعات کے تحت آپ نے اس پر زیادہ احسان کیا تھا، اسے اپنا احسان بدھا کر نہیں بتانا چاہئے تھا، لیکن ہو سکتا ہے وہ آپ سے معافی مانگ لیتا۔“

اس وقت چونکہ ہیا بھی تمہارے ساتھ تھا پنڈت رائے تم دونوں کو اپنے ٹرانس میں لا کر تم سے کوئی اہم کام لینا چاہتا تھا۔ شانتی کے بارے میں شاید تمہیں معلوم نہ ہو، ہمیں ایک بدترین صدمے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ہمارا سب سے اہم ہیڈ کوارٹر.....

”تاہم ہو گیا ہے“ وانگ چو اور تمہارے بے شمار ساتھی مارے گئے ہیں، یہی بتانا چاہتی ہو تا تم۔“ ایسا لویسا نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا اور ہرونت کور دنگ رہ گئی۔ چند لمحات کے لئے وہ خاموش ہو گئی تھی، پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم....؟“

”تمہاری کہانی درمیان میں رہ گئی۔“ لویسا ایک عورت سے ہمکلام تھی اور عورت کے اندر کیا ہوتا ہے یہ شاید کائنات کے آخری دن تک کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔

ہرونت کور نے ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔ ”پنڈت رائے اصل میں شانتی سے مخلص نہیں تھا۔ وہ تنظیم کے اہم ارکان میں سے تھا لیکن اس نے ہمیشہ ذاتی ریسرچ کو مقدم رکھا اور سب سے فراڈ کرتا رہا۔ اس نے افریقہ کے ایک پراسرار گوشے میں اپنا مسکن بنایا اور صحرائے اعظم کے بارے میں چھان بین کرتا رہا۔ کئی بار اس سے شکایت بھی کی گئی اور اس نے مبہم تاویلیں دے کر اپنا دامن صاف رکھنے کی کوشش کی۔ بہر حال تمہارے حصول کے لئے اس نے شانتی کا سہارا لیا لیکن اس کے پس منظر میں بھی انہوں نے اپنے مفاد پر ہی کام کیا تھا۔ ماہر، اس نے تمہیں پتہ ناز کر کے تمہاری شخصیت بدل دی، لیکن جب اس نے ہیا کے دماغ کو اپنے ذہن کے تابع کرنا چاہا تو اسے چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ ہیا نے اس کی ذہنی قوتوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ اس کے دماغ کے کئی خطنے جل گئے۔ اس کا دنیا کے کئی ملکوں کے اسپتالوں سے علاج کرایا گیا، وہ ٹھیک ہو گیا لیکن اس کی اصلیت پتہ چل گئی اور اسے شانتی سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ اب وہ شانتی کے نام کو بھی بھول جائے اور اس نے خوشی سے یہ علیحدگی قبول کر لی۔“

”اب وہ کہاں ہے....؟“ میں نے سوال کیا۔

”یقیناً وہیں جہاں تھا۔“

”یعنی....؟“

”پتا چلی ہوں، اس نے افریقہ کے کس معلوم گوشے میں اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔ وہ اب بھی وہیں ہے۔“

”اس کا پتہ بتاؤ۔“ میں نے کہا۔

”ہم معلوم کا مطلب ہوتا ہے اس جگہ کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔“

”اگر ہم اسے تلاش کرنا چاہیں تو....؟“

”تو تمہیں افریقہ جانا ہو گا۔“

میں کیا ہے لفظوں کا کھیل نہ کھیلو۔ ماہر طباطبائی اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔“

”میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو سفید چھپکلی، لیکن تم لوگوں کا طریقہ کار مجھے اچھی طرح معلوم ہے، جتنے لمبے جال تم پھیلاتے ہو دوسرے لوگوں میں ایسی صلاحیت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ ماہر تمہارے لئے کیا دلکشی رکھتے ہیں، لیکن ماہر کے منہ سے یہ الفاظ کھلوا دینا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ کوئی ان کا ہمدرد اور ان کا ساتھی رجسٹر ہو جائے۔“

”میں تیرے ذہنی بخار کو اچھی طرح سمجھتی ہوں لیکن ایک بار پھر وارننگ دیتی ہوں کہ اگر اپنے اس منہوس چہرے کو تباہ نہیں کرنا چاہتی تو صرف وہ بات کر جو تجھ سے پوچھی جائے یہاں تو معزز مہمان کی حیثیت سے نہیں آئی تجھے لایا گیا ہے۔“

”ایک بار پھر ماہر میں تمہیں متوجہ کرتی ہوں اگر میں نے تمہارے ساتھ اتنا ہی برا سلوک کیا ہے تو ٹھیک ہے اس کے نتیجے میں تم میری بے عزتی دیکھ رہے ہو اور اگر نہیں تو اس عورت سے کہو کہ اپنے آپ کو سیٹھ میں نے کب منع کیا ہے کہ تمہارے سوالات کا جواب نہیں دوں گی۔“

”تو ایک بار پھر میں اپنے ماضی کی طرف آتا ہوں ہرونت کور اور ان دنوں کی یاد دلانا ہوں تمہیں جب پنڈت رائے پنڈت ہیورٹ اور تم لوگوں کا گروہ میرے اور ہیا کے خلاف سرگرم عمل تھا۔ پنڈت رائے نے مجھے اسپتال سے حاصل کر لیا اور اس کے بعد یہاں مجھے شانتی مندر لے آیا، پھر نجانے میرے ساتھ کیا کیا سلوک کئے گئے۔ وہیں سے کہانی دوبارہ دہرائی۔“

”ہرونت کور نے ایک جلتی ہوئی نظر ایسا لویسا پر ڈالی پھر بولی۔ ”بس یہی باتیں پوچھنا تمہیں جن کے لئے میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی۔ ارے تم لوگ میرے پاس آتے، مجھ سے ملاقات کرتے اور یہ سوالات کرتے تو کیا میں تم سے انکار کر دیتی....؟“

”ہم اب بھی تمہیں عزت کا مقام دے سکتے ہیں رانی ہرونت کور.... ہماری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، لیکن ہمارے ان سوالات کے جواب دے دو۔ ٹھہرو میں تمہیں اعتماد میں لینے کے لئے تمہارے ہاتھ پاؤں کھولے دیتی ہوں اور اس کے بعد تمہیں باعزت واپسی کی خوشخبری بھی سناتی ہوں۔“ ایسا لویسا نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر رانی ہرونت کور کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ رانی ہرونت کور نے ایک بار پھر نفرت زدہ نگاہوں سے ایسا لویسا کو دیکھا اور بولی۔ ”میں نہیں جانتی کہ ماہر طباطبائی سے تیرا ربط کس طرح قائم ہوا، لیکن تو صورت ہی سے کوئی جراثیم پیشہ عورت معلوم ہوتی ہے اور تیرا ہر انداز ایسا ہی ہے۔ خیر یہ ماہر جانے اور ان کا کام، جہاں تک ماہر تمہارے اس سوال کا تعلق ہے تو میں پہلے بھی تمہیں اس بارے میں تفصیلات بتا چکی ہوں، پنڈت رائے پٹاشٹ تھا۔

ہے، بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔“  
 ”اگر ہم تزانیا کے راستے صحرائے اعظم میں داخل ہوتے ہیں تو کیا ہمیں ہماری منزل ملنے کے امکانات ہیں۔“

”افریقہ کا نقشہ اٹھا کر دیکھ لو، میں تمہیں بت سے نام بتا چکی ہوں، یوگنڈا، زیمبیا، ملاوی اور موزمبیق کا راستہ بھی اختیار کرو گے، تو منزل وہی ہو گی کیونکہ افریقہ کے قلب میں جو کچھ موجود ہے ابھی تک دنیا کے لئے ایک سرستہ راز ہے، ممکن ہے دنیا کے اور بھی بہت سے خطے انسانوں کی پہنچ سے محفوظ ہیں، لیکن افریقہ کے بارے میں یہ کھلی روایات ہیں کہ دنیا ابھی تک اس کے بارے میں سب کچھ نہیں جان سکی ہے۔ گو وہاں کے لوگ بھی اب دنیا کے جدید ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔“

اینا لویسا نے گہری نگاہوں سے میری جانب دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔ ”کوئی اور ایسا سوال جو تمہیں اس سے کرنا ہو میرا خیال ہے، ہم جس قدر معلومات حاصل کر چکے ہیں اس سے زیادہ معلومات کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہو گا اپنے ہی بل پر کرنا ہو گا۔“

میں خود بھی اس بات سے متفق تھا۔ ہر وقت کور نے کہا۔ ”کیا تم لوگ پنڈت رائے سے ملاقات کرنا چاہتے ہو، لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں ماہر طباطبائی، پنڈت رائے تمہارے حصول کے لئے دیوانہ ہے۔ وہ تمہیں اتنی خوشی سے خوش آمدید کہے گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے بلکہ یہ سمجھو کہ اس کی تو زندگی بھر کی کوششوں کا صلہ مل جائے گا اسے لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، وہ آدمی بہت شاطر ہے اور کسی بھی طور تمہارے لئے بہتر نہیں ثابت ہو گا وہ تمہیں صرف اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے گا۔“

”تم بتا سکتی ہو اس کا مقصد کیا ہے۔۔۔؟“  
 ”بالکل نہیں بتا سکتی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ مقصد تنظیم کے مفاد میں نہیں تھا بلکہ شاید اس کا تعلق اس کی اپنی ہی ریسرچ سے ہے۔“

”اور تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ”ہیا“ کا اس سے رابطہ ہوا یا نہیں۔۔۔؟“  
 ”پنڈت رائے سے بہت عرصے سے ہمارا رابطہ ختم ہے اور یقینی طور پر اگر ہیا سے اس کا رابطہ ہو بھی گیا ہے تو اس نے اسے اپنے قابو میں کر لیا ہو گا۔ وہ بے شک ایک بار ہیا کے ہاتھوں شدید نقصان اٹھا چکا ہے اور وہ خلتے جل جانے سے اس کی پہنازم کی قوت بھی ختم ہو گئی ہے لیکن بہر حال یہ طے شدہ امر ہے کہ ماہر طباطبائی اور ہیا اگر جمع ہو جائیں تو ایک ایسی قوت بن سکتے ہیں جو ناقابلِ تسخیر ہو گی اور پنڈت رائے ساری عمر اسی کوشش میں سرگرداں رہا ہے، لیکن اگر تم لوگ اس تک جانا چاہتے ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“  
 ”کیسے۔۔۔؟“ لویسا چونک پڑی۔

”اس نے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا۔“  
 ”پنڈت ہیوہرٹ وہ واحد آدمی تھا جس نے اس کے ممکن کو دیکھا تھا اور بے حد تعریف کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ انہوں نے درختوں کے تنوں کو جوڑ کر ایک قلعہ بنایا ہوا ہے جہاں انسانی ضروریات کی ہر سہولت مہیا کی گئی ہے۔ پنڈت ہیوہرٹ نے بتایا تھا کہ اس نے آس پاس کے قبائل کو دوست بنا لیا ہے جو اس کے امکانات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ ایسے کیسے ہوا ہو گا۔“

”کیسے۔۔۔؟“ میں نے بے اختیار پوچھا۔  
 ”وہ ایک پٹاٹ تھا۔“  
 ”لیکن اب تو نہیں ہے۔“

”اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا مالک تھا اور اب بھی ہے۔“  
 ”ہمیں افریقہ کے کونے حصے میں اس کی تلاش کے لئے سفر کرنا چاہئے۔“ اینا لویسا نے

کہا۔  
 ”یہ تمہارے وسائل پر منحصر ہے۔ تزانیا، کینیا، زیمبیا، زائیریا برونڈی۔ جہاں سے بھی داخل ہو گے آگے چل کر تمہاری منزل ایک ہو جائے گی۔ تمہیں ہر حالت میں افریقہ کے دل میں داخل ہونا ہو گا۔“  
 ”تمہیں ضرور معلوم ہو گا کہ پنڈت رائے افریقہ میں کیا کام کر رہا تھا۔۔۔؟“ اینا لویسا نے کہا۔

ہر وقت کور اپنی بندھی ہوئی کلائیوں پر پڑ جانے والے نشانات کو ہاتھ سے مسلتی ہوئی بولی۔ ”کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم لوگ میرے پاس اچھے انسانوں کی طرح آتے، ضرورت تھی تو میرے ساتھ قیام کرتے اور مجھ سے یہ تعاون حاصل کرتے، تم لوگوں نے ایسی فضا پیدا کی جس نے بہر حال مجھے ذہنی صدموں سے دوچار کیا۔ خیر بات یہ ہے کہ میں جس حیثیت کی مالک ہوں تمہیں خود بھی اس کا تھوڑا بہت اندازہ ہو گا، میرے پاس اپنی زندگی کے لئے بہت کچھ ہے اور شائق کا سہارا لے کر میں کسی بھی طرح صرف دولت کے حصول کے لئے سرگرداں نہیں تھی۔ بہر حال میرا اپنا شوق بھی تھا یہ کہ بہت سے علوم سے واقفیت حاصل کروں اور تھوڑا بہت کام روح کی پالیدگی کے لئے بھی کروں۔ خیر وہ تمہارا عمل تھا، نجانے کیوں تم نے یہ طریقہ کار مناسب سمجھا۔ پنڈت رائے افریقہ کے کچھ نامعلوم خطوں کے بارے میں تحقیق کر رہا تھا خصوصاً اس کی توجہ ایک کلاسیکل داستان کی جانب تھی جسے کور کے غاروں سے منسوب کیا جاتا ہے، میں اس بارے میں اپنی ناواقفیت تسلیم کرتی ہوں، لیکن یہ بھی مجھے پنڈت ہیوہرٹ ہی سے معلوم ہوا تھا کہ پنڈت رائے ایک انوکھی داستان کے انکشاف میں مصروف ہے اور اس کے لئے دیوانگی کی حد تک اپنے آپ کو لوٹ کٹے ہوئے

”کیا تم کوئی ایسا عمل کر سکتی ہو کہ وہ ہماری مدد پر آمادہ ہو جائے۔“  
”اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔“

”کیا...؟“

”میں روانڈا تک تمہارے ساتھ چلوں۔“ ہرونت کور نے کہا اور ہم ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے، ایسا لوئیس نے کہا۔  
”تمہارے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے کیا... اس کے بعد بھی تم ہم سے یہ تعاون کرو گی۔“

ہرونت کور نے ایک نگاہ مجھے دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔ ”اگر یہ ماہر طبیب کی ضرورت ہو، میں نے اسے بچپن سے دیکھا ہے اسے پسند بھی کیا ہے لیکن افسوس اس نے وہ رابطہ نظر انداز کر دیے۔ ہمارے درمیان یہ فضا تو کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔“  
”اس کے لئے تم سے معذرت کی جاسکتی ہے۔“ لوئیس نے کہا۔  
”جانے دو... میں بھول چکی ہوں۔ تم یہ بتاؤ روانڈا جانے کے لئے انتظامات کر سکتی ہو...؟“

”یقیناً، لیکن یہ ایک مشکل کام ہو گا اور اس کے لئے رابطہ تو کرنے ہی پڑیں گے۔“  
لوئیس نے جواب دیا۔

”یہ ذمہ داری بھی مجھے ہی پوری کرنا ہو گا، یہ جگہ کونسی ہے۔“

”ایک ایسا مکان جہاں ہم قبضہ جمائے بیٹھے ہوئے ہیں ورنہ اس سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے۔“ لوئیس مسکرا کر بولی۔ لیکن رانی ہرونت کور کے چہرے پر جوابی مسکراہٹ نہیں پیدا ہوئی تھی بلکہ اس نے کسی قدر متغیر لہجے میں کہا۔

”میں تمہیں نہیں جانتی کہ تم کون ہو، لیکن میرے خیال میں مجرمانہ ذہنیت کی مالک ہو اور ہر کام کو جرم کے انداز میں کرنا پسند کرتی ہو۔ میری بات کا برا مت ماننا، اگر مجھ سے شرفانہ رابطہ کی کوشش کی جاتی تو تمہارا کیا خیال ہے، جو تعاون میں نے اس وقت تم سے کیا ہے وہ نہ کرتی۔ مجھے میری سطح سے نیچے گرا کر تم لوگوں نے مجبور کرنے کی کوشش کی اور بطور یہ بہتر نہ تھا لیکن گزری ہوئی بات ماضی کہلاتی ہے اور ماضی بھول جانا ہی بہتر ہوتا ہے، بجائے اس کے کہ تم یہ خطرہ مول لو میری مہمان بنو، کیونکہ تم خود بھی اگر روانڈا تک جانے کے لئے انتظامات کرو تو تمہیں اس میں اتنا ہی وقت لگے گا اور مشکلات بھی اٹھانی پڑیں گی۔“

ایسا لوئیس نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے رانی ہرونت کور کی پیشکش قبول کر لی اور بعد میں مجھ سے کہنے لگی۔

”یہ عمر رسیدہ عورت تم سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہے ماہر طبیب اور میں اس کی

”روانڈا میں ایک ایسا شخص ہے جو پنڈت رائے کے مفادات کے لئے کام کرتا ہے۔ اس کا نام گروواٹ ہے، افریقی نژاد ہے اور روانڈا میں تجارت کرتا ہے۔“

”مفادات سے تمہاری کیا مراد ہے...؟“ لوئیس نے سوال کیا۔

”گروواٹ ہاتھی دانت کی ناجائز تجارت کرتا ہے اور ہاتھی دانت کے حصول کے لئے اسے پنڈت رائے کا تعاون حاصل ہے۔ وہ پنڈت رائے کے لکڑی کے قلعہ میں قیام کرتا ہے اور وہاں رک کر ہاتھی دانت حاصل کرتا ہے، بڑے بڑے برتنوں میں شراب بھر کر رکھ دی جاتی ہے ہاتھیوں کے غول ان تک آتے ہیں اور شراب پی کر بدست ہو جاتے ہیں اور پھر آپس میں جنگ کرتے ہیں، اس طرح ان کے دانتوں کے انبار جمع ہو جاتے ہیں اور دو چار ہاتھی ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ انہیں کھلی جگہ پر ویس کرنا ممکن نہیں ہوتا اس کے لئے گروواٹ کا رائے سے رابطہ ہے اور اس نے وہاں بندوبست کر رکھا ہے، کیونکہ اسے وہاں افرادی قوت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ساز و سامان بھی جس سے وہ پر ویس کرتا ہے۔ ایک اسٹور بھی جہاں سے وہ آہستہ آہستہ چوری چھپے ہاتھی دانت نکال لاتا ہے۔ اس کے عوض وہ پنڈت رائے کے لئے ضرورت کی تمام اشیاء لے جاتا ہے اور وہی رائے کے لئے سلمان رسد کی فراہمی کا ذمہ دار ہے۔“

”آہ... یہ تو ایک بہترین انکشاف ہے۔“ ایسا لوئیس نے خوش ہو کر کہا۔

”ہاں، پنڈت رائے تک جانے کا بہترین ذریعہ۔“ میں نے بھی ایسا سے اتفاق کیا پھر رانی ہرونت کور سے کہا۔

”تو کیا تم ہمیں گروواٹ کا پتہ دے سکو گی؟“

”صرف پتے سے کام چل جائے گا تمہارا...؟“ ہرونت کور نے کہا۔

”کوشش کریں گے۔“

”ممکن نہ ہو گا...“

”کیوں...؟“

”عقل سے سوچو۔ وہ ایک ایسی تجارت کرتا ہے جو قانوناً جرم ہے کچھ اجنبیوں کو وہ اس جگہ کیوں لے جائے گا جسے وہ کسی کی نگاہ میں نہ لانا چاہتا ہو۔“

ہرونت کور کی دلیل نے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اچانک لوئیس نے سوال کیا۔ ”مگر تم یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو...؟“

”کیونکہ وہ پنڈت رائے کے ساتھ آیا تھا اور یہاں میرا مہمان رہا تھا۔“

”گویا اس سے تمہارے ذاتی تعلقات ہیں۔“

”تقریباً... گو اس کے بعد اس سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن بارہا اس نے مجھے بہت سے

تحائف بھیجے۔“

شرافت کی داد دیتی ہوں جبکہ عموماً ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ اس نے میرے دل و دماغ پر اثر کیا ہے۔“

پھر وہ جگہ چھوڑ دی گئی اور رانی ہرنت کور ہمیں اپنے محل میں لے آئی۔ ایٹا لویسا کے چاروں ساتھی، میں اور ڈوم اور لویسا ہم کل سات افراد رانی کے محل میں داخل ہو گئے۔ یہاں تھوڑی سی تشویش پائی جاتی تھی کیونکہ رانی بغیر کسی اطلاع کے غائب ہو گئی تھی۔ وہ محل میں داخل ہونے کے بعد اس کے اندرونی گوشوں سے گزرتی ہوئی ایک مخراب نما دروازے پر پہنچی یہاں سے آگے کچھ بیڑھیاں نیچے کی سمت جاتی تھیں غالباً کوئی انڈر گراؤنڈ جگہ بنائی گئی تھی۔ رانی ہرنت کور ہمیں وہاں سے گزار کر ایک اور بڑے دروازے تک لائی اور پھر ہم اس دروازے سے اندر داخل ہو گئے یہ ایک وسیع و عریض کمرہ تھا جس میں فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ باقی کوئی اور فرنیچر یہاں موجود نہیں تھا۔ رانی نے یہاں آنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”خاص مہمانوں کے لئے اس محل میں خاص ہی مہمان خلعے ہیں لیکن افسوس یہاں سے فرنیچر ہٹا دیا گیا ہے۔ تاہم کچھ دیر انتظار کرو تمہاری ضرورت کی ہر چیز تمہیں یہاں حاصل ہو جائے گی۔“

وہ واپس پلٹی تو پراطمینان قدموں سے چلتی ہوئی آگے بڑھی اور پھر دیوار پر ہاتھ رکھا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا وہ ہم سب کے لئے بے حد غیر متوقع تھا۔ چھت سے ایک لوہے کے فریم والا دروازہ نیچے گرا تھا اور موٹی موٹی سلاخوں کا ایک جال سا زمین تک آگیا تھا اور اب یہ وسیع و عریض مہمان خانہ اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا تو قید خانے کی شکل میں تبدیل ہو گیا تھا۔ رانی ہرنت کور نے جو رویہ اختیار کیا تھا اس نے چند لمحوں تک تو ہمیں یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے، لیکن سلاخوں والے دروازے کے دوسری جانب رانی ہرنت کور کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹوں سے اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ کوئی خراب صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور ہم سب بھونچکے رہ گئے۔

تقریباً سب ہی کی نگاہیں رانی ہرنت کور کے چہرے کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر کھینچی ہوئی کامیابی کی مسکراہٹ ہمیں یہ احساس دلا رہی تھی کہ ہم سب بڑی خوش اسلوبی سے احمق بن گئے ہیں، ایٹا لویسا خود بھی چکر لائی ہوئی تھی۔ اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

”یہ کیا ہو گیا۔ آہ، یوں لگتا ہے جیسے اس عورت نے ہمیں فریب دیا ہے۔“

ہم سب حیرانی کے عالم میں قطار باندھے ایک جگہ کھڑے ہو گئے تھے، تب ہرنت کور کی آواز ابھری۔

”غلط فہمیوں کے شکار ماہر طبالی، تمہارے اندر اگر کچھ خاص صلاحیتیں پوشیدہ ہیں تو

میں ان سے نہ تو فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہوں نہ فائدہ اٹھانا جانتی ہوں۔ یہ تو شانتی میں شامل کچھ خاص لوگوں کا ہی شوق تھا اور میں انہی کی وجہ سے تم میں دلچسپی لیتی رہی ہوں۔ پچھل بار تم کسی اور گروپ کے ہمراہ یہاں آئے تھے۔ بعد میں وانگ چو نے بتایا کہ تمہارے لئے ایک جال بچھایا گیا ہے اور تم خود بخود اس جال تک پہنچ جاؤ گے پتہ نہیں وانگ چو اپنی کوششوں میں کس طرح ناکام ہوا۔ پھر وہ بے چارہ موت کا شکار ہو گیا، لیکن شانتی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے۔ یہ کوئی پھوٹی سی تنظیم نہیں ہے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں اس کے مراکز قائم ہیں اور اس کے اثرات وسیع تر ہیں، یہ تو رہی شانتی کی بات۔ اب میں اس عورت کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہرنت کور۔۔۔ کیا تم نے ہمارے ساتھ دھوکہ نہیں کیا۔۔۔؟“ ایٹا لویسا نے حیرت سے کہا۔

”بالکل نہیں جان من، تم نے مجھے اغوا کرنے کے لئے ایک جال پھیلایا تھا اور میں اس جال میں پھنس گئی، لیکن ایمانداری سے کہنا میں تو ناواقفیت میں شکار ہوئی تھی۔ اس وقت مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، لیکن تم میری ذہانت کا شکار ہوئی ہو۔ میرا مرتبہ جانتی ہو رانی ہوں میں، ریاستی پولیس کو اشارہ کر دوں تو تمہیں اس شہر کے سب سے بارون چوراہے پر کھڑا کر کے گولیوں سے بھون دیا جائے، یہ ہے میری حیثیت۔ پہلے میں نے اس بارے میں سوچا تھا لیکن خود ہی ارادہ بدل دیا جانتی ہو کیوں۔۔۔۔۔ تم نے میرے ساتھ نازیبا سلوک کیا، ناروا الفاظ استعمال کئے۔ میں نے تم سے اپنا انتقام خود لینے کا فیصلہ کیا۔ اپنی پسند کا انتقام۔ پولیس تمہارے ساتھ رعایت برت سکتی تھی، تمہیں مراعات دے سکتی تھی وہ تمہیں موت کی سزا کبھی نہ دیتی۔ جبکہ میری توہین کی سزا صرف موت ہے۔“

”غضب۔۔۔ اب تو یہ الفاظ کہہ سکتی ہے کتیا۔۔۔“ ایٹا لویسا نے تملاتے ہوئے کہا۔

”ہاں واقعی، اب میں سب کچھ کہہ لو کر سکتی ہوں۔“ ہرنت کور نے کہا۔

”عورت کو سمجھو ماہر طبالی۔ اس سے بڑا فریب روئے زمین پر دوسرا نہیں ہے، یہ دو عورتوں کی چپقلش ہے۔ بتاؤ گے یہ سفید چھپکلی تم سے کیا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ یہ کون ہے۔۔۔؟“

”میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے اب ہمیں گرووات سے ملانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔“

”گرووات۔۔۔“ ہرنت کور نے ایک ہلکی سی تھپتھپ لگایا، پھر بولی۔ ”کون گرووات۔۔۔ ڈیڑھ لمبا۔۔۔ گرووات تو صرف ایک افسانہ تھا۔۔۔۔۔ میری اختراع۔۔۔ اس نام کا کوئی وجود نہیں ہے۔۔۔ میں نے اس سفید چھپکلی کی آنکھوں میں تلپتے ارادے بھانپ لئے تھے۔ یقیناً مجھ سے معلومات کے بعد یہ مجھے زندہ نہ چھوڑتی۔ میں نے بھی شانتی میں رہ کر کچھ سیکھا ہے۔ کم از کم انسانوں کے چہرے دیکھ کر ان کی نفسیات کا اندازہ تو لگا ہی لیتی ہوں۔ مجھے اس قید میں



”تھینک یو ماہر تھینک یو....“  
 ”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عورت نے سارے فیصلے خود بخود کیوں کر لئے، اس کا ایک ہی جواب ہے آقا.... کہ وہ.... عورت ہے.... یہ معمولی سا قید خانہ ہمیں قید رکھنے کا اہل تو نہیں ہے۔“ ڈوم نے کہا۔

اپنی زندگی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس لئے میں نے تمہیں ایک ایسی کہانی سنائی جو تمہیں اس بات کا احساس دلائے کہ میں تمہارے لئے کارآمد ہوں اور تم گرواٹ کے جال میں پھنس گئے۔“

”اور باقی کہانی۔“

”کوئی باقی کہانی....؟“

”میرا مطلب ہے پنڈت رائے کے بارے میں....“  
 ”وہ سچ ہے.... اور یہ سچ یقیناً تم سے بھی پوشیدہ نہ ہو گا“ اس کے بارے میں جھوٹ بول کر میں تمہیں مشکوک نہیں کرنا چاہتی تھی۔“  
 ایسا لویسا اور دوسرے لوگ پھرائے ہوئے کھڑے تھے، میں نے پھر کہا۔ ”مگر اب تم کیا کرنا چاہتی ہو ہرونت کور....؟“

”تمہیں زندگی دی جا سکتی ہے ماہر.... لیکن اس شرط پر کہ تم خود کو شانتی کے مقاصد پورے کرنے پر آمادہ کر لو.... بس.... باقی لوگوں کو مرنا ہو گا۔ یہیں اسی قید خانے میں۔ بھوک پیاس سے ہلک ہلک کر۔ میں انہیں اس جگہ ہلاک ہوتے دیکھوں گی۔ رفتہ رفتہ“ آہستہ آہستہ....“ ہرونت کور نے کہا۔

میں خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا، پھر میں نے کہا۔

”نہیں ہرونت کور میں اس پر آمادہ نہیں ہوں۔“

”کوئی بات نہیں میں تمہیں بتا چکی ہوں مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں اگر زندہ رہنے کا فیصلہ کر لو تو مجھے بتا دیتا۔ میں تمہارے علم میں لا کر تمہیں دودھ کا ایک ایسا پیالہ دوں گی جس میں خواب آور دوا شامل ہوگی۔ تم اسے پی کر بے ہوش ہو جاؤ گے اور میں تمہیں ان کے درمیان سے نکال لوں گی، لیکن یہ لوگ.... ان کا غور صرف موت ہے اے عورت اب لمحہ لمحہ موت کا انتظار کر۔“ یہ کہہ کر اس نے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔

میں خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ لویسا کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس کے ساتھی سکوت کے عالم میں کھو سے گئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ ”اگر اس کے ساتھ ابتداء میں بہتری کا سلوک کیا جاتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔“  
 کوئی کچھ نہیں بولا۔ میں نے گردن گھما کر لویسا کی طرف دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں ماہر.... میرے ذہن میں یہ سب کچھ نہیں تھا۔“

”میں جانتا ہوں، نہ مجھے تمہارے غلوں پر شک ہے۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا اور لویسا کی آنکھوں میں آنسو جھلک آئے۔ وہ سسکی سی لے کر بولی۔

”یہ لوگ موت پا چکے ہیں۔ میں انہیں زندہ رکھ کر موت کا چہرہ دکھا رہی ہوں اور یہ بھی تمہیں بتا چکی ہوں کہ تم شافی کے لئے اہم ہو میرے لئے نہیں۔“

وہ چلی گئی پھر مزید بہت سے گھنٹے گزر گئے۔ اس وقت گہری رات کا سناٹا طاری تھا محل میں پر اسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تب ایسا لویسا نے کہا۔ ”یہ مناسب وقت ہے ماہر۔۔۔ اس وقت کچھ کر لینا بہتر ہو گا۔“ میرے کچھ کہنے سے قبل ڈوم اٹھ گیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اجازت چاہتا ہوں۔۔۔“

”کیا کرو گے۔۔۔؟“ میں نے سوال کیا، لیکن ڈوم سلاخوں کے پاس پہنچ گیا، میں نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا، پھر میں نے کہا۔ ”کیا تم ان سلاخوں کو موڑ کر باہر جانے کا راستہ بناؤ گے۔“

”میرے لئے یہ مشکل نہ ہو گا آقا، لیکن دوسرا طریقہ اس سے بہتر ہو گا۔“

”وہ کیا ہے۔۔۔؟“

”لوہے کا یہ فریم چھت سے نیچے اترا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ واپس اوپر بھی جا سکتا ہے۔ وہ کل ان سلاخوں سے زیادہ مضبوط نہیں ہو گی جو اسے نیچے لاتی اور اوپر لے جاتی ہے، شمس البتہ ایک کام کرنا ہو گا۔“

”کیا۔۔۔؟“

”سب کو یہاں جمع کر لو، کیونکہ کل ٹوٹنے کی آواز بھی ہو گی اور اسے سن کر بہرہ دینے والے دوڑ کر آئیں گے۔ اس سے قبل کہ وہ شور مچا کر دوسروں کو اپنی مدد کے لئے بلا لیں، ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ چنانچہ جیسے ہی میں یہ دروازہ اوپر اٹھاؤں تم سب باہر نکل کر تیار ہو جاؤ اور آنے والوں کا خاتمہ کر دو۔“

میں نے ڈوم کی بات سن کر لویسا کی طرف گردن گھمائی تو وہ جلدی سے اپنے آدمیوں سے بولی۔ ”تم سب یہاں آ جاؤ اور مل کر اس دروازے کو اوپر اٹھاؤ۔“ لویسا کے ساتھیوں نے اس کی ہدایت پر فوری عمل کیا تھا۔ ڈوم نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ دروازہ کسی مضبوط کل سے منسلک تھا لیکن میں، ڈوم اور چار دوسرے افراد نے مل کر اسے اٹھایا تو ”کڑاک، کڑاک“ کی آوازیں ابھریں اور دروازہ اوپر اٹھ گیا۔ سب سے پہلے لویسا پھرتی سے باہر نکل گئی تھی اور ایک عورت کو میں نے اس برق رفتاری سے دشمنوں پر قابو پاتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آوازوں کے ساتھ ہی وہ پھریدار جو اس وقت ڈیوٹی پر تھے، دوڑتے ہوئے صورت حال معلوم کرنے آئے اور لویسا نے دونوں کی گردنیں پکڑ کر انہیں اندر گھسیٹ لیا۔ پھر انہیں پکڑے ہوئے بدن کی پوری قوت سے خود بھی زمین پر گری، اس طرح کہ ان کے چہرے سخت زمین کی طرف تھے۔ میں نے ان خون آلود چہروں کو دیکھا جن

ڈوم کے ان الفاظ پر ایسا لویسا نے ایک نگاہ اسے دیکھا۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے اس سے غلطی ہو گئی ہو۔ ڈوم کے ساتھ اس کا رویہ بیگانوں جیسا رہتا تھا۔ وہ اس سے کبھی مخاطب نہیں ہوئی تھی اور میں اس کی وجہ سمجھتا تھا۔ پھر وہ میری طرف رخ کر کے آہستہ سے بولی۔

”ہاں یہ ایسا کر سکتا ہے، لیکن میری رائے ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ وہ اس وقت تک ہماری طرف سے غافل نہیں ہو گی جب تک اسے ہماری بے بسی کا یقین نہ ہو جائے۔“

”مجھے تم سے اتفاق ہے۔“ میں نے کہا، لویسا کا خیال درست تھا ہم نے قید خانے کے آس پاس پھریداروں کو فروکش ہوتے دیکھا۔ چنانچہ اس جگہ چھپیں گھنٹے گزارے گئے کوئی دو گھنٹے قبل ہرونت کور زرق برق لباس میں کچھ مسخ افراد کے ہمراہ آئی تھی اور اس کی آمد کو محسوس کر کے لویسا کے اشارے پر تمام افراد اس طرح بے سدھ ہو کر اوندھے سیدھے لیٹ گئے جیسے بھوک پیاس نے انہیں تڑھال کر دیا ہو۔ ہرونت کور نے ہمیں دیکھ کر قہقہے لگائے تھے۔ پھر اس نے کہا۔

”افسوس میں عمر کی اس منزل سے گزر گئی ہوں طہابی جب دلوں میں عشق کے جذبے زور مارتے ہیں، اس لئے یہ بالکل نہ سوچو کہ میں ایک عورت کی حیثیت سے تم سے متاثر ہو سکتی ہوں۔ ہاں تنظیم کو ایک سبک درکار ہے جو تم ہو اور میں تنظیم کے مفاد کے لئے تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔ اب بھی میری پیش کش ہے کہ تم اگر چاہو تو زندگی پاسکتے ہو۔ باقی رہے یہ لوگ، تو میرے خیال میں انہیں موت کی آہٹ مل گئی ہو گی، مجھے ان کی زندگی نہیں موت سے دلچسپی ہے۔ کیا تم کوئی فیصلہ کرو گے؟“

”ابھی نہیں ہرونت کور۔۔۔ یہ اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ خود کریں گے۔ میں ابھی بھوک اور پیاس برداشت کر سکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”سوچ لو۔۔۔ اس کے بعد تمہیں اڑتالیں گھنٹے کا وقفہ دیا جائے گا اور میں سمجھتی ہوں اس وقت تک مجھے یہاں سے کچھ لاشیں اٹھانے کا بندوبست کرنا ہو گا۔“

”میرے ساتھ ان لوگوں کی زندگی کی ضمانت بھی دو ہرونت کور تو میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا، تو ہرونت کور ہنس پڑی۔

”کام نہیں ہو سکا....؟“ میں نے پوچھا۔  
 ”نہیں ماہر، وہ محل میں موجود نہیں ہے، کسی دوسرے شہر گئی ہے۔ تمہیں یاد ہو گا اس نے اڑتالیس گھنٹے کے بعد ملاقات کے لئے کہا تھا۔ شاید اسی لئے کہ اسے دو دن کے لئے شہر سے کہیں باہر جانا تھا۔“  
 ”یہ کیا ہے....؟“ میں نے لویسا کی بغل میں دبی ایک پوٹلی دیکھ کر پوچھا، اور وہ مسکرا دی۔

”میری عادت....“ اس نے مسکرا کر کہا۔  
 ”میں نہیں سمجھا....؟“

”وہ جو دوسروں کو موم بنانے کے کام آتا ہے، اس کے قیمتی زیورات اور اس ملک کی کرنسی۔ ہمیں یہاں سے جلد باہر نکلنا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہم یہ شر چھوڑ دیں کیونکہ ہمیں تلاش کیا جائے گا۔“  
 ”میں ہیا کی طرف سفر کرنا چاہتا ہوں۔“

”وہی ہماری منزل ہے۔“ لویسا نے کہا۔ پھر میں ایک خاموش تماشائی بنا رہا۔ جو کچھ کرنا تھا لویسا کرتی رہی۔ اس نے ایک خوبصورت عمارت کے احاطے کے چوکیدار کو قتل کر کے ایک بڑی گاڑی حاصل کی۔ باقی رات اس گاڑی میں سفر کر کے ایک دوسرے شہر میں داخل ہوئے۔ دن کی روشنی میں وہاں سے خریداری کی اور پھر ایک ریل میں بیٹھ کر ایک رات اور ایک دن کا سفر طے کر کے ایک اور بڑے شہر میں داخل ہو گئے۔ وہ ایسے کاموں کی ماہر تھی، یہاں ہم نے ایک ہوٹل کے کئی کمروں میں قیام کیا تھا اور ایک دوسرے سے اجنبی رہنے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ لویسا نے مجھ سے کہا۔

”ماہر طہانی.... ہم لوگ عام لوگوں میں گھل مل کر خود کو چھپا سکتے ہیں، لیکن تمہیں مختلط رہنا ہو گا کیونکہ تم عام انسان نہیں ہو اور دیکھنے والے دور سے، تمہیں دیکھ کر چونک سکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں تم ڈوم کے ساتھ اس وقت تک اپنے کمرے میں رہو جب تک ہم یہاں سے باہر نکلنے کا انتظام نہ کر لیں۔“

”مجھے باہر کی دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ میں نے بیزار سے کہا اور لویسا مسکرائے گئی، پھر بولی۔ ”میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ باہر کے لوگ تم میں دلچسپی نہ لیں۔“  
 ”تم یہ کیوں چاہتی ہو....؟“

”میرے جواب پر تم ناراض تو نہیں ہو گے ماہر....؟“  
 ”نہیں۔“ میں نے مستحکم لہجے میں کہا۔ وہ مجھ پر مسلسل احسانات کر رہی تھی۔ مجھ پر دوسرے لوگوں نے بھی احسانات کئے تھے جن میں سرفہرست عالی تبارک تھا جس نے ایک جنگلی جانور کو دنیا سے روشناس کرایا تھا، لیکن وہ ماضی بھول گیا تھا اور اس کے ذہن میں صرف

پر اب نفوش نہیں تھے۔ بس ٹوٹی ہوئی ہڈیاں تھیں جو ناک اور جڑوں وغیرہ کی تھیں۔ لویسا پھر پھرتی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اتنی دیر میں باقی لوگ بھی باہر آ گئے اور ہم نے پہلا مورچہ دروازے کے پاس بنایا۔ پھر خاموشی پا کر باہر نکلے اور بڑے ہل میں آ گئے جہاں مزید سپردار مزے کی نیند سو رہے تھے۔ دشمنوں پر رحم کھانے والا ہم میں سے کوئی نہ تھا۔ اس لئے باقی سپرداروں کی نیند بھی موت کی نیند میں بدل دی گئی۔ تب لویسا نے کہا۔  
 ”طہانی، ہم آزاد ہو گئے اور اس مکار عورت نے ہمیں دھوکے سے تید کیا تھا ورنہ شاید یہ اس کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ اپنی قوت سے آزاد ہونے کے بعد ہم بزدلوں کی طرح یہاں سے نکل بھاگیں۔“  
 ”مطلب....؟“

”دشمن کو سزا دینا ضروری نہیں ہے کیا....؟“  
 ”ہاں.... کیوں نہیں۔“

”بعد میں وہ ہمارا تعاقب کر کے ہمیں پریشان کرے، یہ قصہ یہاں ختم کرنا بہتر نہ ہو گا تاکہ آزادی سے آگے کا سفر جاری رکھیں۔“  
 ”میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔“  
 ”تب ایک اتفاق اور کرو.... اسی اعتماد کے ساتھ جس طرح تم نے وانگ جو کے سلسلے میں کیا تھا۔“

”کیا چاہتی ہو....؟“

”ان چاروں کے ساتھ جس طرح بھی ممکن ہو باہر نکل جاؤ اور اس ہوٹل کے پاس میرا انتظار کرو.... یہ چھوٹا سا کام کر کے میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔“  
 ”میرے سارے کام اب تم کو گئی....؟“  
 ”دل تو یہی چاہتا ہے، لیکن جتنی اجازت تم دو....“  
 ”ٹھیک ہے.... ہم چلتے ہیں۔“

لویسا کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ عام عورت نہیں ہے اور ایسے کاموں کی ماہر ہے، چنانچہ ہم چھ افراد چل پڑے۔ اس وقت ہم دشمن کی کمین گاہ میں تھے اس لئے بچ کر نکل جانا ہی بہتر تھا۔ ایک بہتر حکمت عملی اختیار کر کے بلاخر ہم محل سے نکل آئے۔ اس کے بعد رات کی آنکھوں سے بچتے ہوئے ہوٹل کے پاس ایک ایسی جگہ پہنچ کر رک گئے جہاں سے لویسا کو دیکھا جاسکے، لیکن ہمیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا تھا.... اس وقت جب لویسا کے کسی مشکل میں پڑ جانے کے امکان پر غور کیا جا رہا تھا وہ آتی ہوئی نظر آ گئی.... میں نے اسے قریب آنے پر متوجہ کیا تھا۔

”افسوس ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔“ لویسا نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

کوشش کرے تو وہ میرے لئے ناقابل برداشت ہو گا، ریتھانے تو بس ایک ہی غلطی کی تھی۔ وہ میرے راستے کو کاٹ رہی تھی، لیکن اب صحیح معنوں میں اس سفر کا آغاز ہوا ہے جو تمہارے عشق کا سفر ہے، مجھے ہر اس چیز سے عشق ہے جسے تم چاہتے ہو، سوائے اس عورت کے جو میری جگہ لینے کی کوشش کرے اور ”ہیا“ وہ عورت نہیں ہے۔ وہ تمہارا وجود ہے، مجھے تمہارے وجود ہی سے تو عشق ہے ماہر، میں نے اس لئے تمہیں اپنی منزل نہیں کہا۔۔۔۔۔ بلکہ تمہیں اپنا سفر کہا ہے۔ جب تک زندگی باقی ہے میرا یہ سفر جاری رہے گا اور میں اس راستے کی حفاظت کروں گی جس پر تمہاری پرچھائیں چلتی رہے گی۔ کیا میں اپنے جذبات کے اظہار میں بھٹک گئی ہوں۔ بس اتنا کہنا چاہتی تھی ماہر کہ مجھ پر ہمیشہ اعتماد کرنا، بے اعتمادی تو اس پر ہوتی ہے جس کا کوئی دوسرا وجود ہو۔۔۔۔۔ میں تو تم ہوں ماہر۔۔۔۔۔ میں نہیں ہوں۔ اینا لویسا صرف میرا نام ہے ورنہ لوگ اگر مجھے ماہر طہانی کہیں یا اس کی پرچھائیں کہیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔ ہاں اس پرچھائیں کا راستہ اگر کسی عورت نے کاٹا تو میں اسے کاٹ کر رکھ دوں گی۔ اگر تم میری باتوں سے ناراض ہو گئے ہو تو مجھے اجازت دو۔ میں چلتی ہوں، انتظامات کرنے ہیں مجھے۔ میں تمہاری سمجھ خراشی نہیں کرنا چاہتی۔ اچھا تو بس یوں کرنا کہ باہر نہ نکلنا، تمہاری شخصیت اتنی دلکش ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں، وہ سب تمہارے گرد جمع کیوں نہیں ہو جاتے۔ تمہیں حیرت اور مسرت سے کیوں نہیں دیکھتے، پاگل کہیں کے۔۔۔۔۔ دیکھا ہے کسی نے ایسا خوشرو نوجوان، دیکھی ہے کسی نے ایسی شخصیت جو مجسم سحر ہے۔ تو بہتر ہو گا کہ وہ تم سے دور رہیں جو مجھ سے آگے بڑھ کر تمہاری قربت کے خواہاں ہیں۔ کیسی پاگل ہوں میں، بے کار بولے جا رہی ہوں۔ اب میں جاتی ہوں۔“ اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

میں سر کھجالتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ ڈوم میرے نزدیک موجود تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پتھر کا مجسمہ ہو اور لویسا کی باتیں سن ہی نہ رہا ہو۔۔۔۔۔ اور جب لویسا چلی گئی تو میں نے اس سے کہا۔

”یہ کیا کوا اس کر رہی تھی ڈوم۔۔۔۔۔؟“ اور ڈوم ہنس بڑا پھر بولا۔

”آقا ج بات تو یہ ہے کہ میرا یہ بد شکل وجود کبھی کسی مشکل میں نہیں پڑا۔۔۔۔۔ خوبصورت لڑکیاں مجھے اچھی لگتی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ انہیں بہت دیر تک دیکھتا رہوں۔ بس اس سے زیادہ کبھی میرے دل نے کچھ اور نہیں چاہا لیکن اگلے سیدھے واقعات سے دور بھی نہیں رہا ہوں۔ دنیا میں رہنے والے احق اپنی سانسوں کا تحفظ کرنے کی بجائے اور بھی بہت سے کام کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں میں نے کبھی اپنے دماغ کو یہ سوچ کر تھکانے کی کوشش نہیں کی، لیکن بہر حال انسانوں میں یہ مرض بھی پایا جاتا ہے اور لویسا جیسی عورت بھی بہر حال مریض ہے، اب میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں کہ مجھے امراض کے بارے میں ساری

اپنا عمل تھا۔ میں نے اس احساس سے آشنا ہو کر اس سے فاصلے اختیار کر لئے تھے۔ دوسرا بڑا احسان ویلان سلاوا نے کیا تھا جس نے مجھے ہیا سے ہم کلام ہونے کی قوت سے آشنا کر کے مجھے ہیا کی آواز سنا دی تھی۔ میں اس کا ہمیشہ احترام کرتا لیکن وہ باقی نہ رہا تھا۔ اب لویسا میرے راستے آسان کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”تمہاری منزل ہیا ہے نا۔۔۔۔۔؟“

”ہاں صرف ہیا۔۔۔۔۔“

”میرا سفر تم ہو۔۔۔۔۔“ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”مشکل باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“

”تمہیں ہیا سے عشق ہے ماہر۔۔۔۔۔ اور مجھے تم سے۔۔۔۔۔“ اس نے بڑے سکون سے کہا۔

میں نے کچھ کہنا چاہا تو وہ جلدی سے بولی۔ ”میری پوری بات سن لو۔ اس وقت تک تم میرے لئے کچھ نہیں تھے جب تک میرے اور تمہارے درمیان دوسرا عمل جاری تھا، لیکن جب تم نے مجھے مارا تو میں زندگی میں پہلی بار اس لذت سے آشنا ہوئی جس کی صنف نازک صنف قوی سے توقع رکھتی ہے۔ اس سے پہلے میں فطرت کے مخالف راستے پر چل رہی تھی۔ صنف نازک ہو کر میں بڑے بڑے قوی مردوں پر حاوی تھی اور اپنے آپ کو کسی بھی خانے میں فٹ نہیں کر سکتی تھی۔ میں یہ سمجھتی تھی کہ طاقت کے راستے مجھ تک آکر ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈوم جیسی شخصیت بھی میرے قبضے میں تھی اور میں اسے اپنے اشاروں پر نچاتی تھی۔ اب یہ بات تم خود بھی جانتے ہو کہ ڈوم کتنا طاقتور آدمی ہے۔ اپنی فطرت سے بھٹک گئی تھی۔ تم نے میرا ذریعہ طاقت ختم کر دیا یعنی ڈوم۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد نہایت حقارت سے تم نے مجھے مارا اور میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ تب ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ میں عورت ہوں، میں ایک گمشدہ عورت ہوں۔ میرے اندر میری عورت واپس آگئی۔ دنیا میں جو کچھ کر چکی تھی، اس سے سیراب ہو چکی تھی، جو شروع ہوا تھا وہ میرے لئے اجنبی تھا۔ ماہر تم مجھے یہ احساس دلانے کے بعد گم ہو گئے، لیکن میرے سفر کا ہر راستہ تمہاری سمت کھل گیا اور میں صرف تمہاری تلاش میں سرگرداں رہی۔ تمہیں پانا میری حیات کی منزل بن گیا اور تقدیر نے مجھے تم سے زیادہ عرصے دور نہیں رکھا لیکن میں نے اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا کہ میری منزل تم ہو۔ تمہاری منزل میں نہیں ہوں۔ بڑا عجیب ہوتا ہے یہ گوشت اور ہڈیوں کا مٹوبہ جسے انسان کہتے ہیں، ہر چیز کو اپنی دسترس میں رکھنے کا خواہاں، لیکن اتنا بے بس کہ قریب رکھی ہوئی کسی شے کو بھی نہیں اٹھا سکتا لیکن یہ اتنا نہیں ہی، پانے کا قصود تو ہزاروں رنگ رکھتا ہے۔ میں تمہیں دیکھ لوں، میری حیات کا سفر تو اس سے مکمل ہو جاتا ہے۔ میں ہیا کے راستے میں رکھوت نہیں ہوں، لیکن تمہارے ساتھ ساتھ چلتے رہتا میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ ہاں ”ہیا“ کے علاوہ اگر کوئی اور تم پر تسلط جمانے کی

کر اپنے روح کے اضطراب میں کمی پیدا کر لی۔  
اینا لویسا اپنے کام میں مصروف تھی۔ ہوٹل کی قیام گاہ قطعی اس قاتل نہیں تھی کہ وہاں یکسوئی کا تصور بھی کیا جاسکے شور ہنگامہ.... لیکن اب سکون ہو گیا تھا۔ لویسا نے ایک صبح کچھ اخبار میرے سامنے لا کر رکھے اور مسکرا کر بولی۔ ”ہرونت کور ہمارے لئے سخت مضطرب ہے۔ وہ تو شکر ہے کہ اس کے پاس ہماری تصویریں نہیں ہیں ورنہ ہمارے لئے کچھ مشکلات ضرور پیدا ہو جاتیں۔“  
”کیا ہوا....؟“

”اس نے ہمارے خلاف ایک کہانی تیار کی ہے۔ ایک دلچسپ کہانی جس میں ڈاکوؤں اور جلسائی کے ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو ایک عورت اور چھ مردوں پر مشتمل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس گروہ نے جعل سازی کر کے محل میں مہمانوں کی حیثیت سے قیام کیا اور پھر محل کے اندر کئی افراد کو قتل کر کے انتہائی قیمتی جواہرات اور کرنسی لے اڑے۔ حکومت نے ملک بھر میں ہماری تلاش کے لئے جال پھیلا دیا ہے۔“  
”تو ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“ میں نے کہا۔  
”نہیں، وقت ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ ایک ایسا شاندار ذریعہ نکل آیا ہے کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“

”وہ کیا....؟“ میں نے پوچھا۔

”پیری ٹسٹن ایک جہاز کا کپتان ہے اور یہ وہ شخص ہے جسے میں نے اس کے پورے خاندان سمیت موت کی آخری منزل سے بچایا تھا۔ وہ بھی میرا کام نہیں تھا بلکہ وہ لوگ گیری کوری کے جال میں پھنس گئے تھے اور گیری کوری کے ہاتھوں ان کی ہلاکت کے آخری لمحات تھے لیکن گیری میری ہٹ لسٹ پر تھا۔ ان کی ہلاکت سے قبل میں نے گیری کوری کو ہلاک کر دیا۔ اس طرح اس پر ایک زبردستی کا احسان ہو گیا اور اب وہ اس احسان کی ادائیگی کر رہا ہے۔ اس کا جہاز موزمبیق جا رہا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ہم اس کے ساتھ سفر کریں۔ ویسے ماہر طبیبی سمندر کے ست رفتار سفر کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا میں نے۔ کانڈرات وغیرہ تیار ہو گئے تھے اور میرے روائٹا کی فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھی کہ ٹسٹن مجھے مل گیا اور یہ سب کچھ ہو گیا۔ اب سوچتی ہوں تو عجیب لگتا ہے جانتے ہو کیوں۔“

”بیٹا....“ میں نے کہا۔

”میں نے ایک اہم نکتے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ ہرونت کور یہ بات جانتی تھی کہ ہم صحرائے اعظم کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے لئے روائٹا جائیں گے۔ وہ اپنی حکومت کی وساطت سے روائٹا میں ہماری گرفتاری کے انتظامات کر سکتی تھی، لیکن اب یہ ممکن نہ

تفصیلات معلوم ہوں۔“

ڈوم کی بات سن کر میں بہت ہنسا تھا اور ڈوم بھی میرے ساتھ مسکراتا رہا تھا۔ میں نے کرب زدہ لہجے میں ڈوم سے کہا۔  
”ساری باتیں اپنی جگہ ڈوم، لیکن مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ ہیانے مجھے خوابوں کے حصول کی جو ترکیب بتائی تھی، ابھی تک مجھے اس کا مناسب موقع نہیں مل سکا ہے اور اب تو کئی دن ہو گئے، ہیاسے رابطہ نہیں ہو سکا۔ میں مضطرب ہوں، کچھ ایسی باتیں ہوئی تھیں میری اس سے جنہوں نے مجھے اس الجھن کا شکار بنا رکھا ہے کہ کیس وہ کسی ایسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جس سے اسے کوئی نقصان پہنچے۔“

”میں نہ ہمہ دان ہوں عظیم آقا نہ مفکر، میں تو ایک بے عقل سا انسان اور جو کچھ دنیا کے درمیان دیکھتا ہوں اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ خود بھی تھوڑا سا انسان بن جاؤں اور انسانوں کو سمجھنے کی کوشش کر لوں، دو باتیں میرے ذہن میں آتی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ویلان سلاوا نے تمہیں جو علم سکھایا اس کے لئے یکسوئی اور تہائی ضروری ہوتی ہے یعنی ہیاسے گفتگو کرنے کے لئے ایک ایسا ماحول جس میں کوئی آواز نہ ہو.... اور یہی عمل ہیانے تمہیں بتایا ہے لیکن میری رائے ہے آقا کہ تم کچھ وقت کے لئے خود کو قرار دینے کی کوشش کرو۔ تمہاری بے قراری ایک مسئلہ امر ہے ایک ”ہستی“ سے اتنا دور رہنے کے بعد تمہیں اس کی خبر ملی ہے جس کے ساتھ تمہارا وجود مکمل ہوتا ہے۔ ایک نامکمل روح کی تفکلی تو آقا دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر ہے، تمہاری روح سفر میں ہے اور روح کا یہ سفر اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک کہ ہیاسے نہ آئے، لیکن قرار ایک مضبوط چیز ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے تمہیں اپنے اس اضطراب پر قابو پانا ہو گا اور جہاں تک ہیاسے کی بات ہے تو ہیاسے تو بہت عرصے سے تم سے جدا ہے۔ اگر وہ اپنا تحفظ نہ کرنا چاہتا تو اب تک اسے کوئی نقصان پہنچ چکا ہوتا۔ آقا وہ تم سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اب تک اپنا تحفظ کرتا رہا ہے اور آنے والے وقت میں بھی ایسا ہی ہو گا۔ وہ تم سے ضرور مل جائے گا آقا، اب جب تک تمہارے اور اس کے درمیان فاصلے ہیں تم اپنی بہترین صلاحیتیں ان فاصلوں کو ختم کرنے میں صرف کرو اس خیال سے مضطرب نہ ہو کہ تمہاری اس سے گفتگو نہیں ہوئی ہے یا تم نے خوابوں کی وہ منزل نہیں پائی ہے جس کے بارے میں اس نے تمہیں بتایا۔ بے شک ہیانے غلط نہیں کہا ہو گا، لیکن ہر عمل کی تکمیل کے لئے وقت درکار ہوتا ہے آقا اپنے آپ کو سنبھالے رکھو۔ دنیا شناسی ضروری ہے روح کے سفر کی تکمیل کے لئے۔“

کیا ہی کمال کا انسان تھا یہ بظاہر گوشت اور ہڈیوں کا پہاڑ لیکن اس کے اندر بھی سوچ تھی۔ دماغ تھا، نظریات تھے۔ چنانچہ میں نے اس سے اتفاق کیا اور ان باتوں کو ذہن میں بسا

اس شخص سے دلچسپی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی آگے بڑھ آیا۔  
 ”تم کیسے جانتے ہو کہ یہ افریقی ہے؟“ میں نے پوچھا۔ اور بوڑھے کی گردن میری طرف گھوم گئی۔ وہ فریب کر رہا تھا تاریک شیشوں والی عینک کے عقب میں پینٹلی موجود تھی،  
 ”ورنہ اس کے اندازے اتنے درست نہیں ہو سکتے تھے۔“  
 ”اس کے وجود میں افریقہ کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔“ بد صورت بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جسوں میں علاقوں کی خوشبو نہیں ہوتی، ہاں تمہارے وجود میں فریب ضرور بنا ہوا ہے۔“ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے عینک اتار لی، لیکن دوسرے لمحے مجھے شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔ دھوکے کی بات نہیں تھی اس کی آنکھوں کے حلقے تاریک تھے ان میں کچھ موجود نہیں تھا۔

”تم زندگی میں کسی گہری کمی کا شکار رہے ہو جس نے تم سے دنیاوی اقدار چھین لئے ہیں، ویسے تو پوری نئی نسل محرومیوں میں مبتلا ہو کر بد اخلاقی کی علامت بن گئی ہے، لیکن تم.... سوری.... اگر میرے الفاظ تلخ ہو گئے ہیں تو مجھے معاف کر دو۔۔۔ میری عینک مجھے واپس کرنا پسند کرو گے؟“

میں نے وہ عینک خود اس کی آنکھوں پر چڑھا دی اور اس نے تھوڑا سا راستہ بدلا پھر آگے بڑھ گیا۔ ہم دونوں اسے دور تک چلتے دیکھتے رہے۔

”آقا.... کیا میرے بدن سے افریقہ کی خوشبو آتی ہے؟“ ڈوم نے شرما کر پوچھا۔  
 ”پتہ نہیں....“ میں نے ٹکڑ سے کہا۔

”اس سے ایک بات کا اظہار ہوتا ہے....“ ڈوم نے کہا۔  
 ”وہ کیا....؟“

”وہ شخص افریقہ سے واقف ہے۔“ میں حیران ہو کر ڈوم کو دیکھنے لگا۔

”ممکن ہے ایسا ہو۔“ میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

”تب وہ ہماری راہبری کر سکتا ہے۔“

”کس طرح....؟“

”ہو سکتا ہے اسے افریقہ کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو۔ ہو سکتا ہے آقا وہ مولیوں اور سہاریوں کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔“ ڈوم نے آہستہ سے کہا اور میرے وجود میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ کیا ایسا ممکن ہے، میں نے دل میں سوچا، ڈوم نے پھر کہا۔ ”لیکن فکر نہ کرو۔۔۔ وہ اس جہاز سے سفر کر رہا ہے اور اسے دوبارہ تلاش کر لینا مشکل نہ ہو گا اگر وہ کام کا آدمی ثابت ہوا تو اسے دوست بنا لینا بہت آسان ہے، لیکن“ ڈوم نے آقا ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔“

ہو گا وہ ہمارے سمندری سفر کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے گی کیونکہ روانڈا بغیر سمندر کا ملک ہے۔“

”ہمیں کب روانہ ہونا ہے؟“

”اب سے کچھ دیر کے بعد۔ میرے ساتھی ضروری تیاریوں میں مصروف ہیں۔“

لنگ پٹرک ٹائی سمندری جہاز بے حد وسیع اور انتہائی خوبصورت تھا۔ یا پھر میں سمندری جہازوں کے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔ مجھے سمندر پر آباد یہ شہر بہت عجیب لگا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پیری ٹنسن ایسا لویسا کا بہت عقیدت مند تھا کیونکہ اپنی رواغی سے قبل کی مصوفیات کے بلوجو اس نے ہمارا بہترین خیر مقدم کیا تھا اور ہمیں کیبنوں کی ایک عمدہ قطار دی تھی۔ اس نے مجھے اور ڈوم کو دیکھ کر شاید کچھ رہمار کس بھی دیئے تھے۔ جس پر لویسا نے ناخوشگوار کا اظہار کیا تھا اور ٹنسن نے معذرتی انداز میں سکر کر کچھ کہا تھا۔ یہ صرف تجزیہ تھا میرا.... اپنے کیبن میں داخل ہو کر میں نے ڈوم سے کہا۔

”یہ سمندری دنیا پانی پر قائم رہ سکے گی۔“

”میں نہیں جانتا آقا.... لیکن یقیناً ایسا ہو گا کیونکہ یہ بھی ایک طریقہ سفر ہے۔“

”عجیب بھی ہے اور دلکش بھی۔“

پھر آبادیاں روپوش ہو گئیں اور سمندر رہ گیا جس میں لہروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ شام کے سائے سمندر پر اتر رہے تھے اور سورج کی گیند پانی پر تیر رہی تھی۔ سورج سے جہاز تک کی تاریخی سڑک بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ڈوم مجھ سے کچھ فاصلے پر تھا اور ہر آنے جانے والے پر غور کر رہا تھا۔ عرشہ مسافروں سے بھرا ہوا تھا، مختلف خد و خل، مختلف نتوش کے لوگ تھے۔ یورپ کی سفید فام بے باک لڑکیاں، مشرق کی ساتریاں، بھانت بھانت کے مرد۔ ڈوم میری طرف رخ کئے ساکت کھڑا تھا اور وہ شخص عقب سے اس سے ٹکرایا تھا۔ میں نے اسے آتے دیکھا تھا لیکن ڈوم اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ میرا بھی خیال تھا کہ وہ اس سے بکتر کر نکل جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ ڈوم نے اسے سہارا دیا۔

”تم انسان ہو تو بالکل ہو، مجھے یوں لگا جیسے میں کسی ستون سے ٹکرایا ہوں اور میں حیران ہوا کہ ایسے ستون راستے میں کیوں ابستادہ کئے گئے۔“

”تم ثابتاً ہو۔“ ڈوم نے پوچھا۔

”ہاں میری آنکھوں کا سیاہ چشمہ.... اور ہاتھ کی سفید چھڑی اس کی علامت ہے ایسے لوگوں کو راستہ دے دیا کرو۔“

”میرا رخ تمہاری طرف نہیں تھا۔“ ڈوم نے کہا۔

”تم افریقی ہو۔“ بوڑھے نے پوچھا اور ڈوم کے ساتھ میں بھی حیران رہ گیا۔ اب مجھے

”کیا۔۔۔؟“

”اینا لوئیسا کو ابھی اس بارے میں نہ بتانا۔ پرانے لوگوں کی کہات ہے کہ عورت سے جتنے راز چھپائے جائیں بہتر ہوتا ہے ہر چند کہ وہ تم سے مخلص ہے۔“ میں نے ڈوم کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

شام، رات میں تبدیل ہو گئی، پورا جہاز روشن ہو گیا تھا لوگ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ میں خاموشی سے ان مسرور انسانوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سب مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن ایک اضطراب، ایک غلٹ، ایک آرزو بے چین کئے دیتی تھی، بیا اگر پاس ہو تو یہ روغنیاں دل میں اتر جائیں۔ ہم ان سب کی باتیں کریں۔ وہ مجھے بتائے کہ یہ سب کیا ہے، وہ یہ سب کچھ جانتا ہے۔

رات ہوئی تو ہم اپنے کیمبن میں آ گئے۔ لوئیسا نے ڈوم میرے کمرے میں بھجوا دیا تھا چار ویٹر کھانے کے برتن بھرے اندر آئے تھے اور اسے انبار کرنے لگے تھے۔ ”میں نے لٹسن کو بتا دیا ہے کہ ماہر اپنے کیمبن میں ہی کھانا کھائیں گے، میں دوسروں کو تمہاری طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتی۔“

”یہ ہمارے لئے بہتر ہو گا۔“ میں نے کہا۔

ڈوم نے دوسری صبح بتایا ”رات کو میں تمہارے سونے کے بعد اس کی تلاش میں نکل گیا تھا آقا، لیکن میں نے پورا جہاز چھان مارا وہ کہیں نہیں نظر آیا۔“

”کون۔۔۔؟“ مجھے یاد نہ رہا۔

”میں اسی نائینا بوڑھے کی بات کر رہا ہوں۔“

”اسے یوں تو تلاش نہیں کیا جاسکتا ڈوم۔۔۔ رات کو تو وہ اپنے کیمبن میں ہو گا۔“

”ہاں یہی میرا خیال ہے۔“

”تم دن کی روش میں اسے نگاہ میں رکھو۔ بہتر ہو گا کہ جب وہ اپنے کیمبن میں جائے اس کا پیچھا کیا جائے تاکہ ہم اس کا کیمبن دیکھ سکیں۔ پھر سکون سے اس سے ملاقات کریں۔“

”بہتر ہے آقا۔۔۔ ڈوم نے مجھ سے اتفاق کیا۔

ہم سمندر میں سفر کرنے والے ایک بحری جہاز پر معمولات کا جائزہ لے رہے تھے مسافر کس طرح دن گزارتے ہیں، جہاز کا عملہ کیا کرتا ہے، سمندر کی مملکت میں کیا ہوتا ہے وغیرہ۔ سب کچھ نیا تھا، نیا تجربہ ہو رہا تھا۔ سورج اپنا سفر طے کر رہا تھا، سمندر کی آواز اپنا سکہ جمائے ہوئے تھی۔ دوپہر کے بعد آسمان پر بادلوں کی مڑگشت شروع ہو گئی۔ دور سے بادلوں کی فوج روشنی سے مار دھاڑ کرتی ہوئی اور فتوحات حاصل کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اجا پسا ہو رہا تھا اور ہم اسے فرار ہوتے دیکھ رہے تھے، پھر اس فوج کی قلمرو بڑھتی رہی، اور وہ

دھوپ کو سمیٹتی ہوئی جہاز سے گزر گئی۔ ملاحوں نے بارش سے نمٹنے کے لئے انتظامات کئے، اوپن ایئر نشست گاہوں کو تپالوں کے سانپوں سے سجا دیا گیا تھا کہ اگر بارش ہو جائے تو مسافر لطف لے سکیں۔ بہت اچھا تھا یہ سب کچھ لیکن بادل خاموش تھے۔ غالباً وہ اپنی فتح مستحکم کر رہے تھے اور انہوں نے فتح کے جشن کا آغاز نہیں کیا تھا۔

پھر اپنا مجھے تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی جہاں اس وقت میں اور ڈوم کھڑے ہوئے تھے۔ اپنا کے ساتھ ایک بڑی پرائیوٹ تھی۔ نہایت قیمتی عربی قسم کی عبا سے مرصع ایک شخص جس کے چہرے پر لمبی سفید داڑھی تھی۔ مونچھیں اور بھنوس کھنی اور برف کی طرح سفید تھیں جس سے اس کی عمر کا اندازہ ہوتا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر میرے ذہن میں کلبلاہٹ سی ہونے لگی۔ یہ چہرہ۔۔۔ یہ روشن آنکھیں کچھ شناسا سی لگی تھیں۔

”ماہر ان سے ملو۔۔۔ یہ پروفیسر حق ہیں، مصر کے جامع ازہر کے ایک معلم، میرے اور لٹسن کے مشترک دوست ان سے بھی میری شناسائی بروٹی میں ہوئی تھی۔ ریسری باگوان میں ہم دونوں ایک ماہ تک ساتھ رہے تھے اور میں نے ان سے بہت سی باتیں سیکھی تھیں اور بعض باتوں میں ان سے شدید اختلاف کیا تھا۔“ اپنا رک کر ہنسی، پھر بولی۔

”تم کیا سوچتے ہو گے، ایک جرائم پیشہ عورت اور دوستی عالموں سے، مگر میں تمہیں ایک خاص بات بتانا چاہتی ہوں۔ استاد محترم نے کہا تھا کہ بہت برا انسان جب اچھا بنتا ہے تو بہت اچھا انسان ہوتا ہے کیونکہ وہ برائیوں سے گزر چکا ہوتا ہے۔ میں نے اس وقت ان کا مذاق اڑایا تھا اور کہا تھا کہ میں نیکیوں سے گزر کر برائی کے راستوں پر آئی ہوں، جس پر استاد اعظم نے کہا تھا کہ نیکیاں تو سمندر سے زیادہ وسیع ہوتی ہیں اور عمر اس گزرگاہ کو نہیں ٹاپ سکتی۔۔۔ اور۔۔۔“

وہ اچانک خاموش ہو گئی اور پھر ہم دونوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔ ”ارے میں ہی بولے جا رہی ہوں، میں نے تم دونوں کو ہیلو کہنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ سوری۔۔۔ واقعی میں زیادہ بول گئی ہوں۔ استاد محترم یہ میرے بہت اچھے دوست ماہر طبالی ہیں۔“

”طبالی۔۔۔“ بوڑھے شخص کی سرسراتی آواز ابھری۔ پھر اچانک اس نے ایک ایسا عمل کیا جو کسی دوسرے کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اچانک میرا سینہ عریاں کر دیا تھا وہ عین اس جگہ دیکھ رہا تھا جہاں کبھی بیا ہوا کرتا تھا، لیکن اب وہاں صرف بیا کا نشان تھا اور مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ یہ پروفیسر حق تھا۔۔۔ میرے والد کا دوست۔۔۔ میرے منہ سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

”اور تم نے کہا تھا کہ تمہاری گفتگو کفر کی منزل میں داخل ہو رہی ہے حارث۔۔۔ اللہ سے توبہ کرو۔۔۔ قدرت نے اسے زندگی دی تو یہ ایک شاندار جوان نکلے گا، تم نے ہم دونوں کی زندگی کی پیش گوئی کی تھی۔“



کو یاد کر کے میرے دل میں اضطراب جاگا تھا اور دل اس سے بات کرنے کی آرزو میں ترپنے لگا تھا، مگر ایسا لو کیسا نے مجھے زیادہ نہ سوچنے دیا۔ وہ اجازت لے کر اندر آگئی تھی۔  
 ”وہ تمہیں اپنے دوست کی نشانی سمجھتا ہے اور اس نے مجھے تمہاری مکمل داستان....“  
 ”میں اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا“ لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم اس سے نہ ملو اور ایسا اس وقت میں تمنا کرتا ہوں۔“ ایسا ایک لفظ کے بغیر خاموشی سے باہر نکل گئی تھی۔

دوم نے مایوسی سے گردن ہلا کر کہا۔ ”نہیں عظیم آقا“ شاید وہ اپنے کینہ سے باہر ہی نہیں نکلا.... لیکن ہم اسے تلاش کر لیں گے، یہ میری ذمہ داری ہے۔“  
 ”رات کو میں جہاز کے کسی دور افتادہ گوشے میں سکون سے بیٹھ کر ہیا سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمنا ہے درکار ہوگی مطلب سمجھو ہو نا....“ دوم نے گردن ہلا دی۔

یہ دور افتادہ گوشہ جہاز کا دوسرا سرا تھا جہاں کچھ نہیں تھا۔ برج سے بہت دور جہاں لوہے کی موٹی زنجیروں کے جال بار کئے گئے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کاش کوئی اس طرف نہ آئے۔ میں نے آگے بڑھ کر زنجیروں کے ڈھیر کے دوسری طرف آتے ہوئے سوچا، لیکن میری خواہش پوری نہ ہوئی۔ ایک نامراد وہاں موجود تھا۔ سیاہ چادر میں لپٹا ہوا۔ چہرہ چھپائے ہوئے مجھے شدید غصہ آیا۔ یہ جگہ بھی میرے مقصد کی تکمیل نہ کر سکی۔ مراقبے میں بیٹھے ہوئے شخص نے سر پر اوڑھی ہوئی چادر اٹھائی چہرہ اونچا کر کے مجھے دیکھا اور میں نے ان ویران غاروں میں جہاں صرف تاریکی کا بیڑا ہوتا تھا، دو چراغ روشن دیکھے ننھے ننھے چراغ۔ متوحش چہرے پر دانتوں کی سفیدی نمودار ہوئی اور پھٹی پھٹی کربمہ آواز ابھری۔ ”خوش آمدید.... کیلی کریش۔“

”دوسرا کہاں ہے....؟“ پروفیسر حق نے پر اضطراب لہجے میں کہا۔  
 ”وہ ہے، لیکن مجھ سے دور.... نہ جانے کہاں.... اور تم نے ہی یہی شٹ کے بارے میں بتایا تھا۔“

”دوسرا کہاں ہے....؟“ پروفیسر حق نے پھر کہا۔  
 ”میں نہیں جانتا....“  
 ”میں تمہیں سینے سے لگانا چاہتا ہوں، آہ، بہت پرانی داستان زندہ ہو گئی ہے، یوں لگ رہا ہے جیسے میرا دوست حادثہ میرے سامنے ہو۔“

”میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ تم میرے دوست ہو یا دشمن.... اور نہ ہی میں سینوں کی کمائیاں جانتا ہوں، تمہارے بارے میں غور کر کے مجھے فیصلہ کرنا ہو گا۔“ میں نے کہا اور تیزی سے وہاں سے واپس چل پڑا.... دوم میرا سایہ تھا لیکن میرا مزاج آشنا بھی اور وہ جانتا تھا کہ اسے کب بولنا ہے اور کب خاموش رہنا ہے.... وہ میرے ساتھ کینہ میں بھی داخل نہیں ہوا تھا البتہ اس نے کہا تھا۔

”میں باہر ہوں آقا.... جب دل چاہے مجھے آواز دے لیتا۔“  
 ”تمہیں کچھ اور بھی کرنا ہے دوم....“ میں نے کہا۔  
 ”جانتا ہوں آقا....“  
 ”بہتر ہے تم یہ کلام کرو.... میں یہیں ملوں گا....“  
 بستر پر لیٹ کر میں نے ماضی کو ذہن میں تازہ کیا۔ اس خیال میں ہیا میرے سینے پر میرے پاس تھا۔ اس نے کہا تھا۔  
 ”کیوں نہ ہم یہاں سے بھاگ جائیں۔“  
 ”کہاں....؟“

”کہیں بھی.... دنیا بہت وسیع ہے۔“  
 ”دنیا کتنی وسیع ہے ہیا؟“  
 ”بہت.... بے پناہ....“  
 ”مگر ہم کیسے بھاگیں گے....؟“  
 اس نے یہ بھی کہا تھا۔

”ہمارے ماں باپ ہمارے دشمن ہیں، کیا تم میرے بوجھ سے اکتا گئے ہو؟“  
 ”کیا میں اپنے دوسرے اعضاء سے اکتا ہوں؟“  
 ”تو پھر یہ لوگ ہمیں مشکل میں کیوں ڈال رہے ہیں؟“  
 ”نہیں.... یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جو ہیا کو مجھ سے دور کرنے کا باعث بنے ہیں، میں اسے دوستوں میں نہیں تصور کر سکتا۔ میں نے اس سے نہ ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہیا

”ہو۔“

”میں.... یونانی....“ میں نے تھنیک سے کہا۔

”گرد آلود ہو.... نہ جانے کتنی صدیوں سے سو رہے ہو۔ اس سے بے خبر.... جو تمہارے لئے جاگ رہی ہے۔ یونانی ہوتا ہے۔ یہ تو تاریخ کی کہانی ہے لیکن تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ گرد چھٹ جائے گی اور تم اس کی طرف لوٹ آؤ گے۔“

”دیکھو بوڑھے بے وقوف۔ تمہاری اس بجواس کے نتیجے میں تمہیں اٹھا کر میں سمندر میں بھی پھینک سکتا ہوں۔ تمہیں مجھ سے میری خواہش کے مطابق گفتگو کرنی ہوگی.... ورنہ یہاں صرف میں ہوں اور تم.... کوئی پتہ نہیں چلا سکے گا کہ تم سمندر میں کیسے غرق ہو گئے۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”اے....“ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ یوں لگا جیسے اسے میرے الفاظ پر حیرت ہوئی ہو۔ وہ دیر تک حیرت کی تصویر بنا رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”کوئی سقم ہے۔ ضرور کوئی کمی ہے۔ تم ابھی مکمل نہیں ہو۔“

”میرا سوال تشنہ ہے۔“

”کونسا سوال؟“

”دن میں تم اندھے کیوں بنے ہوئے تھے؟“

”میری آنکھیں بینائی سے محروم ہیں۔“ اس نے چہرہ اوپر کر کے کہا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اب وہ روشنیاں ان آنکھوں میں نہیں تھیں۔

”تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کوئی شعبہ گہ....! خیر مجھے تمہارے شعبوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا....؟“ اس نے سوال کیا۔

”تم نے اس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ اس کے بدن سے افریقہ کی بو اٹھتی ہے۔“

”ہے۔“

”جھوٹ نہیں کہا تھا اور اگر جھوٹ کہا تھا تو تم اس کی تردید کر دو۔“

”نہیں وہ ڈوم ہے۔ افریقہ کا باشندہ۔ کیا تم افریقہ کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہو۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ قبیلہ مولہبا اور سمبور یہ کہاں آباد ہیں۔“

پراسرار بوڑھے نے میری طرف گردن گھمائی اور اس کی آنکھوں میں وحشت ناک چراغ پھر جل اٹھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ان چراغوں کی روشنی میں ذہنوں کی گہرائیوں میں جھانکتا ہو۔ وہ چند لمحے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہی مکروہ مسکراہٹ دوبارہ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

”مولہبا۔۔۔ سمباریہ.... یہ دو مشہور قبیلے ہیں۔“

عجیب شیطانی چہرہ تھا، لاتعداد خباثتوں کا آئینہ دار.... لیکن میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ ڈوم بے چارہ تو کب سے اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ ڈوم کے کہنے سے میرے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ممکن ہے یہ شخص افریقہ کے اندرونی علاقوں کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ ممکن ہے یہ ان علاقوں کی نشاندہی کر دے جہاں ہیا موجود ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اس مکروہ شخص سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ اس وقت میں جس مقصد کے لئے اس پر سکون جگہ آیا تھا۔ وہ اس بد بخت کی وجہ سے پورا نہیں ہو سکا تھا۔ میں اس کی تلاش کے ہر خیال کو بھول گیا۔

”تم یہاں کیوں مر رہے ہو؟“ میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا، لیکن وہ مسکراتا رہا۔ زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہو رہی تھی کہ اس وقت وہ اندھا نہیں لگ رہا تھا۔ آنکھوں کے گڑھوں میں یہ پیلی روشنیاں بینائی جیسی حیثیت رکھتی تھیں۔

”تم ادھر کیسے نکل آئے؟“ وہ چپکتے ہوئے بولا۔ مجھے خود پر قابو پانا پڑا۔ بہر حال مجھے اس کی تلاش تھی۔ جو کام اس کے ملنے پر ڈوم کرتا وہ میں ہی کیوں نہ کر ڈالوں۔ اگر اس کے پاس میرے سوالوں کا جواب نہ ہو تو اس پر لعنت بھیج دوں۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”شاید تم دن کی روشنی میں اندھے ہو جاتے ہو۔ اس وقت تمہاری آنکھوں کی بینائی بحال ہے۔“

”مجھے جانتے ہو؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”ہاں۔ اس وقت تم سفید چھتری لے کر اندھے بنے ہوئے تھے۔“ میرے ان الفاظ پر اس کی مسکراہٹ مفقود ہو گئی اور وہ غور کرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”کیا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے؟“

”تمہیں نظر آ رہا ہے؟“

”اس وقت تھا....؟“

”کیا مطلب....؟“

”یقیناً تھا، تم دو تھے۔ دوسرا کون تھا؟“

”وہ جس کے بدن میں افریقہ کی بو بسی ہوئی تھی۔“ میں نے طنزیہ کہا۔

”ہاں.... میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ بو تمہارے اندر نہیں ہے کیونکہ تم یونانی

میرے دماغ میں سائلے اتر رہے تھے۔ انوکھی حقیقتیں بیان کر رہا تھا وہ۔ بڑی فکر انگیز حقیقتیں تھیں، بہت کچھ تھا غور کرنے کے لئے۔ اس نے کہا۔ ”بات بہت سی مشکلیں کھڑی کر دیتی ہے۔ لیکن سچ کو کیسے بھٹاؤ گے۔ سب مٹی کا کھیل ہے۔ ہم سب مٹی کی شکل کا شکار ہیں۔ جد خاکی سے پیار کرتے ہیں۔ مٹی کا وجود تلاش کرتے ہیں جبکہ سچ صرف روح ہے جو ساتھ چھوڑ دے تو مٹی منتشر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ نہیں رہتا جسے ہم چاہتے ہیں۔ رابطے اگر روح سے ہو جائیں تو ہر مشکل حل ہو جاتی ہے جسم بے معنی ہوتا ہے۔ یہی ابدیت ہے۔ روح لافانی ہے۔“

”میں یہ سب کچھ نہیں جانتا چاہتا۔ مجھے مولہا اور سمباریہ کے بارے میں بتاؤ۔“ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

”یہ دو قبیلے ہیں۔“ وہ بولا۔

”ان کی سمت متعین کر سکتے ہو۔“ میں نے سوال کیا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

”وہاں جانا چاہتے ہو۔“

”ہاں۔“

”میں تمہیں ان راستوں کے نقشے دے سکتا ہوں۔ ترتیب تمہیں دینا ہو گی۔“

”کیسے....؟“

”ظاہر ہے کانڈ پر، تاکہ تم دوسروں سے مشورہ لے سکو۔“

”مگر کانڈ....؟“ میں نے پریشانی سے کہا۔

”جلدی کیا ہے۔ یہ کام کل کر لینا۔ ابھی تو جہاز کا طویل سفر باقی ہے۔“

”تم کہاں ہوتے ہو؟ تمہارے کیمپ کا نمبر کیا ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔ یہ میں کسی کو نہیں بتاتا۔“

”کیوں؟“

”میں زیادہ لوگوں سے نہیں ملنا چاہتا۔“

”میں تمہارے پاس آؤں گا۔“

”یہی وقت اور یہی جگہ مناسب ہے، اور شرط بھی یہی ہے کہ تم تمہارے پاس آؤ گے اور میرے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں شاید تمہیں نہ ملوں۔“

میں اسے ابھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔ ”ٹھیک ہے.... تم میری کمزوری بن گئے ہو۔ کل تم مجھے ان نقشوں کی تفصیل بتاؤ گے۔“

”ہاں.... اور بھی بہت کچھ۔“ وہ پھر مسکرا دیا اور میں نے اس کی نفرت انگیز مسکراہٹ سے آنکھیں پٹالیں۔ پھر وہاں سے واپس چل پڑا۔ اپنے کیمپ میں آکر میں نے سوچا۔ کیا ہے یہ سب کچھ، کیسے کیسے انوکھے لوگ رہتے ہیں اس دنیا میں۔ ان کے افکار حقیقت سے

”تمہیں علم ہے؟“ میرے اندر بے چینی نمودار ہو گئی۔

”ہاں۔ میں جانتا ہوں۔“

”ان کے جائے وقوع کی رہنمائی کر سکتے ہو۔“

”کیوں نہیں۔“

”آہ۔ کیا تم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔“ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”بہت قریب سے۔“

”پنڈت رائے نامی کوئی شخص وہاں رہتا ہے۔“

”پنڈت رائے...؟“ اس نے پر خیال انداز میں دہرایا۔ پھر بولا۔ ”ہاں شاید۔“

”کون سے قبیلے میں ہے وہ اور اس کا قبیلے سے کیا تعلق ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اتنا میں نہیں جانتا.... لیکن؟“

”نہیں۔ پہلے مجھے میرے سوالات کے جواب دے دو۔ کیا وہاں تم نے ایک ننھے سے

وجود کو دیکھا ہے۔ وہ بہت چھوٹا ہے.... لیکن ہے وہ ذہن.... اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک۔“

”شاید نہیں.... لیکن وہ کون ہے.... اور تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ تمہاری آواز

سے پتہ چلتا ہے کہ تم اس سے قلبی تعلق رکھتے ہو۔ کیا تعلق ہے تمہارا؟“

”تم نے اسے دیکھا ہی نہیں.... میں مایوسی سے بولا۔

”کیا تم میرا امتحان لے رہے ہو۔ میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا نوجوان۔ کسی کو

نہیں دیکھ سکتا۔ میرے چہرے کو دیکھ کر کوئی بھی اس بات پر شک نہیں کر سکتا۔ نہ جانے

تمہیں یہ شک کیوں ہو رہا ہے۔ اگر ان قبیلوں میں کوئی ایسا ہوتا تو میں اسے کیسے دیکھ سکتا

تھا۔“

”مگر تمہاری آنکھوں میں یہ روشنی کیسے جل اٹھتی ہے۔“

”سمجھ نہیں پاؤ گے۔ بتاؤں گا تو یقین نہیں کرو گے اس لئے جانے دو۔“

”نہیں مجھے بتاؤ۔“

”یہ دل کی بیٹائی ہے۔ آنکھ نہیں دل دیکھتا ہے۔ دماغ دیکھتا ہے۔ جس روشنی کو تم دیکھ

رہے ہو وہ بھی تمہاری آنکھوں کی گرفت میں نہیں ہے۔ تمہارا دماغ کہتا ہے، دل تسلیم کرتا

ہے اور بس.... یہی روشنی ہے جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔“ اس نے کہا اور میں اس کے

الفاظ پر غور کرنے لگا۔ بات گہری تھی لیکن سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ پھر بولا۔ ”چشم تصور کیا

ہے۔ اس میں صدیاں آباد ہوتی ہیں۔ چہرے، کرواں.... لمحے کا ہزارواں حصہ کھلی ہوتا ہے۔

شکل دماغ میں آ جاتی ہے.... اور تم اسے دیکھ لیتے ہو جسے دل یاد کرتا ہے۔ یہ اندرونی

رابطے ہیں جن کے لئے آنکھ کی بیٹائی ضروری نہیں ہوتی۔ کوئی علم باہر نہیں ہوتا۔ جو کچھ

ملتا ہے اندر سے ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تم ٹوا اُفتیت میں دنیا کھٹکھٹ ڈالتے ہو۔“

”لوئیس نے نہیں بتایا!“  
 ”نہیں۔ دیے تم اسے جانتے ہو؟“ پروفیسر حق نے پوچھا۔  
 ”کسے؟“

”لوئیس کی بات کر رہا ہوں۔ لوگ اسے دوست اس لئے بتاتے ہیں کہ وہ دشمن نہ بن جائے کیونکہ اس سے دشمنی کر کے زندگی کی ضمانت نہیں رہتی۔ اس سرکش ہستی کو تم نے پھانسا کر دیا ہے۔ وہ میرا احترام کرتی ہے، لیکن مجھے تمہارے بارے میں ایک لفظ بتانے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اس کا کہنا ہے کہ تمہارے معاملات کے بارے میں صرف تم بتا سکتے ہو۔“

”تم میرے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہو۔۔۔“  
 ”اس لئے کہ حادثہ طہالی سے میرا قلبی تعلق رہا ہے۔ اس کی حادثاتی موت پر میں مینوں لذیت کا شکار رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم اس دوران کیا کرتے رہے ہو۔“  
 ”ہیا میری تکمیل ہے۔ میں تاحیات اسے اپنے سینے پر سجائے رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے میرے سینے سے جدا کر دیا گیا۔ میں ادھورا رہ گیا۔۔۔ میں اپنی تکمیل چاہتا ہوں۔“  
 ”وہ کب سے تم سے جدا ہے؟“

”نہ جانے کب سے۔ اسے مجھ سے دور کرنے والوں سے مجھے کوئی رغبت نہیں ہے۔ بس اس کی تلاش میری زندگی ہے۔“  
 ”وہ کن حالات میں تم سے جدا ہوا۔“  
 ”تم جانتے ہو وہ کہاں ہے۔“  
 ”میں۔۔۔ نہیں مجھے کیا معلوم۔“

”تو پھر تم مجھ سے فضول سوالات کا حق بھی نہیں رکھتے۔۔۔۔۔ ارے ہاں ایک بات مجھے یاد آگئی۔ تم پڑت رائے کو تو جانتے ہو گے۔۔۔۔۔ مجھے یاد ہے تم اسے جانتے ہو۔“  
 ”بہت اچھی طرح۔۔۔!“  
 ”وہ کہاں ہے۔“

”اس کا مستقل قیام افریقہ میں ہے۔ وہاں وہ افریقی کلاسیک پڑھ رہا ہے۔“  
 ”تم سے کب سے ملاقات نہیں ہوئی؟“ میں نے سوال کیا اور پروفیسر حق سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ ”اب سے کوئی آٹھ سال قبل اوگو بونیورسٹی تیراسکا میں وہ مجھے ملا تھا۔ شاید ایک کانفرنس کے دوران جس کی صدارت پروفیسر ایڈلٹس بورنوٹا کر رہا تھا۔“  
 ”کوئی خاص بات بتائی تھی اس نے۔ حادثہ طہالی کے حوالے سے؟“ میں نے پوچھا۔  
 ”قطعی نہیں۔ ذکر بھی نہیں نکلا تھا۔۔۔ کیا وہ کوئی خاص بات جانتا تھا۔“

”جب اس نے تمہیں کوئی خاص بات نہیں بتائی تو میں کیا بتا سکتا ہوں۔“ میں نے کہا اور یہ سوچ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا کہ یہ بوڑھا شخص میرے مستقل کان کھاتا رہے گا۔

دور نہیں ہوتے۔ اپنے وجود میں دانش کے سمندر سمیٹے ہوئے، لیکن محرومیوں کے شکار۔ وہ آنکھوں کی بینائی نہیں رکھتا، دل کی بینائی کی بات رکھتا ہے اور ہاتھ میں سفید چھڑی رکھتا ہے۔ دل کی بینائی مسافروں کا ساتھ نہیں دیتی۔ خاک کے رابطے خاک سے ہی ہوتے ہیں۔ روح بیٹا ہو جائے تو پھر دنیا سے کیا لینا۔

پکتان پیری لٹن نے مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔ ”میری خواہش ہے کہ آپ کو میرے جہاز پر کوئی تکلیف نہ ہو۔ میڈم لوئیس آپ کو بہت چاہتی ہیں اور جسے ان کی نظروں کا التفات حاصل ہو۔ اس کی خدمت تو ضروری ہوتی ہے۔“  
 ”میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ میں نے ان فضول باتوں سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

”میرے لئے کوئی خدمت ہو تو۔۔۔؟“  
 ”میں جو چاہتا ہوں کر نہ پاؤ گے؟“ میں نے کہا اور لوئیس چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔  
 ”پکتان نے کہا۔“ میں پوری کوشش کروں گا۔“

”تب اس جہاز کو فضا میں اڑا کر راستے مختصر کر دو۔ میں جلد منزل پر پہنچ جانا چاہتا ہوں۔“ پکتان اس بات پر قہقہہ لگانے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ لوئیس بھی ہنسنے لگی تھی۔ آج بھی آسمان پر بادلوں کی فوج تعینات تھی۔ عرشے پر لوگ رنگ رلیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لوئیس میں بہت سی اچھی عادتیں تھیں اور مجھے اس پر حیرت ہوتی تھی۔ حاکم عورت نے خود کو محکوم بنا لیا تھا اور وہ بھی اس کا جس کے پاس اس کے لئے کچھ بھی نہیں تھا لیکن میں کسی کی دیوانگی دور کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ تو اس کی اچھی عادت یہ تھی کہ میری قربت کی خواہاں ہونے کے باوجود وہ مجھ پر مسلط نہیں رہتی تھی۔ اس وقت ڈوم بھی میرے پاس نہیں تھا نہ میری طرف سے اسے ایسی کوئی ہدایت تھی۔ چنانچہ میں اکیلا ہی عرشے پر دور تک نکل آیا تھا اور میں نے پروفیسر حق کو اپنے قریب آتے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ عقب سے میرے قریب پہنچا تھا۔

”میں تمہیں صرف یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ تمہارے سلسلے میں، میں بالکل طوط نہیں تھا۔“ مجھے عقب سے اس کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔  
 ”شاید۔۔۔!“ میں نے کہا۔

”حادثہ طہالی اپنے طور پر فیصلہ نہیں کرتا تھا، اور۔۔۔۔۔ آسانی سے دوسروں کے فیصلے قبول کر لیتا تھا۔ میں نے تو یہ بہتر کیا تھا کہ تمہیں جرمی بھجوا دیا۔“  
 ”بات پرانی ہو گئی۔“

”اور تم اسے اب تک تلاش کر رہے ہو۔“

”ہاں۔ میں اسے پانا چاہتا ہوں۔“

”اس کے لئے افریقہ کا ہی سفر کیوں؟“

”جانہ...؟“ میں چونک پڑا۔

”ہمیں اس کی ضرورت ہے آقل۔“

”تمہیں اپنے ذہن سے ماضی کی گرد صاف کرنا ہو گی۔ اس کمر میں جھانکنا ہو گا جو

ساتھ بھلائی کی ہو، لیکن میں نے اس کے ساتھ جتنا وقت گزارا ہے۔ اس میں اسے دوسروں کے ساتھ نبو آزنا ہی دیکھا ہے۔ ویسے آقا افریقہ کی خوشگوار ہوائیں مجھے بہت فرحت بخش لگ رہی ہیں اور نہ جلنے کیوں میری آنکھوں میں کچھ مٹے نقوش اجاگر ہو رہے ہیں۔“

”کیسے نقوش...!“

میرا بچپن وقت کی تہ میں دب گیا تھا اور میں نئی دنیا نے لوگ دیکھ کر حیرانہ ہو گیا تھا۔ مجھے وہ سب کچھ بہت اچھا لگا تھا۔ پھر جب بھی یاد آنے والے یاد آئے میں نے انہیں بھلانے کی کوشش کی آخر اس میں کامیاب ہو گیا لیکن اب یہ احساس ہو رہا ہے کہ ماضی وقت کی گرد میں گم بے شک ہو جاتا ہے لیکن جب بھی یہ گرد چھٹی ہے ماضی اور اپنے پھر سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ ان فرحت بخش ہواؤں میں کنگڈم آف کور کی وہ داستانیں بھی متحرک ہیں جن میں میرا کراں، اور وہ جو شاید میرے اپنے تھے کی خوشبو بھی شامل ہے۔ ملکہ کور ہسیا کے درشن پتھر کے پیالوں کے بعد... انگاروں کا رقص اور کور کے جلوگر بھی...!“

”میرا بھی ایک ماضی ہے دُوم... لیکن چھیننے والوں نے مجھ سے جو کچھ چھینا ہے اس کی واپسی سے قبل میں کچھ یاد نہیں کرنا چاہتا۔“

”ایک سوال کروں آقا...؟“

”ہاں... کدو...“

”میرے دور غلامی میں مجھ سے کچھ کوتاہیاں ضرور ہوئی ہوں گی۔ تمہیں مجھ پر غصہ بھی آیا ہو گا۔“

”میں نے کبھی غور نہیں کیا... لیکن شاید ایسا نہیں ہوا ہے۔ تو نے بیش مجھ سے تعاون کیا ہے۔ نہ ہی تجھے غلام سمجھنے کا کوئی جواز ہے میرے پاس۔ میں تو تجھے ایک اچھے اور متعاون ساتھی کا درجہ دیتا ہوں۔“

”تمہاری ان مہربانیوں کو دیکھ کر ایک آرزو کا اظہار کرنے کو دل چاہتا ہے۔“

”کیا آرزو ہے؟“

”تم اپنا مقصد پا لو... ہیا تمہیں مل جائے تو ایک بار میرے ساتھ کور ضرور چلنا۔ میں اپنی دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے وہاں وہاں کی ہوں جن کے وجود سے میری تخلیق ہوئی۔“

”ہیا مل جائے۔ تو ہم ضرور چلیں گے۔“

”فرشتوں کے پر“ دو ایسی چٹائیں تھیں جو بلندی پر پھیلی نظر آتی تھیں ہواؤں کی قدرتی تراش نے انہیں یہ روپ بخشا تھا۔ وہ متوازن اور بالکل یکساں تھیں اور ان کے دامن میں ایک چٹائی پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ ان چٹانوں کو یہاں مقدس اور متحرک سمجھا جاتا تھا جن سیاہ فاموں نے یہاں اپنی سٹ، یا مسیجی مذہب قبول نہیں کئے تھے دور ابھی تک دیوی اور

اور ایسی قیام گاہیں بھی جو اصل میں مقامی لوگوں کے مکانات تھے جنہیں انہوں نے گیسٹ ہاؤسوں میں تبدیل کر دیا تھا مقامی لوگ انہیں بوٹو کہتے تھے لیکن ان میں جدید سہولتوں کا فقدان تھا۔ ایڈونچر پسند اور وہ لوگ جنہیں افریقی روایات اور یہاں کے لوگوں کا رہن سہن دیکھنے سے دلچسپی تھی۔ ان بوٹو میں قیام کرتے تھے۔ ذرا نفاس پسند لوگ ہوٹلوں کے قیام کو ہی بہتر سمجھتے تھے۔ پیری لٹن نے جہاز کی ذمہ داری کچھ دیر کے لئے ترک کر کے اپنے ایک مقامی دوست لانگ گون کو تلاش کیا تھا اور اسے اپنا لویسا سے متعارف کراتے ہوئے

”لانگ گون آپ کے لئے ہر وہ سہولت مہیا کرے گا جس کی آپ خواہش مند ہو رہے گی۔ یہ آپ کے لئے میرا نعم البدل ثابت ہو گا۔ لٹن کے جانے کے بعد لانگ گون نے مشورہ دیا۔“

”آپ میرے بوٹو میں قیام کریں جو عام لوگوں کو بھی نہیں دیا جاتا۔ وہ ”موچی“ کے سب سے خوبصورت علاقے ”فرشتوں کے پر“ کے پاس ہے یوں سمجھیں افریقہ کے دروازے پر... اور یقیناً آپ کو وہاں وہ سہولتیں ملیں گی جو اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں مل سکتی ہیں اور یہ بوٹو خوب تھا۔ اس میں گیارہ درخت تھے جو کسی لان میں نہیں بلکہ بوٹو کے اندر تھے۔ گھنے اور پتوں سے ڈھکے ہوئے قدیم درخت جن کے تنے ستونوں کی مانند تھے اور زندہ درختوں پر جو گل کاری کی گئی تھی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ اوپری حصے لکڑی کا چھتوں پر سلیہ کئے ہوئے تھے۔ کمال کی کاریگری دکھائی گئی تھی۔ بہت سے رہائشی کمرے، باہر کا نظارہ کرنے کے لئے گیلریاں جہاں کھڑے ہو کر اطراف میں پھیلے ہوئے دوسرے بوٹوز آ دیکھا جاسکتا تھا۔

”میں نے استو محترم کو بھی اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے کہا کہ تم ان کی قربت کو پسند نہ کرو گے۔“ ایسا نہ کہا۔

”ہاں... پردیسی حق کو دیکھ کر مجھے ہیا سے دوری کا احساس ستانے لگتا ہے۔ اس کا دو چلے جانا بہتر ہی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ ایسا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر مسک کر بولی۔ ”اب ہمیں کچھ انتظامات کرنے ہوں گے۔ میں تم سے اجازت چاہتی ہوں۔“

”میری وجہ سے تمہیں بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے ایسا... پتہ نہیں دوسرے لوگوں کو کہ مخلص ساتھ ملتا ہے یا نہیں۔ میرے لئے علی تبارک نے بھی بہت کچھ کیا اور اب تم ایسا۔“

”مجھے دوسرے لوگوں سے منسلک نہ کرو ماہر... میں اپنی زندگی کے سب سے حسین تجربات سے گزر رہی ہوں اور ناخوش نہیں ہوں، تو مجھے اجازت۔“ ایسا کے جانے کے بعد دُوم نے کہا۔

”انسان بہت پراسرار مخلوق ہے آقا۔ اس عورت نے ممکن ہے کسی دور میں کسی

”وہ کھلی جگہ کیسی ہے۔“ میٹی نے ایک طرف اشارہ کیا۔  
”اس سے بہتر ایک جگہ اور ہے۔“

”کہاں؟“

”اس سرخ بوٹو کے پیچھے۔ اس رش سے دور۔“

”او کے۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔!“

”میٹی۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔“ میٹی کی ساتھی لڑکیوں نے بھنبی بھنبی آوازوں میں اسے روکنے کی کوشش کی لیکن میٹی نے ان کی آوازوں کو نظر انداز کر دیا۔

میرے قدم بھی ان کے ساتھ اٹھ گئے۔ کسی نے ہم پر توجہ نہیں دی ڈوم بھی ساتھ تھا اور اس واقعے میں دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ لوگ سرخ بوٹو کے عقب میں پہنچ گئے۔ لوگ یہاں بھی تھے لیکن تعداد زیادہ نہیں تھی۔ لڑکیاں ہمیں نوجوانوں کا ساتھی سمجھ رہی تھیں اور نوجوان ہماری طرف توجہ نہیں دے رہے تھے۔ وہ کھلی جگہ کھڑے ہوئے تو چوڑے شانوں والے نے کہا۔

”بات کچھ شرائط کی تھی۔“

”شرائط بتاؤ۔۔۔۔۔!“

”آپ کو چھری دے دی جائے تو آپ مجھے مار دیں گی۔“

”تمہیں مارنے کے لئے چھری کی ضرورت بھی نہ ہو گی۔“

”اور آپ مجھ سے پٹ گئیں تو۔۔۔۔۔!“

”تم بتاؤ۔۔۔۔۔“

”بارہ گھنٹے ہمارے ساتھ گزاریں گی۔“

”منظور ہے۔“

”ہمیں بھی تو اجازت ملنی چاہئے۔ مسٹر نمپلر کیا ہم ان دوسری لڑکیوں کو پیش۔“  
نوجوان کے اوباش ساتھیوں میں سے ایک نے مسخرے سے کہا اور دوسری لڑکیاں خوفزدہ ہو گئیں۔ میٹی نے نمپلر کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو وہ جھکا کر دے کر پیچھے ہٹ گیا۔

”او۔۔۔۔۔ تم شاید میرے ساتھ ڈنر کے لئے بے چین ہو۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا اور آستین چڑھا کر کھلی جگہ آگیا۔ میٹی بھی آگے بڑھ آئی ڈوم نے مجھ سے سرگوشی کی۔

”لڑکی مارشل آرٹس جانتی ہے۔ تم دیکھو جس طرح اس کی مٹھیاں بند ہو رہی ہیں اور کھل رہی ہیں یہ میری بات کی نشاندہی ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نمپلر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مجھے مارو سوئی۔۔۔۔۔!“ جملہ ختم ہوا ہی تھا کہ لڑکی کی لات اس کے سینے پر پڑی اور

دیوتوں کے عقیدے پر کاربند تھے ان کی مذہبی رسومات یہیں ہوتی تھیں اور سیاحوں کو دلچسپ مناظر دیکھنے کو ملتے تھے۔ ڈوم کے ساتھ میں نے بھی یہاں شادی کا ایک منظر دیکھا جو بے حد عجیب تھا۔ بہت سے لوگ ایک دائرہ بنائے کھڑے تھے۔ درمیان میں ایک لمبا تڑنگا سیاہ خام ایک عورت کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھری تھی جس سے وہ عورت کے جسم پر ضربیں لگا رہا تھا۔ عورت خاموش تھی حالانکہ ضربیں بھرپور تھیں۔ ہم حیرت اور خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میرے عقب سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

”آہ کاش! ان میں سے ایک ضرب بھی میرے بدن پر پڑے تو میں اس شخص کو فٹا کر دوں۔ اس کا چہرہ لو تھڑے میں تبدیل کر دوں۔“

”ارے واہ! یہ ان کی رسومات ہیں۔ وہ ان ضربوں پر خاموش رہ کر اپنی وفا شکاری کا ثبوت دے رہی ہے۔ اگر شوہر کی مار پر اس کے حلق سے چیخ نکل جائے تو اس کی وفا منکوک ہو جائے۔“ یہ آواز دوسری لڑکی کی تھی۔

”یہ ذلیل مرد۔۔۔۔۔ کس طرح دنیا بھر میں طرح طرح سے عورت کو رسوا کرتے ہیں۔ قاتل نفرت وجود۔۔۔۔۔ اور عورت۔۔۔۔۔ صرف اپنی فطرت سے مظلوم۔۔۔۔۔ درندہ۔۔۔۔۔ وہ ہمت کرے تو یہ چھری اس کے ہاتھ میں ہو اور وہ کتا زمین پر لوٹا نظر آئے۔“ پہلی لڑکی نے کہا۔  
میری توجہ خواہ مخواہ اس کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ دراز قامت اور خوبصورت خند و خال کی لڑکی تھی بدن کسی ریسلر کی مانند تھا اور بلند قامتی کی وجہ سے اس کی ساتھی تین لڑکیاں بہت چھوٹی نظر آ رہی تھیں۔ قریب کھڑے دوسرے لوگ بھی ان کے الفاظ سن رہے تھے۔

”چھری مرد کے ہاتھ میں ہی اچھی لگتی ہے۔ اگر اسے عورت کے ہاتھ میں دے بھی دیا جائے تو وہ مرد پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتی۔“ ایک چوڑے شانوں والے اوباش سی شکل کے جوان نے لڑکی کو شوخی سے گھورتے ہوئے کہا۔  
”تجربہ کرو گے؟“ لڑکی کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

”کچھ شرائط کے ساتھ۔“ نوجوان بولا۔

”آؤ۔۔۔۔۔ اس مجمع سے ہٹ آؤ۔۔۔۔۔“ لڑکی نے اسے چیلنج کیا اور پیچھے ہٹ گئی۔ دوسری تین لڑکیاں خوفزدہ ہو گئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے پریشان لہجے میں کہا۔

”او میٹی۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔ کیا بے وقوفی ہے۔“

”سٹ اپ۔۔۔۔۔“ لڑکی غرائی اور پیچھے ہٹ گئی۔ وہ نوجوان بھی سر پھرا لگتا تھا۔ اس کے ساتھ بھی کئی دوسرے لوگ تھے جو مختلف شکلوں کے مالک تھے لیکن سب کے چروں پر بد معاشی جھلک رہی تھی۔ وہ اپنے دوستوں کیساتھ طویل القامت لڑکی کے پاس آگیا۔



ممبر ظاہر کر کے ہمارے لئے لائسنس مہیا کئے ہیں۔“  
”شکریہ مسٹر ہاروے۔“ میں نے کہا۔

”بہترین سائنسی زندگی کے لئے نعت ہوتے ہیں۔ پھر یہ صاحب تو شاید افریقی ہیں۔  
بہترین جسم کے مالک....!“ بل ہاروے نے تعریفی نظروں سے ڈوم کو دیکھ کر کہا۔  
”ہاں یہ ڈوم ہے۔ میرا دوست۔“

”آپ دلکش شخصیت کے مالک ہیں مسٹر طباطبائی! ہمیں کل دوپہر کے بعد میوزیم آف  
ارتھ میں داخل ہونا ہو گا۔ یہ نام میں نے اس زمین کو دیا ہے جو ابھی تک اس جدید دنیا کے  
لئے حیرت کدہ بنی ہوئی ہے۔“

”اچھا نام ہے۔“ ایٹا نے کہا۔

”میری ملاقات سب سے ہو گئی ہے۔ کل دو بجے ہم یکجا ہو جائیں گے۔ کیا میں آپ  
سے اجازت طلب کر سکتا ہوں۔“ بل ہاروے نے کھڑے ہو کر کہا۔

”او کے مسٹر ہاروے۔“ ایٹا نے کہا۔ اس کے جانے کے بعد وہ معذرتی انداز میں بولی۔  
”سوری ماہر۔ میں نے بل ہاروے کے معاملے میں تم سے اجازت نہیں لی لیکن ہمیں بڑی  
مشکل پیش آ جاتی اس نے مجھے مخلصانہ پیشکش کی جسے میں نے قبول کر لیا۔ اصل میں  
دوسرے کلائنٹ کا بھی معاملہ تھا۔“

”یہ تمہارا معاملہ ہے لویس۔“ میں نے جواب دیا۔

”وہ ایک تجربے کا کام ہے جو ہے اور دوبار افریقہ کے اندرونی علاقے میں داخل ہو چکا  
ہے۔ جہاں تک وہ ہماری رہنمائی کر سکے گا ہم اس کے ساتھ رہیں گے پھر ہمارے راستے  
الگ ہو جائیں گے۔ اس کے پاس اپنی دو گاڑیاں ہیں۔“

”یہ تمہارا معاملہ ہے لویس۔“ میں نے اسی انداز میں کہا۔

رات گزر گئی۔ دوسرے دن لویس اندرون شہر خریداری میں مصروف رہی۔ اس کے  
ساتھی ہمراہ تھے۔ بوسو میں ڈوم میرے ساتھ تھا۔ لُچ کے وقت لویس حاصل کی ہوئی فور  
وہیل ڈرائیو میں واپس آ گئی۔ جسے لاتعداد ضروری اشیاء سے ڈھک لیا گیا تھا اور اس کی  
چھت بہت اونچی ہو گئی تھی۔ لُچ کے بعد تمام لوگ تیار ہو گئے بل ہاروے کی آمد کی اطلاع  
لویس کے ساتھ برج پر نے دی تھی۔ لاگت گون ہمیں الوداع کہنے کے لئے موجود تھا۔

”ہم سب باہر نکل آئے۔ بل ہاروے ہمارے استقبال کے لئے کچھ لوگوں کے ساتھ  
کھڑا تھا۔ اچانک ایک غراہٹ سنائی دی۔“ ”تم....“ اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھ پر چھلانگ  
لگا دی۔

تمپلر کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ اس نے ہاتھوں کو بیلنس کر کے خود کو کرنے سے بچا  
لیکن لڑکی نے ہوا میں اچھل کر اپنے بدن کو دو چکر دیئے اور اس بار اس کی لات تمپلر کا  
پیشانی پر پڑی۔ تمپلر جت گرا اور لڑکی الٹی قلابازی کھا کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔  
”وہ فرسٹ ڈان ہے۔“ ڈوم پھر بولا۔

تمپلر اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن وہ چکرا رہا تھا۔ لڑکی پیٹریے بدل رہی تھی لیکن اچانک اس  
کے ساتھ دھوکہ ہو گیا۔ اس کی نظریں تمپلر پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ عقب سے بے خبر  
گئی تھی۔ تمپلر کے ساتھیوں نے عقب سے اسے پکڑ لیا اور چاروں اس سے لپٹ گئے  
لڑکی بے خبری میں ان کے قابو میں آ گئی لیکن لڑکی کی ساتھی لڑکیاں بھی دہشت بھری آوا  
میں چیخنے لگیں جس کے نتیجے میں تمپلر کے ساتھیوں نے میٹی کے سر پر کوئی ضرب لگا کر  
اسے سامنے دھکا دے دیا اور وہ اوندرے منہ گر پڑی اتنی دیر میں وہ تمپلر کو سہارا دے کر  
وہاں سے بھاگنے لگے تو ڈوم نے میری طرف دیکھا۔ پھر سرسراہٹ آواز میں بولا۔ ”وہ بھاگ  
رہے ہیں آقا....!“

”آؤ....!“ میں نے بیزارگی سے کہا اور دوسری طرف گھوم گیا۔ ڈوم بھی میرے پیچ  
چل پڑا۔ قرب و جوار میں موجود لوگ لڑکیوں کے قریب جمع ہو رہے تھے۔ ہم وہاں سے وہ  
نکل آئے۔

”تم انہیں سزا دینا چاہتے تھے؟“ دور آکر میں نے ڈوم سے پوچھا۔

”ہو ہو ہو.... نہیں آقا۔ وہ فرسٹ ڈان تھی۔ اگر وہ چاروں دھوکے سے اسے  
پکڑتے یا کم از کم اس کے سر پر ضرب نہ لگاتے تو وہ ان چاروں پر حاوی ہو جاتی۔ مگر  
گدھا.... اس نے تو ہاتھ بھی نہیں چلایا۔“

”فضول....“ میں نے بیزارگی سے کہا۔

بوسو میں ایٹا لویس ایک اجنبی شخص کے ساتھ موجود تھی جو خوش پوش اور خوش  
عمر رسیدہ آدمی تھا۔ ایٹا نے خوش دلی سے کہا۔ ”اوہو مسٹر ہاروے.... مسٹر طباطبائی آ گئے  
معر شخص نے تحسین آمیز نظروں سے مجھے اور ڈوم کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس  
خوشدلی سے ہم دونوں سے ہاتھ ملایا۔ ایٹا نے کہا۔

”مسٹر طباطبائی۔ یہ مسٹر بل ہاروے ہیں۔ ایک تجربے کا کام ہے۔ ایک خوش اخلاق  
انسان۔ انہوں نے آج میرے کام میں میری بہت مدد کی ہے جس کے لئے میں ان کا  
شکر گزار ہوں۔ ورنہ شاید مجھے کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اصل میں موزمبیق میں یا  
شاید افریقہ کے ہر ملک میں اندرونی افریقہ جانے کے لئے کچھ قوانین رائج ہیں اور ہمیں ان  
ہی ملک میں ان کے سفارت خانے سے مسم جوئی کا لائسنس حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس  
تحت تمام انتظامات ہوتے ہیں لیکن مجھے علم نہیں تھا۔ مسٹر بل ہاروے نے ہمیں اپنا گروہ

پلٹ گئی۔

عجیب ماحول پیدا ہو گیا، سب ایک دم چپ ہو گئے تھے، پھر ایسا لوہیسا نے کہا۔ ”یہ کون تھی مسٹر بل؟“

”آئی ایم سوری میڈم لوہیسا، یہ میری بیٹی ہے، لیکن میں نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا؟“

”میں بتاتی ہوں انکل۔۔۔۔۔۔ کل میٹی جن لوگوں کے ہاتھوں زخمی ہوئی تھی وہ ان دونوں کے ساتھ تھے۔“ ہاروے کے گردہ کی ایک لڑکی نے میری اور ڈوم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ دونوں۔۔۔۔۔۔“ ہاروے تعجب سے بولا۔

”میٹی ان کی تلاش میں تھی۔“

”کیا بکواس کر رہی ہے یہ۔۔۔۔۔۔؟“ ایسا کا چہرہ بگڑ گیا۔

”اوہ میڈم۔۔۔۔۔۔ کل کچھ لفٹوں نے میٹی سے بدتمیزی کی تھی۔ میٹی نے انہیں سزا دینا چاہی تو انہوں نے دھوکے سے اسے پیچھے سے زخمی کر دیا اور بھاگ گئے۔ میٹی نے قسم کھائی ہے کہ اگر وہ دوبارہ نظر آئے تو وہ ان سے بدلہ لے گی اور اب ان کا کہنا ہے کہ یہ دونوں۔۔۔۔۔۔“

”ایک مشورہ دوں مسٹر بل۔۔۔۔۔۔ بہتر ہو گا کہ افریقہ کے اندرونی علاقوں کا رخ کرنے کے بجائے آپ اسے واپس لے جائیں اور کسی پاگل خانے میں داخل کرا دیں۔ یہ بہتر مشورہ ہے۔“

”میں دوسری لڑکیوں سے بھی تصدیق کر لوں اور اگر۔۔۔۔۔۔“ بل ہاروے نے گھورتے ہوئے کہا۔

”اس کے بعد اگر آپ نے ایک لفظ بھی کہا مسٹر ہاروے تو بڑی خراب صوت حال ہو جائے گی۔ آپ نے جو تعاون کیا ہے اس کے لئے شکریہ۔۔۔۔۔۔ اگر آپ واپسی کے لئے تیار نہ ہوں تو بہتر ہے فوراً یہاں سے چل پڑیں۔ ہم مزید کچھ گفتگوں بعد سفر شروع کریں گے اور اگر۔۔۔۔۔۔ آپ رکنا چاہیں تو ہم چل پڑتے ہیں فیصلہ جلدی کریں۔“

”آپ جارحیت کر رہی ہیں میڈم۔“ ہاروے نے کہا۔

”پلیز مسٹر ہاروے۔۔۔۔۔۔ فیصلہ کریں۔۔۔۔۔۔“ لوہیسا کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

”ٹھیک ہے، آپ جاییے، لیکن ایک بات سنی جائیں۔ ہمارا سفر ایک ہی راستے پر ہے۔ یہ کچھ گھنٹے سٹ بھی سکتے ہیں اور ہم دوبارہ بھی مل سکتے ہیں۔“

”اگر ایسا کوئی موقع آئے مسٹر بل ہاروے تو آپ کے تعاون کے صلے میں یہی مشورہ ہے آپ کو کہ راستہ بدل دیں اور ہم تک آنے کی کوشش نہ کریں۔“ لوہیسا نے کہا اور پھر اپنی

میں تو یہ بھی نہیں سمجھ پایا تھا کہ تم کہہ کر مجھے مخاطب کیا گیا ہے۔ میں اس وقت چونکا تھا جب وہ میرے بجائے ڈوم سے ٹکرائی تھی اور پھر کی کسی چٹان سے ٹکرانے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہی ہوا تھا۔ ڈوم تو صرف لڑکھایا تھا لیکن وہ نیچے گر پڑی تھی۔ البتہ اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی اور حلق سے مضحکہ خیز آوازیں نکال کر ڈوم پر پل پڑی، آس پاس کھڑے لوگ گھبرا کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ڈوم بوکھلائے ہوئے انداز میں پیٹترے بدل بدل کر اس کے وار خالی دینے لگا۔ لڑکی حلق سے دھیمانہ آوازیں نکال رہی تھی اور بے حد پھرتی سے وار پر وار کئے جا رہی تھی۔ مصیبت کا شکار ڈوم ہی ہوا تھا اور اس بے چارے کو بندروں کی طرح اچھلتا پڑ رہا تھا۔ باقی لوگوں کی طرح میں بھی دم بخود تھا کیونکہ یہ کھیل میری سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ البتہ لڑکی کو میں نے پہچان لیا تھا یہ وہی لڑکی تھی جس نے اس وقت ان لوگوں سے جھگڑا کیا تھا جب ہم مقامی باشندوں کی شادی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اس وقت اس کے سر میں سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔

اچانک میں نے ڈوم کے چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے دیکھے۔ اس نے کئی قدم پیچھے ہٹ کر اپنے ہاتھوں کو دائرے کی شکل میں جنبش دی تھی۔ پھر سر دلچے میں بولا۔

”اسے روکو۔۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔“

”میٹی۔۔۔۔۔۔ میٹی۔۔۔۔۔۔ کیا تو پاگل ہو گئی ہے۔“ بل ہاروے کو ہوش آ گیا اور وہ لڑکی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

”ہاں۔۔۔۔۔۔ میں پاگل ہو گئی ہوں، سامنے سے ہٹ جاؤ۔“ وہ غرائی۔

”ارے دیکھو اسے، یہ واقعی دیوانی ہو گئی ہے۔“ بل ہاروے نے دہائی دینے والے انداز میں کہا اور اس کے ساتھی بھی میٹی کے سامنے آ گئے۔

”ڈیڈی۔۔۔۔۔۔ میں ان سب کو زخمی کر دوں گی، ورنہ ان سے کہو کہ سامنے سے ہٹ جائیں۔“ لڑکی نے کہا۔

”لیکن کیوں۔۔۔۔۔۔ آخر کیوں؟“ ہاروے بے چینی سے بولا۔

”یہ بعد میں بتاؤں گی، ہو سامنے سے۔۔۔۔۔۔“ لڑکی نے ہاروے کو ہٹانے کی کوشش کی تو ہاروے نے ایک زنانے دار تھپڑ اس کے گلے پر رسید کر دیا۔

میٹی نے خونی نظروں سے ہاروے کو دیکھا۔ پھر اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ لیا پھر وہ واپس

غلامی نہ حاصل کرتا تو نہ جانے یہ عمل کس طرح مکمل ہوتا۔ ”ڈوم نے کہا۔  
میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ڈوم کے ساتھ خیموں سے دور نکل آیا تھا، پھر ایک جگہ بیٹھ کر میں نے کہا۔ ”ڈوم مجھے اپنے دیس کی کہانیاں سننا۔“

”جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں آقا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا، کور کی مملکت میں بیسیا کی حکومت تھی اور وہ شعلوں کی ملکہ تھی۔ میرے ماں باپ تھے۔ دوسرے بہت سے لوگ ہوتے تھے بہت بڑا معبد تھا ہم سب عبادت کرتے تھے اور جب پورا چاند ہوتا تو برکتوں کی دیوی درشن دیتی تھی۔“

”پورا چاند۔“ میرا دل زور سے دھڑکا اور میری نظر آسمان کی طرف اٹھ گئی ستارے پادلوں کی کمرے آزادی حاصل کر رہے تھے اور نمودار ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے سرور لہجے میں کہا۔ ”یوں لگتا ہے ڈوم چاند نکل آئے گا۔“

”ہاں بالکل چھٹ رہے ہیں آقا۔“

”میرا خیال ہے ڈوم، یہاں ماحول خاموش ہے اور مجھے چاند کا علم حاصل کرنے میں دقت نہیں ہوگی۔“

”ضرور کوشش کرو آقا۔“

”یہ ٹھیک ہے، آج کی رات اس کے لئے موزوں ہے۔ اب یوں کرتا تو واپس چلا جا اور کسی کو میرے بارے میں نہ بتانا کہ میں کہاں ہوں، آقا۔۔۔۔ میں ہیا سے بت کرنا چاہتا ہوں۔“

”جو حکم۔۔۔ ڈوم نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ میں نے خیموں کی طرف سے رخ بدل لیا کہ اوسرے آنے والی روشنیاں میرے خیالات منتشر نہ کر دیں۔ پھر میں نے اپنے وجود کو دماغ میں سمیٹنا شروع کر دیا اور جب ایسا محسوس کیا کہ کائنات خالی ہو گئی ہے میرا جسم زمین پر نہیں ہے تو میں نے کائنات کی وسعتوں میں ہیا کو تلاش کیا۔ اسے آواز دی۔۔۔۔ لیکن ہواؤں کی سنسنیوں کے سوا کچھ نہ سنائی دیا۔ میں بے چین ہو کر اسے پکارتا رہا، لیکن بہت دیر کی کوشش بھی بار آور نہیں ہوئی، مجھے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ شاید ہیا گہری نیند سو رہا ہے۔ میری کوششیں اسے جگانے میں ناکام رہی ہیں۔ میرا دل اداس ہو گیا۔ کاش میں اس سے بت کر سکتا، پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ چاند آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ میں نے اس پر نگاہیں جمادیں اور پلکیں جھپکاتا بھول گیا، کتنا وقت گزر گیا مجھے اندازہ نہیں تھا لیکن چاند آہستہ آہستہ پھیلتا جا رہا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ زمین پر اتر آیا ہو۔ ہر طرف گہرے سائے بکھرے ہوئے ہوں اور میرے چاروں طرف ناپیدہ پھول کھلے ہوں۔ ان پھولوں کی تیز خوشبو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ منتشر ہو رہی تھی اور کچھ دھندلے نقوش ابھرتے آ رہے تھے۔ یہ عجیب سے کھنڈرات تھے بوسیدہ ٹوٹے پھوٹے مکانات۔ ان کے

گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے ان فضول باتوں کی طرف سے اپنا ذہن ہٹا لیا تھا، مجھے تو بس یہ لگن تھی کہ سفر کا آغاز ہو جائے۔ لویسا کے اشارے پر ایک ساتھی نے ایشیئرنگ سنبھل لیا اور ہم چل پڑے۔ کچھ دیر آبیوں کے نشن رہے، پھر ماحول سنسن ہوتا چلا گیا کافی سفر طے ہونے کے بعد لویسا نے کہا۔

”بل ہاروے کا قصہ سمجھ میں نہیں آیا۔“

”میری سمجھ میں آ گیا ہے۔۔۔۔ میں نے کہا۔“

”ادہو۔۔۔۔ بتانا پسند کرو گے؟“ وہ بولی اور میں نے نمپلر کی کہانی سنا دی۔

”مگر ڈوم اور تم اس میں کہاں سے شامل ہو گئے۔“

”اتفاق سے ہم بھی بلکہ ہم ہی اس وقت تماشبین تھے وہ ضرور ہمیں ان لوگوں کا ساتھی سمجھی ہو گی۔“

”بے چارہ بل ہاروے، اچانک ہی یہ سب کچھ ہو گیا ورنہ وہ ایک اچھا ہم سفر ثابت ہوتا۔“

”تم نے فیصلہ کر لیا لویسا، ورنہ کوئی حرج بھی نہیں تھا، لڑکی خود بخود ہوش میں آ جاتی۔“ میں نے کہا۔ لویسا خاموش ہو گئی تھی۔

چھ گھنٹے مسلسل سفر کے بعد ایک کھلے میدان میں قیام کیا گیا۔ رات کی تاریکیوں نے پورے ماحول کو نگل لیا تھا۔ اتنی گہری، اتنی سیاہ رات شاید ہی کہیں اور ہوتی ہو۔ فوراً خیمے لگائے گئے اور جنگل میں منگل کا سماں ہو گیا۔ ایسا لویسا کی دیوانگی پر مجھے حیرت ہوتی تھی۔ تن من سے میرا ساتھ دے رہی تھی جبکہ اسے میرے التفات کی توقع بھی نہیں تھی۔ برہم حال میں نے دل سے اس کا احسان قبول کیا تھا۔

کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ ڈوم معمول کے مطابق میرے ساتھ تھا۔ ”تجھے اپنے دیس کے خواب آ رہے ہوں گے۔“ میں نے کہا۔

”یہ خواب تو اب حقیقت کی شکل اختیار کر چکے ہیں عظیم آقا۔“ ڈوم نے کہا۔

”میں یا تو دنیا سے ناواقف ہوں ڈوم۔۔۔۔ یا پھر تم سب پاگل ہو۔ وہ عورت، تم۔۔۔۔ اور دوسرے۔۔۔۔“

”تمہاری بات سمجھ رہا ہوں آقا۔۔۔۔ لیکن یہ دیوانگی فطرت کا حصہ ہے آخر واقعات عمل ہی سے تشکیل پاتے ہیں اور عمل کسی نہ کسی شکل میں ہوتا ہے۔“

”میں تو سمجھتا ہوں کہ قافلے میرے ساتھ چل رہے ہیں۔ عدلان پشاپر لازم تھا کہ مجھے جنگلوں سے اٹھا لاتا۔۔۔۔ میری پرورش کرتا پھر عالی تبارک کا ملنا بھی ضروری تھا کہ اسے ایک عمل کے ذریعے مجھے اس مقام تک لے جاتا تھا جہاں سے مجھے یہ پتہ ملتا۔۔۔۔ پھر لویسا۔۔۔۔“

”سب وقت کے فیصلے ہیں، مجھے دیکھو، مجھے بھی تو اپنے محور کی طرف لوٹنا تھا تمہاری

”تو مجھے ختم کر دیتا۔“

”تمہیں اتنے حصوں میں تقسیم کر دیتا کہ تمہارے جڑ کر ٹھیک ہونے کا خطرہ ختم ہو جائے۔“

”ڈوم.... کتے.... تو نے ساہما سال میرا نمک کھلیا ہے، میرے پاؤں چلنے ہیں۔“  
لوئیس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”دوسری بات بالکل جھوٹ ہے، میں نے یہ غلط کام کبھی نہیں کیا۔ باقی رہی نمک کی بات تو میں تمہارے اس ساہما سال کے نمک کے بدلے تمہیں نمک کا پورا پہاڑ واپس کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم اسے لے کر واپس چلے جانے کا وعدہ کرو۔“ ڈوم نے منہ بنا کر کہا۔  
”آہ، آہ کیا ہو گیا ہے مجھے، میں تمہیں فنا کیوں نہیں کر دیتی ڈوم.... تو بے حد خوش قسمت ہے، تیری زندگی کی دو وجوہات ہیں ڈوم.... صرف دو وجوہات پر تو زندہ ہے۔“

”ذرا ان کی تفصیل بتا دو....“ ڈوم بولا۔

”پہلی تو یہ کہ تو عورت نہیں ہی، دوسری یہ کہ ماہر کا غلام ہے، میرے محبوب کو چاہتا ہے، جو اسے چاہتا ہے میں اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی، ورنہ.... ورنہ....“  
”تو خود دیکھ رہی ہو وہ عالم استغراق میں ہے، اس نے مجھے منح کیا تھا کہ....“  
”تو اندھا تھا کیا؟“ تو نے دیکھا نہیں تھا کہ....“

”میں نے دیکھا تھا اور میں تیار تھا کہ اگر وہ آقا کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے تو.... میں انہیں سنبھال لوں گا۔“

”اتنی دور سے.... اور وہ بھی دو دو درندوں کو....“

”یہ تم کہہ رہی ہو۔“ ڈوم نے کہا۔

میرے حواس پوری طرح جاگ چکے تھے اور اب میں دونوں کی بکواس سمجھ رہا تھا چنانچہ میں جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا تم دونوں پاگل ہو گئے ہو....؟“ میں نے چیخ کر کہا۔

”آہ.... آہ.... قصور مس لوئیس کا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ آقا کا حکم ہے کہ انہیں ڈسٹرب نہیں کیا جائے۔ خاموشی قائم رہنے دی جائے کوئی مداخلت نہ کی جائے، مگر انہوں نے ان پر گولی چلا دی۔“ ڈوم نے فریادی لہجے میں کہا۔

”تم نے نادان کی دوستی اپنائی ہے ماہر۔ خدا کیلئے اس بے وقوف اور غدار افریقی کو اپنے پاس سے فوراً ہٹا کر اس سے نجات حاصل کرو۔ کل اگر کوئی جنگلی بھینسا اسے اپنے سینگوں پر اٹھا کر بیچ دے گا تو یہ اس کی غلامی قبول کر لے گا۔ اس کی قربت ناپائیدار ہے۔ اس کا ثبوت میں ہوں، آہ.... وہ تو میں نے بروقت تمہیں دیکھ لیا ورنہ.... خدا کی قسم میں نے اتنے بڑے چیتے کبھی نہیں دیکھے۔ وہ تمہارے اس قدر قریب تھے کہ بس ایک لمحے میں تم پر حملہ

درمیان بنے راستے پھر کچھ انسانی سائے، پھر جلتے گلوں کی آواز جیسی نہی۔ کل نقاب میں چھپا ہوا چہرہ اور روشن سی آنکھیں۔ مقناطیسی کشش رکھنے والی۔ جس کے اطراف میں ستارے رقص تھے اس نے اپنے سفید دودھ جیسی رنگت کے ہاتھ پھیلانے اور مجھے قریب آنے کی دعوت دی، لیکن میرا دل اس کی جانب راغب نہیں ہوا۔ میرے وجود میں ایک حسرت بسی ہوئی تھی۔ میں تو تصور کی آنکھ سے اس ننھے سے وجود کو دیکھنا چاہتا تھا۔ آہ ان جاگتی آنکھوں کے خواب اپنی منزل کیوں نہیں پاتے۔ وہ حسن، وہ پزکش چہرہ۔ وہ دلکش نہی ایک مقام رکھتی ہے وہ دل کے کنارے چھو کر گزرتی ہے لیکن چاہ کی پیاس سینے کی تشنگی کچھ اور ہی ہے۔ میری طلب جب تک پوری نہ ہوگی کچھ اچھا نہیں لگے گا۔

دفعتہ ایک دھماکا ہوا اور دماغ ہل کر رہ گیا۔ یوں لگا جیسے چاند کا گولا پھٹ گیا ہو۔ چاندنی کی دھول اڑ رہی ہو میں نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سخت اذیت ہو رہی تھی دل چاہ رہا تھا زور زور سے چیخوں.... کراہوں.... کچھ آوازیں ابھر رہی تھیں کچھ قدم زمین پر دھک رہے تھے، پھر دوسرا دھماکا ہوا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ماحول اب پر سکون نہیں تھا کوئی میری طرف دوڑ رہا تھا، میں نے کوئی کوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ سب سے آگے لوئیس تھی۔ اس کے ہاتھ میں رائفل دبی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ڈوم تھا، پیچھے لوئیس کے ساتھی چلے آ رہے تھے۔ آنکھیں دیکھ رہی تھیں لیکن ذہن کوئی ترتیب نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ میرے پاس پہنچ گئے۔

”ماہر.... تم ٹھیک ہو ماہر....“ وہ تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔“ لوئیس میرے پاس بیٹھ گئی۔ وہ سخت مضطرب نظر آ رہی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے ٹھوننا شروع کر دے۔ کچھ بولنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اب دیکھ بھی رہا تھا، سن بھی رہا تھا۔

”وہ ٹھیک ہے، میں جانتا ہوں۔“ ڈوم نے سر دلبے میں کہا، لیکن لوئیس اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر مجھ سے میرے بارے میں سوال کئے جا رہی تھی۔ ڈوم نے پھر کہا۔  
”افسوس غلطی میری ہی ہے۔ اس وقت بھی میں نے آقا سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ وہ تمہیں تلاش کرتی ہوئی آ رہی ہے۔ یہ نہیں پوچھا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے کاش اس کے بعد میں پوچھ لیتا۔“

”تو کیا بکواس کر رہا ہے، میں نہیں جانتی۔“ لوئیس نے ڈوم کو گھورتے ہوئے کہا۔  
”اس وقت کے بارے میں کہہ رہا ہوں جب برف کے علاقے میں تمہاری منحوس صورت دوبارہ مجھے نظر آ گئی تھی اور میں نے آقا کو اس بارے میں اطلاع دی تھی۔ مگر افسوس ان سے ہدایت لیتا بھول گیا تھا.... ورنہ....“

”ورنہ کیا....؟“

”تمہاری زندگی کسی طور مناسب نہیں تھی۔“

”اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ ویسے لویسا ایک کمی میں بری طرح محسوس کر رہا ہوں۔“  
 ”کیا...؟“ اس کا موڈ بدل گیا تھا میری سمجھ میں اس کی وجہ نہیں آئی تھی۔  
 ”افریقہ کے ان چٹیل پہاڑوں، میدانوں اور جنگلوں میں بے پناہ وسعتیں نظر آ رہی ہیں کیا ہم ان میں اپنے مطلوبہ راستوں کا تعین کر سکتے ہیں؟“  
 ”کچھ کموں گی تو ناراض تو نہ ہو گے ماہر...“ لویسا لوجہدار لہجے میں بولی۔  
 ”نہیں۔“

”استاد محترم ہمارے راہبر ہو سکتے تھے لیکن جو گزر گیا وہ ٹھیک ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہماری منزل مل جائے۔ کوئی بہتی نظر آئے تو ڈوم کا سارا حاصل ہو سکتا ہے۔“  
 ”پروفیسر حق۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر بولا۔ ”بل ہاروے بھی کام آ سکتا تھا۔“

”مشکل تھا۔“ لویسا نے کہا پھر مسکرا پڑی۔  
 ”کیوں...؟“ میں نے اس کی مسکراہٹ کے بارے میں پوچھا۔  
 ”کچھ دن کے بعد وہ تمہارے لئے پاگل ہو جاتی اور... میری ذمے داریاں بڑھ جاتیں۔“  
 ”میری خواہش ہے کہ اب اور کوئی قتل نہ کروں۔“ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”ہمیں سمجھنا کہ تعین تو کرنا ہی ہو گا۔ دیکھو یہ نقشہ تمہاری سمجھ میں آتا ہے۔“ میں نے جب سے ایک کلغذ نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے کلغذ لے کر غور سے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔ ”بہت آسان ہے، کس نے بتایا ہے؟“

”میں نے...“  
 ”کسی کی مدد سے، کیا ہیا کے کہنے پر...؟“  
 ”نہیں...“

”پھر...“ وہ سوالیہ لہجے میں بولی اور میں نے اسے جہاز پر ملنے والے شخص کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔ وہ سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ ”اور اس نے تمہیں کیلی کریش کہہ کر پکارا...“

”دو بار...!“  
 ”مگر کیوں...؟“

”میں بالکل نہیں جانتا۔“

”اصل میں ڈیڑ ماہر... تم بہت سے لوگوں کے لئے پرکشش ہو اور ہم جانتے ہیں کہ شائق اچھی برقرار ہے۔ وہ لوگ پہلے بھی تمہیں دھوکہ دے چکے ہیں۔ کہیں وہ بھی اسی شائق کا نمائندہ نہ ہو اور اس نے تمہیں بھٹکانے کی کوشش نہ کی ہو۔ افسوس جہاز پر میں نے کسی سفید چھڑی والے اندھے کو نہیں دیکھا، تاہم دیکھتے ہیں اس رستے کو بھی ٹرائی کریں گے۔“

کر دیتے۔ میرے لئے نشانہ لینا کتنا مشکل تھا۔ میں جانتی ہوں اور یہ گدھا مجھے روک رہا تھا مگر پھر بھی... دیکھو... یہ خون کے وجہ دیکھو... آہ، ان میں سے ایک زخمی ضرور ہو ہے۔“

بعد میں ان دونوں کی بکواس کا جو نتیجہ نکلا تھا وہ یہ تھا کہ ڈوم میری ہدایت کی وجہ سے دور چلا گیا تھا، لیکن خیموں سے کچھ فاصلے پر کھڑا میری نگرانی کر رہا تھا کہ مجھے اس ضرورت نہ پیش آ جائے۔ پھر ان دونوں کے مشترکہ بیان کے مطابق سیاہ چیتوں کا ایک جو کسی چٹان کی آڑ سے نکل کر میرے بالکل قریب آ گیا اور اسی وقت لویسا نے اسے دیکھ لیا لویسا کا بیان تھا۔

”درحقیقت انہیں میں نے نہیں بلکہ پیٹر نے دیکھا جسے میں نے پہرے پر مقرر کیا تھا وہ دہشت زدہ ہو کر میرے پاس آیا اور اس نے مجھے جگا دیا۔ میں راتقل لے کر باہر نکلی اور پیٹر کے بیان کی تصدیق کر کے کسی بہتر جگہ سے پوزیشن لے کر ان پر فائر کرنے کے لئے تیار ہونے لگی لیکن اس بہتر جگہ مجھے یہ کالا کٹڑ بھاگا، یعنی ڈوم نظر آیا اور اس کے کہنے پر میں نے تمہیں ان چیتوں کے بالکل قریب دیکھا۔ یہ احمق مجھے گولی چلانے سے روک رہا تھا۔ حالانکہ تمہیں بچاتے ہوئے گولی چلانا بہت مشکل تھا، لیکن پھر بھی میں نے ہمت کر لی اور بھاگ گئے۔“

میں جھلائے ہوئے انداز میں اپنے خیمے میں آ کر لیٹ گیا۔ چاند کی معیت میں جو آ نظر آیا تھا وہ ابھی تک ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ میرا رابطہ اس سے نہیں ہوا تھا جس لئے میں چاند کا سارا لینا چاہتا تھا۔ نہ ہی اس نے میری پکار کا جواب دیا تھا، آخر کیوں... پہلے تو میری اس سے بات ہوئی تھی۔ کیا اس کی مشکل سخت ہو گئی... کیا وہ...

لیکن اس سے آگے سوچ کو بھی اجازت نہیں تھی، ایک یقین، ایک اعتماد دل کو نمایاں پہنچتا تھا وہ زندہ ہے تو میں بھی زندہ ہوں۔ میری زندگی ہی اس کی زندگی کا ثبوت ہے۔ وہ آدھے وجود کبھی زندہ نہیں رہتے۔ مجھے یہ اعتماد جس نے بھی دلایا تھا وہ میرا محسن، میرا رہا تھا۔

”میں ایک عام عورت رہ گئی ہوں ماہر... بالکل عام عورت مجھے اس کا احساس ہے۔ ورنہ وہ کالا کٹڑ بھاگا مجھ سے اتنی بدتمیزی کر کے زندہ نہ رہتا۔ وہ بہت طاقتور ہے، لیکن میں راتقل سے نکلنے والی گولیاں اس سے زیادہ طاقتور ہیں۔“ دن کی روشنی میں لویسا نے شکار انداز میں کہا۔

”تمہارے تمام نقوش میں ایک عورت آباد ہے لویسا۔ ایک حسین اور دلکش عورت جو دوسروں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے تم یہ جان لو...“  
 ”اے...“ لویسا کا چہرہ ایک دم بدل گیا۔

و خشاک علاقوں میں جانوروں کی زندگی۔ یہ دنیا کی سب سے انوکھی چیز ہے۔ وحشی درندے کیا کرتے ہیں۔ آہ! یہ سب کچھ کتنا حسین ہے۔“

”اب وہ شیر کسی ڈاکٹر کے پاس جائے گا اسے اپنی تکلیف بتا کر علاج کرائے گا۔“ جرنل نے کہا اور لویسا خوشگوار موڈ میں ہنس پڑی۔

”کیا عجب تھا کہ ان کا ایسا کوئی نظام بھی ہو۔۔۔۔۔ اوہو دیکھو وہ کیا ہے، وہ بائیں طرف۔۔۔۔۔“ لویسا نے کہا اور سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔

”مقامی لوگ ہیں۔۔۔۔۔“ ڈوم نے کہا۔

”ارے واقعی، واضح نہیں ہیں، لیکن محسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ اوہاہر کیا ہم ادھر چلیں۔“ لویسا نے بچوں کے سے انداز میں کہا اور میں مسکرا دیا۔

”اس سفر میں پارٹی لیڈر تم ہو لویسا، اپنی پسند کا ہر عمل کر۔۔۔۔۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا مجھے یہ سب خود بہت اچھا لگ رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ شینک یو ماہر۔۔۔۔۔ شینک یو۔۔۔۔۔ پتھر رخ بدل دو۔“ لویسا بولی اور پیٹرنے اس کی ہدایت کی تعمیل کی۔

لویسا نے کہا۔ ”بے شک ہمیں اپنی منزل کی تلاش ہے لیکن اگر یہ سب کچھ خوشگوار کیفیت کے تحت ہو تو زیادہ پر لطف رہے گا۔“

”تاہم میڈم۔۔۔۔۔ میری ایک رائے ہے، اگر اجازت ہو۔“ لویسا کے تیسرے ساتھی جونز نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ بولیں۔“

”صحرائے اعظم کوئی سفاری پارک نہیں ہے کہ ہم بے خطر اس میں سیر کریں۔ بھینسوں کے غول کا رخ اگر ہماری گاڑی کی طرف ہوتا تو خطرناک نتائج نکل سکتے تھے۔ یا شکست خوردہ شیر ادھر دوڑ پڑتا تو۔۔۔۔۔؟“

”تو کیا ہوتا جونز۔۔۔۔۔“ لویسا نے پوچھا۔

”نہیں میڈم۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔۔۔“ جونز اس سوال پر ایک دم خوف زدہ ہو گیا۔ لویسا کی فطرت جانتا تھا۔

”یہ شیروں کا غول ہے جونز۔۔۔۔۔ بزدل سیاحوں کا نہیں، یہاں ہر شخص ان درندوں پر بھاری ہے۔ ہماری رائیوں انہیں بھون کر رکھ دیتیں، اگر کوئی ایسا موقع آ جائے تو دیکھ لیتا۔“

”یقیناً میڈم۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں۔“ جونز نے جلدی سے کہا۔ لویسا نے ایک بیگ سے دو تین ٹکلیں لی اور اسے آنکھوں سے لگا کر دور کا منظر دیکھنے لگی۔ پھر ایک دم بولی۔

”واؤ۔۔۔۔۔ کوئی دس بارہ افریقی ہیں جن کے ہاتھوں میں بھالے ہیں اور۔۔۔۔۔ او گاؤ۔۔۔۔۔ انہوں

ضروریات کی تکمیل کے بعد آگے کا سفر شروع ہو گیا۔ ہم اس جگہ سے گزرے جہاں میں پچھلی رات موجود تھا اور جہاں ان کے کہنے کی مطابق چیتوں نے میری گھات لگائی تھی زخمی ہونے والے چیتے کا خون جم گیا تھا اور اس کے دھبے ہمیں دور تک نظر آتے رہے۔ پھر ایک چٹان کے عقب میں غائب ہو گئے تھے۔

”کیا ہمیں سیاہ چیتے کی کھال کی ضرورت ہے میڈم۔۔۔۔۔ آپ کا زخمی ضرور اس چٹان کے عقب میں ہو گا۔“ لویسا کے دوسرے ساتھی جرنل نے کہا۔

”اوہ نہیں، تم یہ بھول گئے کہ وہ دو تھے۔“ لویسا نے کہا۔

”او ملٹی گاؤ۔۔۔۔۔“ پیٹرنے جو ڈرائیونگ کر رہا تھا اور جیب کی رفتار تیز کر دی۔

سفر سارا دن جاری رہا۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو قاتل ذکر ہوتا۔ بس افریقہ، روایتی زندگی دیکھنے کو مل رہی تھی۔ سرسبز میدان جن میں چیتل اور ہرنوں کی ڈائریں کلیلی کرتی نظر آئیں۔ شام کے جھپٹے ہوئے ہی تھے کہ آگے سے چوڑے اور پیچھے سے پائے

جسموں والے بھینسوں کے ایک غول کو بدحواسی سے ایک جانب دوڑتے ہوئے دیکھا۔ چار

نے جیب روک لی۔ وہ ان کے قدموں سے پیدا ہونے والی گرج اور دھکم سے خوفزدہ ہو

تھا اور شاید اسے خدشہ ہوا تھا کہ کہیں جیب کو متحرک دیکھ کر وہ اس طرف متوجہ نہ

جائیں ویسے فاصلہ کافی تھا، لیکن اچانک ہی پیلے بدن اور کالی دھاریوں والا ایک قوی بیکل ٹ

ان کے عقب میں قلا نہیں بھرتا نظر آیا اور جیب میں موجود لوگوں کے سانس رک گئے۔ ک

ہی دور جا کر شیر نے ایک جست کی اور ایک بھینس کی پشت پر پہنچ گیا۔ بھینس نے خوف ا

ہو کر آگے کے دونوں پاؤں جھکا کر خود کو روکا تو شیر اس کے سر سے گزرتا ہوا سنگلاخ زمین

گرا اور اس نے تین فلاں بایاں کھائیں اور پھر سیدھا ہو گیا۔ اب وہ کسی قدر مضحل ہو

تھا۔ اس دوران بچ جانے والا بھینسا رخ بدل کر فرار ہو گیا تھا۔ شکست خوردہ شیر کسی قد

نکلواتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اسے کوئی شدید چوٹ آئی تھی۔

”کیا کمال کا منظر تھا، کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ روایتی داستانیں صرف

گزر کے فاصلے سے گزریں گی کیا حسین زندگی ہے۔“ ”لو بے وقوف پیٹرو۔۔۔۔۔ تم رک کیوں گے

اپنا سفر جاری رکھو۔“

پیٹرنے جیب آگے بڑھا دی اور بولا۔ ”سوری میڈم اس منظر نے آپ کو خوفزدہ نہ

کیا۔“

”خوفزدہ، ہر گز نہیں، بالکل نہیں بلکہ یہ بہت اچھا لگا ہے، شاید یہ مناظر میری فطرت

سے میل کھاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں افریقہ صرف ماہر طبالی کے

آئی ہوں، لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ تو آنے والی جگہ ہے۔ ہم نے شہروں کی زندگی

دیکھی ہے دنیا کی خوبصورت تعمیر، شہری روایات اور بہت کچھ، لیکن۔۔۔۔۔ یہ قدرتی مناظر

ان تفصیلات کے بعد ہم سب نیچے اتر آئے۔ لویسا کے ساتھی راتقلیل سنبھالے ہوئے تھے۔ ہم نے قریب جا کر بیٹھے کو دیکھا اس کا تپا نیچہ ہو گیا تھا۔ جنگلی باشندے بیٹھے سے دور ہٹ گئے۔ ڈوم نے ان سے کہا کہ وہ ان کی بستی دیکھنا چاہتے ہیں تو دو سیاہ فام رہبری کے لئے تیار ہو گئے۔ ہم سب جیب میں آگئے تھے۔ پیٹر نے جیب کا رخ بستی کی طرف کیا تو دونوں راہبر جیب کے آگے آگے بھاگنے لگے۔ جیب کی رفتار ست تھی لیکن اس کے باوجود سیاہ فاموں کو بھاگنا پڑ رہا تھا۔

اچانک ڈوم نے جیب سے چھلانگ لگا دی اور نیچے جا کر ان سیاہ فاموں کے ساتھ بھاگنے لگا۔

”ارے.... ارے کیا ہوا۔“ پیٹر نے کہا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر لویسا نے کہا۔  
”وہ ان کا ہم نسل ہے ڈوم کو شاید ان دونوں کا اس طرح بھاگنا اچھا نہیں لگے۔ وہ ان کے ساتھ خود بھی شامل ہو گیا ہے، لیکن ہم انہیں جیب پر تو نہیں چڑھا سکتے تھے۔“  
”وہ ایک اچھا انسان ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

جیب بستی میں داخل ہو گئی، بستی کے لوگ سہمے ہوئے کھڑے تھے جیب ایک جگہ رکی تو ایک بوڑھا سیاہ فام ایک جھوپڑے سے نکل آیا اور خوف و دہشت سے بے نیاز ہو کر کچھ اشارے کرنے لگا۔

”یہ شاید سگریٹ مانگ رہا ہے۔“ جرکن نے کہا۔  
”آہ، سگریٹ تو ہمارے پاس نہیں ہے۔“

”ہے۔“ لویسا نے کہا۔ ”اور اتفاق سے نیچے ہی ہے ہمیں اس کے لئے چھت کا سامان نہیں کھولنا پڑے گا بیگلوں۔ وہ دیکھو ایک چھوٹا کارٹن پڑا ہے نکال لو۔“ بیگلوں نے گردن ہلائی ہر حال کارٹن نکال لیا گیا اور پھر وہ لے دے گئی کہ حشر ہی ہو گیا۔ لویسا نے بوڑھے کو سگریٹ کا ایک پیکٹ دیا تو اس نے دوسرا ہاتھ پھیلا دیا۔ پھر سگریٹ کے رساؤں نے جیب پر حملہ کر دیا اور آن کی آن میں کارٹن خالی ہو گیا۔ ڈوم ان کی زبان میں انہیں پیچھے ہٹنے کے لئے کہہ رہا تھا، لیکن وہ اس وقت تک نہ ہٹے جب تک جیب آگے نہ بڑھ گئی۔

”انہیں اور کچھ دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ یہ جیب ہی اٹھا کر لے جائیں گے۔“ لویسا نے کہا۔ وہ شور مچا رہے تھے۔ طرح طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لویسا نے دوبارہ کہا۔ ”اور اب جیب کو سیدھے نکال لے چلو، ہم بستی کے دوسرے سرے سے آگے نکل چلیں گے، یہاں رکنا بہتر نہیں ہو گا۔“ جیب ست رفتاری سے آگے بڑھنے لگی، پھر ایک منظر نے ہمیں حیران کر دیا۔ ایک جھوپڑے کے سامنے ایک جیب کوئی ہوئی نظر آئی تھی، سب ہی نے اسے دیکھا۔ لویسا تعجب سے بولی۔ ”جیب.... پیٹر ذرا اس کے قریب

نے ایک بھینسا شکار کیا ہے۔ ارے واہ، غول سے ٹھکڑا ہوا بھینسا اسی طرف بھاگا تھا....“  
”بالکل میڈم....“ بیگلوں نے بولا۔

”دیکھو.... ہم قدرت کو کتنا ہی نظر انداز کریں لیکن وہ اپنے عمل میں مصروف ہے۔ سو فیصد، یہ وہی زخمی بھینسا ہو گا۔ قدرت کے حساب میں اس شیر کی نہیں بلکہ ان جنگجوؤں کی غذا تھی جو ان کے پاس پہنچ گئی۔“

کچھ دیر کے بعد فاصلہ طے ہو گیا۔ لویسا کی ہدایت پر جرکن، بیگلوں اور جونز نے راتقلیل سنبھال لی تھیں۔ قریب آنے پر جنگجوؤں کی بستی بھی نظر آگئی تھی جو گھاس پھوس کے لاتعداد جھوپڑوں پر مشتمل تھی۔ بچے بوڑھے اور عورتیں اپنا کام چھوڑ کر سیدھے ہو گئے تھے اور جیب کی طرف دیکھ رہے تھے، پھر وہ جیب کی طرف بڑھنے لگے ادھر بستی سے بھی اس جیب کو دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ بے شمار بچے عورتیں اور مرد اس طرف دوڑتے نظر آئے۔ پیٹر نے گہرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بھاگ.... میڈم“

”شٹ اپ....“ لویسا نے کہا اور جرکن کے ہاتھ سے راتقلیل لے لی۔ انسانوں کا جم غفیر ادھر دوڑ رہا تھا۔ تب لویسا نے راتقلیل کا رخ آسمان کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔ دھماکے کے ساتھ ہی جیب کی طرف دوڑنے والے واپس بھاگ پڑے۔ بت سے کمزور لوگ اس بھگدڑ میں گر پڑے اور ایک دوسرے کی لپیٹ میں آ گئے۔ جو بیٹھے کے پاس سے آئے تھے۔ وہ رک گئے، پھر انہوں نے اپنے بھالے پھینکے اور ہاتھ بلند کر دیئے۔ ان کے چہرے خوفزدہ ہو گئے تھے۔

”یہ بے ضرر لوگ ہیں اور کسی برے ارادے سے ادھر نہیں آرہے تھے۔“ ڈوم نے کہا۔

”طہائی، ڈوم ان کی زبان جانتا ہے۔ اس سے کہو ان سے بات کرے۔“ لویسا نے براہ راست یہ حکم ڈوم کو نہیں دیا۔ ڈوم نے مجھے دیکھا تو میں نے گردن ہلا دی۔ تب وہ نیچے اتر کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہ ان سے باتیں کرنے لگا اور دیر تک ان کے ساتھ مصروف رہا، پھر واپس آ گیا اور بولا۔

”میرا اندازہ درست تھا آقا، وہ بیرونی دنیا سے ملاقات نہیں ہیں، کبھی کبھی یہاں امدادی نہیں بھی آ جاتی ہیں جو انہیں کھانے پینے کی اشیاء پرانے کپڑے اور دوسری چیزیں دے جاتی ہیں۔ ادھر سے گزرنے والے سیاح بھی انہیں کچھ دے دیا کرتے ہیں، وہ سب اسی لئے ادھر آرہے تھے۔“

”گند.... تب ٹھیک ہے۔ آؤ ان کی بستی دیکھیں گے۔ کوئی حرج تو نہیں ہو گا۔“

”بالکل نہیں....“ ڈوم نے جواب دیا۔



”تخل سے کام لو ڈوم۔۔۔ میں اسے سمجھا دوں گا۔“ میں نے کہا۔ لویسا کافی دیر کے بعد میرے پاس آئی تھی۔ اس نے کہا۔

”وہ اب بہتر حالت میں ہیں، ہوش آگیا ہے۔“

”اس کی یہاں موجودگی کے بارے میں پوچھ۔“

”یہ بات تمہاری موجودگی میں کرنا چاہتی ہوں۔“ لویسا نے کہا۔ پروفیسر حق نے بتایا۔ ”تم لوگوں نے مجھے ٹھکرا دیا تھا لیکن بہر حال مجھے تنہا سفر کرنا تھا کیونکہ نہ تو میں کوئی مہم جو ہوں نہ خزانے کا تلاش۔ میں تو بس ایک شخص سے ملنے نکلا ہوں کیونکہ اس نے مجھے دعوت دی تھی۔ صحرائے اعظم میں تنہا سفر دنیا کا سب سے مشکل کام ہے، لیکن مجبوری۔۔۔ پھر کبھت بخار نے آ لیا اور اتنا مڑھال کر دیا کہ اس بستی میں داخل ہونا پڑا۔ بس پھر ان لوگوں کے رحم و کرم پر انحصار کیا۔“

”آپ کی جیب میں کچھ تھا۔“

”بہت کچھ۔۔۔ کیوں۔۔۔؟“

”اب انجن اور سیٹوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ لویسا نے کہا اور پروفیسر حق کا چہرہ اتر گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”بد قسمتی۔۔۔ بہتر ہے، میں واپس چلا جاؤں گا۔ ویسے اس وقت آپ لوگوں نے میری زندگی بچائی ہے۔۔۔ اس کے لئے شکر گزار ہوں۔“

”ایک بہت بڑی شخصیت کی دعوت پر۔۔۔ ہم ایک خاص پروجیکٹ پر کام کرنا چاہتے تھے۔ پروفیسر بورٹونوٹا بڑی پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ افریقہ کے اندرونی علاقوں کا رہنے والا، لیکن۔۔۔ بہت بڑا احمق۔۔۔ آہ، کیا ان لوگوں نے میرے اہم کلنڈر بھی۔“ پروفیسر حق نے لباس کی اندرونی تہ میں ہاتھ ڈال کر ایک لفافہ نکال لیا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ ”شکر ہے، یہ موجود ہے۔۔۔ دیکھو یہ ہے ایڈلٹس بورٹونوٹا۔“ اس نے ایک تصویر سامنے کرتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی ایک سرسری نگاہ اس تصویر پر ڈالی، لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن کو کرٹ سا لگا۔۔۔ اور میں نے تصویر پروفیسر حق کے ہاتھ سے چھین لی۔

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔“ میرے منہ سے آواز نکلی۔

”چلو۔“

کچھ لمحوں کے بعد جیب اس جیب کے قریب جا کھڑی ہوئی میں نے ڈوم سے کہا۔ ”ڈوم۔۔۔ ذرا معلوم کرو۔۔۔ یہ جیب کس کی ہے۔“ ڈوم نے معلومات حاصل کیں، پھر بولا۔ ”ان کا کہنا ہے کہ یہ جیب جس کی ہے وہ اس جھوپڑے میں بیمار پڑا ہوا ہے۔“

”اوہ چلو اسے دیکھیں۔۔۔ نہ جانے کون ہے۔“ لویسا کے ساتھ میں بھی اتر آیا۔ جرکن کو لویسا نے اشارہ کر کے ساتھ آنے کو کہا تھا تاکہ ایک راقطل بردار ساتھ رہے اور ہم جھوپڑے میں داخل ہو گئے۔ جھوپڑے کی زمین پر ایک شخص غشی کی کیفیت میں پڑا ہوا تھا لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر لویسا کے منہ سے چیخ سی نکل گئی۔

”او ملٹی گاڈ۔۔۔ استاد محترم۔“ وہ پروفیسر حق ہی تھا۔ لویسا اس کے قریب بیٹھ گئی پھر تشویش سے بولی۔ ”یہ شدید بخار سے تپ رہے ہیں۔“ پھر اس نے رحم طلب نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ماہر۔۔۔ کیا انہیں یہیں مرنے دیا جائے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ اسے جیب میں لے چلو۔“

”اٹھاؤ۔۔۔ پلیز جرکن۔۔۔ پلیز مسٹر طبالی۔۔۔“ مجھے آملہ پا کر ڈوم نے پروفیسر حق کو پھول کی طرح اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ لویسا اسے جیب میں لائی، جیب کی ایک سیٹ پر بستر بچھایا گیا اور پروفیسر حق کو کمبلوں سے ڈھک دیا گیا۔

”یہاں ہم کچھ نہ کر سکیں گے یہاں سے نکل چلو۔۔۔ اور یہ بھی معلوم کرو کہ ان کے ساتھ کوئی اور ہے یا نہیں۔۔۔ اور بیگلیے تم اس کھڑی ہوئی جیب کو دیکھو ذرا چیک کرو کیا چابی ہے۔“

دونوں کام ہو گئے۔ ڈوم نے بتایا کہ پروفیسر حق جیب میں تھا تھا۔ بیگلیے نے رپورٹ دی کہ ایکشن میں چابی موجود ہے۔ ڈیزل کے ڈرم بھرے ہوئے ہیں۔ باقی اور کوئی چیز نہیں ہے۔

”وہ ڈوم کی نسل نے صاف کر دی ہو گی۔ بیگلیے تم اس جیب کا اسٹیرنگ سنبھال لو۔۔۔ جوڑ کو اپنے ساتھ لے لو اور تیزی سے یہاں سے نکل چلو۔“

کچھ دیر کے بعد ہم بستی سے دور نکل آئے اور کسی مناسب جگہ کی تلاش کرنے لگے۔ بس اتنا فاصلہ طے کیا گیا کہ بستی کے لوگ وہاں نہ پہنچ سکیں۔ اس کے بعد دونوں جیسپس روک دی گئیں اور پروفیسر حق کی دیکھ بھال کی جانے لگی۔ لویسا اس پر مصروف ہو گئی تھی۔ میں ڈوم کے ساتھ نیچے اتر کر اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا تھا۔ ڈوم نے کہا۔

”میں نے اس عورت کو درجنوں بار موت سے بچایا ہے آقا۔ شاید اس لئے کہ اس کا اختتام میرے ہاتھوں ہونا تھا۔ وہ میری نسل پر طنز کرتی ہے اسے بتا دو کہ میری نسل بہت جلد اس کی نسل کو ہی صاف کر دے گی۔“

دی تھی آہ، یوں لگتا ہے جیسے مجھے تفصیل سے اس کے بارے میں کچھ بتانا ہو گا بڑی حیران کن بات ہے کہ یہ میرے ساتھ ہی اس جہاز کا سفر کر رہا تھا اور ہم دونوں ایک دوسرے سے لاعلم رہے۔ براہ کرم مشرڈوم کیا آپ مجھے اس کے بارے میں مزید کچھ بتا سکتے ہیں۔“

”نہیں.... اس سے زیادہ ہماری معلومات کچھ نہیں ہیں۔“ میں نے کہا۔

”پروفیسر ایڈلاس بورٹونوٹا کا تعلق افریقہ کے اندرونی علاقوں سے ہے، وہ اپنے طور پر ایک مشن پر کام کر رہا ہے حالانکہ اس مشن کے بارے میں اس نے کبھی کوئی تفصیل کسی کو نہیں بتائی۔ بس یونہی مختلف دوستوں کی زبانی میں نے اس کے بارے میں تفصیلات سنیں اور یہ بات میرے علم میں آئی کہ وہ اندرونی علاقوں میں ہی رہتا ہے اور وہاں غالباً کسی خاص علاقے میں اپنی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ تحقیقی کارروائیاں، اس کا کہنا ہے کہ افریقہ دنیا کے ذہین ترین اور جدید ترین ممالک میں شمار ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسے نظر انداز کر دینا ترک کر دیا جائے۔ بڑے اونچے افکار و خیالات ہیں اس کے اور اپنی قوم کے لئے وہ دل میں بڑی ہمدردیاں رکھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پراسرار افریقہ ایک نہ ایک دن منظر عام پر آئے گا اور اس وقت اس کی قوت کے سامنے کسی کا ٹکنا مشکل ہو گا۔ اس کے لئے کام ہو رہا ہے یہ باتیں اپنی جگہ۔ اس نے براہ راست اس موضوع پر مجھ سے کبھی کوئی گفتگو نہیں کی اور دوسروں ہی کی زبانی میں یہ سب کچھ سنتا رہا، لیکن جب میں اس سے ملا تو، اوہو ماہر طباطبائی تم نے پنڈت رائے کے بارے میں بھی سوال کیا تھا اور میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ایک میٹنگ میں میری ملاقات رائے سے ہوئی تھی۔ یہ وہی میٹنگ تھی جس میں پروفیسر ایڈلاس بورٹونوٹا بھی شریک تھا اور اس نے ایک اٹکھا مقالہ پڑھا تھا جو صحرائے اعظم کی پراسرار زندگی سے متعلق تھا اور اس کی بڑی پذیرائی کی گئی تھی۔ پروفیسر بورٹونوٹا نے بتایا تھا کہ وہ صحرائے اعظم کی پراسرار روایات کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے اور ان پراسرار روایات کو ایک مضبوط حقیقت کے طور پر ثابت کرے گا جبکہ پنڈت رائے نے اس سے اختلاف کیا تھا اور کہا تھا کہ جس طرح دنیا بھر میں مختلف طریقوں سے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ایسی کارروائیاں کی جاتی ہیں جو انسانی فہم سے باہر ہوتی ہیں اسی طرح صحرائے اعظم کے وح واکثر یا پراسرار جادوگر، شعبہ گری سے اپنا اقتدار قائم کئے ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں اگر صحیح طور پر تحقیقات کی جائے تو ان کی حقیقت منظر عام پر آ جائے گی۔ بہر حال یہاں ان دونوں کے درمیان اختلاف تھا، لیکن یہ بات میں بھی جانتا ہوں اور بہت عرصے سے جانتا ہوں کہ پنڈت رائے صحرائے اعظم میں قیام اس لئے کئے ہوئے ہے کہ وہ وہاں کے بارے میں تمام روایات کی تفصیلات جانتا چاہتا ہے تاکہ حقیقتیں منظر عام پر لائی جا سکیں جبکہ بورٹونوٹا کا کہنا ہے کہ یہ پراسرار روایات ایک مسلم اور ٹھوس حقیقت ہیں۔ بورٹونوٹا نے مجھے دعوت دی تھی کہ جب بھی کبھی فرصت ہو میں صحرائے اعظم افریقہ میں آ کر اس سے

میری اس غیر اخلاقی اور بے اختیار حرکت پر سب میری جانب متوجہ ہو گئے، مگر میں ان سے لاپرواہ حیران نظروں سے اس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ تصویر کسی خوبصورت عمارت کے برآمدے میں بنائی گئی تھی اور اس میں پروفیسر حق اسی شخص کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جسے میں نے جہاز پر دیکھا تھا۔ وہی منحوس شکل اندھا جس نے میرے ذہن کو کلدر کا شکار کر دیا تھا۔ اس تصویر میں بھی اس کی مکروہ آنکھوں پر چشمہ چڑھا ہوا تھا اور ہاتھ میں سفید چمڑی دبی ہوئی تھی۔ پروفیسر حق میری اس بے ساختگی کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، پھر جب میں نے ان لوگوں کی جانب نظر اٹھائی تو پروفیسر حق نے کہا۔

”یوں محسوس ہوتا ہی ماہر طباطبائی کہ شاید تم نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے، اسی لئے تم اس وقت اسے دیکھ کر حیران ہو گئے ہو۔“

”ہاں.... ڈوم ذرا تم دیکھو کیا مجھے اس کے بارے میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟“ میں نے تصویر ڈوم کی طرف بڑھائی اور میری ہدایت پر ڈوم نے تصویر اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھی۔ پھر بے اختیار بول پڑا۔

”عظیم آقا یہ تو وہی شخص ہے جس نے جہاز پر ہمیں بے وقوف بنا ڈالا تھا اور اس طرح گم ہوا تھا کہ بعد میں ہمیں اس کا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔“ ڈوم نے کہا اور پروفیسر حق کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

”کیا کہا، جہاز میں، کب، کہاں.... کیا تم کسی اور سفر کی بات کر رہے ہو....؟“

”نہیں مشر اسی جہاز پر جس سے ہم افریقہ آئے ہیں۔ یہ شخص موجود تھا، آنکھوں پر سیاہ چشمہ ہاتھ میں سفید چمڑی اور اس نے جہاز پر ہم سے ملاقات کی تھی۔“

”ناممکن.... ناممکن....“

”تو آپ کا کیا خیال ہے، کیا ہم لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔“

”نہیں لیکن اس جہاز پر مجھے تو یہ کہیں نظر نہیں آیا۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”کوئی چیز اگر تمہیں نظر نہ آئے پروفیسر حق تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس کے بارے میں جھوٹ بول رہے ہیں۔“ میں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”میرا یہ مطلب بالکل نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کو اس بات پر حیرت ہو گی کہ میں صحرائے اعظم میں یہ سراسی شخص سے ملاقات کے لئے کر رہا ہوں۔ اس نے مجھے دعوت

ہے ایسی ہی کوئی بات ہو وہ واقعی ایک پراسرار شخصیت اندر سے کیا حیثیت رکھتی ہے ایک خاص تحقیق کے لئے اس نے مجھے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی تھی، کاش میں اس تک پہنچ سکتا۔“

”نقشوں کے بارے میں بتائیے پروفیسر اگر یہ نقشے اس راستے سے متعلق ہیں جدھر ہم سفر کر رہے ہیں تو ہم آپ کو اپنے ساتھ ادھر لے جائیں گے۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا اور اپنا لونیسا کے چہرے پر مسرت نظر آنے لگی۔ اس نے کہا۔

”استاد محترم ماہر طباطبائی ایک ایسی شخصیت ہے جس کے ساتھ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ کو عجیب و غریب احساسات کا سامنا کرنا ہو گا، بظاہر تند خو اور سخت گیر انسان، لیکن اس کے دل میں کچھ ایسے نرم گوشے بھی ہیں جو انسانیت کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اس کا بخوبی اندازہ لگا چکی ہوں اور اگر ماہر طباطبائی استاد محترم کو تم اپنے ساتھ اس جگہ تک لے جانے میں مدد دو تو میں ذاتی طور پر بھی تمہاری شکر گزار ہوں گی جبکہ میں نے پہلے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں صرف وہ عمل کروں گی جو تم کو گے۔“

میں نے دلچسپی سے پروفیسر حق اور پھر اپنا لونیسا کو دیکھا۔ پروفیسر حق کے الفاظ مجھے یاد تھے اس نے کہا تھا کہ اپنا لونیسا سے لوگ دوستی اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی دشمنی سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں جبکہ اپنا لونیسا کے ان الفاظ سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ واقعی پروفیسر حق کی عزت کرتی ہے۔ پروفیسر حق کے چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی تاثرات تھے جیسے وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ اس سرکش طوفان کو میں نے اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔

پروفیسر حق نے اپنے ترتیب دیئے ہوئے نقشے دکھائے جو سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ اس نے کہا۔ ”برا عظم افریقہ کی وسعتیں ناقابل بیان ہیں۔ اس کے وہ خطے مذہب زندگی اختیار کر سکے ہیں جو دوسری تہذیب یافتہ آبادیوں سے قریب ہیں۔ لیکن عظیم وسعتیں اپنے اندر ہزار ہا راز ہائے سربستہ چھائے ہوئے ہیں جن تک ابھی مذہب دنیا کی آنکھ کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ پنڈت رائے کا موقف ہے کہ ان غیر مذہب آبادیوں میں جو سنسنی خیز داستانیں متحرک ہیں ان کی عقلی توجیہ ضرور ہو گی۔ بشرطیکہ اسے سائنس کی روشنی میں دیکھا جائے۔ بورٹونوٹا اس کی نفی کرتا ہے اور ان پراسرار داستانوں کو ماورائے عقل قرار دیتا ہے جیسے کور کی ہیسبا کیا تھیں اس آگ کی دیوی کے بارے میں مظلوم ہے۔“

”آگ کی دیوی۔۔۔“ اپنا لونیسا نے دلچسپی سے کہا۔

”ہاں غاروں کی مملکت کی ملکہ۔۔۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ اپنے محبوب کے انتظار میں جو اس سے مل کر پھڑپھڑ گیا ہے۔ وہ یقیناً رکھتی ہے کہ وہ آئے گا اور وہ اس کے قدموں پر نثار ہو جائے گی۔ اس کہانی کا آغاز یونان کے کیلی کرئس سے ہوتا ہے جس کا دور 339 قبل مسیح کا دور تصور کیا جاتا ہے۔ فرعون کی حکمت

ملاقات کروں اور اب میں بورٹونوٹا کی دعوت پر اس طرف نکل آیا تھا۔ یہ ہے وہ تمام تفصیل جو بورٹونوٹا سے متعلق ہے۔ اس نے مجھے ان راستوں کے نقشے بھی سمجھائے تھے اور میں پوری دل جمعی کے ساتھ ان راستوں پر سفر کر رہا تھا کہ اس کم بخت بخار نے آلیا اور اس بخار کے بارے میں مجھے علم ہے کہ یہ افریقہ میں سب سے پہلے باہر سے آنے والوں کا استقبال کرتا ہے، لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ واقعی ایک افسوسناک حقیقت ہے، یعنی یہاں تو یہی کہنا چاہئے کہ اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے، اب دیکھو میری واپسی کیسے ممکن ہوتی ہے۔۔۔؟“

پروفیسر حق اپنی کہانی سنا رہا تھا اور میں اس شخص بورٹونوٹا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ واقعی ایک پراسرار آدمی ہے اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”پروفیسر آپ کے پاس ان راستوں کے نقشے ہیں، جہاں سے آپ بورٹونوٹا تک پہنچ سکتے تھے۔۔۔؟“

”میں نے کہا تھا خدا کا شکر ہے کہ یہ کانڈزات انہوں نے میرے پاس ہی رہنے دیئے، میرا مطلب ہے ان سیاہ فاموں نے۔ اگر یہ ان کی بھی کانڈز کی ناؤ بنا کر پانی میں بہا دیتے تو میں ان بے چاروں کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔۔۔۔۔“

”بورٹونوٹا اندھا ہے۔۔۔؟“

”کیا۔۔۔“ پروفیسر حق نے حیرت سے کہا۔

”وہ اندھا ہے۔۔۔“ میں نے کہا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، کیا تم اس سیاہ چشمے سے یہ اندازہ لگا رہے ہو۔۔۔؟“

پروفیسر حق نے کہا۔

”مسٹر پروفیسر حق اس کی آنکھوں کی جگہ دو تاریک گڑھے ہیں اور یہ سفید چمڑی اس لئے لیتا ہی کہ دوسروں کو راستہ نظر آ سکے۔ یہ اس کے اپنے الفاظ ہیں۔“

”میں کیا کہوں اس بارے میں، میرا خیال ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہی، ہم خاصہ عرصے ساتھ رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سیاہ چشمہ لگاتا ہے، رات کو بھی یہی چشمہ اس کی آنکھوں پر ہوتا ہے اس بارے میں، میں نے اس سے سوال کیا تھا تو اس نے کہا کہ اس کی آنکھوں میں ایسی تکلیف ہے جس کی بناء پر وہ یہ چشمہ کبھی نہیں اتار سکتا۔“

”میں نے اس کی آنکھوں کو چشمے کے بغیر دیکھا ہے دو گہرے گڑھے ہیں جن میں کبھی کبھی اس طرح روشنی ابھرتی ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آنکھوں میں ننھے ننھے اور باریک بلب لگا دیئے گئے ہوں اور ایک بات میں تم سے کہوں پروفیسر حق کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔“ میں نے کہا اور پروفیسر حق شدید حیرانی کا شکار نظر آنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”ہو سکتا ہے جبکہ تم کہہ رہے ہو ماہر کہ تم نے اسے چشمے کے بغیر دیکھا ہے، ہو سکتا

”نیلا۔۔۔۔۔“

”یہ کوئی۔۔۔۔۔؟“

”ایک قبیلہ ہے جہاں اربینا کی حکمرانی ہے، یہ بھی ایک عورت ہے، ایک وحشی ملکہ۔“

”ان علاقوں میں عورت کی حکمرانی کیوں ہوتی ہے۔۔۔۔۔؟“

”اس کی بھی ایک گہری توجہ ہے۔“

”کیا آپ کو وہ جگہ معلوم ہے جہاں پنڈت رائے رہتا ہے۔“

”مجھے یہاں سے اسی کے پاس جانا تھا، جہاں وہ رہتا ہے وہاں مولبا قبائل آباد ہیں اور

رائے ان قبائل کے درمیان دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں پہلے اس کے پاس جاتا پھر ہم

دونوں کو ساتھ ساتھ ایڈلاس کے پاس جاتا تھا۔“

میرے وجود سے ایک گرم لہر گزر گئی۔ پروفیسر حق کے منہ سے نکلنے والا ایک لفظ اس

کے سارے بیان کی تصدیق کر گیا تھا اور یہ لفظ تھا مولبا۔۔۔۔۔ میں نے اپنا سے کہا۔

”پروفیسر حق کی پوری محمداشت کی جائے۔ یہ ہمارے ساتھ اپنا سفر مکمل کریں گے۔“

”شکریہ طہلی، استاد محترم کے لئے میں بھی یہی چاہتی تھی۔“

تہلی میں ڈوم نے مجھ سے کہا۔ ”آقا۔۔۔۔۔ جو لوگ ملکہ ہسیا کے بارے میں اوبام کا

شکار ہیں انہیں مایوسی ہو گی۔“

اپنا چونکہ خود بھی پروفیسر حق کی معتقد تھی اور پھر میری طرف سے بھی اجازت مل گئی

تھی اس لئے وہ دل و جان سے پروفیسر حق کی دلجوئی میں لگ گئی جس کے نتیجے میں بہت مختصر

وقت میں پروفیسر صحت یاب ہو گیا۔ آگے بڑھنے کے لئے سفر کا فیصلہ لویسا کی ذمہ داری

تھی اور جو ذمہ داریاں دوسروں کے سپرد تھیں ان میں، میں کبھی دخل نہیں دیتا تھا۔ البتہ

لویسا ایک وفادار خلوہ کی مانند مجھ سے ہر بارے میں پوچھ ضرور لیا کرتی تھی اور جب وہ

میرے سامنے مودبانہ انداز میں پیش ہوتی تو پروفیسر حق کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات

پیدا ہو جاتے تھے۔ پروفیسر کی گاڑی کے شامل ہو جانے سے ذرا کشادگی پیدا ہو گئی تھی۔ اب

لویسا کے تین ساتھی دوسری جیب میں ہوا کرتے تھے، میں، ڈوم، لویسا، پروفیسر حق اور

لویسا کا ایک ساتھی اس گاڑی میں تھا جس میں ساز و سامان کے انبار لدے ہوئے تھے، اس

کے بارے میں پروفیسر حق نے پوچھ لیا۔

”تم زبردست انتظامات کر کے نکلی ہو اپنا کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ اور کیا سامان

ہے جو تم نے لاد رکھا ہے، ویسے اسے سیاہ روؤں سے بچالینا بھی ایک اہم ذمہ داری ہے،

اس میں آخر ہے کیا۔۔۔۔۔؟“

”بے شمار ایسی اشیاء جو میں نے بل ہاروے کی ہدایت پر خریدی ہیں، جھوٹی چھوٹی

معمولی اور بہت ہی کم قیمت کی چیزیں، جن کا حصول اصل میں انہی سیاہ قاموں کی لئے ہے

کے بعد کیلی کریش ایک یونانی شہزادی کے ہمراہ فرار ہوا جو اس کی محبت میں گرفتار تھی۔ اس کا جہاز افریقہ کی ایک بندرگاہ جو خلیج ذی لاگور پر واقع ہے تباہ ہو گیا۔ کیلی کریش کے ساتھی ہلاک ہو گئے اور کیلی کریش اپنی یونانی محبوبہ کے ساتھ مملکت کور تک پہنچ گیا جہاں ہسیا حکمران تھی۔ ہسیا کیلی کریش کی محبت میں گرفتار ہو گئی، لیکن پھر اس نے کچھ نامعلوم وجوہ کی بنا پر کیلی کریش کو قتل کرا دیا۔ یونانی شہزادی اپنے بچے کے ساتھ وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئی اور اس نے وہ واقعات رقم کئے جس میں اس نے آگ کے روشن مینار کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہسیا نے کیلی کریش کو اس لئے قتل کر دیا کہ اس نے ہسیا کی محبت قبول نہیں کی تھی۔ ہسیا کے جادو کے بارے میں اس نے اور بھی بہت سی تفصیلات لکھیں جن میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ہسیا نے حیات ابدی حاصل کر لی ہے اور وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ پنڈت رائے کہتا ہے کہ یہ روایت قابل تحقیق ہے اور حقیقت اس سے برعکس ہے جبکہ ایڈلاس اس داستان کو درست قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی گہرائیاں ناقابل فہم ہیں۔ ایڈلاس یہ کہتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکراتا ہے جیسے کہتا ہو کہ حقیقت تلاش کرو نا کام رہو گے۔“

”کیا کور کے مقلات تک رسائی ہے۔۔۔۔۔؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں کچھ حوالے ملے تھے۔“

”مثلاً۔۔۔۔۔“

”ایک ایسی چٹان جو کسی ساحل پر واقع ہے اور اس کی نسبت ایک انسانی سر سے ملتی

ہے وہاں عاروں کے عظیم الشان سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔“

”اس ساحل کی نشاندہی نہیں۔“

”کوئی خاص نمبر، لیکن پنڈت رائے اس سلسلے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہے۔“

”یہ بات وہ کہتا ہے نہ۔“

”ہاں۔۔۔۔۔“

”کیا وہ وہاں جا چکا ہے۔“

”جانا چاہتا ہے۔“

”اور ایڈلاس کیا کہتا ہے۔۔۔۔۔؟“

”وہ اس بارے میں کچھ نہیں کہتا سوائے اس کے کہ اگر پنڈت رائے ان واقعات کو

کوئی توجہ نہ تلاش کر سکا تو وہ اپنے نظریات ترک کر دے گا۔“

”ان نکتوں کے سارے آپ اس تک پہنچ سکتے ہیں پروفیسر حق۔“ میں نے پوچھا۔

”ہاں، میں نے صحیح راستہ اختیار کیا تھا، اگر تقدیر ساتھ دیتی تو یقیناً پہنچ جاتا۔“

”وہ جگہ کوئی ہے جہاں ایڈلاس آپ کو ملے گا۔۔۔۔۔؟“

میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا، پھر آمدگی ظاہر کر دی۔ پروفیسر حق نے بھی میری تائید کر دی تھی، بڑی احتیاط سے ہم لوگ وہاں سے بٹے اور کچھ آگے چل کر دلدل کی جانب دیکھا، سرکنڈوں میں بیٹھنے صاف نظر آرہے تھے اور ان کے لڑنے اور غرائے کی آوازیں نمایاں طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک بھینسا راستہ بھٹک کر اس جانب آ نکلا جہر ہم موجود تھے اور اپنا لوہیسا نے نا تجربے کاری سے اس بیٹھنے کو شکار کر لیا۔ بھینسا تو زمین بوس ہو گیا تھا لیکن دوسرے لمحے ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے سرکنڈوں کا جنگل بچھتا چلا جا رہا ہے۔ بھینسوں کا غول اسی جانب رخ کر رہا تھا اور ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر اس کا رخ تبدیل نہ کیا گیا تو یہ ہمیں روندنا ہوا گزر جائے گا۔ ان طاقتور بھینسوں کے سامنے جی پات یہ ہے کہ یہ دو گائیاں کوئی اہیت نہیں رکھتی تھیں۔ وہ انہیں رگید کر ناکارہ کر سکتے تھے۔ لیکن پھر ہم سب نے ہی رانٹلیں سنہال لیں اور ان کا رخ اوپر کی جانب کر کے فائرنگ کرنے لگے۔ بیٹھنے جو اسی جانب چلے آ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے رکے اور پھر انہوں نے رخ تبدیل کر لیا۔ وہ ایک ایسے حصے کی سمت چل پڑے، جو آگے جا کر بہت تنگ ہو جاتا تھا اور چونکہ بہت بڑی تعداد تھی اور سب ہی نے ایک ساتھ اس طرف سے باہر نکل جانے کی کوشش کی تھی اس لئے وہ اس میں پھنس کر رہ گئے اور اس کے بعد زندگی اور موت کا ایک ایسا بہت ناک منظر نگاہوں کے سامنے آیا جو شاید پہلے کبھی انسانی آنکھ نے نہ دیکھا ہو گا۔ اس تنگ جگہ سے درجنوں کی تعداد میں غرائے اور عجیب و غریب آوازیں نکالتے ہوئے بیٹھنے آگئے۔ بڑھ پائے اور پھنس کر رہ گئے۔ اب وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے، لائیں اچھال رہے تھے اور چٹن سے ٹکرا رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چٹن اپنی جگہ چھوڑ دے گی لیکن یہ ممکن نہیں ہو سکا اور بیٹھنے مزید پھنستے چلے گئے۔ کچھ ایک دوسرے کی زد میں آ کر کچل گئے تھے اور دیں مردہ پڑے ہوئے تھے، کچھ ایک ایک کر کے نکلنے کی کوشش میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن زیادہ تر وہاں زندگی اور موت کی کشمکش میں جلا تھے اور دوسرے بیٹھنے سوچے سمجھے بغیر ان پر سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ اپنا لوہیسا نے کہا۔

”ہمیں فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور یہاں سے جگہ تبدیل کر لینی چاہئے۔ ویسے یہ ہماری حماقت سے اس مصیبت کا شکار ہوئے لیکن کیا کیا جاسکتا ہے ان کی زندگی میں تو یہ سب کچھ ہوتا ہی ہو گا۔“ وہ کچھ آزدہ نظر آ رہی تھی۔

ہم نے اس بیٹھنے کو بھی ساتھ نہ لیا جسے ہم نے اپنی گولیوں سے ہلاک کیا تھا۔ پتہ نہیں کیوں لوہیسا کچھ مضطرب ہو گئی تھی۔ سفر پھر سے جاری ہو گیا اور افریقہ کے حیرت انگیز مناظر نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہے۔ مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ ہم سب اس سفر کے لئے نا تجربے کار ہیں۔ اگر ہمارے درمیان کوئی ایسا تجربے کار شخص ہوتا جو ان علاقوں کے بارے میں معلومات رکھتا تو ممکن تھا اس سفر میں کم از کم اور کچھ نہیں تو یہ احساس تو ختم ہو

اور یہ ان کیلئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوں گی لیکن اگر کسی نے لوٹ مار کرنے کی کوشش کی لوہیسا ان پر آگ کے دہانے کھول دے گی۔ کم از کم یہ بات تو میں بالکل برداشت نہیں پاؤں گی کہ میری مرضی کے خلاف کوئی مجھ سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔“

”اور آپ تو یہ جانتے ہی ہیں پروفیسر حق کہ میں لٹنے والوں میں سے نہیں بلکہ لوٹنے والوں میں سے رہی ہوں۔“ پروفیسر حق چپکلی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا تھا۔ یوں یہ سفر جاری رہا اور افریقہ کے دلکش مناظر مجھے مسحور کرتے رہے۔ جنگل، دلدلیں، پہاڑ، موسم مناسب تھا، زیادہ تر بادل چھائے رہتے تھے، کیونکہ یہ مہینہ بادلوں ہی کا مہینہ تھا اور عموماً سیاح موسم کی سختیوں سے بچنے کے لئے صحرائے اعظم کا رخ اسی موسم میں کیا کرتے تھے۔ بہر حال یہ سفر اب رکے بغیر کیا جا رہا تھا اور ہم ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہوئے چل رہے تھے۔ اپنا لوہیسا نے رانٹلیں بھی نکل رکھی تھیں اور یہ طے کر لیا گیا تھا کہ راستے میں اپنا ذخیرہ خرچ کرنے کی بجائے شکار پر ہی انحصار کیا جائے گا اور شکار بھی خوب ہی ملتا تھا۔ ایک دن ایک تنہا ہاتھی کو گرایا گیا اور یہ شکار خود اپنا لوہیسا نے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا اور بہت خوش ہوئی تھی، اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

”پروفیسر حق، میری زندگی میں ایک اور اضافہ ہو گیا، اگر مستقبل میں کبھی تنہا بیٹھ کر ڈیجین مارنے کا موقع ملا تو یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں نے بڑے بڑے ہاتھی شکار کر ڈالے۔“

بہر حال ہم اسی طرح پہاڑیوں اور میدانوں کو عبور کر رہے تھے اور مناظر بدلتے جا رہے تھے۔ اس دن جہاں ہم نے قیام کیا تھا وہ ایک عجیب و غریب وچیدہ جگہ تھی۔ پہاڑی ٹیلوں کی بھول بھلیاں اور انہی بھول بھلوں کی ایک جانب ہم نے اپنے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ایک گہرا تالہ دور تک چلا گیا تھا اور اس کے کنارے میں جگہ جگہ پہاڑیوں کی رکھٹیں تھیں بعض جگہ چھوٹے چھوٹے درے اس طرح آہیں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے کہ ان کے راستے بے حد تنگ ہو جاتے تھے۔ سرکنڈوں کے کھیت تاحہ نظر پھیلے ہوئے تھے اور رات کے قیام میں انہی سرکنڈوں کے درمیان سے کچھ آوازیں سن کر ہم سبھی چونک پڑے۔ پھر ڈوم نے کہا۔

”عظیم آقا سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں بھینسوں کا ایک بہت بڑا غول کھسا ہوا ہے۔ یہ اگر ہماری جانب رخ کر لیں گے تو بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔“

میں نے اپنا لوہیسا کو اس سلسلے میں بتایا تو وہ کہنے لگی۔

”دیکھو اس جانب دلدل نظر آ رہی ہے، ان بھینسوں کے بھاگنے کا یہ راستہ ہے جس کے سامنے ہم موجود ہیں اگر ہم اس راستے سے ہٹ کر اس جانب چلے جائیں تو بھینسوں کا شکار بھی کر سکتے ہیں۔“

ہی جاتا کہ ہمارے راستے مناسب ہیں یا نہیں۔“

دوسرے کے بعد ایک جگہ قیام کے لئے منتخب کر لی گئی کیونکہ سفر خاصا دشوار گزار تھا اور آگے چلنے سے یہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ پتہ نہیں ہماری یہ گاڑیاں اس سفر کے لئے کارآمد ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ غالباً اسی لئے ایٹا لویسا نے اس ست رفتاری سے اکتا کر قیام کر لیا تھا۔ وہ کچھ تشکی شکمی سی نظر آ رہی تھی جب ہم وہاں پر سکون انداز میں بیٹھ گئے تو پروفیسر حق نے کہا۔

”میڈم لویسا آپ کچھ مضحل نظر آ رہی ہیں خیریت تو ہے؟ اندرونی طور پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہی ہیں یا نہیں.....؟“

”نہیں پروفیسر میں ٹھیک ہوں۔“

”اصل میں افریقہ میں یہ موسم زیادہ بہتر نہیں ہوتا وہ تو شکر ہے کہ بات طرف بادلوں پر ٹلی ہوئی ہے بارش ہو گئی تو زمین سے بخارات اٹھیں گے اور ان میں بہت سے زہریلے لمبے شامل ہوتے ہیں، پھر بخار تو افریقہ کی خاص دین ہے۔“

”نہیں پروفیسر ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ذہن پر ان بے زبانوں کی موت کا احساس طاری ہے کیا زندگی ہے، جاندار ہیں مگر کس طرح آن کی آن میں موت کا شکار ہو گئے۔ پتہ نہیں کیوں طبیعت پر ایک نکدر چھایا ہوا ہے۔“

پروفیسر حق نے کوئی جواب نہیں دیا، لویسا اجازت لے کر بڑی گاڑی میں جا کر لیٹ گئی تھی۔ دُوم کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اور پروفیسر حق مجھ سے کچھ گز دور بیٹھا ہوا اس انداز میں میری جانب دیکھ رہا تھا جیسے میرے قریب آنا چاہتا ہو۔ میں نے خود ہی اسے مخاطب کر لیا تو وہ خوش خوشی اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھا۔

”ماہر طبالی میں جانتا ہوں کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے لیکن اب تم نے اس سفر میں مجھے اپنے درمیان قبول کر لیا ہے تو مجھے اتنی اجازت دو کہ میں بھی دوسروں کی طرح تم سے مخاطب ہو سکوں۔“

”بیٹھے پروفیسر حق، ایک بات تھی ختم ہو گئی، آپ جانتے ہیں کہ میرے ذہن پر کیا بوجھ طاری تھا، لیکن ہر حال وقت سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔“

”اس کے بعد میں کبھی تم سے اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا نہ تمہاری سوچ کو بدلنے کی کوشش کروں گا۔ آخری بار اپنی صفائی کے طور پر تم سے یہ کہتا ہوں کہ نہ تو میں نے حادثہ طبالی کو یہ مشورہ دیا تھا کہ تمہارے سینے پر آپریشن کرا کے اس ننھے وجود کو تم سے علیحدہ کر دے اور نہ اس سلسلے میں میری کوئی کلوش تھی وہ ایک عام سی بات چل رہی تھی اور اگر میں وہاں نہ بھی پہنچتا تب بھی یہ کام ہو جاتا، لیکن ہر حال کسی شکل میں، میں بھی اس میں ملوث ہو گیا ہوں اور تمہارے نظریے کے مطابق.... ورنہ یہ حقیقت نہیں ہے۔“

”ہیا میری زندگی کا آدھا حصہ ہے پروفیسر حق، اس کے بغیر میں نامکمل ہوں، ممکن ہے ایٹا لویسا نے آپ کو اس سفر کے بارے میں تفصیل نہ بتائی ہو بلکہ یہی محسوس ہوتا ہے اور ہر حال وہ ایک وفادار عورت ہے کم از کم جو قول اس نے اپنے منہ سے ادا کیا ہے اس پر کاربند ہے، ہم ہیا ہی کی تلاش میں اس سمت نکلے ہیں۔“

”واقعی یہ حقیقت ہے، ایٹا لویسا نے اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا، لیکن ”ہیا“ اور اس کی تلاش....“

”ہاں پروفیسر حق ”ہیا“ ان علاقوں میں موجود ہے اور میری اس سے بات ہو چکی ہے۔“

”کیا....؟“ پروفیسر حق نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”ہاں میں آپ کو تفصیل سے تو کچھ نہیں بتا سکتا لیکن میں نے ایک عالم کی ہدایت پر عمل کر کے اپنے ذہن میں ان قوتوں کو بیدار کر لیا ہے جو ذہنی طور پر رجوع کرنے سے دوسرے کے ذہن تک پہنچ سکتی ہیں۔ مجھے ان قوتوں کے سارے ہیا کی آواز سنائی دی ہے اس نے مجھ سے بات کی ہے، یہ آواز میرے دماغ میں گونجتی ہے اور اس کے الفاظ مربوط ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں اب کیوں ہیا سے میرا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔“

پروفیسر حق کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار پیدا ہو گئے، اس نے کہا۔

”اگر تم مجھے اس بارے میں کچھ اور تفصیل بتاؤ تو شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں، جس طریقہ کار سے تم نے ”ہیا“ سے گفتگو کی ہے وہ ٹیلی پیتھی کہلاتا ہے، ٹیلی پیتھی کی مشق شمع بینی سے کی جاتی ہے اور اس کے مختلف مدارج ہیں۔“

میں پھر حیرت سے اچھن پڑا۔ پروفیسر حق نے دوسری کارآمد بات کی تھی اور اس کی معلومات یقینی طور پر اس سلسلے میں مناسب ہی تھیں کیونکہ اس نے شمع بینی کا ذکر کیا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شمع بینی ہی کے ذریعے مجھے وہ ذہنی قور، حاصل ہوئی تھی، میں نے دلچسپی سے کہا۔

”آپ اس بارے میں کیا جانتے ہیں پروفیسر....؟“

اور پروفیسر حق نے وہی تمام تفصیلات بتائیں جن کی مشق کر کے میں نے ہیا کو مخاطب کیا تھا۔ میں نے کہا۔

”ہاں اور وہ میرے ذہن میں بولا تھا بلکہ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں خوابوں کو اپنے ذہن میں اتارنے کی کوشش کروں چونکہ خوابوں کی طاقت اس ذہنی طاقت سے زیادہ ہے اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ خواب چاند پر نگاہیں جمانے سے تابع ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر حق آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں....؟“

”یہ انسانی ذہن میں چھپے ہوئے وہ علوم ہیں جو اگر اپنی دسترس میں آجائیں تو انسان

فکر کی بات نہیں ہے، نہ تو وہ ہیا کو کوئی نقصان پہنچا پائے گا اور نہ تمہارے بغیر وہ ہیا سے کوئی ایسا کام لے سکتا ہے جس کے لئے اس نے ہیا کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے بے فکر رہو، ہم اسے تلاش کر لیں گے، ہم اسے پالیں گے، بہت جلد اور اب تم نے میرے وجود میں اس جدوجہد کو حیر کر دیا ہے، بالکل بے فکر رہو ایسا لویسا حیرت انگیز طور پر ہماری مددگار ہے بلکہ میں اس بات پر سب سے زیادہ حیران ہوں کہ تم نے اسے کس طرح قابو کر لیا ہے یہ ایک ناقابل یقین عمل ہے۔ ایسا لویسا کو جو لوگ جانتے ہیں اگر ان سے یہ تذکرہ کرو گے تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے، لیکن بہر حال ہم سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، اودہ ڈیڑ ماہر تم اپنے باپ کے دوست کو اپنا دوست سمجھ رہے ہو؟ نہیں میں اب کسی چیز سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں، یوں سمجھ لو اس وقت میری زندگی کا مقصد صرف ہیا کی تلاش ہے اس کے بعد ہی میں کسی دوسرے کام کے بارے میں سوچوں گا۔

اور ہر وہ شخص جو ہیا کے بارے میں اچھے اور نیک جذبات کا اظہار کرتا تھا، میری توجہ پالتا تھا اور پھر یہی ہوا کہ پروفیسر حق کو بھی میں نے اپنے دوستوں میں ہی تصور کر لیا۔ یہ نیم جنتی جا رہی تھی۔ بے لوث، بے غرض، میرے معانوں، میرے مددگار لوگوں کی۔ بہر حال پروفیسر حق کی گفتگو سے ایک بار دل کو پھر تقویت ہوئی تھی، کچھ عجیب سی کیفیت تھی میری۔ ہیا سے ملنے کی آس ٹوٹ جاتی تھی تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے امیدوں کے چراغ بجھنے لگے ہوں اور جب کوئی ایسی بات کلاں تک پہنچتی تھی، جس میں ہیا کے ملنے کے امکانات روشن ہو جاتے تھے تو طبیعت پر ایک خوشگوار کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور سارا ماحول ہنستا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس وقت بھی یہی کیفیت ہو گئی۔ پروفیسر حق سے سارے گلے جاتے رہے۔ دیے بھی یہ شخص کم از کم ہیا کے سلسلے میں مجرم نہیں ثابت ہوا تھا۔ بات کی وضاحت ہو گئی تھی اور وہ جو کچھ کہہ رہا تھا سچ ہی کہہ رہا تھا۔ بعد میں اس سے اور بھی باتیں ہوئیں میں نے اسے ساری تفصیلات تو نہیں بتائیں لیکن یہ ضرور بتایا کہ ہیا سے میری بات چیت ہوئی تھی اور اس نے مجھے چاند سے مدد لینے کے لئے کہا تھا، پروفیسر حق نے کہا۔

”بہتر ہے یہ کوشش نہ کرو اس نے جو کچھ کہا یعنی طور پر اسے اس پر دسترس حاصل ہو گئی ہو گی، لیکن یہ سب طویل کام ہوتے ہیں تم نے اپنی نگیں یا شاید اپنے اندر پوشیدہ قوتوں کے ذریعے ٹیلی پتھی پر عبور حاصل کر لیا لیکن چاند بنی تو ایک بہت ہی طویل مشقت ہے اور شاید خوابوں کو اپنے تابع بنالینا کوئی ایسا آسان کام نہیں ہے۔“

”مگر ہیا نے تو ایسا کر لیا ہے۔“

”تم کیا سمجھتے ہو ماہر۔۔۔ اگر تمہارے وجود کا آدھا حصہ اتنا طاقتور ہے کہ لویسا جیسی شیرینی کو اپنی مٹھی میں لے سکتا ہے تو کیا تمہارا ہیا اپنے اندر قوتیں نہ رکھتا ہو گا؟ سب کچھ حاصل کر لینا ممکن نہیں ہوتا میرے بیٹے، بہتر ہے کہ خوابوں میں کھونے کی بجائے اپنے عمل

بہت سے ایسے عوامل حاصل کر لیتا ہے جو دوسروں کے لئے ممکن نہیں ہوتے ”ہیا“ کی آواز دوبارہ تمہارے ذہن میں نہیں گونجی۔۔۔“

”نہیں“ اس نے کہا تھا کہ مولے بزدل ہیں اور سمبورے ان پر قابو پالیں گے اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مشکل میں ہے، بس اس کے بعد سے مجھے اس کی آواز نہیں سنائی دی۔۔۔“ میرے لیے میں ایک اداسی کھل گئی اور پروفیسر حق متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ پنڈت رائے مولہو قبائل میں رہتا ہے اور وہ اسے دیوتا کا درجہ دیتے ہیں، انہی سے کچھ فاصلے پر سمبورے آباد ہیں اور غالباً دونوں قبائل میں آپس کی چپقلش بھی ہے۔“

”ہاں پروفیسر اور اب میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ پنڈت رائے ابتدا ہی سے ہمارے چکر میں تھا۔ اس نے ہمیں اس آپریشن سے پہلے اپنے ساتھ بھاگ چلنے کی دعوت دی تھی اور ہمارے قبول نہ کرنے پر ہمارے پیچھے پیچھے جرمنی پہنچا تھا۔ پھر جرمنی میں اس نے ہمیں اغوا کر لیا اور اس کے بعد ہندوستان لے گیا۔“ میں نے مختصر الفاظ میں پروفیسر حق کو اپنے اوپر بتی ہوئی داستان سنا دی اور پروفیسر حق انگشت بدندان رہ گیا پھر کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وہ بولا۔

”دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنی مطلب برآری کے لئے تم سے یہ باتیں کر رہا ہوں، اگر تم ایک فیصد بھی یہ سمجھتے ہو کہ ”ہیا“ کی تم سے جدائی میں میرا بھی کچھ ہاتھ ہے تو اب میں تمہاری سوچ کا ازالہ کرنے کے لئے تیار ہوں، میں تمہیں ہیا تک پہنچانے کے بعد اپنے آپ میں زندگی محسوس کروں گا ورنہ اپنے آپ کو ایک مردہ تصور کرتا رہوں گا سمجھ رہے ہو نا ماہر۔۔۔ اگر ہیا پنڈت رائے کے پاس ہے اور اگر انہیں ایسے کچھ ناخوشگوار حالات پیش آئے ہیں تو اطمینان رکھو ورنہ ان حالات کا مقابلہ کریں گے، بلکہ یہ تو بہت بہتر ہوا کہ تم نے مجھے زندگی کا ایک مصرف دے دیا۔ تم صرف ایک بات پر یقین رکھو ”ہیا“ زندہ ہے، گو میں پراسرار علوم سے واقفیت نہیں رکھتا، لیکن زندگی میں ہر طرح کے واقعات سے سابقہ پڑا ہے اور تھوڑی تھوڑی سی ہر علم میں دسترس حاصل کی ہے، یہ بالکل درست ہے کہ تم دونوں ایک ہی وجود ہو اور اگر تم میں سے ایک زندگی سے محروم ہو جائے گا تو دوسرا خود بخود مر جائے گا۔ اب میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں، ہو سکتا ہے ہیا کسی مشکل میں ہو لیکن یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ اس کی زندگی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور نہ پہنچ پائے گا۔۔۔ اور اگر ایسا ہوا تو اس کا پتہ تمہیں لمحوں میں چل جائے گا۔ باقی رہ گئی اس کی تلاش، میں پوری طرح سمجھ رہا ہوں۔ اب سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ پنڈت رائے یقینی طور پر ایک اچھا انسان نہیں تھا۔ اپنی مطلب برآری کے لئے دنیا کا ہر کام کرواتا، لیکن

کو تیز کرو ہم سب انھک محنت کر کے بلاخر اس جگہ پہنچ جائیں گے جو ہماری منزل ہے اور بلاخر تم ”ہیا“ کو پا لو گے۔۔۔“

میں نے پروفیسر حق کی اس بات کو بھی دل سے پسند کیا تھا اور سوچا تھا کہ واقعی صحرائے اعظم کی وسعتیں میری طلب کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں۔

لوئیس مسلسل انضام کا شکار تھی، لیکن ظاہر ہے مجھے اس کی اس سے زیادہ پرواہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ میری فطرت کا ایک برا پہلو تھا وہ سب میری معلومت کر رہے تھے لیکن ان کے لئے دل میں ایک مقام تھا ایک پاسداری تھی دیوانگی نہیں تھی۔

سفر کے مناظر بدلتے جا رہے تھے، موسم بڑا خوشگوار تھا ہم پھر چل پڑے تھے اور ہمارے ساتھ ساتھ آہن پر گھرے بادل سفر کر رہے تھے، مناظر کسی قدر دھندلے بھی ہو گئے تھے، اندازہ ہوتا تھا کہ کسی بھی لمحے بارش ہو سکتی ہے، ہماری گاڑیاں کبھی ڈھلان میں اتریں اور کبھی چڑھائیاں عبور کرتیں۔ باقی دن بھی بادل چھلے رہے، لیکن بارش نہیں ہوئی تھی۔ البتہ ہم ایک پہاڑی ندی کے کنارے پہنچ گئے جس کے ساتھ قدرتی چٹانی پشتہ تھا۔ یہ سلسلہ میلوں تک پھیلا چلا گیا تھا، لیکن پہاڑی کے دامن میں سیاہ رچھ دیکھے جو بہت بڑے بڑے تھے۔ انہیں دیکھ کر رانٹلیں سنبھالنا پڑیں لیکن رچھ ہمارے قریب نہیں آئے تھے، کافی فاصلہ طے کر لیا گیا پھر دقت سے کچھ پہلے ہی رات ہو گئی۔ یہ پہاڑ آگے جا کر کچھ اس طرح گھوم جاتے تھے کہ راستہ بند ہو جاتا تھا اور ہمیں یہ سوچنا پڑا تھا کہ صحیح راستہ پانے کے لئے خاصی تک و دو کرنی پڑے گی۔ بہر حال ہم سفر کا فیصلہ ملتوی کر کے یہاں رک گئے اور اب ہمیں آگے کے لئے راستہ منتخب کرنا تھا۔ لوئیس کا موڈ بھی بحال ہو گیا تھا۔ رات کو خوب تیز آگ روشن کر لی گئی۔ لوئیس کے چاروں ساتھی صرف لوئیس کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی حیران تھے، لوئیس کی تو خیر اپنی ایک مشکل تھی لیکن جرکن، پیٹر، بیگلے اور جوز حیران کن طریقے سے اس کا ساتھ دے رہے تھے آخر ان کا نقطہ نظر کیا تھا، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہر طور یہ لوگ میری بہترین معلومت کر رہے تھے۔

یہاں قیام کے بعد کھانے پینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اور ہم نے کھانے سے فراغت حاصل کر لی، پھر آرام کرنے لگے۔ رات گہری سے گہری ہو گئی، کبھی کبھی بادل بھی گرجے لگتے تھے۔ بجلی چمکتی تو سارا جنگل روشن ہو جاتا تھا بس یوں لگ رہا تھا کہ کسی بھی لمحے آہن سے پانی پھسل پڑے گا، لیکن رات بھر بارش نہیں ہوئی اور فضا پر جس طاری ہو گیا۔ صبح ہونے میں کچھ ہی دیر تھی کہ اچانک فضا میں گولیوں کے دھماکے گونج اٹھے اور ہم سب چونک کر اٹھ گئے۔

”نہیں کوئی کھڑا نہیں ہو گا۔۔۔ رانٹلیں سنبھال لو۔“ لوئیس نے کہا اس کے ساتھی برقی رفتاری سے اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگے، لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ یہ کون لوگ ہیں۔

لوئیس آتشیں جنگ کی ماہر تھی اور اس کے سارے اصول جاننی تھی۔ سب سے پہلے اس نے ایسی مورچہ بندی کی کہ ہم سب گولیوں سے محفوظ ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ صورت حال کے بارے میں اندازہ لگانے لگی۔ پھر اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ”نہیں، ان گولیوں کا رخ ہماری طرف نہیں ہے اور فائرنگ کا فاصلہ ایک فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ صاف محسوس ہو رہا ہے کہ دو گروہ آپس میں الجھ گئے ہیں۔ گولیاں دو ستوں سے چل رہی ہیں۔“

”کون لوگ ہو سکتے ہیں۔۔۔؟“ بیگلے سرکوشی کے انداز میں بولا۔ ”کوئی بھی، میں نے کہا تھا کہ یہ موسم صحرائے اعظم میں سفر کرنے والوں کے لئے پسندیدہ ہے، افریقہ کا سونا حاصل کرنے کے خواہش مند دلوں میں دولت کے حصول کی آگ روشن کر کے آتے ہیں اور وحشوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔ ”ہتھیار سنبھال لو، ممکن ہے ان میں سے ایک گروپ کو ہماری مدد کی ضرورت پیش آ جائے۔ ہم یہ دیکھنے سے باز تو نہیں رہ سکیں گے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔“ لوئیس نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اس کی ہدایت کی تعمیل کی۔ رانٹلیں مجھے، ڈوم اور پروفیسر حق کو بھی دے دی گئیں۔

فائرنگ کوئی بیس منٹ تک جاری رہی تھی۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ مزید دس منٹ انتظار کے بعد لوئیس نے کہا۔

”آؤ۔۔۔ روشنی بس پھیلنے والی ہے۔ ہم بے آواز چل کر تاریکی میں ہی ان تک پہنچ جائیں تو بہتر ہے۔“

”تمہیں سمت کا صحیح اندازہ ہے۔“ پروفیسر حق نے پوچھا۔ ”بیکہ۔۔۔ پوری طرح۔۔۔ نہ صرف اندازہ ہے بلکہ میں نے وہاں تک پہنچنے کے لئے مناسب راستہ بھی منتخب کر لیا ہے۔“ لوئیس نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ میں بھی اس صورتحال کو جاننے سے دلچسپی رکھتا تھا چنانچہ ہم لوئیس کی رہنمائی میں راستے عبور کر کے ان چٹانوں کے اندر داخل ہو گئے جنہوں نے ایک جھوٹے میدان کو تین اطراف سے حصار میں لیا ہوا تھا۔ یہاں نہایت دلچسپ منظر تھا۔ چار آدمی رسیوں سے بندھے زمین پر پڑے ہوئے تھے کچھ خیمے لگے ہوئے تھے اور چند افراد رانٹلیں سنبھالے ان بندھے ہوئے افراد کی نگرانی کر



”نہیں، اس بے وقوف لڑکی کو سمجھاؤ کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“  
 ”جب آپ میری ایک خواہش پوری کر سکتی ہیں معزز خاتون۔“ میٹی نے طنزیہ انداز میں کہا۔  
 ”ہاں ضرور۔۔۔ بولو۔“ لویسا نے کہا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

”اسی شخص نے مجھے چیلنج کیا تھا اور جب یہ مجھ سے مقابلے میں ہارنے لگا تو اس کے ساتھیوں نے عقب سے مجھ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا میں وہ مقابلہ پورا کرنا چاہتی ہوں۔“  
 ”ایک شرط پر میں اس مقابلے کی اجازت دے سکتی ہوں۔“  
 ”شرط۔۔۔“ میٹی کا طنزیہ انداز مسلسل برقرار رہا تھا، لیکن لویسا خوشگوار موڈ میں تھی اور مسلسل مسکرا رہی تھی۔

”ہاں، شرط یہ ہے کہ مقابلے میں ہار ہو یا جیت۔۔۔ تم لوگ اس مقابلے کے بعد ہمیں ہٹ کر آؤ گے۔“

”یہ شرط میں قبول کرتا ہوں۔“ بل ہاروے نے کہا۔  
 ”تم لوگ اپنی تعداد کی وجہ سے خوش ہو۔۔۔ کاش ہم بھی تعداد میں تمہارے برابر ہوتے۔“ نمپلر نے کہا۔

”یہ لڑکی تمہیں بہترین چانس دے رہی ہے مسٹر۔ کیا نام ہے تمہارا۔۔۔ کیا تم اس سے مقابلہ کرو گے۔“

”مقابلہ جیت گیا تو مجھے کیا فائدہ ہو گا۔“  
 ”تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو زندگی دی جائے گی۔“

”اور ہار گیا تو۔۔۔؟“

”اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔“

”مجھے منظور ہے۔“

”مسٹر بل ہاروے، کیا آپ اپنی بیٹی کو مقابلے کی اجازت دیں گے۔“

”میرے خیال میں یہ حماقت ہے۔“

”نہیں ڈیڈی، اگر آپ نے مجھے اس سے روکا تو۔۔۔“ میٹی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”او کے۔۔۔ او کے جنم میں جاؤ۔۔۔“ بل ہاروے نے کہا اور میٹی تیار ہونے لگی۔

لویسا کے اشارے پر بیسگلی نے نمپلر کی بندشیں کھولنا شروع کر دیں۔ باقی تینوں بندھے ہوئے آدمیوں کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر گھسیٹا گیا اور چٹانوں سے ٹکا کر بٹھا دیا گیا۔ ان کے

ہڈوں پر مرونی چھلی ہوئی تھی۔ نمپلر نے خود کو تیار کیا اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔ ڈوم نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

”اس وقت نمپلر کمرے میں بند بی بی کی طرح ہے جو نکل بھاگنا چاہتی ہے اور یہ بی

رہے تھے۔ ہم لوگ اس طرح وہاں پہنچے تھے کہ کسی کو خبر نہیں ہونے پائی تھی۔ روشنی ہو گئی تھی۔ لویسا نے ایک لمحے سوچا۔ پھر سرگوشی میں اپنے ساتھیوں کو ہدایت دی اور وہ چٹانوں پر چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے چٹانوں پر چڑھ کر اندر موجود لوگوں کے نشانے لے لئے۔ میں، لویسا، ڈوم اور پروفیسر حق اچانک چٹانوں سے اندر داخل ہو گئے اور لویسا نے دھاڑ کر کہا۔

”خبردار۔۔۔ ایک بھی گولی چلی تو تم سب کو بھون کر رکھ دیا جائے گا، چٹانوں پر نظر ڈالو، کسی خیمے سے بھی گولی نہ چلائی جائے۔۔۔“ نگرانی کرنے والوں کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔ پھر انہوں نے رائفلیں نیچے رکھ دیں۔

”خیموں میں جو کوئی ہے باہر نکل آئے۔“ لویسا پھر دھاڑی۔  
 ”بندھے ہوئے لوگوں نے ”مد“ ”مد“ چیخنا شروع کر دیا تھا۔ خیموں میں سے بہت سے لوگ باہر نکل آئے، لیکن۔۔۔ انہیں دیکھ کر سب ہی حیران رہ گئے۔ یہ بل ہاروے کی پارٹی تھی، میٹی اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ ہاروے اور اس کے ساتھی بھی تھے۔ میٹی نے ہمیں پہچان کر کہا۔

”مبارک ہو ڈیڈی۔۔۔ آپ کے دوست۔۔۔۔۔“

بل ہاروے عجیب سی نظروں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اب میں نے زمین پر بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا۔ یہ نمپلر اور اس کے ساتھی تھے۔

”آہ کاش۔۔۔ یہ غلط ہو۔“ بل ہاروے نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

”یہ واقعی غلط ہے مسٹر ہاروے، کیا قصہ ہے۔“ لویسا صورت حال سمجھ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ ایک ایک کر کے نیچے اترنے لگے۔

”یہ بہت خونخوار لوگ ہیں، تمہیں بھی مار ڈالیں گے، ان کے فریب میں نہ آؤ۔۔۔

ہمیں کھول دو۔۔۔“ نمپلر نے فریادی لہجے میں کہا۔

لویسا آگے بڑھ کر بل ہاروے کے پاس پہنچ گئی۔ ”کیا قصہ ہے مسٹر ہاروے۔۔۔؟“

”ان بد بختوں نے رات کی تاریکی میں میٹی کو خواب آور دوا سنگھا کر اسے اغوا کرنے کی

کوشش کی تھی، لیکن وہ میٹی کو بے ہوش نہیں کر سکے اور ہمیں خبر ہو گئی، پھر انہوں نے ان

چٹانوں کی آڑ سے ہم پر اندھا دھند گولیاں برسائیں۔ خیموں کے سوراخ دیکھو۔ ہم نے بڑی مشکل اور چھلاکی سے ان پر قابو پایا ہے۔ ہمارے دو ساتھی زخمی بھی ہو گئے ہیں۔“ ہاروے

نے کہا۔

”آؤ۔۔۔ تمہارے مجرم تمہارے قابو میں آ گئے۔ یہ بھی یہاں دلچسپ اتفاق ہے، تمہاری

بیٹی اب بھی یہی سمجھ رہی ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔“

”کیا ایسا نہیں ہے میڈم لویسا۔“

طرح اسے دھن رہی تھی اور اس کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر وہ چکرا کر چٹ کر

پڑا۔ ”اٹھ سورما۔۔۔ عورت کا مقام متعین کر۔“ میٹی غرائی، لیکن نمپلر سے نہ اٹھا گیا۔  
”وہ ہار گیا ہے لڑکی۔۔۔ اب اسے نہ مارنا۔“ لویسا نے کہا اور میٹی لویسا کو دیکھنے لگی  
پھر وہ آدھے بدن سے لویسا کے سامنے جھکی اور اس نے رخ بدل لیا۔ ”فیصلہ ہو گیا ہے  
مشر ہاروے۔“ لویسا نے کہا۔

”ہاں میڈم۔۔۔“

”اب ان کا کیا کریں۔۔۔؟“

”یہ اختیار تمہیں حاصل ہے۔“

”سب میری بات مان لیں گے۔۔۔؟“

”میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔“

”سنو۔۔۔ تمہارا ذریعہ سفر کیا ہے۔ تم کس طرح ان کا تعاقب کرتے رہے ہو۔“ لویسا

نے نمپلر کے ساتھیوں سے پوچھا۔

”ہماری جیب ادھر کھڑی ہے۔“ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

”زندگی چاہتے ہو یا موت۔۔۔؟“

”زندگی میڈم، ہم اس بد بخت کے ملازم ہیں۔ ہمارا قصور نہیں تھا۔“

”مشر ہاروے، اپنے آدمیوں کو ان میں سے ایک کے ساتھ بھیجو اور وہ جیب یہاں منگوا

لیں۔“ ہاروے نے دو افراد منتخب کئے اور ان میں سے ایک شخص کو کھول کر ان دونوں کے

خوالے کر دیا۔ وہ اسے گن پوائنٹ پر لے کر چل پڑے۔ ”اور اب ناشتے کی تیاری ہونی

چاہئے۔“ لویسا نے کہا۔

”ہاں بالکل۔“ بل ہاروے اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ میٹی خیمے میں چلی گئی تھی

نمپلر اسی طرح پڑا ہوا تھا اس میں اب سکت نہیں رہ گئی تھی۔ خود اس کے ساتھی اسے

نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کچھ دیر کے بعد جیب آگئی۔ اسے دیکھنے کے لئے میٹی بھی باہر آگئی تھی۔ دوسری

لڑکیں اس کے ساتھ کھڑی تھیں۔ تب لویسا نے ان چاروں کی تقدیر کا فیصلہ سنایا۔ ”تم

سب اپنے لباس اتار دو۔۔۔ صرف زیر جالے رہنے دو۔“

اس عجیب حکم پر وہ ششدر رہ گئے تھے۔ ”ہم۔۔۔ میڈم۔۔۔“ ان میں سے ایک نے

کہا اور لویسا نے پستول نکل لیا۔

”صرف عمل کرو۔۔۔ سوال نہیں۔“ لویسا کی غراہٹ ابھری اور وہ عمل کرنے لگے۔

نمپلر کو بھی کھڑا کر دیا گیا تھا۔ چاروں جاگیوں میں سکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ”اب ایک قطار

بہت خونخوار ہوتی ہے، عظیم آقا۔“ ڈوم نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”اور میٹی پھٹکارتی ہوئی ناگن ہے مقابلہ دلچسپ ہو گا۔“

”ہاں یہ تو ہے عظیم آقا۔“ ڈوم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

بل ہاروے کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔ وہ شاید اس مقابلے کا انعقاد نہیں

چاہتا، لیکن میٹی کے جوش و خروش کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ البتہ اس نے مدھم لہجے

اینا لویسا سے کہا۔

”اس کی ماں بھی اتنی ہی جنونی تھی۔ میں نے زندگی کے بدترین سال اس کے

گزارے۔ پھر قدرت نے خود ہی مجھے اس سے نجات دلا دی۔“

”کس کی بات کر رہے ہو ہاروے۔“

”میٹی کی ماں اور اپنی بیوی کی، کبھی کبھی مجھے اس لڑکی میں اس کی ماں کی جھلکیاں

آتی ہیں اور میں خوفزدہ ہو جاتا ہوں کہ کبیں اس کا انجام بھی اپنی ماں جیسا نہ ہو۔“

”انجام۔۔۔ تو کیا تمہاری بیوی زندہ نہیں ہے۔“ لویسا نے دلچسپی سے پوچھا۔

”ہاں، خدا کا شکر ہے اسے سزائے موت ہو گئی۔ اس نے تین افراد کو ایک کمرے

بند کر کے زندہ جلا دیا تھا اور میں بیٹی گواہ تھا۔“

”ارے واہ دلچسپ۔۔۔“ اپنا لویسا نے کہا، لیکن یہ سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا کیونکہ

اور میٹی آنے سامنے آگئے تھے۔ جیسا کہ ڈوم کا اندازہ تھا کہ نمپلر اس وقت خوفزدہ

مانند تھا اس نے میٹی کے سامنے ہی اتنی برق رفتاری سے اس پر حملے کئے کہ

بوکھلا گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مارشل آرٹس کی بہترین ماہر تھی اور جس

اس نے اس مشین سے بچنے کا مظاہرہ کیا وہ میری سمجھ سے باہر تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے

تیز رفتار مشینیں چل پڑی ہوں۔ پھر میٹی نے سنبھلنے کے لئے دو تین الٹی قلابازیاں مار

اور نمپلر سے دور ہو گئی۔ نمپلر پر جوش انداز میں اس کی طرف دوڑا اور مار کھا گیا۔

کی لات اس کے سینے پر پڑی تھی اور وہ نیچے گر پڑا تھا۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش

کی لیکن پھر چکرا کر گر پڑا۔

”آقا۔۔۔ اس کی ماں یہ سب کچھ نہیں جانتی تھی ورنہ شاید میں اس دنیا میں نہ ہوتا

لویسا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی وہ اب پوری طرح ان دونوں کی جنگ دیکھ

تھی۔ نمپلر کے ساتھی اسے جوش دلا رہے تھے۔ ان کی آوازیں بھرائی ہوئی تھیں

کورس میں کہہ رہے تھے۔

”ہمت کرو نمپلر۔۔۔ مارو اسے، ہلاک کر دو۔۔۔ نمپلر کہتے، نمپلر کہتے، خدا

غارت کرے، ہمیں بھی مروا دیا۔۔۔ او بزدل، بے غیرت یہ کیا کر رہا ہے۔۔۔ نمپلر۔۔۔

۔۔۔ ان کے سر بدلتے جا رہے تھے کیونکہ نمپلر مسلسل مار کھا رہا تھا میٹی بھوکے

ہیں۔“

”کوئی خاص جگہ ذہن میں ہے“ لویسا نے پوچھا۔  
”اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ کوئی نقشہ وغیرہ ہمارے پاس ہے تو ایسا بالکل نہیں ہے۔  
دیے دریائے کامبی کے بعد پورا افریقہ ہی خاص ہے کیونکہ لوگ کامبی تک بھی نہیں  
جاتے۔“

”مجھے اس کے لئے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا پڑے گا۔“  
لویسا کے سوال کے جواب میں، میں نے کہا۔ ”میں سمجھتا ہوں، ہمیں ایسے ساتھیوں  
کی ضرورت ہے جو سفر کا تجربہ رکھتے ہوں، ڈاکٹر ہوں اور راستوں کے بارے میں جانتے  
ہوں۔“

اور یہ سچ ہے کہ سفر کچھ اور خوشگوار ہو گیا۔ ہاروے کا ٹروپ بہت بڑا تھا اور ان کے  
پاس بہترین انتظامات تھے۔ ہم نے انہیں اپنے مشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا لیکن  
کچھ سفر کے بعد اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اچھے لوگ ہیں۔ لویسا نے انہیں اجازت دے دی  
تھی کہ اگر وہ اپنے طور پر کہیں رکتا چاہیں تو رک سکتے ہیں لیکن انہیں ایسی کوئی ضرورت  
پیش نہیں آئی تھی۔

اس شام سورج جھک چلا تھا اور ہمارے سامنے ایک چوڑا نالہ آگیا تھا جسے عبور کرنے  
کے لئے مناسب جگہ کی تلاش ضروری تھی۔ نالے کے دوسری طرف لمبی جھاڑیاں تھیں  
جنہیں دیکھ کر ہیری کین نے کہا۔

”لوہ، ادھر کچھ ہے۔“ اس کچھ کی تفصیل کی ضرورت نہیں پیش آئی، ہم نے شیروں کا  
ایک جوڑا دیکھا۔ شیر کا سر بے حد بڑا تھا اور وہ بہت توانا نظر آ رہا تھا۔ ہاروے نے کہا۔

”آہ۔۔۔ کیا خوبصورت جوڑا ہے۔ کیا ہم۔۔۔“ لیکن اس کا جملہ اوجھڑا رہ گیا۔ دفعہ  
ایک ہاتھی کی چنگھاڑ سنائی دی تھی۔ ایسی زبردست چنگھاڑ تھی کہ زمین کانپتی محسوس ہوتی  
تھی، لیکن ہم نے شیروں کو دیکھا جو اس چنگھاڑ کو خاطر میں نہیں لائے تھے۔ انہوں نے ہاتھی  
کو دیکھ لیا تھا جو سوئے اٹھائے شیروں کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ شیروں کے جوڑے نے آپس  
میں مشورہ کر کے شاید کوئی حکمت عمل اختیار کر لی اور واقعی یہ اندازہ درست تھا۔ دونوں  
شیروں نے ایک دوسرے سے فاصلہ اختیار کیا۔ پھر شیرنی نے سامنے سے ہاتھی پر چھلانگ لگائی  
اور ہاتھی کی سونڈ پر پنجہ مارا، شیر نے ایک چکر کاٹا اور چھلانگ لگا کر ہاتھی کی پشت پر چڑھ  
گیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ شیر کے پنجے ہاتھی کے بدن میں گڑھے ہوئے تھے، ہاتھی نے  
پشت پر جتے ہوئے شیر کو سونڈ سے پکڑنے کی کوشش کی، مگر شیرنی نے دوبارہ ہاتھ کی سونڈ پر  
حملہ کر دیا۔ یہ انتہائی منظم حکمت عملی تھی اور یہ احساس ہو رہا تھا جیسے شیر کے جوڑے نے  
ہاتھی پر حملے کے منصوبے کو بہت سوچ سمجھ کر ترتیب دیا ہو۔ ہاتھی بری طرح چکر لگانے لگا۔

میں کھڑے ہو جاؤ۔ تمہاری جپ تمام سالن کے ساتھ جڑانے کے طور پر مسٹر بل ہاروے  
ملکیت ہو گئی۔ اب تم سیدھے دوڑتے چلے جاؤ اور زندگی تلاش کرو۔ قطار بٹاؤ۔“ آخر  
لویسا دھاڑی۔

”نہیں میڈم۔۔۔ یہ زیادتی ہے، آپ نے ہمارے لئے سزائے موت مقرر کر دی، ا  
جنگل میں اس عالم میں ہمارا زندہ بچنا کیسے ممکن ہے۔ اس سے تو بہتر ہے آپ ہمیں یہ  
ہلاک کر دیں۔“ ٹمپلر کے ایک ساتھی نے کہا اور لویسا کے ہاتھ میں دبے ہوئے پتہ  
سے شعلہ نکلا۔۔۔ اس شخص کے سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا  
پھیل گئے اور آنکھیں تورا گئیں۔

”اور تم۔۔۔ کیا تم بھی۔۔۔“ لویسا نے دوسروں کی طرف دیکھا اور وہ ہزانی انداز  
پہنچ پڑے۔

”نہیں۔۔۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہتے ہیں۔“  
”چلو۔۔۔ پھر دوڑ جاؤ۔“ زمی ٹمپلر سب سے آگے بھاگ رہا تھا۔ لویسا کے ح  
سے قہقہہ آزاد ہو گیا اور پھر وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔ ”ارے دیکھو۔ وہ سب سے ا  
بھاگ رہا ہے۔“ وہ ہنستی ہوئی بولی لیکن دوسرا کوئی اس کے ساتھ نہیں ہنس سکا تھا۔ وہ لو  
کی طرح شقی القلب نہیں تھے، لیکن تمام لوگ لویسا کی اس درندگی سے خوفزدہ ضرور  
گئے تھے۔ ”پٹیر، جونز۔۔۔ اس لاش کو یہاں سے دور پھینک دو۔۔۔ ورنہ ناشتے کا مزا خراب  
جائے گا۔۔۔“ لویسا نے کہا اور اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔  
ناشتے سے فارغ ہو کر سب یکجا ہو گئے، ہماری جیبیں بھی میس آگئی تھیں۔ بل ہاروے  
خوش تھا، اس نے کہا۔

”میڈم۔۔۔ بہ بہت بہتر ہوا کہ میری بیٹی آپ سے شرمندہ ہو گئی، صحرائے اعظم  
ایک بڑا گروہ بہتر رہتا ہے اس طرح بہت سی آسائیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ میری اس ٹیم  
افراد بڑے کارآمد لوگ ہیں۔ میں ان میں سے اہم لوگوں سے آپ کا تعارف کرا دوں  
مسٹر روٹن ہیں، ڈاکٹر روٹن مہم جوئی کے رسیا۔ صحرائے اعظم میں پانچ بار بہت دور تک  
چکے ہیں اور یوں سمجھ لیں پورا کلینک آپ کے ساتھ ہے اور یہ میری کین پیسے کے لحاظ  
انجینئر ہیں ان کے ساتھ ان کی دو بیٹیاں ہیں یہ دیگی جون اور بیس۔ اصل میں میری خواہش  
اب بھی یہی ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ رہے۔ ہم سب کچھ ہیں لیکن ماہر جنگجو نہیں ہیں۔“  
”آپ کے اس سفر کا مقصد کیا ہے مسٹر ہاروے۔“

”آپ سے جھوٹ بول کر زندگی نہیں کھوئی۔ ہر اس قیمتی شے کا حصول جو حاصل  
کئے اور تقدیر یادی کرے تو سونا! ورنہ ہاتھی دانت اور کچھ خاص پودوں کا گوند جو  
قیمتی ہوتا ہے۔ سیاہ ہرلوں کے نالے کا مکھ۔ بس انہی چیزوں کے حصول کے لئے

اپنے آپ کو سمجھنے نہیں دیتی تھی۔ البتہ اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ ایک تشنہ وجود ایک نامکمل روح اس وقت تک قرار پذیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ مکمل نہ ہو جائے۔  
بل ہاروے اور اس کے ساتھی اپنی ضرورتوں کے شکار تھے۔ لوگوں کے اپنے سوچنے کے انداز ہوتے ہیں، ایسا لویسا کبھی کبھی بہت پر اسرار ہو جاتی تھی، ایک بے مقصد کام کے لئے وہ سفر کر رہی تھی۔ یہ بھی انسانی سوچ ہوتی ہے اور پروفیسر حق سے اس موضوع پر بات ہوئی تو اس نے کہا۔

”میرے پیارے بیٹے تمہارے باپ سے دوستی کے رشتے سے میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنے حقوق قائم کروں اور اس میں یہ قطعی تصور نہیں ہے کہ تمہیں تمہاری طلب سے رد کوں، میں ایک بے علم انسان ہوں لیکن دنیاوی علم تو ہے میرے پاس، یہ جانتا ہوں کہ طلب صادق تکمیل کے مراحل تک پہنچتی ہے اور اتنا ہی کہہ سکتا ہوں تم سے کہ بالآخر تم ”ہیا“ کو پا لو گے، راستے کتنے ہی طویل ہوں، مسافرتیں کتنی ہی مشکل ہوں لیکن تم دونوں کو یکجا ہونا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ تصوراتی زندگی سے حقیقی زندگی اختیار کرو، اپنے آپ بھی فیصلے کرو اور کسی پر اپنے آپ کو نہ چھوڑ دو۔“

”پروفیسر حق بد قسمتی سے میں کچھ ایسے حالات میں پروان چڑھا ہوں کہ دنیا کی بہت سی باتوں سے لاعلم ہوں، غور کرنے کو دل تو چاہتا ہے لیکن دماغ فیصلے نہیں کر سکتا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اطراف میں جو لوگ پھیلے ہوئے ہیں ان کے اپنے کیا مقاصد ہیں اور وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں کسی کو کچھ دینے کی کیفیت میں نہیں ہوں۔“

”تمہارے اندر جو مقناطیسیت ہے اس کے بارے میں صحیح الفاظ ادا کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ بس یوں سمجھ لو مقناطیس ہی کی مثال لے لو، لوہے کی ہر چیز اس سے چمٹنا چاہتی ہے حالانکہ اس قربت سے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تم کچھ ایسی قدرتی کیفیتوں سے بالامال ہو کہ انسانی ذہن تمہاری جانب لپکتا ہے جیسے ڈوم یا پھر ایسا لویسہ۔ اگر تم میری زندگی ختم کرنے کے خواہوں نہ ہو تو میں تمہیں اپنے طور پر یہ بتا دوں کہ ایسا لویسا اپنی زندگی کے اس دور سے گزر رہی ہے، جس کی اس سے کبھی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کا نام سننے کے بعد اسے جاننے والے فوراً ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کمائی انہیں سنائی جا رہی ہے وہ ممکن نہیں ہے لیکن تمہاری مقناطیسیت تمہاری شخصیت سب کچھ کرا سکتی ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہتا چاہتا ہوں کہ نہ خواہوں کے حصول میں سرگرداں رہو نہ ٹیلی پیٹھی سے کام لو، اگر تمہاری ٹیلی پیٹھی کسی وقت تمہیں کوئی فائدہ پہنچائے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا، لیکن جسمانی عمل سب سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس طرح تم ہیا کو پاسکو گے۔“

”میں تمہاری باتیں سمجھ رہا ہوں پروفیسر حق اور ان سے اتفاق بھی کرتا ہوں، مجھے ہر

اس کی لرزہ خیز چٹکھائیں اور شیروں کی ہیبت ناک آوازوں سے زمین لرز رہی تھی اور ہم بڑی دلچسپ نگاہوں سے اس انوکھی جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ درختوں پر موجود پرندے گھبرا گھبرا کر اپنے آشیانوں سے نکل پڑے تھے اور آسمان پر پرواز کرنے لگے تھے۔ ہاتھی اور شیروں کے جوڑے کی ہولناک آوازیں فضا میں ابھرتی رہیں۔ طرح طرح کے داؤ بیچ استعمال کئے جا رہے تھے، یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہاتھی خوفزدہ ہو گیا ہے، جبکہ شیر دھاڑ ضرور رہے تھے لیکن ایسے پنے تلے حملے تھے ان کے کہ ہاتھی کی ایک نہ چلنے پا رہی تھی، وہ شدید زخمی ہو گیا تھا حالانکہ اس نے کئی بار بڑی کامیابی کے ساتھ شیروں کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر زمین پر پٹا تھا اور وہ بھی لولہاں ہو گئے تھے، لیکن بالآخر ہاتھی کو زمین بوس ہونا پڑا اور پھر شاید وہ زندگی کھو بیٹھا، حالانکہ شیروں کا جوڑا بھی بری طرح بڑھال تھا، لیکن ہاتھی کی موت کے بعد یہ اندازہ لگانے لگے کہ دشمن پر فتح حاصل ہو گئی ہے یا نہیں..... تھوڑے فاصلے پر وہ جھاڑیوں میں بیٹھے گرج رہے تھے اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا مفتوح زندگی کھو بیٹھا ہے تو وہ لنگراتے ہوئے ایک سمت چل پڑے، جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے بے اختیارانہ انداز میں ہاتھی کی لاش کی جانب چھلانگ لگا دی اور اسے دیکھنے لگا۔ شیروں نے اسے بری طرح چیر پھاڑ دیا تھا۔ دونوں کلن اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے اور اوڑھے ہوئے پیٹ سے آنتیں باہر نکل کر چاروں طرف بکھر چکی تھیں۔ شیروں نے اس کی دونوں آنکھیں بھی نکال لی تھیں۔ برہال یہ ایک ایسا وحشت ناک منظر تھا کہ بل ہاروے اور اس کے ساتھیوں کی حالت تو بہت خراب ہو گئی تھی۔ میں اور ڈوم بہتر حالت میں تھے۔ یہاں تک کہ ایسا لویسا جیسی عورت بھی اس جنگ سے متاثر ہو گئی تھی۔ برہال یہ تو افریقہ کی زندگی کی سنسنی خیز جھلک تھی جسے شاید میں نے پہلی بار دیکھا تھا یا شاید اس سے پہلے بھی کبھی، لیکن مجھے یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا اور اس کے بعد ہم اپنے دوسرے پروگرام پر عمل کرنے لگے کیونکہ شیروں کا زخمی جوڑا زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ احتیاط سے آگے بڑھا جائے اور کوئی ایسی مناسب جگہ تلاش کی جائے جہاں قیام کیا جاسکے، سو ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے اور پھر جب تاریکیوں نے فضا پر بسیرا کر لیا تو ایک ایسی جگہ مل گئی جسے غنیمت سمجھا گیا اور وہیں قیام کر لیا گیا۔ میں نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو آزاد چھوڑ دیا تھا، بس امید پر جی رہا تھا حالانکہ بہت سے احساسات دل کو زخمی کرتے تھے۔ ”ہیا“ کی آواز سننے کے بعد دل میں اس کی طلب اور بڑھ گئی تھی، لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ آسمان کی بلندیوں پر چاند کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے اور میرے اور اس کے درمیان فاصلہ ختم نہیں ہوتا۔ دوسرے لوگوں کے دوسرے مسائل ہوں گے۔ میرا صرف ایک ہی مسئلہ تھا اور میں اس کے بارے میں سوچتا تھا حالانکہ اگر دوسری سوچوں کو دل میں جگہ دیتا تو زندگی کے بہت سے پہلو سامنے آتے۔ میں دنیا نا آشنا نہیں تھا، لیکن وہی نقشہ وہی بے حالی، جو مجھے

دور میں رہنا ملتے رہے ہیں حالانکہ وہ کھوتے گئے لیکن پھر بھی انہوں نے مجھے راہیں دکھائی ہیں اور انہی راہوں پر چل کر میں بیا کے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔“

”میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی منزل کا تعین اپنے ذہن میں بے شک رکھو، چاہے راہبری کوئی بھی کرے، لیکن ایک تعین ہونا ضروری ہے۔“

”آہ، یہ فاصلے کب ختم ہوں گے۔“ میں نے کہا۔

بل ہاروے نے دوسرے دن صبح سفر کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ ”افریقہ میں داخل ہونے والے اگر کوئی ایک راستہ منتخب کر لیں اور دوبارہ اس کو تلاش کریں تو ناممکن ہوتا ہے جیسا کہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ ہم لوگ ایک منزل کی جانب سفر کر رہے ہیں، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ وہ راستے نہیں ہیں جن سے ہم گزر چکے ہیں اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو کچھ لمحات ایسے بھی آسکتے ہیں کہ ہمیں اپنا یہ ذریعہ سفر چھوڑنا پڑے جیسے خوفناک دلدلیں اور گھنے جنگل۔ ان کے درمیان سے گاڑیوں کا گزرنہ مشکل ہو گا اور ذہنی طور پر ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ کب اور کہاں ہم پیدل سفر اختیار کریں گے۔“

بہر حال افریقہ کے بدلتے ہوئے مناظر کے ساتھ ساتھ یہ سفر جاری رہا اور جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے، اس شخص کا کہنا درست ثابت ہوتا گیا۔ بعض جگہوں پر ہمیں ایسے دشوار گزار مرتلے پیش آئے کہ ہمارے لئے راستوں کی تلاش بے حد مشکل ثابت ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ ایٹا لویسا اپنی حماقت پر پچھتائے گی اور کہے گی کہ وہ آگے کا سفر جاری نہیں رکھ سکتی، لیکن وہ بھی بالکل عورت تھی اس کی پیشانی پر ایک بھی شکن نمودار نہیں ہوئی تھی اور وہ بڑے اعتماد کے ساتھ میرے ساتھ آگے کا سفر جاری رکھے ہوئے تھی۔

صحرائے اعظم اب ایسی شکل اختیار کر چکا تھا کہ ہر منظر بالکل نیا محسوس ہوتا تھا۔ اس دوپہر گرمی کچھ زیادہ شدت اختیار کر گئی تھی۔ موسم کے بارے میں کچھ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کب کیسا رہے گا حالانکہ مناسب موسم تھا لیکن فاصلے طے ہوتے تو موسم میں تبدیلیاں نظر آنے لگتیں۔ پچھلے دنوں جن علاقوں سے گزر رہے تھے وہ ابر آلود تھے لیکن اب ہمیں موسم شدید مل رہا تھا۔ پھر جب سورج کی تمازت خاصی بڑھ گئی تو جنگلوں کا وہ سلسلہ ہمیں بڑا خوشنما محسوس ہوا جس کے نیچے ٹھنڈک اور نیم تاریکی تھی اور یہ فطری عمل تھا کہ ہر شخص اس گھنی چھاؤں میں جلد پہنچ جانے کا خواہاں تھا، لیکن یہ درخت بڑے حیرت انگیز تھے۔ ان کے پتے چوڑے اور اوپر سے اس طرح آہیں میں ایک دوسرے سے پیوست تھے کہ سورج کی روشنی ان کے نیچے نہیں پہنچ پاتی تھی۔ بل ہاروے کے ساتھی بہری کین نے بتایا کہ یہ روشنی خور درخت کہلاتے ہیں اور اس کی بات کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ بہر حال ان درختوں کے درمیان بھی ہم لوگ آگے بڑھتے رہے۔ جنگل کافی طویل تھا اور ہمیں انکا درختوں کے نیچے رات ہو گئی۔ تمام گاڑیاں ایک دوسرے کے قریب کھڑی کر دی گئی تھیں

اور فیصلہ کیا گیا تھا کہ نیچے نہ اترا جائے بلکہ گاڑیوں ہی میں رات بسر کر کے صبح کا انتظار کیا جائے۔ پھر اس وقت میں اور ڈوم تقریباً نیم خوابی کی کیفیت میں تھے کہ ڈوم چونک پڑا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”سو گئے عظیم آقا۔۔۔۔۔؟“

”نہیں، کیوں کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟“

”میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔“

”کیا درندے۔۔۔۔۔؟“

”میں نے بہت غور کیا ہے عظیم آقا، یہ درندوں کے قدموں کی آوازیں نہیں ہیں، سنو انہیں سنو۔۔۔۔۔“ ڈوم خاموش ہو گیا اور میں نے بھی انسانی قدموں کی آوازیں محسوس کیں، ہم نے دم سادھ لیا تھا پر اسرار آوازیں دیر تک گونجتی رہیں اور کچھ دیر کے بعد معدوم ہو گئیں کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی میں نے کہا۔

”کیا خیال ہے ہم نیچے اتر کر دیکھیں۔۔۔۔۔“

”مناسب نہیں ہے آقا لیکن اگر تمہارا حکم ہو تو۔۔۔۔۔؟“

”نہیں میں بھی آرام کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔“ پھر اس کے بعد رات بھر کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی جو ہمارے لئے الجھن کا باعث ہوتی۔ دوسری صبح ہم معمول کے مطابق وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ درختوں کے جالے جو رات کی تاریکی میں پھتیریاں پھیلانے ہوئے تھے دن کی روشنی میں بھی اسی انداز میں نظر آ رہے تھے۔ لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے رہے جنگل گھٹا ہوتا گیا اور اس وقت غالباً درختوں کے اوپر سورج پوری طرح چمک اٹھا تھا کہ دفعۃً فائزوں کی آواز سے گہرا سناٹا ٹوٹ گیا۔ گولیاں اولوں کی طرح برستی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزر کر درختوں کی شاخوں اور تنوں میں پیوست ہونے لگیں۔ یہ گولیاں چاروں طرف سے برس رہی تھیں اور ہماری گاڑیاں چھلنی ہوئی جا رہی تھیں، افریقہ کے کسی علاقے میں ایسے کسی حملے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مجھے ڈوم کی رات کی باتیں یاد آ گئیں۔ ایٹا لویسا نے فوراً ہی ہتھیار سنبھالے اور ہماری کمانڈر بن گئی، بل ہاروے اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھی بھی اس کی ہدایات پر عمل کر رہے تھے ہمارے پاس اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ درختوں کے تنوں کی آڑ میں اور گاڑیوں کے نیچے پناہ لیں۔ سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ تھی کہ ہماری گاڑیاں ساز و سامان کے ساتھ تباہ ہو رہی تھیں۔

بہر حال یہ ایک ایسی صورتحال تھی کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ادھر سے گولیاں مسلسل چل رہی تھیں اور ہمارے اوپر سے دائیں بائیں سناتی گزر رہی تھیں، درختوں کی شاخیں اور پتے ان گولیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے تھے اور ان کے انبار

ہوئے تھے اور دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ ہمیں لئے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بانسوں سے ایک احاطہ بنایا گیا تھا۔ انہوں نے ہمیں اس احاطے سے اندر داخل کر دیا، یہاں ایک ناگوار بدبو پھیلی ہوئی تھی، ہمیں یہاں داخل کرنے کے بعد وہ لوگ ہمارے چاروں طرف پرے پر مسلط ہو گئے۔ ہمیں احساس ہو رہا تھا کہ وہ ہماری طرف سے پوری طرح ہوشیار ہیں، لیکن بانسوں سے بنے ہوئے اس احاطے میں ہماری نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس وقت روسٹرڈکنز اور ہیری کین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیری کین نے روسٹر سے کہا۔

”روسٹر... تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جو ان لوگوں کو احکامات دے رہا تھا۔“  
”ہاں، کیوں...؟“

”مجھے اس کی شکل شناسا معلوم ہوتی ہے۔“

”غور کرو۔ تمہارے خاندان کا کوئی فرد تو نہیں ہے۔“ روسٹر نے جملے کٹے لہجے میں کہا۔  
”میرے خاندان کا۔“ ہیری نے حیرت سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ ہیری میری طرف دیکھ کر بولا۔ ”یقین کریں مسٹر طباطبائی اگر یہ ننگ دھڑنگ نہ ہوتا تو میں اسے نہ پہچان سکتا۔ بس اس نے ناک اور کانوں میں جو لکڑیاں ڈالی ہوئی ہیں۔ اور بدن پر جو نقش و نگار بنائے ہوئے ہیں وہ ذرا الگ چیز ہیں ورنہ یہ...“ ہیری کا جملہ ادھورا رہ گیا، کیونکہ لوئیس وہاں آ گئی تھی۔

”سب لوگوں کو اپنے اپنے طور پر رائے قائم کرتی ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“  
لوئیس نے کہا۔

”یہ افریقی وحشی ہیں، تہذیب سے نا آشنا، ہمیں ان سے کوئی بہتر توقع نہیں رکھنی چاہئے۔“ روسٹر نے کہا۔

”افسوس ہم ہوشیار نہ تھے، مجھے سب سے زیادہ غم اس بات کا ہے کہ اب ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔“

”مجھے ان دونوں باتوں سے اختلاف ہے۔“ پروفیسر حق بولا اور سب اسے دیکھنے لگے۔  
”پہلی بات تو یہ کہ وہ تہذیب آشنا ہیں، ان کے جھوپڑوں کی ساخت، عورتوں کے مکمل ڈھکے ہوئے بدن اور ان کا طرز زندگی بتاتا ہے کہ وہ بستیاں بنانے کے ڈھنگ جانتے ہیں، اپنی عورتوں کو چھپانے کے خواہاں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ جتنی تعداد میں یہاں آباد ہیں، ان پر ہمارے ہتھیار بے اثر ہوتے۔ ہم انسانوں کو بے دریغ تو قتل نہیں کر سکتے تھے اور اب بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے کتنے ساتھی ہمارے ہاتھوں مارے گئے۔“

”کیا وہ ہمیں زندہ چھوڑ دیں گے۔“ لوئیس نے کہا۔  
”یہ نہیں کہا جاسکتا۔“ لوئیس خاموش ہو گئی تھی۔ اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ

جمع ہوتے جا رہے تھے، ہمارے بدن بھی ان چٹوں میں تقریباً ڈھک گئے تھے۔ غرض یہ کہ اس وقت بہت خوفناک صورتحال تھی۔ ہمیں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ہم پر فائرنگ کرنے والوں کی تعداد بے پناہ ہے پھر ہمارے پاس ایمونیشن ختم ہو گیا، یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ ہماری چلائی ہوئی گولیوں نے حملہ آوروں کو کوئی نقصان پہنچایا ہے یا نہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس سفر میں یہ سب سے کٹھن اور خوفناک مرحلہ تھا! رفتہ رفتہ ہماری طرف سے فائرنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خود میرے اور ڈوم کے پاس اب کچھ نہیں رہا تھا۔ پھر تقریباً دو گھنٹے ہمیں پرسکون انداز میں گزارنے پڑے دوسری جانب بھی مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی لیکن جو لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے تھے وہ بڑے ہی زبردست تربیت یافتہ تھے اور یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہمارے پاس مقابلہ کرنے کے لئے اور کیا ہتھیار ہو سکتے ہیں۔ جب انہیں یہ یقین ہو گیا کہ ہم خالی ہاتھ ہو چکے ہیں تو اچانک ہی ہمارے قرب و جوار کے درختوں سے بے شمار سیاہ فام باہر نکل آئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے درختوں کی جڑوں نے چیونٹیوں کی طرح انہیں چاروں طرف سے اگل دیا ہے، وہ انتہائی خونخوار سیاہ چرے والے لوگ تھے اور پھر انہوں نے ہمیں اپنی زبان میں کچھ احکامات دیے۔ ایسا لوئیس نے عاجزی سے مجھ سے کہا۔  
”صورتحال اس وقت ہمارے خلاف ہو گئی ہے باہر، اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ان لوگوں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں اور پھر انہوں نے ہمیں اپنی گرفت میں لے کر اٹھا کر کھڑا کر دیا اور ہمارے ہاتھ موڑ موڑ کر کسی درخت کی پگھلا کر چھال ہماری پشت پر کسنے لگے، ان کے جدید ہتھیار ہمارے جسموں سے لگے ہوئے تھے، ہمارے پاس جو کچھ تھا، انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا اور اس کے بعد ہمیں آگے کی جانب دھکے دینے لگے۔ میں نے ڈوم سے کہا۔

”کچھ پتہ ہے یہ کون لوگ ہیں؟“

”یہ افریقی زبان بول رہے ہیں اور میں کچھ سمجھ رہا ہوں لیکن یہ کوئی بہت ہی اونگھا قبیلہ ہے، آہ دیکھو عظیم آقا“ یہ شخص ان کا سربراہ معلوم ہوتا ہے۔“

میں نے ایک لمبے چوڑے شخص کو دیکھا جس کا سر گھٹا ہوا تھا لیکن جسم اتنا طاقتور اور توانا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گوشت کے تودے اس کے جسم پر جم گئے ہیں۔ بہرحال وہ لوگ ہمیں دھکیلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور گھنے جنگلوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا، ہماری گاڑیاں بھی ہم سے چھن گئی تھیں۔ اب میں بھی بالکل دیوانہ نہیں تھا کہ انسانوں کے اس سیلاب میں اپنے آپ کو کوئی مضبوط چٹان سمجھ لیتا، اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ ہم پر حاوی ہیں۔

گھنے جنگلوں کا یہ سلسلہ ختم ہوا تو ہم ایک دریا کے قریب پہنچ گئے اور یہاں ہم نے ان کی آبادی دیکھی، مخصوص قسم کے چھتری نما جھوپڑے بنے ہوئے تھے جن کے درمیان زندگی رواں دواں تھی، جانور، عورتیں، بچے ان جھوپڑوں کے ارد گرد باہر نکل کر کھڑے

ہم سب نے اسے حیران نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اس کا حلیہ اس کے الفاظ کی نفی کرتا تھا اپنی جسامت اور گیٹ اپ سے وہ افریقہ کے وحشیوں کی نمائندگی کرتا تھا لیکن بہترین انگلش بولہ تھا۔

”میرا نام کوکسن وونس لائوش ہے، میرا یہ قبیلہ بیگوس کہلاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری پارٹی میں کئی نسلوں کے لوگ ہیں، مختلف عقائد اور مختلف مذاہب کے پیروکار۔ میں خود کیتھو کا عقیدہ رکھتا ہوں اور اب بیگوسی بھی کیتھو کا مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ میں ان کا سردار اور روحانی پیشوا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک، جو تمہارے پورے گروہ کی نمائندگی کر سکتا ہو، مجھ سے گفتگو کرے۔ اپنا نمائندہ میرے سامنے لاؤ۔“

”مسٹر بل ہاروے۔ کیا آپ۔۔۔۔؟“ لویسا نے ہاروے سے کہا تو وہ فوراً بول اٹھا۔

”نہیں میڈم لویسا میں نروس ہوں، کیا پروفیسر حق اس کے لئے بہتر نہ رہیں گے۔“

لویسا نے پروفیسر حق کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔

”بشرطیکہ تم لوگ مجھ سے اتفاق کر۔۔۔۔!“

”میں سمجھتی ہوں یہ بہتر ہے۔“

”ہر طرح بہتر ہے۔“ بل ہاروے نے تصدیق کی اور پروفیسر حق نے آگے بڑھ کر کہا۔

”یہ لوگ میری نمائندگی پر اتفاق رکھتے ہیں، دوسری کسی گفتگو سے پہلے میں پہلا سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا ہمیں ہمتا کرنے کے باوجود تم ہم سے خوفزدہ ہو۔“

”خوفزدہ۔۔۔۔“ کوکسن لائوش ہنسنا۔۔۔۔ کیا ہم میں سے کوئی تم چوہوں سے خوفزدہ ہو سکتا ہے؟“

”تو پھر تم نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں۔“ پروفیسر نے سوال کیا۔ وہ ان کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھنے لگا پھر بولا۔ ”ہاں اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔“ پھر اس نے مقامی زبان میں اپنے ساتھ کھڑے لوگوں کو ہدایت کی اور بہت سے لوگ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کھولنے لگے۔ لائوش نے کہا۔ ”میں نہیں میری قوم ساوہ لوح ہے، میرا ہر قدم ان کی بہتری کے لئے ہوتا ہے، تم لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تم سب کی زندگی ایک بیگوسی جوان کے مقابلے میں بچ ہے۔ اگر تمہارے ذریعے میرے کسی ساتھی کو نقصان پہنچا تو میں تم سب کی گردنیں شانوں سے اتار کر نیزوں پر لٹکا دوں گا اس لئے خود کو بے قابو

نہیں تھا۔ وقت گزرتا رہا۔۔۔۔ سب شدید کوفت محسوس کر رہے تھے، موسم بھی گرم تھا اور کم از کم میں نے اور ڈوم نے ایسی بے بسی کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

بہت وقت گزرنے کے بعد ڈوم نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ”ایک بری بات کرنا چاہتا ہوں آقا۔۔۔۔“ میں حیرانی سے ڈوم کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ ”کیوں، کیا بات ہے۔“

”آقا۔ تمہارے ہاتھوں میں یہ رسیاں دیکھ کر مجھے مر جانا چاہئے، یہ رسیاں کتنی ہی مضبوط اور پختہ سہی لیکن یہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔ میں انہیں توڑ سکتا ہوں۔“

”یہ تو بری بات نہیں ہے ڈوم۔“

”بری بات یہ ہے آقا کہ کیا ہم اس گروہ کے ساتھ قیدی بنے رہیں گے۔ ہم سب کو نکل کر نہیں لے جاسکتے۔ لیکن یہ ہمیں نہیں روک سکتے۔“

”تمہارا مطلب ہے۔۔۔؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ مجبوری ہے۔“

”اور لویسا بھی۔۔۔۔؟“ میں نے کہا لیکن ڈوم خاموش رہا۔ تب میں نے کہا۔ ”نہیں ڈوم۔۔۔۔ وہ بے غرض ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ اگر اس کی زندگی یہاں ختم ہو گئی تو ہمیں ہر کامیابی پھینکی گئی۔“

”بات ختم ہو گئی، یہ صرف ایک خیال تھا جو تمہارے سامنے بیان کیا۔“

”اسے ذہن سے نکل دو۔۔۔۔“ میں نے کہا اور ڈوم نے گردن خم کر دی۔ پھر اس وقت شام جھک رہی تھی کہ احاطے کا دروازہ کھلا اور دیوہیکل سردار کچھ افراد کے ہمراہ اندر داخل ہوا۔ وہ چیتے کی کھال سے بدن ڈھکے ہوئے تھا۔ سر پر پروں کا تاج تھا۔ ہاتھ میں نیزہ تھا۔ ہم سب اسے دیکھنے لگے۔ تب اس نے گو بدار آواز میں کہا۔

”ہیلو لیڈرز اینڈ جنٹلمین، کیا آپ لوگ خیریت سے ہیں۔“ یہ جملہ ششہ انگریزی میں کہا گیا تھا۔

ہونے سے روکنا۔

پروفیسر حق نے گہرا کر لویسا کو اور پھر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی، لویسا نے آنکھیں بند کر لیں..... کو کس نے کہا۔

”پہلے میں تمہیں اپنے بارے میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں، میری عمر اس وقت گیارہ سال تھی جب ایک برطانوی ٹیم صحرائے اعظم میں داخل ہوئی، لارڈ اسٹور نے میرے قبیلے کے بے شمار افراد کو موت کے گھاٹ اتارا..... میرے باپ کو قتل کر کے مجھے اور میری ماں کو اپنے ساتھ برطانیہ لے گیا۔ ڈھائی سال تک اس نے میری ماں کو اپنی غلامی میں رکھا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر مظالم ڈھائے پھر ہم نے موقع ملتے ہی اسے قتل کر دیا لیکن اس طرح کہ کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ لوگ اسے طبعی موت سمجھتے تھے پھر سولہ سال ہم برطانیہ میں رہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے اپنی ماں کی پرورش کی لیکن ہمارے دلوں میں انتقام کی آگ تھی، ہمیں اپنے قبیلے سے پیار تھا اور ہم یہاں واپس آنا چاہتے تھے۔ میں نے اس دوران بہت کچھ سیکھا تھا، سفید چمڑی والوں کی کالوں سے نفرت دیکھی تھی ہر احسان کو دل میں زندہ رکھا تھا۔ سولہ سال کے بعد ہمیں موقع ملا میں نے ہم جوؤں کی ایک ٹولی میں شمولیت اختیار کی اور ان کے ہمراہ افریقہ آیا۔ بڑی ذہانت سے انہیں ہیکوس لایا..... اور پھر پہلی بار مجھے زندگی کا لطف حاصل ہوا، ہم نے چوبیس سفید چمڑی والوں کے خون کا مزا چکھا تھا ان کے ہمر آج بھی انتقام کی پہاڑیوں پر نیزوں میں اڑتے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سے آج تک میں گیارہ سو سفیدوں کو قتل کر چکا ہوں۔ میں ان کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ سال میں ایک بار میں دریائی راستے سے منڈب دنیا میں جاتا ہوں اور وہاں سے اپنے قبیلے کے لئے دوائیں، لباس اور جو کچھ ان کی ضرورت ہوتی ہے، لے آتا ہوں۔ یہ لوگ مجھ پر زندگی بچھاور کرتے ہیں، میں انہیں روحانی پیشوا کی حیثیت سے درس دیتا ہوں۔ یہ ہے کو کس وولس لائوش۔“

”گریٹ!“ پروفیسر حق نے اسے دیکھتے ہوئے عقیدت بھرے لہجے میں کہا اور وہ

چونک پڑا۔

”کیا کہا تم نے.....؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”تم عظیم انسان ہو لائوش..... میرے دل میں تمہارے احترام پیدا ہو گیا ہے۔“

”کیوں..... بھلا کیوں..... وضاحت کرو۔۔۔۔۔“

”وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، اپنی قوم کے لوگوں سے محبت ایک عظیم جذبہ ہے پھر جس طرح تم نے اپنے مشن کو زندہ رکھا وہ معمولی بات نہیں ہے۔ کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔“

”آہ! نہیں، وہ مر چکی ہے۔“ لائوش نے افسردگی سے جواب دیا..... پھر چونک کر بولا۔

”کیوں پوچھا تم نے.....؟“

”میں تم جیسے عظیم بیٹے کی ماں کو بھی مبارک باد دینا چاہتا تھا۔“ پروفیسر نے کہا۔

”حالاںکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔“

”وہ تمہارا رد عمل ہو گا میں تمہارے جذباتوں سے متاثر ہوا ہوں، جس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکا۔“

”اب تم لوگ اپنے بارے میں بتاؤ۔۔۔۔۔“

”کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اس کے لئے تم مجھے تنہائی میں کچھ وقت دو۔۔۔۔۔!“ پروفیسر نے کہا لائوش نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر وہ کچھ کے بغیر واپس چل پڑا۔ اس کے ساتھ آنے والے تمام لوگ بھی باہر نکل گئے تھے۔

”میں نہیں سمجھی استاد محترم..... آپ نے اس سے کس طرح کی گفتگو کی..... آہ! وہ جو بکواس کر رہا تھا اسے سننے سے مر جانا بہتر تھا۔“ موت اس طرح تو بہتر نہیں میڈم ایٹا لویسا۔ میں تو پروفیسر حق کی ذہانت کی داد دیتا ہوں شاید اتنی دور رس گفتگو ہم میں سے کسی کے لئے ممکن نہ ہوتی۔“ بہتری کین نے بے ساختہ کہا۔

”لیکن وہ ہمیں چوہا سمجھ رہا تھا۔“ ایٹا لویسا نے کہا۔

”وہ اس میں حق بجانب ہے، آپ کی نگاہیں جہاں تک کلام کر سکتی ہیں، دیکھیں، سیاہ فام بکھرے ہوئے ہیں، جو اس کے قبیلے کے لوگ اور اس کے پیروکار ہیں۔ اس کے اشارے پر سب جان دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ ہمارے ہتھیار بھی ان کے قبضے میں ہیں، ایسی صورت میں ہم انہوں میں موت کا شکار ہو جاتے جبکہ آپ دیکھ رہی ہیں کہ پروفیسر کے پہلے بٹلے نے ہمارے ہاتھوں سے رسیاں کھلوادیں۔“ بہتری کین نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن اب کیا ہو گا..... کیا ہماری زندگیاں بچ جائیں گی.....؟“ ایٹا لویسا نے جھنجھلا کر کہا۔

”تم ہمیشہ میرا احترام کرتی رہی ہو، لویسا..... اس کے باوجود تمہیں حق ہے کہ اگر میری گفتگو تمہارے لئے ناخوشگوار ہے تو مجھے سزا دو۔۔۔۔۔!“ پروفیسر حق نے کہا۔

”نہیں..... ان حالات میں یہ مناسب گفتگو تھی۔“ میں نے کہا اور لویسا نے چونک کر مجھے دیکھا..... پھر اس کا موڈ بدل گیا..... اس نے مسکرا کر کہا۔

”اگر تم مطمئن ہو تو سب ٹھیک ہے۔“ پروفیسر حق نے مجھ سے کہا۔

”میں نے اس کے دماغ میں بہت سے نشتر چھوئے ہیں طباطبائی اور صرف اسے نوٹ کیا ہے وہ خود سر، اپنی قوم کا دیوانہ لیکن پکدار ہے، اسے ہینڈل کیا جاسکتا ہے۔“

”اپنی زندگی کی بقاء کا عمل کرو پروفیسر..... میں جب چاہوں ان کے چنگل سے نکل سکتا ہوں۔“



نکلے تک صرف مجھے عمل کرنے دو، مجھ پر اعتماد کرو..... اگر میں اس سے کچھ ایسی گفتگو کروں جو تمہیں ناپسند ہو تو اسے برداشت کر لو..... یہ ہمارے لئے ضروری ہے۔“

”ایسا ہی ہو گا.....“ میں نے کہا۔

جس جگہ ہمیں لے جایا گیا وہاں ایک الاؤ روشن تھا اس کے پاس کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں بہت سے سیاہ فام الاؤ سے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کرسی پر لائوش بیٹھا ہمارا انتظار کر رہا تھا، ہمیں دیکھ کر وہ مسکرا دیا..... پھر بولا۔

”دو بہترین لوگ..... کیونکہ وہ سفید چڑی کے مالک نہیں ہیں اور ان پر یقین کیا جا سکتا ہے، بیٹھے..... میں تمہیں احترام دیتا ہوں۔“ اس نے خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا..... ہم بیٹھ گئے۔

”میں نے تمہیں کھانا بھجوا دیا تھا.....!“ وہ بولا۔

”ہم اس کے لئے تمہارے شکر گزار ہیں۔“

”حالانکہ میں ایسا نہیں کرتا..... صحرائے اعظم میں آنے والے آوارہ گردوں کے گرد جال بچھا کر میں انہیں گرفتار کرتا ہوں، ان کا مال و اسباب اپنے قبضے میں لیتا ہوں..... پھر انہیں بے لباس کرتا ہوں کہ ان کو ہلاک کرتے ہوئے ان کے بدن کے لباس نہ خراب ہو جائیں..... جو بعد میں میری قوم کے کام آتے ہیں..... ان کا سب کچھ ان کے لئے ہے جو صدیوں کے بے لباس ہیں، میں انہیں ان کے حصے کی غذا کبھی نہیں دیتا..... لیکن میں نے ان کے درمیان تین رنگدار دیکھے..... جن میں ایک تمہارے ساتھ نہیں ہے اور تمہارے طفل میں نے یہ سخاوت کی ہے.....!“ وہ ہنسا.....!

”میں نے بھی تم سے اسی رنگ کی بنیاد پر محبت کی ہے گریٹ مین۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”گریٹ مین.....“ اس نے آہستہ سے کہا جیسے ان الفاظ سے لطف لے رہا ہو، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”تمہیں ضرور زندہ رہنا چاہئے کیونکہ مجھے ایسے الفاظ سے مخاطب کرنے والا کوئی نہیں ہے یہ سب مجھے اچھا لگتا ہے۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ کوکسن وڈس تمہاری نسل پرستی نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔“

”شکریہ..... تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔“

”بل ہاروے ایک عظیم مہم جو ہے، اس کے ذہن میں ایک عظیم الشان خزانے کا نقشہ پوشیدہ ہے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی اس خزانے کے حصول میں کامیاب ہو جائے تو ایک شہر بنا سکتا ہے جس میں دنیا کی ہر شے فراہم کر لی جائے..... وہ اس خزانے کی تلاش میں آیا

”نہیں طہالی یوں نہ سوچو..... ہم تمہاری قوم ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”میں یوں نہیں سوچ رہا بلکہ میں نے تمہیں اجازت دی ہے۔“

”میں جب اس سے گفتگو کروں گا..... تو تم میرے ساتھ رہو گے۔“

کچھ دیر کے بعد بڑی بڑی بالٹیاں لائی گئیں جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لکڑی کے طشت لائے گئے جن میں روٹ گوشت تھا اور کھانا پیش کیا گیا جوار کا نمکین دلیہ اور گوشت بے حد لذیذ تھا اسے کھاتے ہوئے ہیری کین نے کہا۔

”یہ بھی پروفیسر کی کاوشوں کا پھل ہے ورنہ وہ جو لوٹ کر قتل کر دیتا ہے اپنی قوم کی غذا ہم پر خرچ نہ کرتا۔ دوسرے لوگ شاید ان سنگین حالات کو مناسب محسوس نہیں کر رہے ورنہ یہ قید کوئی چمک نہیں ہے۔“

پھر رات کو اس کی طرف سے طلبی ہوئی اور پروفیسر نے مجھ سے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ ڈوم کو میں نے روکا تھا ورنہ شاید وہ کسی اور کی بات نہ مانتا.....! دو سیاہ فاموں کے ساتھ چلتے ہوئے پروفیسر نے کہا۔

”میں تمہیں بھی داؤ دیتا ہوں ماہر طہالی کہ تم نے لویسا کو پتھرے میں بند کر رکھا ہے ورنہ وہ آتش مزاج عورت صرف خوف کا نمبل ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے تم نے اس سے گفتگو کے لئے میرے انتخاب کی تائید کر دی، یہ بہترین عمل تھا، جانتے ہو کیوں؟“

”نہیں.....“ میں نے کہا۔

”اس لئے کہ ہم سفید نسل کے لوگ نہیں ہیں ان سفید فاموں نے جو بویا اسے وہ کٹ رہے ہیں ایک طرح سے لائوش اپنے عمل میں حق بجانب ہے ماہر..... ہمارا ایک مشن ہے۔ اس کی..... تلاش..... اور ہمیں ہر طرح کی مشکلات سے گزر کر اس تک پہنچنا ہے۔ کسی نے تمہیں ٹیلی پیٹھی کا عمل سکھایا کس نے خوابوں کی بات کسی میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا۔“

”کیا.....؟“

”عقل کائنات کی سب سے بڑی قوت ہے صبر عقل کا ساتھی ہوتا ہے۔“

”مجھے اپنی بات سمجھنے دو.....“

”عقل کی قوت سے ہتھیار بنتے ہیں، بعد میں انہیں استعمال کیا جاتا ہے، عقل طاقت کا سرچشمہ ہے، ہم ان حالات میں بھی ان سے جنگ کر سکتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہو گا کہ ان میں سے سو پچاس کو ہلاک کر کے بالآخر ہم مرجائیں گے اور ہیا تمہارا انتظار کرتا رہ جائے گا۔ جبکہ عقل کو ہتھیار بنا کر ہم جیت سکتے ہیں، اس کو تلاش کر سکتے ہیں..... اسے پاسکتے ہیں۔“

”میں تم سے اتفاق کرتا ہوں.....“ میں نے کہا۔

”تم میرا ساتھ دو..... لویسا کو کنٹرول رکھو..... زیادہ نہیں تو کم از کم اس مشکل سے

ہے۔

”تم بھی....؟“

”میں آرکیلو جسٹ ہوں.... اس کے کام میں اس کا معاون۔“ میں نے کہا۔  
”یہ خزانے ہماری ملکیت ہیں، کیا انہوں نے پسماندہ افریقہ کو اپنے وسائل میں سے کچھ دیا.... سیاہ فام جگہ جگہ قحط کا شکار ہیں، یہ انہیں کچھ دیتے ہیں....“  
”میری بات کا برا تو نہیں مانو گے کوکسن....“  
”نہیں۔“

”ایسا تو صدیوں سے ہو رہا ہے، وہ مختلف شکلوں میں یہاں آتے ہیں، کبھی دغلی جہازوں میں غلام لے جانے کے لئے.... کبھی ہاتھی دانت اور کھالوں کے حصول کے لئے.... اور کبھی صحرائے اعظم کے قدرتی خزانے حاصل کرنے.... یہ کام تم نے کیوں نہیں کئے۔“  
”ہم نے....“

”ہاں.... مجھے بتاؤ.... وہ طویل اور دشوار گزار سفر کر کے یہاں آتے ہیں اور مالا مال ہو کر چلے جاتے ہیں۔ یہ دولت تم کیوں نہیں حاصل کرتے۔“  
”ہم.... لیکن کیسے....؟“ وہ کھو سا گیا۔  
”مجھے بتاؤ کوکسن.... تم اپنے قبیلے کے لئے اشیاء کا حصول کہاں سے کرتے ہو۔ اس کے لئے دولت کہاں سے آتی ہے....؟“

” سخت محنت کر کے، میں صحرائے اعظم میں داخل ہونے والے قافلوں کو لوٹتا ہوں، جب سرحدی آبادیوں میں جاتا ہوں تو ڈاکے ڈالتا ہوں، وہاں کے لوگ مجھے کمدرہ کے نام سے جانتے ہیں بے رحم اور خطرناک کمدرہ.... جس کے نام پر وہ اپنی تجوریاں خالی کر دیتے ہیں اور پھر میں ایک تاجر بن جاتا ہوں.... اشیاء خریدتا ہوں اور دریائی راستوں سے واپس آ جاتا ہوں۔“

”اس سے آسان دولت کیوں نہیں حاصل کرتے تم.... جو تمہارے اپنے گھر میں ہے۔“

”آہ.... مگر کیسے؟“

”اس طرح جیسے یہ لوگ حاصل کرتے ہیں۔“

”میرے پاس اس کے نشان نہیں ہیں۔“

”میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔“

”ہاں.... تم کر سکتے ہو....“ وہ حسرت سے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”مگر کیا تم ایسا کرو گے؟“

”بہتر شرائط پر....“

”بولو....؟“

”اس دولت میں سے ایک چھوٹا سا حصہ میرا بھی ہونا چاہئے۔“  
”مجھے منظور ہے، ہم ان سفید فاموں کو یہاں قتل کئے دیتے ہیں اور پھر گردہ بنا کر یہاں سے چل پڑتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بہت کچھ دوں گا۔“  
”نہیں مسٹر لاؤش.... تھوڑا سا ذہن پر زور دو....!“  
”مطلب....!“

”اصل جگہ کے نقشے ان کے دماغوں میں ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔  
”یہ تم مجھ پر چھوڑ دو.... میں ان کی کھوپڑیاں توڑ کر ہر راز باہر نکال لوں گا۔“  
”سفید فاموں کو جانتے ہو، سیاہ فاموں پر برتری کیوں حاصل رہی، اس لئے کہ وہ چالاک ہیں، عقل سے کام لیتے ہیں، ٹوٹی ہوئی کھوپڑیوں سے راز حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے، مجھے بتاؤ؟“

”میں ان پر تشدد کروں گا، ان کے ساتھ لڑکیاں ہیں، انہیں اٹھا کر ان لوگوں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دوں گا۔“  
”وہ تمہیں نقشے بتا دیں گے؟“  
”اس وقت بھی نہیں بتائیں گے۔“  
”ضرور بتائیں گے، لیکن جب تم ان کی بتائی ہوئی جگہوں پر پہنچو گے تو وہاں تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔“

”کیوں....؟“ وہ حیرت سے بولا۔  
”اس لئے کہ وہ اصل جگہ نہیں ہوگی، وہ تمہیں کبھی صحیح جگہ نہیں بتائیں گے۔“  
”وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔“ تب.... کیا کرنا چاہئے۔“  
”جو کچھ میں کہوں اس پر عمل....“  
”کہو.... مجھے بتاؤ....“ وہ بولا۔

”ان کا ساتھ دو.... ان سے تعاون کرو.... ذریعہ میں بن سکتا ہوں یا پھر انہیں جانے دو.... اور خفیہ طریقے سی ان کا تعاقب کرو.... اور عین وقت پر نمودار ہو جاؤ.... دونوں میں سے ایک بات پر عمل کرو۔“

”وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔“ میں سوچنا چاہتا ہوں۔“  
”جیسا تم چاہو....!“ پروفیسر حق نے کہا پھر بولا۔ ”تو کیا ہمیں واپسی کی اجازت ہے؟“  
”نہیں ابھی ٹھہرو.... میں، تمہیں خود سے الگ نہیں کر سکتا۔ میری عقل اس کی اجازت نہیں دیتی، وہ راستے میں مجھے دھوکہ دے سکتے ہیں، اس سے بہتر یہ رہے گا کہ میں انہیں زیر نگرانی رکھوں اور انہیں ہر کام کے لئے مجبور کر دوں۔“  
”میں پہلے بھی یہ تجویز پیش کر چکا ہوں، لیکن ایک مشورہ تمہیں دینا چاہتا ہوں۔“

بچانے میں معاون ہو سکتی ہے۔“  
”کیا پروفیسر....؟“

”وہ انتہائی حد تک نسل پرست ہے کیونکہ سفید فاموں نے اس پر شدید مظالم کئے ہیں وہ اپنی قوم کو بہتر زندگی دینا چاہتا ہے اور میں نے اس کی یہی کمزوری استعمال کی ہے لیکن اس کے لئے تمہیں ایک عرصہ جدوجہد کرنی پڑے گی۔ واقعات تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں اب تک کسی نے اور کوئی تدبیر سوچی ہے؟“

”بالکل نہیں پروفیسر.... بلکہ اب ہم اپنی موت کا تصور کرنے لگے ہیں۔“ روسٹر نے کہا۔

”یہ اچھی بات ہے، اس طرح تمہیں میرے فیصلے قبول کرنے میں آسانی ہوگی۔ میں نے اس کے گرد ایک جال بنا ہے....“ پروفیسر نے پوری وضاحت سے انہیں اپنا منصوبہ بتایا پھر بولا۔ ”تمہیں میری اس کہانی کی روشنی میں اس کے سوالات کے جوابات دینا ہوں گے، میرا موقف سمجھ رہے ہو، دوسری صورت میں ہماری زندگی مختصر ترین ہو سکتی ہے، وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کا حق مار کر ہمیں غذا نہ دیتا اور جلد از جلد ہم سے نجات حاصل کر لیتا، ہم برہنہ نہتے ہو چکے ہیں، اتنے بڑے قبیلے میں سے کتنے افراد کو قتل کر سکتے ہیں بالآخر ہمیں مرنا ہو گا۔ اس طرح ہمیں وقت بھی ملا ہے اور یہاں سے نکل جانے کا موقع بھی پھر ہمارا واسطہ ان چند افراد سے رہ جائے گا جو اس خزانہ کے حصول کے لئے ہمارے ساتھ جائیں گے ہمیں اتنا فاصلہ طے کرنا ہو گا کہ وہ اپنے قبیلے سے دور ہو جائیں۔ اس کے بعد یہ ہماری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ ہم کس طرح ان لوگوں پر قابو پا سکتے ہیں۔“

”یو آر گرینٹ پروفیسر.... تم نے اپنی ذہانت سے پورے فیصلے کو شکست دے دی ہے۔“

لویسا نے مسرت سے کہا۔

”میرا موقف تمہاری سمجھ میں آگیا....!“

”پوری طرح۔“

”بس ایک گڑبڑ ہو گئی ہے....!“ ہیری کین نے کہا۔

”کیا....؟“

”آپ نے انہیں ہتھیاروں کو اپنی تحویل میں رکھنے کی پیش کش کیوں کر دی....“

”کیوں اسے بند کر.... اپنی چھوٹی سی کھوپڑی کو زیادہ تکلیف نہ دو اگر وہ اس قاتل نہیں ہے۔“ لویسا نے غرا کر کہا پھر بولی۔ ”اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلانا بھی ضروری تھا۔“

ہیری کین خاموش ہو گیا۔

کوکسن لاٹوش لائن پر آگیا تھا اور اب وہ اس خزانے کے حصول کے لئے بہت

”کیا....؟“

”تم خیر سگلی کے طور پر ان کا سامنا انہیں ضرور واپس کر دینا لیکن خبردار.... ایک بھی ہتھیار کسی کو نہ دینا، سفید چمڑی والے کسی طرح قاتل اعتبار نہیں ہوتے۔“

پروفیسر کے الفاظ پر میں نے چونک کر اسے دیکھا اور دل میں سوچا کہ کیا پروفیسر حق اس سے واقعی مخلص ہو گیا ہے.... یہ ایک خطرناک مشورہ تھا لیکن واپسی پر میں نے کسی قدر ناگواری سے یہ سوال کیا تھا۔

”آہ! تم نے غور نہیں کیا، وہ میری اس تجویز کے بعد ہم دونوں کی طرف سے بالکل مطمئن ہو گیا ہے، یہ اچھی بات ہے کہ وہ ہم پر اعتبار کرے گا۔“

”مگر کیا وہ ایسا ہی کرے گا....؟“

”بیشک.... لیکن دیکھو طہانی اس سے دو فائدے ہوئے ہیں.... ہم نے ان سب کی زندگی محفوظ کر لی ہے ورنہ انہیں ہلاک کر دیتا نیز یہ کہ راستے میں اگر سب کے پاس ہتھیار ہوتے تو کسی بھی وقت استعمال میں آ سکتے تھے یہ بہت بڑی مجبوری تھی، لویسا یہاں اپنی وحشت میں صرف جان دے سکتی تھی تاہم.... میں نے ایک عظیم گناہ کیا ہے لیکن مجبوری....“

”کیا گناہ....؟“

”یہ سب بہتر نہیں تھا۔ لیکن.... اسے یہ دھوکہ دینا ضروری تھا۔ ظاہر ہے یہ اپنے پورے قبیلے کو اس مہم پر نہیں لے جائے گا تھوڑے افراد ہوں گے اور راستے میں.... کون جانے کیا ہو۔“

”بہت سے اچھے ہوئے سوال ہیں لیکن میں ان میں نہیں پڑنا چاہتا.... تم بہتر سمجھو ہو۔“

”ایک بات پر یقین رکھو اگر ہم یہاں سے نکل گئے تو بہت کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“ وہاں سب ہمارے منتظر تھے۔ پروفیسر نے کہا۔ ”جلد بازی سے گریز کرو.... میرے گرد مجمع نہ لگاؤ۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں اندازہ لگائے۔“ پھر موقع ملنے اس نے کہا۔

”وہ نسل پرست ہے، تم لوگوں نے اندازہ لگایا ہو گا اس کا طریقہ کار یہی ہے۔ ایک مخصوص علاقے میں جو اس کی.... رنج میں ہے گزرنے والوں کو وہ گرفتار کر لیتا ہے، انہیں لوٹ کر قتل کر دیتا ہے، اسی طرح اس کی نسل پرستی کی تسکین ہوتی ہے اور اپنے قبیلے کا ضرورتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا.... میں اس کی کمزوریاں تلاش کر رہا تھا، انسان کے اندر جھانکنا چاہتے ہو تو اسے بولنے دو.... دل بھر کر بولنے دو.... اس کا باتیں بالآخر اسے عیاں کر دیتی ہیں، مجھے اس کی کمزوری مل گئی اور یہ کمزوری ہماری زندگی

پرجوش ہو گیا تھا چنانچہ اول فرصت میں اس نے بل ہاروے، ہیری کین اور روسٹر کو بلوا لیا۔ بالکل ہی بے وقوف نہیں تھا اس لئے اس وقت اس نے پروفیسر حق کو نہیں بلایا تھا البتہ پروفیسر حق نے ان سے کہا تھا۔  
”میں نے تمہیں جو تفصیل بتائی ہے اگر تم لوگ اس سے مطمئن نہ کر کے تو اپنی موت کا پروانہ لے کر آؤ گے۔“

”ہمیں سب کچھ یاد ہے۔۔۔۔۔!“ بل ہاروے نے کہا۔ پھر نتیجہ برا نہیں نکلا۔

ان لوگوں سے کامیاب مذاکرات ہوئے جس کے نتیجے میں طے ہوا کہ کوکن دونوں لاٹوش اپنے بیس طاقتور ساتھیوں کے ہمراہ اس مہم میں ان کے ساتھ ہو گا۔ ان کی گاڑیاں ان کے ساز و سامان کے ہمراہ انہیں واپس کر دی گئیں۔ البتہ ہتھیار صرف لاٹوش اور اس کے ساتھیوں کے پاس تھے اور اس نے کہا تھا۔

”ہم تمہارے محافظ ہیں۔ مطمئن رہو۔ صحرا کی ہر مشکل میں سب سے آگے رہیں گے لیکن یہ خیال رہے کہ سب کو لاٹوش کے احکامات کا پابند رہنا ہو گا۔“ اور لاٹوش بہترین سربراہ تھا۔ اکیس شاندار گھوڑے متعین کردہ راستوں پر آگے سفر کر رہے تھے۔ یہ لوگ جنگلی درندوں کو دور رکھ رہے تھے اور شکار کا گوشہ بھی فراہم کر رہے تھے اور یہ سب برا نہیں تھا پہلے دن کے سفر کے بعد رات کے قیام میں ڈوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”ہیا عظیم شان والا ہے عظیم آقا۔ دیکھو اس کے حضور حاضری کے لئے کتنا بڑا لشکر تیار ہو گیا ہے۔“

”کیا زیادہ لوگ نہیں ہو گئے ڈوم۔“ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”ہاں لیکن اس کی فکر نہیں ہے چھائی ہو گی آقا۔ بہت جلد ہو گی۔“

”میں ان لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں ڈوم۔ کیا ان دشمنان جنگلوں میں قیام آسان ہو گا پنڈت رائے یہاں کیسے رہتا ہو گا۔ نہا یہاں کیسے وقت گزارتا ہو گا۔“  
”ضرور انہوں نے اپنے لئے بہتر انتظامات کئے ہوں گے۔“ ڈوم نے آہستہ سے کہا۔

جوں جوں رات گہری ہوتی جا رہی تھی فضا میں گہری گاڑھی کھراتی آ رہی تھی ماحول تاریک سے تاریک تر ہوتا جا رہا تھا پھر اچانک بل ہاروے کی ساتھی لڑکیاں دہشت بھری آواز میں چیخنے لگیں اور خاموش ماحول میں ان کی بھیاںک چیخوں سے ایک پرہول ساں پیدا ہو گیا۔ بل ہاروے اور دوسرے لوگ چیخنے لگے تھے۔ فوراً ہی گاڑیوں کی ہیڈلائٹس روشن کر دی گئیں لڑکیوں کے چیخنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں اور ڈوم بھی وہاں پہنچ گئے بینری لمپ روشن کر کے رکھے گئے تو ایک عجیب ساں نظر آیا۔ وہ دو دو تین تین انچ لمبی جو تکلیں تھیں جو لڑکیوں کے بدن کے کھلے ہوئے حصوں سے چٹ گئی تھیں اور وہ دیوانہ وار تڑپ رہی تھیں۔

کوکنس اور اس کے ساتھی بھی ان کے گرد جمع ہو گئے صورتحال معلوم کر کے کوکنس قہقہے لگنے لگا ہاروے ہیری اور دوسرے لوگ ان جو تکوں کو لڑکیوں کے بدن سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگے لیکن جب وہ انہیں کھینچتے تو وہ ریڑ کی طرح لمبی ہو جاتیں لڑکیاں دہشت سے بد حال ہو رہی تھیں، لیکن پروفیسر نے عقل سے کام لیا۔ اس نے لائٹر روشن کر کے ان جو تکوں کے جسم سے لگائے تو وہ لڑکیوں کے بدن کو چھوڑنے لگیں پھر اس عمل کو وسعت دی گئی اور کچھ خشک لکڑیاں جلا کر یہ کام کیا گیا۔ لڑکیاں نیم غشی کی کیفیت میں تھیں اس کے بعد رات غارت ہو گئی صبح کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ ایک اور مصیبت آ گئی۔ یہ سرخ منہ والے بندر تھے جو غول کی شکل میں کہیں سے نمودار ہوئے تھے اور ہم پر ٹوٹ پڑے تھے بے حد خونخوار بندر تھے اور اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے کوئی فوج حملہ آور ہوتی ہے کوکنس نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ بہت سے بندر ہلاک ہوئے تب کہیں جا کر یہ گروہ فرار ہوا۔ کوکنس نے کہا۔

”اب یہ بہت دور تک ہمارا تعاقب کریں گے اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔“ پروفیسر حق نے کوکنس سے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں مسٹر کوکنس تو ہم لوگ ان درختوں سے لکڑیاں کاٹ کر ڈنڈے نما ہتھیار بنالیں تاکہ ضرورت پڑنے پر یہ ہمارے کام آ سکیں۔“  
کوکنس نے ایک نگاہ تمام افراد پر ڈالی اور سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ ”نہیک ہے۔ لیکن؟“

”ان سب نے خوشدلی سے آپ کی سرپرستی قبول کی ہے اس لئے ان کی طرف سے آپ بے فکر رہیں اس کے علاوہ یہ بوڑھے اور کمزور لوگ آپ کے خلاف کچھ بھی نہیں سوچ سکتے۔“

”ان کی ذمہ داری قبول کرنا۔“ کوکنس نے کہا اور اس کام کا آغاز ہو گیا۔ تقریباً سب ہی ڈنڈوں سے مسلح ہو گئے بندر اس دوران واقعی بے حد پریشان کرتے رہے۔ سب محتاط تھے ورنہ وہ ضرور زخمی کر دیتے درختوں پر وہ ہمارے ساتھ سفر کر رہے تھے راستے بے حد پر خطر ہوتے جا رہے تھے اس علاقے میں پھیلی ہوئی بودلدل کی تھی جو بائیں سمت دور تک پھیلی ہوئی تھی داہنی سمت جنگل نظر آ رہا تھا اس کے ساتھ سفر کیا جا رہا تھا پھر اچانک کوکنس کے گھوڑے بھڑک اٹھے ایک خوفناک چنگھاڑ سنائی دی تھی اور کچھ ہی لمحوں کے بعد ایک بے حد بلند قامت ہاتھی درختوں کی شاخیں توڑتا جھاڑیوں کو روندنا نمودار ہوا تھا اس کی سونڈ ہوا میں لہرا رہی تھی اور کان پتھوں کی طرح گردش کر رہے تھے اس کا رخ ہماری ہی طرف تھا۔ کوکنس مستعد ہو گیا پھر اس نے نہایت دلیری سے ہاتھی پر فائر کئے اور مہارت سے اس کے سر کو نشانہ بنایا کئی گولیاں ہاتھی کے سر میں لگیں اور وہ ڈھیر ہو گیا۔

کو ککسن کے ساتھی جنگلی بڑے بڑے چمڑے لے کر ہاتھی کی طرف دوڑ پڑے سفر رک گیا تھا جنگلیوں نے ہاتھی کے حصے بخرے کئے اور گوشت کے ٹکڑے بنا کر انہیں محفوظ کر لیا وہ اس کام سے فارغ ہوئے تھے کہ ہیری کین نے کو ککسن سے کہا۔

”مسٹر کو ککسن۔ یہ بہتر جگہ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو کچھ وقت یہاں قیام کر لیا جائے جن لڑکیوں کے جسموں سے جو نکلیں چمٹ گئی تھیں وہ بیمار ہو گئی ہیں تھوڑا سا آرام مل جائے تو۔“

”میں اس سے بہتر مشورہ دے سکتا ہوں۔“ لائوش نے کہا۔

”جی۔۔۔ کیا۔۔۔؟“

”ہمارے پاس تیز دھار چمڑے موجود ہیں ان کے زخموں کاٹ دو۔ اور ان سے نجات حاصل کر لو۔ آخر تم نے انہیں اپنے ساتھ لانے کی کوشش ہی کیوں کی بے مصرف اور بے کار۔۔۔ سفر جاری رکھو۔ جتنا آگے بڑھو گے مشکلات بڑھتی جائیں گی۔ سوچ لو۔ میرا مشورہ بہترین ہے۔“

اس کا یہ جواب سب نے سنا تھا۔ اور سب کے چہرے اتر گئے تھے سفر جاری رہا۔  
لوئیس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔  
”ہم اس قبیلے سے کافی دور نہیں نکل آئے پروفیسر۔“

”ہاں خاصا سفر ہو چکا ہے۔“

”پھر اب کیا انتظار ہے۔“

”کس سلسلے میں۔“

”ہم اس کالے سور کی رعایا کب تک بنے رہیں گے۔ یہ کس قدر بد تمیزی سے ہمارے ساتھ پیش آ رہا ہے۔“

پروفیسر سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اس کے لئے مناسب موقع درکار ہے وہ مسلح ہیں اور ہمیں ان ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔“

”میرے ممبر کا پیاناہ لبرز ہو رہا ہے پروفیسر۔ شاید میں زیادہ دیر تک اسے برداشت نہ کر سکوں۔ تم خود دیکھو۔ وہ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے۔“

”مجھے احساس ہے۔“

”شاید میں کسی بھی وقت کچھ کر بیٹھوں۔“

”لوئیس۔ سب کی زندگی کا سوال ہے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔ ”لوئیس خاموش ہو گئی تھی۔ سورج نے مغرب کی طرف جھانکنا شروع کر دیا۔ بندروں کا علاقہ ختم ہو چکا تھا۔ لیکن ہمارے بائیں طرف دلدل کا ایک عظیم صحرا پھیلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سمندر خشک ہو گیا ہو۔ سرخی رنگ کی زمین پر بڑی بڑی پتھریاں جی ہوئی تھیں کہیں کہیں جھاڑیاں اگی ہوئی

تھیں اور کہیں دھواں اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ احتیاط کے پیش نگاہ دلدل سے خاصا فاصلہ اختیار کر لیا گیا تھا تاکہ کوئی حادثہ نہ ہو سکے۔ لیکن اب ان جھاڑیوں سے بچتا پڑ رہا تھا اور جیپوں کو گزارنے کے لئے خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔ پھر ہم نے خود سے چند گز کے فاصلے پر جھاڑیوں میں ایک قد آور شیر دیکھا۔ گھوڑے بھڑک کر الف ہو گئے تھے اور شیر جو جھاڑیوں میں آرام کر رہا تھا ان آوازوں سے چونکا ہو گیا تھا کو ککسن نے بھی اسے دیکھ لیا اور ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کر دیا۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کی ڈائریکشن بدلی اور تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر شیر کو گھورنے لگا پھر جونہی اس نے فائر کیا شیر نے جگہ بدلی اور گولی سے صاف بچ گیا لیکن بدحواسی میں گھنی جھاڑیوں کی طرف بھاگنے کے بجائے اس کا رخ دوسری طرف ہو گیا وہ ہماری جیپوں کے سامنے سے گزر کر دلدل کی طرف دوڑ پڑا اور دور تک دوڑتا چلا گیا۔ کوئی بیس گز جانے کے بعد ہم نے اسے اچھلتے ہوئے دیکھا اس کے حلق سے دھڑاکیں نکل رہی تھیں لیکن ان سے احساس ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے۔ اس نے کئی بار لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں۔ لیکن اس کی قوت ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ دلدل نے اس کے پاؤں پکڑ لئے تھے اور وہ اپنے لئے کوئی راہ نہ پا رہا تھا۔ سطح پر جی ہوئی پتھریاں ٹوٹ گئی تھیں اور ان کے نیچے جگہ بنتی جا رہی تھی۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شیر آدھے بدن تک دلدل میں دھنس گیا۔ وحشی صفت کو ککسن نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اب اس پر گولی ضائع کرنے کی کوشش بیکار ہے۔“ کوئی پانچ منٹ کے اندر شیر دلدل میں غروب ہو گیا تھا۔

ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ شام ہو گئی کیفیت وہی تھی داہنی سمت جنگل اور بائیں سمت دلدل کا سمندر لیکن شام ہوتے ہی دلدل سے مچھروں کے بادل نمودار ہونے لگے سیاہ منارے فضا میں بلند ہو کر منتشر ہو رہے تھے اور ہمارے ارد گرد پھیلتے جا رہے تھے اس عالم میں کو ککسن نے قیام کا اعلان کر دیا اور گھوڑے سے اتر گیا۔

”لیکن یہ جگہ تو خاصی خراب ہے مسٹر کو ککسن۔“ ہیری کین نے پریشانی سے کہا۔  
”جو کہہ دیا جائے اس پر تبصرہ مجھے پسند نہیں۔“ لائوش نے سر دھجے میں کہا البتہ خیمے نصب کرنے پر اس نے کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی نور خود آرام سے باہر کھلی جگہ میں سوتا رہا تھا۔ لوئیس انیرا خاص طور سے خیال رکھتی تھی۔ اس نے ایک خیمے میں میرے لئے انتظام کر دیا۔ دُوم دوسرے خیمے میں تھا رات کو دوسرے امور سے فراغت حاصل کر کے میں خیمے میں آرام کرنے لگا برابر میں دوسرا خیمہ لگا ہوا تھا۔

دفعنا میں نے اپنے خیمے کا نکلا حصہ اوپر اٹھتے ہوئے دیکھا پھر ایک آواز سنی۔ ”مسٹر ماہر۔ مسٹر ماہر کیا آپ سو رہے ہیں۔“ میں نے میٹھی کی آواز پہچان لی تھی۔  
”نہیں مس میٹھی۔ کیا بات ہے؟“

لوئیس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور وہ کسی پہچانی کیفیت کا شکار نظر آ رہی تھی۔  
 ”کیا بات ہے ایسا۔ کیا پھروں نے نیند نہیں آنے دی ہے۔“ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”نہیں۔ میں رات بھر مصروف رہی ہوں۔“  
 ”کہاں؟“

”ابھی اس سفر کا آغاز نہیں ہو گا۔ ہوشیار ہو جاؤ اور ڈوم کو بھی خبر کر دو۔ ہم اس کالے بھیڑیے سے نجات حاصل کر رہے ہیں۔ میں انتظام کر چکی ہوں۔“ وہ سرگوشی میں یہ الفاظ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

”میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔“  
 ”جی۔ کیجئے۔“

”کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟“

”آئیے۔“ میں نے حیرت سے کہا اور وہ اپنے خیمے سے میرے خیمے میں رینگ آئی۔

”سوری۔ شاید میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔“

”کیا بات ہے؟“

”میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔“

”کیوں؟“

”کمپلر کے بارے میں مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔“

”اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔“

”مجھے اس کے لئے معاف کر دیجئے۔ ویسے آپ بہت خاموش طبع ہیں۔ آپ کے اندر

ایک پراسرار کشش ہے۔ ہم لڑکیاں اکثر آپ کے بارے میں باتیں کرتی رہتی ہیں ویسے مسٹر

طہابی۔ ایک معیوب سوال کر رہی ہوں کیا ایسا آپ کی محبوب ہے؟ معاف کیجئے گا بے شک

سوال ہے۔ لیکن میں پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”نہیں۔ وہ صرف میری دوست ہے۔“

”شاید ایسا نہیں ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں کچھ اور دیکھا ہے۔“

”میرے پاس اس سوال کا جواب نہیں ہے۔“

”مسٹر طہابی۔ کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا کیا میں خود کو آپ کا دوست سمجھ سکتی

ہوں۔“

”میری آپ سے دشمنی نہیں ہے۔“

”شکریہ۔ مجھے سکون ہو گیا۔ اب میں چلتی ہوں۔ اور مسٹر طہابی۔ شاید۔ میں آپ سے

محبت کرنے لگی ہوں۔“ ان الفاظ کی ادائیگی کے بعد وہ اپنے خیمے میں چلی گئی اور میں سر کھجا

کر رہ گیا۔ لیکن اس وقت دوسری طرف کے خیمے سے ڈوم نے سر نکال کر شرارت بھرے

لبے میں کہا۔

”میں نے کہا تھا نہ آقا۔ لوگ بہت بڑھ گئے ہیں اب چھائی ہو گی مس بیٹی ہاروے

نے اس کا آغاز کر دیا ہے۔ ایسا اس بات سے واقف ہو کر مس ہاروے کے ساتھ بہترین

سلوک کرے گی آپ کو یقیناً دینھا یاد ہو گی۔“

”یہ سب فضول باتیں ہیں اور تجھے اب سو جانا چاہئے۔“ میں نے کہا اور ڈوم نے

جلدی سے اپنا سر خیمے کے دوسری طرف کر لیا۔ وہ کبھی کبھی ہی شرارت کرتا تھا۔

دوسری صبح آگے کے سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ خیمے باندھ کر بار کر دیئے گئے۔ ایسا

طوفانی رفتار سے سائڈ لے کر گھوڑوں کو اور نیک کرنے لگی۔ یہ صورت حال خود ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی کوکسن کیا سمجھتا، لیکن نہ صرف میں نے بلکہ دوسروں نے بھی لوئیس کو کوکسن پر کوئی سیال شے اچھالتے دیکھا تھا جو اسے بھگوتی ہوئی اس کے سر سے گزر گئی تھی۔ اس کے فوراً بعد لوئیس نے کپڑے کے ایک گولے کو آگ لگا کر اس پر اچھال دیا۔ فوراً ہی کوکسن کے پورے بدن نے آگ لپک لی۔ یہی نہیں بلکہ لوئیس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی جیپوں کی رفتار تیز کر کے دوسرے گھوڑوں پر یہی عمل کیا اور گھوڑے بھڑک گئے۔

کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ انوکھی اور ناقابل فہم کارروائی تھی، لیکن نتیجہ بے حد ہولناک تھا۔ جنگل کی سائڈ چونکہ جیپوں نے روکی ہوئی تھی اس لئے وحشت زدہ گھوڑے دلدل کی سمت اس بری طرح بھاگے کہ ایک گھوڑا بھی نہ روکا جاسکا، لیکن کچھ ہی دور جا کر ان کے قدم بو جھل ہو گئے۔ آگ ان کے جسموں کو جھلا رہی تھی اور دلدل نے ان کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔ ادھر جیپوں کے اسٹیرنگ پر موجود لوئیس کے ساتھیوں نے کلچ دبا کر ایکسیلریٹر پر پاؤں آخری حد تک دبا دیا تھا جس سے جیپوں کے انجن خوفناک آواز میں گرجنے لگے اور ڈیزل کے کالے دھوئیں نے فضا کو سیاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک بھی گھوڑا ایسا نہیں رہا جس کا سوار اس کا رخ بدلنے میں کامیاب ہو سکا ہو۔ وہ سب دلدل میں دھنس گئے تھے۔

لوئیس نے اپنے منصوبے میں صرف اپنے ساتھیوں کو شریک کیا تھا۔ انہوں نے اتنے فاصلے پر جیپیں روکیں کہ کوکسن کے پاس موجود ہتھیار کارگر نہ ہو سکے۔ حالانکہ ایسا صرف احتیاطاً کیا گیا تھا کوکسن تو سب کچھ بھول گیا ہو گا۔ میں نے اسے ایک مشعل کی شکل اختیار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے بعد دلدل میں سے بہت سوں نے بدحواسی میں گھوڑوں سے چھلانگ لگا دی تھی لیکن قاتل دلدل بھلا انہیں چھوڑتی۔ وہ تھوڑی سی جدوجہد کر کے ساکت ہو گئے تھے۔

ہر شخص دم روکے ہوئے تھا۔ ان کے سوچنے کی قوتیں سلب ہو گئی تھیں۔ یہ کیا ہوا ہے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ڈوم پہلا شخص تھا جس نے آواز نکالی۔  
”وہ اپنے دشمن کو ختم کرنا جانتی ہے اور اس کے بارے میں سوچنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھی تربیت یافتہ ہیں۔“  
”کوکسن کا خاتمہ۔“ ڈوم ہنس کر بولا۔

”میرے خدا..... ہم انہیں بے بسی سے مرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔“ اور وہ نظر آ رہے تھے، بے حد خاموشی سے دلدل میں غرق ہوتے ہوئے اب انہوں نے ہر جدوجہد ترک کر دی تھی اور خاموشی سے مر رہے تھے، پھر آخری دحب بھی روپوش ہو گیا تو لوئیس نے

میں اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کالا بھیڑیا وہ کوکسن کو ہی کہہ سکتی تھی، لیکن اس کے لئے اس نے کیا انتظامات کئے ہیں۔ وہ بے شک چالاک اور مجرم عورت ہے لیکن ساتھ ہی پاگل بھی، کیس کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے دوسرے بھی ہلاکت کا شکار ہو جائیں۔ اس کے پورے امکانات ہیں۔ ڈوم کا کہنا ہی درست لگ رہا تھا۔ لوگ بہت برہم گئے ہیں چھائی ضروری ہے اور شاید اس کا وقت آ گیا ہے۔ میں لوئیس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ بیشک اس نے کوکسن کو ٹرانس میں لے لیا تھا۔ لیکن کوکسن نے اپنا رویہ بہتر نہیں رکھا تھا۔ لوئیس بے شک اسے اپنے منصوبے کے تحت ہی لائی تھی، لیکن اس کے امکانات تھے کہ کوکسن بہتر رویہ اختیار کرتا تو اسے کچھ اور زندگی مل جاتی۔

مجھے بس ڈوم درکار تھا، وہ میرا بہترین ساتھی تھا۔ باقی لوگ اپنے طور پر اپنے بچاؤ کا انتظام کریں، چنانچہ میں نے ڈوم کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ شاید کوکسن کے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ڈوم.... اور کوکسن مسلح ہے، ہمیں گولیوں سے بچنے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔“

مجھے اس کا شبہ تھا عظیم آقا۔ وہ رات بھر جاگتی رہی اور شاید تجربات کرتی رہی ہے، لیکن میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا منصوبہ ہے۔“

”دنیا کا اتنا تجربہ مجھے بھی ہو گیا ہے ڈوم.... کہ سب پہلے اپنے بارے میں سوچتے ہیں، چنانچہ لوئیس جو کچھ کر رہی ہے اس کی خود ذمے دار ہے، تم اپنے تحفظ کا خیال رکھنا۔“ ڈوم مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔

کوکسن واقعی ناقابل برداشت تھا۔ اسے حکم دینے کی عادت پڑ گئی تھی، حالانکہ اس سفر میں اس کا اپنا مفاد پوشیدہ تھا لیکن وہ ہمیں اپنا قبیلہ تصور کر رہا تھا اور خود کو ہمارا حکمران، بہر حال وہ احکامات جاری کرنے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی گھوڑے سنبھال لئے۔ لوئیس نے گاڑیوں کی خاص ترتیب کی تھی تمام گاڑیوں میں اس کے ساتھی موجود تھے۔ مجھے سب سے پیچھے والی گاڑی میں جگہ دی گئی تھی۔ ڈوم تو میرے ساتھ ہی ہوتا تھا لیکن پروفیسر حق ایک دوسری گاڑی میں سوار ہونے لگا تو لوئیس نے اسے روک کر ہماری جیپ میں سوار ہونے کی ہدایت کی۔ لوئیس کی گاڑی سب سے آگے تھی۔ سفر شروع ہوئے کوئی بیس منٹ گزرے تھے کہ اچانک لوئیس کی جیپ نے رخ بدلا اور

جپ آگے بڑھا دی۔ تمام گاڑیاں ست روی سے آگے بڑھنے لگیں۔ یہ خاموش سفر کوئی دو گھنٹے جاری رہا۔ پھر لوئیساک جپ جنگل کی سمت ڈھلان میں اتر گئی اور تمام جپوں نے اس طرف کا رخ کیا۔

لوئیساک جپ سے نیچے اتر آئی تھی۔ وہ بے حد خوشگوار موڑ میں تھی۔ اس نے چپکی ہوئی آواز میں کہا۔ ”فرینڈز میں نے تمہیں اس متعجب جنوبی سے نجات دلائی ہے اور پوری رات جاگ کر اس منصوبے کی تکمیل کی ہے۔ اس لئے تم لوگ مجھے آرام کے لئے کچھ وقت ضرور دو گے۔“

اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے پھر سب لوگ۔ اب انہوں نے لوئیساک کو گھیر لیا تھا، وہ بولی۔ ”تم لوگ یقین کرو“ میں نے آتشیں ہتھیار بچانے کے بارے میں بہت سوچا، لیکن کوئی ترکیب نہیں ہو سکی، افسوس ہم ہتھیار کھو چکے ہیں۔“

”لیکن میڈم لوئیساک آپ نے یہ سب کیا کیا۔“ بل ہاروے نے تعجب سے پوچھا۔  
”میں بتا چکی ہوں۔ وہ نسل پرست کتا۔۔۔ ہر سفید فام سے نفرت کرتا تھا اور جو کچھ وہ کرتا رہا ہے اسے عظیم الشان دولت کا لالچ نہ دیا جاتا تو وہ بڑی طرافت سے کام لیتے ہوئے ہمیں ہلاک کر دیتا اور ہم اس کے پورے قبیلے سے جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ جو لوگ اس کے ساتھ آئے ان کی تقدیر کا فیصلہ کر چکی تھی۔ بس اسے اس کے قبیلے سے نکال کر ہم نے اس کی طاقت تقسیم کی پھر اسے مار دیا۔“

”کیا یہ منصوبہ پہلے سے تمہارے ذہن میں تھا۔۔۔؟“ ہیری کین نے سوال کیا۔  
”نہیں۔۔۔ میں نے صرف اتنا سوچا تھا کہ میں مناسب موقع تلاش کر کے انہیں قتل کر دوں گی، لیکن میری رہنمائی دلدل میں غرق ہونے والے اس شیر نے کی۔ میں نے سوچا اگر پوری ترتیب سے ان کے گھوڑوں کو بھڑکا کر دلدل کی طرف دوڑایا جائے تو کام ہو جائے گا۔“

”وہ کیا شے تھی جو تم نے ان پر پھینکی۔۔۔؟“

”اسپرٹ۔۔۔ جو ہمارے سالن میں موجود تھی۔ میں نے جرکن اور بیگلے نے اسے اس انداز سے محفوظ کیا تھا کہ ضرورت کے وقت وہ خاطر خواہ ہمارے کام آ سکے۔ کیا اب مجھے سونے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ جوڑ میرے لئے خیمہ لگا دو۔۔۔ اور پھر میرے سونے کی جگہ شور نہ کیا جائے میں سخت نیند محسوس کر رہی ہوں۔“

لوئیساک اس کارنامے سے کبھی متاثر تھی۔ ہر چند کہ اس میں انسانی زندگی ختم ہوئی تھیں لیکن کوکسسن کسی کی پسندیدہ شخصیت نہیں تھی۔ اس لئے اس کی موت پر کسی کو افسوس نہیں تھا۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آج آگے سفر نہیں کیا جاسکے گا۔ اس لئے سب نے اپنے لئے مشغلے دریافت کر لئے۔ بل ہاروے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچھ خاص جڑی

بوٹیوں کی تلاش میں نکل گیا۔ پروفیسر حق نے ایک کانڈ پر کچھ لکھنے کا کام سنبھال لیا۔ میں ڈوم کے ساتھ کافی دور آ گیا۔ ڈوم نے کہا۔

”آقا۔۔۔ سب لوگوں نے اپنے مشاغل تلاش کر لئے ہیں۔ میں بھی ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا۔۔۔؟“

”جنگل درندوں سے بھرا پڑا ہے اور کسی بھی وقت ان سے سابقہ پڑ سکتا ہے جبکہ کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔“

”ہاں، ایسا ہے۔۔۔“

”کیوں نہ ہم ہتھیار بنائیں۔۔۔“

”کیسے۔۔۔؟“

”میں اپنے اور تمہارے لئے ہتھیار بناتا ہوں۔ سالن میں ایسے چاقو موجود ہیں جو بظاہر معمولی ہیں لیکن اوزار کے طور پر انہیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ میں نے لوئیساک کے پاس ایک خنجر بھی دیکھا ہے جسے اس نے بہت چھپا کر رکھا ہے لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہو گی۔“

ڈوم نے جو ہتھیار بنائے بہت پسند آئے تھے۔ وہ خاص قسم کی لکڑی تلاش کر کے لایا تھا جو لوہے کی طرح سخت اور وزنی تھی۔ اس کا مظاہرہ کر کے بھی ڈوم نے دکھایا اور بولا۔ ”انہیں دور سے پھینک کر مارا جاسکتا ہے ہم ان سے شکار بھی کڑ سکتے ہیں اور دیکھو۔۔۔“ ڈوم نے کہا اور ایک چھوٹے ہتھیار کو سنبھال کر ایک درخت کو نشانہ بنایا۔ سخت لکڑی کوئی پانچ انچ درخت کے تنے میں داخل ہو گئی میں نے تحسین آمیز نظروں سے ڈوم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن دوسرے اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ اسے اس قوت سے پھینکنا دوسروں کے لئے ممکن نہیں ہے۔“

”ہمیں دوسروں سے غرض نہیں ہے آقا۔۔۔“ ڈوم برا سامنہ بنا کر بولا۔۔۔ پھر تالیوں کی آواز سن کر ہم چوکنے، پلٹ کر دیکھا تو بیشی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

”یہ شخص باکمال ہے، کیا عمدہ ہتھیار بنایا ہے۔ مجھے کچھ وقت دو گے مسٹر طباطبائی۔۔۔“ بیشی نے قریب آ کر کہا۔

”اب تم تھوڑا سا رومنس کر لو آقا۔ وقت کاٹنے کے لئے برا نہیں ہے۔“ ڈوم نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

”شاید وہ تمہارا بے تکلف دوست بھی ہے، میں تم دونوں کو زیادہ تر قریب دیکھتی ہوں۔“



آئے۔“  
 ”بل ہاروے کو چاہئے کہ وہ کس المناک حادثے سے بچنے کی کوشش کرے، میرے خیال میں کسی کو اس سے بات کرنی چاہئے۔“ میں نے کہا۔  
 ”پروفیسر حق یہ فرض پورا کر چکا ہے اور میں نے ڈیڈی سے بات کر لی ہے، ان کی توثیق ختم ہو گئی ہے۔“  
 ”کیسے.....؟“ میں نے تعجب سے پوچھا، میرے علم میں نہیں تھا کہ پروفیسر حق نے کوئی ایسی بات کی ہے۔  
 ”ڈیڈی نے مجھ سے بات کی تھی۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ اس بارے میں کوئی دوسرا نہیں ہے خود فیصلہ کروں گی اور کسی کو یہ اختیار نہیں دے سکتی۔“  
 ”ختم کرو مجھے ان فضولیات سے دلچسپی نہیں ہے۔“

○

”پروفیسر حق میری بات سن کر مسکرایا پھر بولا۔“یہ گدھے ان خطرناک جنگلوں میں بھی لڑکیوں کو لے کر سفر کرتے ہیں۔ ان کو اب یہ احساس ہو رہا ہے کہ ایک کمائڈر کو زیادہ لوگوں کی ذمہ داری نہیں قبول کرنی چاہئے۔ بہتر ہے کہ بل ہاروے اپنی ٹیم کے ساتھ راستہ تبدیل کر لے یا فاصلہ اختیار کر لے۔ اور رہی بات اس بے وقوف لڑکی کی..... تو..... وہ مغرب کی بے باکی اور خود سری کا شکار ہے۔ ہاروے کو اس کی ذمہ داری قبول کرنی چاہئے کیونکہ وہ لوئیساکو نہیں جانتا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بھی کہا تھا اس سے کہ تم اپنا کی ملکیت نہیں ہو۔“

ہاروے گرد پ خاص قسم کی کونپلوں کا انبار لایا تھا اور وہ لوگ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ ”یہ بوئیاں خشک ہو کر ایک کیمیکل کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جو بے حد قیمتی فروخت ہوتا ہے۔“ ہاروے نے بتایا۔

”تم آگے کتنی دور جاؤ گے بل ہاروے.....؟“ پروفیسر حق نے پوچھا۔  
 ”یہ تو ابتدا ہے پروفیسر..... ہمارا منصوبہ تو بے حد وسیع ہے..... ویسے میڈم لوئیساکو ایک بات بتانا ضروری ہے۔“  
 ”کیا.....؟“

”یہ علاقہ بے حد خطرناک ہے، غالباً یہاں بارشیں بے پناہ ہوتی ہیں جن کی وجہ سے یہ دلدل بن گئی ہے۔ جنگل کا ابتدائی حصہ بیشک سخت زمین پر مشتمل ہے لیکن آگے چل کر وہ بھی پانی سے بھرے ہوئے خوفناک گڑھوں میں بدل جاتا ہے اور مزید کچھ آگے دلدل بن جاتا ہے، غالباً اسی وجہ سے یہاں درندوں کی تعداد کم ہے۔“

لوئیساکو جاگ گئی، بہت خوشگوار موڈ میں تھی۔ وہ کوکسن سے نجات مل جانے پر بہت

”تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو.....؟“ میں نے سر دلیج میں پوچھا۔  
 ”تمہارے بارے میں کچھ زیادہ جاننے کی خواہش مند ہوں۔“  
 ”اس سے فائدہ.....؟“

”میری زندگی کی کتاب میں محبت کا صفحہ اب تک خالی رہا ہے۔ اصل میں اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچا کہ میں لڑکی ہوں۔ میرے ڈیڈی دوسروں سے ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور میں نے بھی ہمیشہ یہی سوچا..... بہت سے خوبصورت لڑکے میری قیمت کے خواہش مند ہوئے اور میں نے انہیں توڑ پھوڑ کر واپس کر دیا..... لیکن اب ایک بات کی قائل ہو گئی کہ عورت کے اندر عورت اس وقت جاگتی ہے جب اس کی پسند کا کوئی مرد اس کے سامنے آئے اور تم وہی ہو۔“

اس کی احمقانہ بات پر مجھے ہنسی آگئی، میں نے خوشگوار موڈ میں کہا۔ ”اور وہ لڑکے تمہیں پسند تھے.....؟“

”ہاں، ان میں کوئی تم جیسا نہیں تھا۔“  
 ”تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جسے تم پسند کرو گی وہ تمہیں پسند کرے گا یا نہیں.....؟“

”سوچا ہے.....“  
 ”کیا فیصلہ کیا.....؟“  
 ”ہر کام محنت طلب ہوتا ہے۔“  
 ”کیا مطلب.....؟“

”میں تمہیں اپنی طرف راغب کرنے کے لئے محنت کروں گی اور یہ جانتی ہوں کہ ایسا ہو جائے گا۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔ ”اور میں جانتی ہوں کہ تم اپنا لوئیساکو نہیں چاہتے جبکہ میں کہہ چکی ہوں کہ وہ تمہیں چاہتی ہے۔“

”تم کیسے جانتی ہو کہ میں اسے نہیں چاہتا۔“  
 ”لوگ جب اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں تو میں تمہیں دیکھتی رہتی ہوں۔ کسا کو پتہ بھی نہیں ہوتا، میں نے کبھی تمہاری آنکھوں میں اس کے لئے پیار نہیں دیکھا۔“  
 ”اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے.....؟“

”ہمیشہ.....“  
 ”تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو.....؟“  
 ”کیوں.....؟“

”وہ کس قدر خونخوار ہے، اس کا تو تمہیں اندازہ ہو چکا ہے۔“  
 ”عورت کے بارے میں بہت کم جانتے ہو ماہر..... اگر وہ اپنے محبوب پر کسی اور کا قتل پاتی ہے تو اس سے کہیں زیادہ خونخوار ہو جاتی ہے۔ کاش وہ کبھی میرے راستے میں نہ

”ہاں..... شاید.....“ میں نے بے توجہی سے کہا۔ لیکن پھر خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ تیز چمک نے ڈوم کے خیال کی تصدیق کر دی۔ نہ جانے کب بادلوں نے آسمان پر قبضہ کر لیا تھا اور ہمیں دھوکے میں رکھ کر اپنی پوزیشن مستحکم کر لی تھی، پھر جب ان کی قوت مجتمع ہو گئی تو انہوں نے اپنی موجودگی کا اعلان کر دیا..... بجلی بار بار چمکنے لگی اور گڑگڑاہٹ اتنی تیز ہونے لگی کہ سبھی جاگ گئے۔ لویس نے صورتحال پوچھی تو اس کے ساتھی نے بتایا۔

”بلبل بہت گمراہ ہیں میڈم..... آسمان گمراہ تاریک ہو چکا ہے.....“

”اور دلدل.....؟“

”وہ بہت پیچھے رہ گئی ہے، ہم اس وقت ایک پیالہ نما وادی میں سفر کر رہے ہیں، جس کے ہر طرف پہاڑی ٹیلے کھڑے ہوئے ہیں۔ وادی بے حد وسیع ہے اس میں جگہ جگہ گھنے درخت بکھرے ہوئے ہیں۔ زمین پر لمبی گھاس ہے، لیکن وہ سفر کے قابل نہیں، اودھو..... بارش شروع ہو گئی۔“

مونی موٹی بوندیں گاڑیوں کے اسکرین بھگونے لگیں، تمام گاڑیوں میں بارش سے بچاؤ کا بندوبست کیا جانے لگا۔ وہ سب ایسی کھلی جگہوں کو ڈھک رہے تھے جہاں سے بارش کا پانی اندر جا سکتا تھا۔ تمام سونے والے جاگ گئے تھے۔ ہیڈلائٹس پانی کی دھاروں کو نمایاں کر رہی تھیں۔ لویس نے سفر ختم کرنے کی بات نہیں کی تھی اس لئے یہ سفر مسلسل جاری رہا تھا۔ بارش اس قدر دھوا، دھار تھی کہ لگتا تھا آسمان کے سوتے کھل گئے ہیں۔ اب کسی قدر تشویش کا احساس ہو رہا تھا۔ بل ہاروے نے آخر کار زبان کھول دی۔

”میڈم..... زمین پر پانی بہت جمع ہو رہا ہے اور اب یہ دیکھنا ممکن نہیں ہے کہ آگے کیا ہے۔“

”ہاں، میں محسوس کر رہی ہوں۔“ لویس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”آگے گڑھے بھی ہو سکتے ہیں۔“

”کوئی مناسب جگہ تلاش کرو..... آہ، واقعی بارش بہت تیز ہے، اودھو..... وہ دیکھو..... شاید وہ کوئی بڑا درخت ہے۔“ بجلی چمکی تو لویس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ بجلی بار بار چمک رہی تھی اور سب نے اس درخت کو دیکھ لیا تھا جسے دنیا کا حیرت انگیز درخت کہا جا سکتا تھا۔ اس کا تناقلاقی یقین پھیلاؤ رکھتا تھا۔ بلاشبہ وہ بیس فٹ سے زیادہ قطر رکھتا تھا اور اس کی موٹی شاخیں کوئی ساٹھ ستر فٹ کے پھیلاؤ میں تھیں۔ ہماری نے خوش ہو کر کہا۔

”وہ بہترین پناہ گاہ ہے۔ اس کے نیچے ہم بارش سے محفوظ رہیں گے۔“

”ہری اپ.....“ لویس نے کہا اور گاڑیوں کو ہدایات جاری کی جانے لگیں۔ درخت زیادہ دور نہیں تھا کچھ دیر کے بعد ہم اس کے نیچے پہنچ گئے۔ گاڑیوں کو درخت کے قریب کھرا کر کے ان کے انجن بند کر دیئے گئے۔ گھنے درخت نے چھت کا کام دیا تھا اور ہم اس

خوش تھی اور اس کی باتیں کرتی رہی تھی۔ ”اس نے ہمیں اپنی رعایا سمجھ لیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ حالت میں نے کس طرح انگاروں پر گزارے ہیں۔ وہ بدبخت تو مسٹر طہانی پر بھی فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ تو شکر ہے کہ اس نے ان سے کوئی بدتمیزی کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ پھر کسی مصلحت کی گنجائش نہ رہتی۔“

بل ہاروے کے انکشاف پر اس نے کہا۔ ”میں خود بھی دلدل کی بو اور ایک گھٹن کا شدید احساس کر رہی ہوں۔ اب آپ لوگوں پر منحصر ہے کہ ہمت ہے تو رات کو بھی سفر کریں۔ میں اب بالکل فٹ ہوں۔“

”اگر میل سے نکلنے کے لئے ہم چند راتوں کو بھی سفر کر لیں تو کیا حرج ہے.....؟“

روسٹر ڈکنز نے کہا۔

”کوئی حرج نہیں ہے۔ صرف ڈرائیونگ کرنے والوں کو محتاط رہنا ہو گا۔ باقی لوگ گاڑیوں میں سو سکتے ہیں۔“

”تو پھر رات کی شکم سیری کے بعد..... سفر شروع کر دیا جائے۔“ لویس نے منظوری دیدی۔

طریقہ سفر کیونکہ ذرا بدلا ہوا تھا اس لئے اچھا لگ رہا تھا۔ ڈرائیونگ محتاط لوگ کر رہے تھے۔ ہر ایک ڈرائیور کے ساتھ ایک شخص کو شریک کر دیا جاتا تھا تاکہ دوسرے کو تنہا ہونے کی وجہ سے نیند نہ آ جائے۔ ایسی ڈیوٹی ہمیں نہیں دی جاتی تھی لیکن ڈوم کے ساتھ بہت وقت تک جاگتا رہا تھا اور ہم ماضی کے واقعات یاد کرتے رہے تھے جن میں ستاروں والی کا تذکرہ بھی تھا۔

”وہ میرے لئے ایک معمہ تھی۔“

”کچھ اندازے میں نے بھی لگائے ہیں آقا.....“

”کیا.....؟“

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ پراسرار قوتیں بھی تمہاری تکمیل کی منتظر ہیں۔ یہ میرا احساس ہے۔“

”پراسرار قوتیں.....؟“

”جیسے ستاروں کی دہلی۔ تم خود جانتے ہو کہ ہیا کے بغیر تمہارا وجود آدھا ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ ہیا کے مل جانے کے بعد وہ تمہاری طرف ضرور متوجہ ہو گی۔“

”اس وقت میں بھی اس کے بارے میں سوچوں گا۔“ میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

”شاید دلدل کا علاقہ ختم ہو گیا ہے۔“ آدھی رات کے بعد ڈوم نے کہا۔

”کیسے اندازہ ہوا.....؟“

”نفا میں اب دلدل کی بو نہیں ہے۔“

”مسٹر ہاروے محنت کشی کے موڈ میں ہیں، اب انہیں یہ سالن دوبارہ ان گاڑیوں پر بار کرنا ہو گا، لیکن کوئی حرج نہیں ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ بارش یہاں ہمارا کافی وقت خراب کرے گی تاہم ٹھیک ہے، یہ خوبصورت مکان واقعی اس صحرائے اعظم میں اپنی نوعیت کا انوکھا مکان ہے اور دیکھو تو کتنی وسعت ہے اس کی، قلعہ بنا ہوا ہے پورا۔۔۔“

لویسا کی بات پر کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا، شاخوں کے درمیان واقعی اتنی وسیع جگہ تھی کہ اگر کوئی لیٹنا بھی چاہے تو اسے گرنے کا خدشہ نہ رہے۔ بارش تھی کہ معلوم ہوتا تھا اب کبھی نہیں رکے گی۔۔۔ میں نے بھی ایک شاخ سے پشت لاکر آنکھیں بند کر لیں، میرا ذہن بھٹکنے لگا، ایک مبہوم سی آس دل میں جاگی تھی اور میں نے ہیا کا تصور شروع کر دیا، لیکن اس میں کامیابی نہیں ہو سکی، سب ہی جاگ رہے تھے، کوئی بول پڑتا، کوئی سوال کر ڈالتا، نتیجہ میں یہ سلسلہ ترک کرنا پڑا شاید میرے اور ڈوم کے علاوہ وہ تمام ہی لوگ شدید بارش سے متشکر تھے اور سوچ رہے تھے کہ کیا ہونے والا ہے پھر رات کے آخری حصے میں ایک اور عمل شروع ہو گیا۔ پہاڑیوں کی بلندیوں سے درختوں، آبشار وادی میں گرنے لگے۔ یہ وہ پانی تھا جو بارش کی وجہ سے پہاڑوں پر جمع ہو کر پھر گہرائیوں میں گر رہا تھا، اس کے گرنے کی آواز اس قدر خوفناک تھی کہ محسوس ہوتا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو لیکن پھر بل ہاروے نے ہی ٹارچ کی روشنیاں زمین پر ڈالیں تو ایک دم چونک پڑا زمین پر اب ایک جھیل سی بنی جا رہی تھی اور پانی تیزی سے جمع ہو رہا تھا۔ بل ہاروے نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”میرے خیال میں ہمیں گاڑیوں کی بینسریاں گاڑیوں سے نکال لانی چاہئیں۔ اگر پانی زیادہ ہو گیا تو ہمارے لئے مشکل ہو جائے گی۔“

”اوہ بل ہاروے اب ہمیں ہر طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یا پھر تم گاڑیوں کو بھی اس درخت پر اٹھا لاؤ گے۔۔۔“ لویسا نے کہا اور بل ہاروے خاموش ہو گیا۔

بات ایک طرح سے درست ہی تھی، بل ہاروے کیا کیا چیز بچا سکتا تھا، پانی تھا کہ قیامت خیز بارش کے ساتھ بڑھتا ہی جا رہا تھا، سب کچھ ہوا لیکن بارش صبح کی روشنی کو نہ روک سکی آہستہ آہستہ اجالا ہونے لگا، اس اجالے میں جو منظر ہماری نگاہوں کے سامنے آیا وہ واقعی چونکا دینے والا تھا۔ لڑکیوں کی تو چیخیں نکل گئی تھیں۔

یہ پوری پتالہ نما وادی ایک جھیل بن گئی تھی اور وہ چھوٹے چھوٹے درخت جو پہلے وہاں دیکھے گئے تھے پانی میں ڈوب گئے تھے ہمارے چاروں طرف بس ایک سمندر محسوس ہوتا تھا اور سمندر کے پتھروں پر اس درخت کا آدھا تپا پانی میں ڈوب چکا تھا۔ ہم تو واقعی اندازہ نہیں لگا پائے تھے کہ پانی اس انداز میں بڑھ رہا ہے اور اتنا بلند ہو چکا ہے۔ البتہ اب پانی کی سطح مزید بلند نہیں ہو رہی تھی۔ پانی کے اس طرح رک جانے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی

کے عظیم پھیلاؤ میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ سبھی لوگ اس درخت پر چڑھ گئے تھے۔ اس کی شاخیں جو بعض جگہوں پر خود کسی درخت کے تنے کے برابر موٹی تھیں، ہمیں سے پیچیں مگر تک کا پھیلاؤ رکھتی تھیں۔

”خدا کی پناہ۔۔۔۔۔ پانی برسنے کی آواز سن رہی ہو لویسا۔۔۔۔۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”یہ ایک دلچسپ تجربہ ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ وہاں سے چل پڑنے کا فیصلہ بہتر نہ رہا۔ اب اس عظیم دلدل کا راز بھی معلوم ہو گیا۔۔۔۔۔ لیکن بارش ایک دلچسپ چیز ہے، ہمیں سم کر بیٹھنے کے بجائے اس سے لطف اندوز ہونا چاہئے اگر کچھ مہم جو کلنی بنانے کی ذمہ داری قبول کر لیں تو لطف آجائے گا۔۔۔۔۔“

”واہ، کیا دلکش بات کہی ہے۔“ نہ جانے کیوں میرے منہ سے نکل گیا اور لویسا نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر خود اٹھتی ہوئی بولی۔

”میں بتاتی ہوں۔“

”تم آرام کرو۔۔۔۔۔ ہم یہ کلام کریں گے۔“ میٹی نے اچانک کہا اور اٹھ گئی اس کی دوسری ساتھی لڑکیوں نے اس کی مدد کی۔ لویسا نے کوئی خیال نہیں کیا تھا لیکن پروفیسر حق نے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

”یہ سب خطرناک ہے۔“

اس سے کہیں زیادہ خطرناک وہ بارش تھی جس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی اور اب تو سارا ماحول پانی کی دھاروں میں چھپ گیا تھا۔ بجلی بھی چمکتی تو پانی کی چادر کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ کافی تیار ہو گئی۔ گرم کافی کے ساتھ بارش کا جائزہ لیا جاتا رہا۔

ہاروے نے کہا۔ ”اس وادی کی شکل ایک پیالے جیسی ہے اور یوں لگ رہا ہے جیسے پانی زمین پر جمع ہوتا جا رہا ہو۔ میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مسٹر ہاروے۔۔۔۔۔؟“ لویسا نے پوچھا۔

”اگر ہم یہ سالن درختوں کی اونچی شاخوں پر منتقل کر دیں تو کیا بہتر نہ ہو گا۔۔۔۔۔؟“

”آہ، یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔؟“ لویسا بولی۔

”صرف وہ سالن جس کے بھیگ کر خراب ہونے کا خدشہ ہو۔ خصوصاً خوراک وغیرہ اجازت ہو تو میں کر کے دکھاؤں۔۔۔۔۔“ بل ہاروے نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے سالن کو محفوظ طریقے سے شاخوں کے جوڑوں پر جمانا شروع کر دیا۔ لویسا شاید بل ہاروے کے اس عمل سے متفق نہیں تھی لیکن اس نے بل ہاروے کی کارروائیوں میں مداخلت بھی نہیں کی۔ ہاروے نے نہ صرف اپنا بلکہ لویسا کا سالن بھی وسیع و عریض درخت کی شاخوں پر جمایا اور اسے اس طرح محفوظ کر دیا کہ ہوا کے تیز ترین جھکڑ بھی اسے نہ گرا سکیں، لویسا بس دیکھتا سے ہاروے کی مشقت کو دیکھتی رہی اس نے دبی زبان سے کہا بھی۔۔۔۔۔

تھی، بہت سے مرچکے تھے۔

لوئیس نے کہا۔ ”آہ۔۔۔ ان میں جنگلی بستیوں میں رہنے والے انسان بھی ہوں گے۔“  
”ایسی جگہوں کے رہنے والے اس افتو سے واقف ہوتے ہیں اور اپنا تحفظ کر لیتے ہیں۔“ روسٹر نے کہا۔

اچانک ہمیں اپنے بہت قریب ایک گردار غراہٹ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی پانی میں ایک شدید ہلچل مچی۔ سب کی توجہ اس طرف ہو گئی۔ وہ پیلے رنگ کا سیاہ جتی والا گلدار تھا۔ آٹھ فٹ سے زیادہ لمبا نہایت خوبصورت۔ اس نے کسی طرح درخت کے تنے کو پکڑ لیا تھا اور اس پر پینچے جملنے کی فکر میں سرگرداں تھا۔ پھر وہ اس جدوجہد میں کامیاب ہو گیا اور ایک شاخ اس کے ہاتھ آگئی۔ وہ اسی شاخ پر چڑھ آیا تھا۔

تقریباً تمام ہی لوگ چیخ پڑے اور گلدار شاخ کے آخری سرے تک دوڑتا چلا گیا۔

”آہ! یہ ہمیں ہلاک کر دے گا۔ اسے مارو۔۔۔“ بیری کین نے کہا۔

”یہ فرض آپ پورا کر دیں مسٹر بیری کین۔“ لوئیس نے کہا۔

”مسٹر ڈوم! اپنا ساختہ، ہتھیار استعمال کرو۔“ روسٹر بولا۔

”نہیں! یہ اس کی مملکت ہے اور اسے ہم سے زیادہ اس درخت پر پناہ لینے کا حق ہے۔“ میں نے کہا اور سب خاموش ہو گئے۔ گلدار شاخ کے آخری سرے پر جا بیٹھا تھا۔

اس نے نگاہیں اٹھا کر ہر اس شاخ کو دیکھا تھا جہاں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر وہ پانی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس وقت وہ ایک معصوم بلی نظر آ رہا تھا۔ لوئیس پھر ہنس پڑی۔

”یہ شیطان درندہ ہے، لیکن دیکھو۔۔۔ موت کی قوت ہر جاندار کو کس قدر نرم کر دیتی ہے۔“

”خدا کے لئے خاموش رہو، یہ ہماری آواز پر بھڑک نہ اٹھے۔“ بل ہاروے رندھی ہوئی آواز میں بولا، لیکن لوئیس ہنستی رہی۔ ڈوم نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

”وہ کسی طور اس وقت خطرناک نہیں ہے۔ تم انہیں مجبور کر سکتے ہو آقا کہ کوئی اسے نہ چھیڑے۔“

”بے فکر رہو، میں اسے نقصان نہ پہنچنے دوں گا“ کیونکہ ایک روایت کے مطابق اس نسل نے میری پرورش کی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

بارش کا زور ٹوٹا نظر آیا۔ اس گلدار کی آمد کے بعد ہر شخص کھانا پینا تک بھول گیا تھا۔ لڑکیوں کے تو دم نکلے ہوئے تھے۔ پھر بارش بند ہو گئی، لیکن بھرنے اسی طرح کر رہے تھے۔ البتہ پانی کی نکاسی بڑی تیزی سے شروع ہو گئی۔ وہ پھاڑی رخنوں سے باہر نکل رہا تھا۔ دن تیزی سے گزرتا رہا۔ گلدار خاموشی سے شاخ سے چٹا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بڑی امن پسندی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ویسے یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے۔ غور کیا جائے تو احساس ہوتا

تھی لیکن جوں جوں روشنی بڑھتی گئی۔ یہ وجہ بھی سمجھ میں آنے لگی۔

بے شک پانی کی نکاسی تھی اور وہ پیلے نما واوی کے ان پہاڑوں میں بنے ہوئے دروں سے باہر نکل رہا تھا لیکن آنے والے پانی کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ وہ کم نہیں ہو پا رہا تھا۔ چنانچہ خدشہ تھا کہ اس کی سطح بڑھتی جائے گی۔ یہ منظر واقعی ہولناک تھا، یہ درخت اس وقت کچھ انسانوں کی زندگیاں بچائے ہوئے پامردی سے کھڑا ہوا تھا، ورنہ باقی سب کچھ تھس تھس ہو گیا تھا۔ گاڑیوں کی جانب تو ہم نے توجہ ہی نہیں دی تھی لیکن اب ہماری گاڑیاں پانی کے نیچے پہنچ چکی تھیں صرف ان کی چھتوں کے دھبے نظر آ رہے تھے، جو بڑھتے ہوئے پانی کی سطح کے ساتھ ساتھ گم ہوتے جا رہے تھے۔ بل ہاروے نے غمگین لہجے میں کہا۔

”آہ! گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔۔۔“ لوئیس تقہر لگا کر ہنس پڑی اس وقت اس کے حلق سے نکلنے والا یہ تقہر بڑا اجنبی لگا تھا۔

اینا لوئیس نے کہا۔ ”کیا دلچسپ منظر ہے۔ مسٹر ہاروے آپ تو مہم جو ہیں۔ زندگی میں پہلے کبھی ایسے واقعات سے سابقہ نہیں پڑا۔“

”آپ صورت حال کی نزاکت کا اندازہ نہیں لگا رہیں میڈم لوئیس۔ پانی جس رفتار سے بڑھ رہا ہے اس کے تحت وہ ان شاخوں سے اونچا بھی ہو سکتا ہے۔“ ہاروے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”آبی مخلوق کا تجربہ دلچسپ ہو گا۔ ہم دیکھیں گے کہ زیر آب زندگی کیسی ہوتی ہے۔“  
”زیر آب زندگی نہیں موت ہو گی۔“ ہاروے نے جھٹلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”موت سے ملاقات تو لازمی ہے، ایک اجنبی شے بلاخر کسی نہ کسی وقت ضرور آئے گی اور ہر اجنبی شے دلکش ہوتی ہے۔ میری زندگی میں مسٹر ہاروے، ہزاروں بار موت میرے قریب آئی ہے اور میں نے استقبالیہ نظروں سے اسے دیکھا ہے۔ وہ جب بھی نظر آئی میں اس کا استقبال کروں گی۔ ویسے اس درخت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”کیا یہ خوفزدہ نہ ہو گا۔۔۔؟“

”پتہ نہیں۔۔۔“

”اسے ضرور اس بڑھتے ہوئے پانی کا احساس ہو گا لیکن یہ انتظار کر رہا ہے۔“

بل ہاروے نے لوئیس کو ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے سوچ رہا ہو کہ یہ دماغی مریضہ ہے اس سے کچھ کہنا بیکار ہے اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ پھر دن پوری طرح روشن ہو گیا اور اطراف کے مناظر نمایاں ہو گئے۔ ہم نے بلندیوں سے گرنے والے لاتعداد آبشاروں کو دیکھا۔ کروڑوں ٹن پانی موٹی دھاروں کی شکل میں گر رہا تھا۔ واوی میں ہلچل مچی ہوئی تھی بیشمار جانور پانی میں رہتے ہوئے زندگی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ان کی بے بسی افسوس ناک

ہے۔ نہ غور کرو تو کوئی تصور ہی نہ جاگے۔ اگر ہم لوگوں کے پاس ہتھیار ہوتے تو اس وقت درخت کے تمام پناہ گزین کسی بات کو سوچے سمجھے بغیر اس بے چارے گھدار کو زندگی سے ضرور محروم کر دیتے، ہتھیاروں کا نہ ہونا ہی اس وقت اس بے چارے کی زندگی بن گیا تھا۔ گاڑیاں نظر آئیں وہ حال ہو رہا تھا ان کا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، انجن وغیرہ میں پانی بھر گیا ہو گا یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ یہ گاڑیاں قاتل استعمال ہوں گی۔ پتہ نہیں یہ لوگ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیں گے۔ پانی کے بننے کی رفتار بہت تیز رہی لیکن اس کے باوجود یہ وادی پانی سے خالی ہونے میں پورا دن اور پوری رات لے گئی، تب کہیں جا کر زمین نظر آئی اور دوسری صبح کی روشنی پھوٹنے لگی تھی کہ گھدار آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے سرکا اور پھر بڑی خاموشی سے زمین پر کود کر کچھڑ میں دور نیک بھاگتا چلا گیا۔ لویسا پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑی، اس نے کہا۔

”اس خونخوار درندے کو خونخوار انسانوں سے خود بھی اس قدر رحم کی توقع نہیں ہو گی، لیکن بہتر ہوا ہم اس وقت اس کی زندگی چھیننے کا کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔“ کسی نے لویسا کی بات پر تبصرہ نہیں کیا۔ تب لویسا نے کہا۔

”اے بھوکے انسانو! مجھے اندازہ تھا کہ تم لوگ بھوک پیاس سے عاری ہو چکے ہو اور اگر میں تم سے کموں گی بھی تو تم لوگ کچھ نہیں کھاؤ گے۔ اتنے سارے افراد کی صرف ایک چھتے نے جان نکال رکھی تھی، لیکن اب زمین پر قدم رکھنے سے پہلے اس درخت پر کم از کم جسمانی بہتری کا انتظام تو کر لو۔“

اور واقعی جیسے سب کو یاد آ گیا کہ ان کی خوراک محفوظ ہے اور اس وقت بل ہاروے کو دعا دینا ضروری تھا کہ اس کی کلوشوں نے یہ سلمان بچا لیا تھا، ورنہ گاڑیوں کی طرح یہ سب بھی تباہ ہو چکا ہوتا۔ سب میں زندگی دوڑ گئی اور اس کے بعد کھانے پینے کی اشیاء نکالی جانے لگیں۔ پھر جسمانی ضروریات پوری کرنے کے بعد سب لوگ نیچے اتر آئے اور گاڑیوں کا جائزہ لیا جانے لگا۔ بل ہاروے نے غمزہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ یہ گاڑیاں بہت وقت تک قاتل استعمال نہیں ہو سکیں گی، ہمیں ان پر کئی کام کرنا پڑے گا، آپ کا کیا خیال ہے میڈم۔۔۔۔۔؟“

”مجبوری ہے، لیکن مسٹر ہاروے۔۔۔۔۔ ہمارے پاس۔“

”میرے پاس سارا انتظام ہے۔“

”او کے۔۔۔۔۔؟“ لویسا نے کہا اور ایک نئے کام کا آغاز ہو گیا۔ اس خوفناک وادی میں کیمپ لگا دیا گیا۔ مہربان درخت کا ساتھ نہیں چھوڑا گیا تھا کیونکہ آسمان پر ہبل اب بھی کھڑے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کی تیاریاں ہونے لگیں اور بل ہاروے کے ساتھ لویسا کے ساتھی بھی کام میں مصروف ہو گئے۔ ڈوم گاڑیوں کو اٹھانے والی کریں کا کام دے رہا تھا۔

آگے بڑھ گیا اور کئی دور جا کر ایک ٹیلے کی آڑ میں پھر بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد لویسا میرے قریب پہنچ گئی۔ اس وقت اس کا چہرہ عجیب ہو رہا تھا۔

”میں یہاں بیٹھ جاؤں ماہر۔۔۔۔۔؟“

”ہاں بیٹھو۔۔۔۔۔“

”آج نہ جانے کیوں میں بے اختیار ہو گئی ہوں، اگر کچھ کموں تو مجھے معاف کر دو گے ماہر۔۔۔۔۔؟“

”کیا بات ہے لویسا۔۔۔۔۔؟“

”صرف ایک بات جانتا چاہتی ہوں۔ ہیمل جانے، تمہاری یہ خواہش تمہاری مرضی کے مطابق پوری ہو جائے تو کیا تم مجھے قبول کر لو گے ماہر۔۔۔۔۔ کیا تم۔۔۔۔۔ میری محبت کا جواب دو گے؟“

”میں نہیں کہہ سکتا ایسا۔ میرے ذہن نے کبھی اس پہلو پر نہیں سوچا۔“

”میں تمہارے لئے پاگل ہوں ماہر۔۔۔۔۔ دیوانی ہوں تمہاری، سب کچھ بھول چکی ہوں تمہاری محبت میں اپنا وقار۔۔۔۔۔ اپنی۔۔۔۔۔“ ایسا کہ الفاظ ادھورے رہ گئے۔ اچانک تالیاں بجنے کی آواز سنائی دی تھی۔ میٹی ہنستی ہوئی سامنے آئی تھی۔

”رومیو چیولٹ کا کھیل ہو رہا ہے، لیکن چیولٹ نے اپنے محبوب سے کبھی اس طرح گزرنا کر محبت کی بھیک نہیں مانگی تھی۔ بھکارن اور محبوبہ میں فرق ہوتا ہے میڈم لویسا۔۔۔۔۔ عورت کے وقار کو اس طرح مجروح نہ کریں۔“

میں نے گہرا کر لویسا کا چہرہ دیکھا، اس کی آنکھیں سرخ ہوتی جا رہی تھیں۔

ساتھ بھی نہ رہ سکوں۔“

لویسا نے چونک کر مجھے دیکھا، چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔

”کیا تمہارے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ ہے؟“

”تم عجیب باتیں کر رہی ہو، میں ان راستوں کا رائی نہیں ہوں، میں تو اپنی ہی آگ میں سلگ رہا ہوں اور بار بار کہہ چکا ہوں کہ میرے دل میں حسن و عشق کا گزر نہیں ہے، لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرے نام پر اس طرح کے واقعات ہوں۔ مجھے امید ہے لویسا تم میری خواہش کا خیال رکھو گی۔“

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ”سنو ماہر طمائی، میں نے اپنی زندگی کے تمام راستے بدل دیئے ہیں، یہ تم بھی جانتے ہو کہ میں کیا تھی، کیا بن گئی ہوں۔ یہ چار افراد صرف مجھ سے عقیدت کی بناء پر میرا ساتھ دے رہے ہیں ورنہ اب ان کا مجھ سے کوئی مفاد نہیں ہے اور یہ سب کچھ تمہاری محبت میں ہوا ہے ماہر کوئی عجیب حادثہ ہوا ہے میرے دماغ میں۔ ورنہ میں نے زندگی میں کبھی اس کی طلب نہیں کی تھی اور اب تمہاری محبت کے سوا میری زندگی میں کچھ نہیں ہے، نہ ہی اس محبت کا کوئی یقینی صلہ میرے دل میں ہے۔ اپنی خواہش کی تکمیل کر لو۔۔۔ سکون پا جاؤ، اس کے بعد میرے لئے کوئی گنجائش نکل آئے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ بس مجھے زندگی کی آخری سانس تک خود کو چاہنے کی اجازت دے دینا۔ میں تمہارے قدموں میں سر رکھوں گی، لیکن کسی دوسری لڑکی کو۔۔۔ میں یہ موقع نہیں دے سکوں گی، اور۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ اور کیا۔۔۔؟“

”تمہیں میرے ساتھ ایک رعایت کرنی ہو گی۔“

”کیا۔۔۔؟“

”بل ہاروے سے کہہ دو فوراً ہم سے دور ہو جائے، یا مجھے اجازت دو۔۔۔ میں کہہ دوں،

ورنہ۔۔۔ میں کسی بھی وقت پاگل ہو جاؤں گی۔“

”تمہیں کچھ وقت انتظار کرنا ہو گا۔۔۔ میں نے سر دلچے میں کہا اور وہ مجھ پر ایک نگاہ

ڈال کر خاموش ہو گئی۔

ڈوم کے ہونٹوں پر مدھم مسکراہٹ دیکھ کر میں نے کہا۔ ”کیا بات ہے؟“

”مجھے علم نہیں تھا آقا کہ وہ تم سے اظہار عشق کرنے والی ہے اور تم جانتے ہو کہ میں

تم سے دور نہیں رہتا۔“

”یہ سب پاگل پن ہے ڈوم۔۔۔ مجھے پسند نہیں ہے، ہم الجھ گئے ہیں۔“

”میں نے کہا تھا آقا، چھائی ہو گی، قافلہ وسیع ہو گیا ہے۔“ ڈوم ہنس کر بولا۔ ڈوم کا

کہنا ٹھیک تھا۔ دوسری صبح بل ہاروے نے لویسا کی ہدایت کے بغیر تیاریاں کیں اور جلد

اس نے خونی نظروں سے میٹی کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ ”تو یہاں کیا کر رہی ہے۔۔۔؟“ اس کی سرد آواز ابھری۔

”کچھ نہیں، یونہی بور ہو رہی تھی، تم لوگوں کو نہیں دیکھا تھا، اس طرف آئی تو یہ دلچسپ تماشا دیکھنے کو ملا۔ ویسے مجھے تم پر افسوس ہے، محبت تو برابر کے اصولوں پر ہوتی ہے، تم اتنی مجبور ہو۔۔۔ افسوس۔۔۔“

دفعہ لویسا کا ہاتھ گھوم گیا، لیکن میٹی بھی ہوشیار تھی۔ اس نے اپنا رخسار لویسا کی زد میں نہیں آنے دیا تھا اور جھک کر پیچھے ہٹ گئی تھی، پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”خود کو قابو میں رکھو میڈم۔۔۔ اگر یہ تھپڑ میرے رخسار پر پڑ جاتا تو۔۔۔ تمہیں اپنی زندگی کے بدترین لمحات سے گزرنا ہوتا۔“

میں ابھی تک بھونچکے انداز میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا، لیکن بات جس تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اس کی سنگینی کا مجھے بہت جلد احساس ہو گیا۔ میں نے فیصلہ بھی فوراً ہی کیا اور ان دونوں کے درمیان آکر میٹی سے کہا۔

”تم نے بد تمیزی اور بد اخلاقی کا ثبوت دیا ہے مس ہاروے۔ کیا دو افراد کے درمیان اس طرح مداخلت ایک شریفانہ قدم ہے۔“

”نہیں مسٹر رویم۔۔۔ آپ عشق کریں، مجھے کیا۔“

”تو پھر تم یہاں سے دفعتاً کیوں نہیں ہو جاتیں۔“

”اوہ گنڈ۔۔۔ میں چلی جاتی ہوں۔“ وہ بولی۔

”اور اس کے بعد اگر تم نے ایسی کسی بد تمیزی کا مظاہرہ کیا تو اس کے نتائج مسٹر بل ہاروے کو بھگتنے ہوں گے۔“

”ہو نہ۔۔۔“ میٹی نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ لویسا میری مداخلت پر رک گئی تھی پر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اس نے خودکشی کر لی ہے، اس کے باپ سے کہو کہ اس کی تدفین کے لئے تیار ہو جائے۔“

”میں لویسا۔۔۔ مناسب نہ ہو گا، تم نے ایسا کیا تو شاید اس کے بعد۔۔۔ میں تمہارے

دل کو دکھن کا احساس ہونے لگا۔ بہت دیر تک کوشش کرنے کے بعد میرا دماغ دکھنے لگا۔ پھر میں چونک پڑا۔ پتھرلی زمین پر قدموں کی چاپ ابھری تھی اور پھر کوئی میرے پاس آگیا، لیکن قریب سے اسے دیکھ کر میں چونک پڑا، وہ میٹھی تھی۔

”تم....“ میں حیرانہ انداز میں بولا۔

”ہاں حیران نہ ہو، ہم لوگ پہاڑ کے دوسری طرف ہیں۔ ہم نے وہاں سے تمہیں دیکھ لیا تھا۔“

”کیوں آئی ہو یہاں....“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ کچھ لمبے خاموش رہی، پھر بولی۔

”تمہیں ایک آفر دینا چاہتی ہوں۔“

”اور میں تمہیں ایک مشورہ۔“

”میں جانتی ہوں کہ تم اسے نہیں چاہتے۔ وہ کتنا اس قاتل ہی نہیں ہے۔ وحشی جانور.... انسانیت سے دور۔ کیا اس کے اندر انسانیت ہے؟“

”میرا مشورہ سن لو تو بہتر ہے۔“

”بتاؤ کیا....؟“

”زندگی سے کوئی دلچسپی ہے تو یہاں سے چلی جاؤ اور دوبارہ کبھی میرے پاس آنے کی کوشش مت کرنا، ورنہ اس کے ہاتھوں ماری جاؤ گی۔“

”صرف ایک بار.... مجھے اجازت دیدو۔ میں اس کی وحشت ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گی، پھر وہ کبھی تم سے محبت کا دعویٰ نہیں کرے گی۔ ایک بار مجھے اجازت دیدو۔“

”آج.... ابھی.... اور اگر میں ایسا کر لوں تو.... تو مجھے قبول کر لیتا۔ یا پھر مجھے بتا دو کہ تم بھی اس سے عشق کرتے ہو۔ اگر ایسا ہے تب میں دوبارہ تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔“

”میں نہ اس سے عشق کرتا ہوں نہ تم سے۔ مجھے ان فضول باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میں نے اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا تھا اور نہ مجھے اس کی ضرورت تھی ہرچند کہ اس نے میری بہت مدد کی ہے لیکن اس کا صلہ اسے بھی کچھ نہ ملے گا، کیونکہ وہ میری منزل نہیں ہے۔“

”مگر میں تمہاری منزل بننا چاہتی ہوں۔ میں اسے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی ہوں۔“

”پہلے اسے یہ کلام کر لینے دو ماہر.... بعد کے فیصلے بعد میں کر لیتا....“ یہ لویسا کی آواز تھی جسے سن کر میں بھی اچھل پڑا تھا۔ وہ یقیناً ڈوم کو بھی جل دے کر آئی تھی جو میرا چہرہ دے رہا تھا اور چھپ کر یہاں پہنچی تھی ورنہ ڈوم اسے ضرور روکتا۔

میٹھی سرد نظروں سے اسے دیکھنے لگی، لیکن جنونی اینا نے انتظار نہ کیا اور نہ ہی مارشل آرٹس کے قواعد کے پکر میں پڑی۔ ان الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی وہ شیرنی کی طرح غرائی

بازی میں اپنے طور پر سفر کیلئے تیار ہو گیا۔

”سوری فریڈنسن۔ میں آپ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر رہا ہوں، مگر کچھ وجوہات کی بنا پر یہ ضروری ہے۔“

”بے حد ضروری اور کوشش کرنا دوبارہ ہم سے سامنا نہ ہو۔“ لویسا نے کہا اور بل باروے اسے خشکیں نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

”خود کو قابو میں رکھنا ضروری ہوتا ہے میڈم لویسا اور میں یہی کر رہا ہوں۔“ اس نے اپنی گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ لویسا اس کے جانے سے خوش ہو گئی تھی پروفیسر

حق نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ہم لوگ بھی چل پڑے، لیکن راستوں سے گریز نہیں کیا جا سکا۔ شام تک ہمیں آگے جانے والی گاڑیوں کے نشان ملتے رہے تھے۔

لویسا چپکٹی رہی تھی۔ پھر یہ سفر دوسرے دن بھی اسی انداز سے جاری رہا۔ اس رات ہم نے ایک پہاڑی کے دامن میں قیام کیا تھا، ایک چھوٹا سا درہ قریب ہی نظر آ رہا تھا۔ رات کو

میں کھانے سے فراغت کے بعد ڈوم کے ساتھ ٹھٹھا ہوا دور تک نکل آیا۔

”میرا ذہن پھر مضطرب ہو رہا ہے ڈوم.... کیا یہ سفر بہت طویل نہیں ہو گیا۔“

”ہماری رفتار سست ہے۔ اگر ان ناہموار راستوں پر پیپوں کے بجائے گھوڑوں پر سفر کیا جاتا تو ہم فاصلے زیادہ تیزی سے طے کر سکتے تھے۔“

”گھوڑے، وہ کو کس کس کے پاس تھے ڈوم، لویسا کچھ زیادہ خود اعتماد نہیں ہے۔ ہم گھوڑوں کو بچا سکتے تھے لیکن....“ ڈوم نے میری بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ میں نے دوبارہ

کہا۔ ”بل باروے ساتھ ہوتا تو بہتر تھا۔ ویسے یہ بہتر ہی ہوا ورنہ.... کوئی مشکل صورت حال بھی پیش آ سکتی تھی۔ لویسا میری وجہ سے صبر کر گئی ورنہ.... ویسے میٹھی مارشل آرٹس کی

ماہر ہے۔ ہم نے ٹمپلر کو اس کے ہاتھوں پٹتے دیکھا تھا۔“

”نہیں آقا.... وہ بیک مارشل آرٹس جانتی ہے لیکن جنونی عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لویسا خود بھی بلیک، جیلٹ ہے۔“

”ڈوم.... آج کی رات پر سکون ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہیا سے باتیں کروں۔“

”مجھے اس کا موقع دو۔“

”مجھے حکم دیں آقا....“

”وہ ایک پرسکون گوشہ ہے، بس شرط یہ ہے کہ کوئی ادھر آئے نہ نہ پائے۔“

”میں فاصلہ اختیار کر کے بیٹھ جاتا ہوں۔ کسی کو ادھر نہیں آنے دوں گا۔“ ڈوم نے کہا

اور وہاں سے چلا گیا۔ میں نے درے کی دائیں طرف ڈیرہ جمایا، ماحول سنسان تھا، ہمارا

کیمپ بھی فاصلے پر تھا، میں نے عمل شروع کر دیا۔ ہیا کے تصور کو ذہن میں بنا کر میں نے اسے آوازیں دیں، لیکن بہت دیر تک کوشش کے باوجود میرا ذہن اسے نہ پاسکا اور میرے

رہے۔ پرنسوں کی ڈائریں آسمان کے سفر پر چل پڑی تھیں، شیروں کا ایک جوڑا ہم سے تھوڑے فاصلے پر ہماری مختلف سمت جا رہا تھا۔ تب میں نے اور ڈوم نے ایک باریک سی آواز سنی اور چونک پڑے۔ کوئی مجھے پکار رہا تھا۔

”ماہرہ.... رک جاؤ ماہرہ.... پلیز رک جاؤ....“ میں شدید حیرت سے پلٹ کر دیکھنے لگا اور ہم نے بخوبی دیکھ لیا۔ وہ بھاگنے کے سے انداز میں ہمیں پکارتا ہوا آ رہا تھا۔

”وہ پروفیسر حق ہے۔“ ڈوم نے کہا۔

”یہ کہاں سے آگیا؟“

”پتہ نہیں آتا۔“

”رکو.... انتظار کرو۔“

”وہ لڑکھڑا رہا ہے، شاید گر پڑے۔“ ڈوم بولا۔

”انتظار کرو....“ میں نے پھر کہا۔ پھر کافی دیر کے بعد پروفیسر حق ہمارے پاس پہنچا تھا، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آنکھیں انگارے کی طرح دھک رہی تھیں۔ حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ قریب پہنچ کر اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں اور نہیں چل سکتا، مجھ پر رحم کرو.... اور آگے نہ جاؤ.... یہاں قیام کر لو.... آہ“

مجھ پر احسان کرو....“

”بیٹھ جاؤ پروفیسر....“ میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ دھڑام سے بیچے گر پڑا.... پھر بیٹھنے کے بجائے لیٹ گیا۔

”میں نے ڈوم سے کہا۔“ ڈوم.... کھانے کا انتظام کرو۔“

”بہتر آقا....“ ڈوم نے مستعدی سے کہا اور اپنا ڈنڈا اٹھا کر قلعہ نہیں بھرنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کافی دور نکل گیا۔ میں پروفیسر کو دیکھ رہا تھا۔

”دو منٹ.... بس دو منٹ دیدو.... سانس.... سانس....“

”ٹھیک ہے.... دل چاہے تو آنکھیں بند کر لو۔“

”شکریہ.... شکریہ....“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اطراف کا جائزہ لینے لگا، تھوڑے فاصلے پر جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور ان پر پیلے رنگ کے پھل لگے ہوئے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر ان کے قریب پہنچا، ایک پھل توڑ کر دیکھا.... اس میں کافی نمی تھی۔ ایک پھل مٹل کر دیکھا تو اس کے عرق کے قطرے ٹپنے لگے۔ میں نے اس عرق کو چکھنا چاہا تو اچانک کسی نے میرے ہاتھ سے یہ پھل چھین لیا۔ میں چونک کر پلٹا لیکن میرے پاس کوئی نہیں تھا، جبکہ وہ پھل بھی وہاں موجود نہیں تھا.... یہ کیا چکر ہے۔ اپنے اس دہم کی تصدیق کے لئے میں نے دوسرا پھل تھوڑا اور کسی ناویدہ ہاتھ نے وہ پھل بھی میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ یہ ناقابل یقین تھا۔ اس بار میں نے ایک پھل توڑ کر مٹھی میں دبایا تھا۔

ہوئی مٹھی پر ٹوٹ پڑی۔ پہلی کوشش میں مٹھی مغلوب ہو گئی اور نیچے گر پڑی لیکن.... پھر اس نے سنبھل کر اپنا کو اپنی ٹانگوں میں لپیٹا اور اس کی گردن قابو میں کر لی.... اس کے بعد دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر لوئیساکو تنگی چٹان پر دے مارا.... لوئیساکا سر پھٹ گیا اور خون کی چادر اس کے چہرے پر بکھر گئی، لیکن لوئیساکے اس کے دونوں پاؤں پکڑنے اور اپنے بدن کو جھکا کر دونوں پاؤں بغل میں دبا کر اسے چت زمین پر لٹایا اور پھر پاؤں چھوڑ کر اس پر کود گئی اس نے جبکہ کر مٹھی کی گردن پر دانت گاڑ دیئے تھے۔ یہ مارشل آرٹس کا کوئی داؤ نہیں تھا بلکہ جانوروں کی سی وحشت خیزی تھی اور نہ جانے کیوں مجھے لوئیساکا کی یہ حرکت اچھی لگی تھی۔ اسی اثناء میں ڈوم دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا۔

”دیوتاؤں کی قسم آقا.... مجھے کچھ پتہ نہیں چل سکا.... آقا.... خونریز معرکہ ہو رہا ہے کیا میں درمیان میں دخل دوں....؟“

”نہیں....“ میں نے کہا اور ڈوم مجھے دیکھتا رہ گیا.... لوئیساکا کے حلق سے جانوروں جیسی غراہٹ نکل رہی تھی اور مٹھی اس پر ہر داؤ آزا رہی تھی۔ اس نے کراٹے کے زبردست ہاتھ اپنا کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے لیکن لوئیساکا اس کا زرخہ نہ چھوڑا۔ پھر اچانک اس نے مٹھی کے پال پکڑے اور وحشت ناک انداز میں چیخیں.... ساتھ ہی مٹھی کے حلق سے خرخراہٹ بند ہونے لگی۔ اپنا نے اس کا زرخہ چبا ڈالا تھا.... اور خون ایک دھارے کی شکل میں بلند ہو رہا تھا۔ پھر اس نے اٹھ اٹھ کر اپنے گھٹنے سے مٹھی کی پسلیاں توڑنا شروع کر دیں۔ وہ بار بار اٹھ کر اس پر گر رہی تھی اور مٹھی کا بدن اچھل رہا تھا۔ پھر وہ ساکت ہو گئی۔ لوئیساکا اس میں زندگی تلاش کر رہی تھی.... پھر شاید اسے مٹھی کی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے کلائی سے اپنے چہرے پر لگا ہوا خوان صاف کیا۔ آہستہ سے کچھ کما اور وہاں سے چل پڑی۔ اس نے ہماری طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ میں خاموشی سے مٹھی کی لاش دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ڈوم کو دیکھا اور کہا۔ ”ڈوم“ اسے یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

”درے کے دوسری طرف بل ہاروے موجود ہے۔“

”ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے اور نہ ہی اب لوئیساکا سے ہمارے وہ ہتھیار کہاں ہیں۔ کیا وہیں....؟“

”نہیں آقا“ وہاں نہیں یہاں.... اس جگہ جہاں میں پہرہ دے رہا تھا۔“

”واہ“ ڈوم تو سب سے بہتر ہے، جا انہیں اٹھا لا، ہم یہیں سے آگے بڑھ جائیں گے۔“

ڈوم مضبوط ڈنڈے اٹھا لایا۔ میں نے ایک سمت اختیار کی اور ہم برق رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ ڈوم نے ایک بار بھی لوئیساکا کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ میرے اور ڈوم کے لئے ساری رات چلتے رہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لمبی جھاڑیوں اور ان کے نیچے چھپے ہوئے پتھروں پر چلتے ہوئے ہم نے پوری رات گزار دی۔ صبح کی روشنی میں بھی ہم چلتے



کے بارے میں نہ جانتے ہو گئے لیکن تمہیں اس کے استعمال سے روکا گیا ہے۔" ڈوم نے کہا۔

"تجربہ ہے۔۔۔۔۔" میں نے وہ پھل اچھل دیا پھر ہم دونوں حیرانی سے واپس پلٹ پڑے، پروفیسر حق کی حالت اب بہتر ہو گئی تھی۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ڈوم نے لگا۔

"میں گوشت کی تیاریاں کرتا ہوں عظیم آقا، آسمان والے نے ہر انسان کو زندہ رکھنے کا وعدہ کیا ہے اور جس کی جتنی عمر ہوتی ہے وہ اسے اس کی مدد سے گزارنی ہوتی ہے اب تم دیکھو یہاں دور دور تک پانی نہیں ہے۔ لیکن ناریل کے درخت ہیں اور ناریل کا یہ جھاڑ میں اسی لئے توڑ کر لایا ہوں کہ اس میں پانی موجود ہے، لیکن عظیم آقا ہمیں اس ہرن کو تیار کرنے میں بڑی مشکل پیش آئے گی کیونکہ ہمارے پاس اس کی کھال وغیرہ اتارنے کا ہندوست نہیں ہے۔"

"جھاڑیاں ہیں اور یہ سوکھی جھاڑیاں اس گوشت کو ہمارے لئے قابل استعمال بنا سکتی ہیں۔"

"بے شک۔۔۔۔۔" ڈوم نے جواب دیا۔ پروفیسر حق نے ہرن کو دیکھا اور پھر ناریلوں کو۔۔۔۔۔ اس کے بعد وہ کسی قدر تذبذب کا شکار نظر آنے لگا۔

"ہم تمہارے لئے گوشت تیار کرتے ہیں پروفیسر۔" پروفیسر پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔ پھر کہنے لگا۔

"میں کیا کھوں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"کیوں خیریت کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟"

"اگر تم اجازت دو تو میں ان ناریلوں کو استعمال کروں۔۔۔۔۔ میں گوشت نہیں کھا سکوں گا۔"

"کیوں تم گوشت سے پرہیز کرتے ہو پروفیسر۔" میں نے سوال کیا اور پروفیسر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"کھش میں تمہیں صحیح صورت حال بتا سکتا، اصل میں جس مذہب سے ہمارا تعلق ہے اہرطالی اس میں ایسا گوشت نہیں استعمال کر سکتے ہم، چونکہ یہ ذبح نہیں کیا گیا۔ غالباً تم نے کوئی ضرب لگا کر اس ہرن کو مارا ہے، مجھے محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہاں میں نے اسے ڈنڈے سے شکار کیا ہے۔"

"بڑی بات ہے، لیکن یہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔ اب اگر کبھی شکار کرو تو میرے پاس یہ چھوٹا سا چاقو موجود ہے اس سے اسے ذبح کر لینا مناسب ہو گا اور اس کے لئے تم کوئی خدمت حاصل کر لیا کرو۔۔۔۔۔"

اسی وقت دور سے ڈوم نظر آیا۔ جو شامنے پر ایک وزنی جانور لٹکائے آ رہا تھا۔

"کون ہے۔۔۔۔۔ سامنے آؤ۔۔۔۔۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا، لیکن نگاہیں کچھ نہیں دیکھ رہی تھیں، کوئی ایسی ناؤیدہ ہستی تھی جس نے یہ عمل کیا تھا کہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ میری حیرانی عروج پر تھی۔ ڈوم نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ رخ بدل کر میری ہی طرف آ رہا تھا۔ میں شدید حیران تھا وہ پھل جو میری مٹھی میں دبا ہوا تھا ابھی میری مٹھی میں ہی تھا اور اسے کسی نے میری مٹھی سے نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی، لیکن ایسی ناؤیدہ ہستی کون ہو سکتی ہے لیکن جب کوئی نظر نہیں آیا تو میں ڈوم کو دیکھنے لگا۔ ڈوم کچھ لمحوں کے بعد میرے قریب آ گیا تھا اس نے کانڈھے پر لٹکا ہوا وزنی ہرن نیچے ڈالا اور پھر ناریل کا ایک جھاڑ بھی جو عجیب سی شکل کا تھا میں نے اسے بغور دیکھا تو وہ بولا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو عظیم آقا۔۔۔۔۔"

"ڈوم ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔" میں نے کہا اور ڈوم کے چہرے پر تجسس پھیل گیا۔ "کیا عظیم آقا۔۔۔۔۔؟" اس نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اپنی جھلی اس کے سامنے کھول دی اور ڈوم حیرانی سے بولا۔ "پیسارا۔۔۔۔۔"

"یہ کیا ہے ڈوم۔۔۔۔۔؟"

"ایک زہریلا پھل عظیم آقا، جو انسانی زندگی کے لئے ہلاکت خیز ہے، جدید دنیا میں اس سے شکایا بنایا جاتا ہے، مگر تم اسے اپنی مٹھی میں کیوں چھپائے ہوئے ہو۔۔۔۔۔؟"

"زہریلا پھل۔۔۔۔۔؟" میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"بے حد زہریلا اور یہ بھی عام جگہ نہیں پایا جاتا۔"

"یہ میں نے اس جھاڑی سے توڑا ہے۔" میں نے جھاڑی کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے لمحے میری آنکھیں پھیل گئیں، کیونکہ اب وہ جھاڑی بھی وہاں موجود نہیں تھی، میں پوکلاٹ میں ٹانج کر رہ گیا۔ ڈوم بھی حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے حیرانی سے کہا۔

"یہاں تو پیسارا کی کوئی جھاڑی نہیں ہے عظیم آقا۔"

"تھی ڈوم تھی۔۔۔۔۔ ابھی یہیں تھی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔" ڈوم کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ بڑا عجیب واقعہ ہوا ہے ڈوم۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ سب کیا ہے۔" اور میں نے ڈوم کو پوری تفصیل بتا دی۔ ڈوم کے چہرے پر بھی خوف کے آثار نظر آئے۔ پھر وہ بولا۔

"جنگلوں میں روحیں بھٹکتی ہیں عظیم آقا، لیکن اگر وہ کسی کی روح تھی تو یوں سمجھ لو تمہاری ہمدرد اور تمہیں مشکل سے بچانے والی۔ پیسارا بہت زہریلی بوٹی ہے اور شاید تم اس

میری سمجھ میں پروفیسر کی بات نہیں آ رہی تھی، میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔  
 ”تب تم ان ناریلوں سے کام چلاؤ، ہم تمہارے لئے کوئی چھوٹا سا جانور شکار کر دے۔“  
 پروفیسر کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے تھے پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

دوم نے ہرن کو تیار کیا ہمارے لئے پورا پکا ہوا گوشت ضروری نہیں تھا۔ ہرن کی کھا جمل گئی اور گوشت میں بس ایک طرح سے بھاپ لگ گئی، البتہ پروفیسر نے اپنا کام چلا لیا۔  
 ناریل کے گوندے کو کھا کر اس کا پانی پی کر اس نے پیٹ بھر لیا جبکہ ہم ہرن کا کچا کچا گوشت وحشی جانوروں کی طرح سمجھوڑ رہے تھے۔ اصل میں میرا تو جغرافیہ ہی بگڑ گیا تھا۔ جم طرح میری پرورش ہوئی اس کی ابتدائی جنگلی جانوروں کے درمیان ہوئی تھی۔ میں نے پرا ہی جانوروں کا کچا گوشت کھلایا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اب بھی بس مذہب لوگوں کے درمیان رہ کر یہ سارے تکلفات پیدا ہو گئے تھے۔ ورنہ گوشت کچا ہو یا پکا، کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ ہم گوشت چباتے رہے اور پروفیسر حق ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتا رہا۔ دنا اور تندرست ہرن کی ہڈیاں زمین پر ڈھیر ہو گئی تھیں اور کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ پھر ہم ناریل کا پانی پی کر شکم سیر ہو گئے۔ میں نے پروفیسر سے پوچھا۔  
 ”اب تمہاری جسمانی کیفیت کیسی ہے۔“

”بہترین۔“

”تم سے سوالات کر سکتا ہوں۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔“

”تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔“

”ساری رات تمہارے پیچھے بھاگتا رہا ہوں۔“

”کیوں۔۔۔؟“

”کیونکہ میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا تھا۔“

”میں پھر وہی سوال کروں گا پروفیسر۔۔۔ کس۔۔۔ کیوں۔۔۔؟“

”اس لئے ماہر کہ میں ذہنی طور پر تم سے زیادہ قریب ہوں اور اس دوران تمہارا فطرت کے بارے میں بھی اندازہ لگا چکا ہوں۔“

”کیا اندازہ لگایا ہے تم نے۔۔۔؟“

”تمہارا مطیع نظر سمجھتا ہوں، یہ جانتا ہوں کہ تمہیں اس کائنات میں ہیا کے سوا کچھ عزیز نہیں ہے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دو اشیاء طاقتور اور ماحول کو اپنے قبضے میں کرنے کا صلاحیت رکھتے ہو۔ یہ بھی اندازہ لگایا ہے میں نے تمہارے بارے میں کہ تمہیں کسی اچے

فصل سے کوئی پرکاش نہیں ہوتی جو تمہارا احترام کرے اور تمہارے کسی فعل میں آڑے نہ آئے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر تمہیں دوم نہ ملتا، کوئی بھی نہ ملتا تو تم اپنی آخری سانس تک ہیا کی تلاش جاری رکھتے اور بالآخر اسے پالیتے۔ کیونکہ وجود بہر حال اپنی تکمیل کرتا ہے اور کوئی عمل اگر غیر فطری طریقوں سے تکمیل تک نہ پہنچے تو پھر فطرت کا عمل ہوتا ہے اور فطرت اپنے راستے متعین کرنا جانتی ہے۔“

میں اچھل پڑا۔ پروفیسر حق کے یہ الفاظ مضطرب کر دینے والے تھے۔

”ایک منٹ پروفیسر ایک منٹ، ذرا اپنے الفاظ دوبارہ دہراؤ۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہاں سے جہاں تم نے فطرت کی بات کی۔“ پروفیسر نے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔ ”یہ تم کس بنیاد پر کہہ رہے ہو۔ وضاحت کرو۔“

”چھوٹی چھوٹی۔۔۔ اور بڑی بڑی مثالیں ہیں۔ اعصاب کا عمل تمہارا ہر عضو اپنے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے۔ تمہیں پیاس لگتی ہے، تم پانی تلاش کرتے ہو۔ ہر ضرورت کا مذاکرہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہیا تمہاری ضرورت ہے۔ ضرورت پوری نہ ہو تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ زندہ ہو تو فطرت تمہاری تکمیل کی طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ مجھے سارے واقعات چونکہ معلوم ہیں اس لئے صرف ایک اشارہ دیتا ہوں وہ یہ کہ ہیا جہاں ہے تم وہاں تک آ گئے ہو۔۔۔ کیوں۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔؟“

”آہ پروفیسر۔۔۔ بڑی جاں فزا بات کی ہے تم نے بڑی تقویت بخش بات۔۔۔“

”جو ایک حقیقت۔۔۔ ایک ٹھوس سچائی ہے۔“ پروفیسر نے کہا۔

”لویسا تمہارا احترام کرتی تھی۔“

”بھٹک۔۔۔ لیکن میں اس سے خوفزدہ تھا اور تم نے اس کی وحشت خیزی دیکھ لی۔ وہ غیر متوازن ذہن کی مالک ہے۔ اتفاق سے میں نے اسے ایک طرف بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ پھر میٹھی کی موت کا منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرا دل لرز گیا۔ پھر جب میں نے تمہیں اور دوم کو سفر پر آمادہ پایا تو خود بھی تمہارا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ساری رات تمہارے پیچھے سفر کرتا رہا۔ کیونکہ تمہارا ساتھ لویسا کے ساتھ سے بدرجہا بہتر تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے لئے ایک بوجھ ہی ثابت ہوں گا، لیکن اپنا اقلیت کی ایک بات تمہیں بتا سکتا ہوں۔“

”کیا۔۔۔؟“

”میں تمہارے لئے ایک بہتر راہبر ثابت ہوں گا، میں بہت جلد تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دوں گا جبکہ تم آسانی سے درست راستے تلاش نہ کر سکو گے۔“

”اور اگر ہم تمہاری رہنمائی قبول نہ کریں تو۔۔۔؟“

”میں خاموشی سے راستہ بدل لوں گا۔“ پروفیسر حق نے کہا اور میں ہنس دیا۔

ہو چکا ہوں اگر تم چاہو تو میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں جب تک تم پسند کرو۔ اصل میں مجھے تو بس پروفیسر بورٹونوٹا سے ملاقات کرنی ہے اور اس کے بعد میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے لیکن پھر بھی میں بہت سے اچھے جذبوں کے ساتھ تمہارے ہمراہ رہنے کو تیار ہوں اگر تم پسند کرو، ظاہر ہے میرا تم پر اختیار نہیں ہے لیکن سفر میں کسی بزرگ ساتھی کا ہونا تمہارے لئے بھی ضروری ہے۔“

”اور تم نے یہ بھی کہا ہے کہ تم ہمیں بہت جلد ہماری منزل تک لے جا سکتے ہو۔“

”اس کی کچھ وجوہات ہیں۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ غلط نہیں ہے، لیکن پھر بھی یہ کوئی سودا نہیں ہے تم اگر چاہو تو میں تمہیں یہاں سے راستے بھی بتا سکتا ہوں۔“

”نہیں پروفیسر تم ہمارا ساتھ دو گے، یہ تم نے کس بنیاد پر کہا۔“

”اس لئے کہ نقشوں کی جو ترتیب ہے اور جو کچھ میرے علم میں آیا ہے اس کے مطابق اب وہ جگہ زیادہ دور نہیں ہے جہاں تم پنڈت رائے سے ملاقات کر سکتے ہو۔“

یہ الفاظ میرے لئے دوسرا دھماکہ تھے۔ میں نے اچھے سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب کیا واقعی۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔ وہ سارے جو تم ایک پہاڑی کٹاؤ دیکھ رہے ہو، کیا یہ محسوس کر رہے ہو کہ وہ آدھے چاند کی حیثیت رکھتا ہے۔“ پروفیسر نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا اور میں اس سمت دیکھنے لگا تب ڈوم نے کہا۔

”آہ واقعی ذرا دیکھو، پہاڑیاں کس طرح ہموار ہوئی ہیں اور آدھے چاند کا منظر پیش کرتی ہیں۔“

”ان پہاڑیوں کے دوسری جانب وہ علاقہ ہو سکتا ہے جہاں قبیلہ مولجے آباد ہے، یہ میں اس نقشے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں جو تم لوگوں نے مجھے دکھایا تھا۔“

”آہ پروفیسر اتنی قیمتی باتیں کہی ہیں تم نے، پہلی بات تو یہ کہ فطرت کی جس جستجو کا تم نے تذکرہ کیا ہے میرا دل اس سے متفق ہوتا ہے اور پھر راستے کے بارے میں، نہیں پروفیسر بس اتنا کہہ دو کہ اپنے اندر ہمت پیدا کرو اور ہمارا ساتھ دو۔ ہم ٹھہرنا پسند نہیں کرتے بس اگر بہت ہی بدن تھک جاوے یا نیند کا غلبہ ہو تو مجبوری ہے۔“

”میں شاید اس طرح تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا کیونکہ بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن اب چونکہ ہمارا فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے اس لئے اس سفر میں تم مجھے پیچھے نہیں پاؤ گے۔“

”تو پھر اٹھو اور ہمارے ساتھ سفر کا آغاز کرو، میں نہیں چاہتا کہ لوئیس ابراہن ہاروے ہم تک پہنچیں اور ہمیں ایک بار پھر ان کی مشکل کا شکار ہونا پڑے۔“

پروفیسر خوشدلی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں پروفیسر۔۔۔ ہماری رہنمائی کرو، لیکن ہمیں دور نکل جانا چاہئے تاکہ لوئیس ابراہن ہم تک نہ پہنچ سکے۔“

”میں تم سے اختلاف نہیں کرتا، لیکن شاید لوئیس ابراہن کیلئے تم تک پہنچنا اتنا آسان نہ ہو۔“

”کیوں۔۔۔؟“

”کیونکہ وہ سر پھری ہے۔ وہ میٹھی کو قتل کر کے نشے میں سرشار اپنے کیپ میں چلی گئی تھی، تمہیں بھی اس نے باز پرس کے خیال سے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ وہ اپنے کسی غم کی باز پرس پسند نہیں کرتی۔ ساری رات اس نے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش اسی خیال کے تحت نہ کی ہو گی لیکن۔۔۔۔۔ بل ہاروے نے اپنی بیٹی کی لاش ضرور تلاش کر لی ہو گی۔“

”آہ۔۔۔ تو پھر۔۔۔؟“

”بل ہاروے کا گروپ بہت بڑا ہے اور بیٹی کی موت اسے جنونی کر دے گی اس کے بعد۔۔۔۔۔ وہاں خوفناک خونریزی ہوئی ہو گی۔۔۔۔۔ ہو چکی ہو گی اور امکان اس بات کا ہے کہ کامیاب بل ہاروے ہو گا کیونکہ وہ جنونی نہیں ہے۔“

”آہ۔۔۔۔۔ دوم۔۔۔۔۔ یہ منظر تو دلچسپ ہو گا۔“

”نہیں ماہر۔۔۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔۔۔“ پروفیسر حق نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

”کیوں۔۔۔۔۔؟“

”اس لئے کہ وہ لمحات تمہارے لئے مشکل ہو جاتے۔ تم اصولی طور پر بل ہاروے سے متفق ہوتے اور اخلاقی طور پر لوئیس سے۔۔۔۔۔“ پروفیسر حق نے کہا اور میں اس بات پر غور کرنے لگا۔ ابھی تک یہ سب کچھ نہیں سوچا تھا، واقعی یہ معاملہ اتنی آسانی سے تو نہیں ٹھیک ہو گیا ہو گا اور نہ ہی لوئیس اس قدر بزدل تھی کہ بل ہاروے کے خوف سے وہاں سے ذرا ہونے کی کوشش کرتی۔ ویسے اب پروفیسر حق کے احساس دلانے سے مجھے یہ بھی یاد آیا تھا کہ لوئیس واقعی اس وقت مجھے نظر انداز کر کے چلی گئی تھی، گویا اس نے اپنے عمل میں میرا موجودگی کو کوئی حیثیت نہیں دی تھی اور نہ ہی مجھے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کس طرح بے اختیار ہو گئی، لیکن بہر حال بل ہاروے اور اس کے درمیان معرکہ آرائی تو ہوئی، گی، میں اس بات کو تسلیم کر رہا تھا اور اگر میں وہاں ہوتا تو میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل، جانا کہ میں کس کا ساتھ دوں بل ہاروے کی بیٹی کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا اور حال لوئیس تھی۔ میں ایک قاتل عورت کا ساتھ تو نہیں دے سکتا تھا ہر چند کہ لوئیس نے میرا لئے بہت مشکل لمحات گزارے تھے، میری رہنمائی بھی کی تھی۔ میں نے کہا۔

”پروفیسر میں تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کو تیار ہوں، لیکن تم ہماری رفتار کا ساتھ نہیں دے سکو گے اور ہمیں تمہاری وجہ سے اپنا یہ سفر سبوتا کرنا پڑے گا۔“

”اگر ایسا نہ ہو تو تم ضرور مجھے اپنے ساتھ رکھ لینا ویسے بھی یہ ساتھ زیادہ طویل نہیں

”یہ چاقو میں نے مصر کے ایک اہرام سے نکالا تھا“ تم اس کی بھلوت دیکھو، کتنا قدیم ہے۔“

”ہاں شاید۔۔۔“

”اس وقت سے یہ میرے پاس ہے جبکہ میں نے بیٹھ ہی اس کی بے قدری کی، کچھ عرصہ میں نے اسے نوادر کے طور پر اپنے ساتھ رکھا۔ پھر میرے ایک دوست نے اسے دیکھا اور اس کی اصلیت جان کر اسے مجھ سے مانگ لیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہم شکار کے لئے گئے اور میرے دوست نے اسے استعمال کیا پھر میرے پاس بھول گیا۔ اس کے بعد کئی بار ایسا ہوا کہ میں اسے کیس رکھ کر بھول گیا، لیکن یہ کسی ایسی جگہ سے برآمد ہو گیا جو مجھے یاد نہیں تھی۔ آخری بار بھی یہ اس جیب میں تھا جو تم لوگوں کو ملی تھی۔ کوکسن نے سب کچھ لے لیا، لیکن یہ مجھے جیب میں دوبارہ پڑا ہوا مل گیا۔“

”دلچسپ بات ہے۔ دیے پروفیسر تم مافوق الفطرت واقعات پر یقین رکھتے ہو۔“

”کیوں نہیں، یہ میرا شعبہ رہا ہے۔“

”کچھ ایسے واقعات کی تشریح کر سکتے ہو جو سمجھ میں نہ آتے ہوں۔“ میں نے کہا۔

”کوشش کر سکتا ہوں۔“

”میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے۔“ میں نے کہا۔ میری ابتدائی زندگی کے بارے میں تو پروفیسر خود جانتا تھا بعد کی واقعات میں نے اسے سناے اور میرے خاموش ہونے کے بعد وہ دیر تک مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

”جدید سائنس اور پراسرار علوم ایک اعلیٰ تحقیق ہے جس پر کام ہو رہا ہے، لیکن ابھی کوئی حتمی توجہ سائنسے نہیں آسکی۔ ہم جادو پر بھی یقین رکھتے ہیں لیکن ابھی اس کی بھی تحقیق سائنسے نہیں آئی۔ میں سمجھتا ہوں آنے والا وقت اس کی رونمائی کر دے گا۔ تاہم ان واقعات پر سوچنے کے لئے تم مجھے وقت دو۔“

”ٹھیک ہے پروفیسر۔۔۔ مجھے بھی جلدی نہیں ہے۔“ رات کو ہم بے خبر سو گئے تھے اور خوشگوار ٹھنڈی ہواؤں نے ہمارے جسموں سے ٹھکنے نچوڑ دی تھی۔ دوسری صبح جاگنے کے بعد ڈوم نے اپنا شکاری ڈنڈا اٹھایا اور شکار کی تلاش میں چل پڑا۔ پروفیسر بھی اس کے ساتھ تھا اور اس بار ڈوم کے شکار کو پروفیسر نے اپنے لئے حلال کر لیا۔ اس کے پراسرار چاقو نے کام دکھایا تھا۔ آج کے شکار میں اس کا حصہ نکلا گیا، جس پر ہم خوب ہنسے تھے کیونکہ وہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ خوب سیر ہو کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا، پروفیسر اپنی عمر کے برعکس واقعی تندرست تھا وہ کہیں ہم سے پیچھے نہ رہا۔ اس دن شام کے دھند لکوں کے ساتھ ہی ہم نے چاند پہاڑیوں تک کا سفر طے کر لیا، ان کی بلندیاں بھی عبور کر لیں اور چوٹی پر پہنچ کر پروفیسر نے کہا۔

”اگلی صبح دوبارہ۔۔۔“

”تو پھر چلو۔۔۔ میں اپنی جوانی کو پھر سے آواز دیتا ہوں۔“ پھر میں نے ڈوم سے کہا۔

”ڈوم یوں کرو کہ ناریلوں کے ان درختوں کی جانب سفر کرو جہاں سے تم نے ناریل توڑے ہیں، ہمیں ان کا تھوڑا سا ذخیرہ اپنے پاس رکھنا چاہئے کیونکہ اس سفر میں پروفیسر کو بھی زندہ رکھنا ہے۔۔۔“ ڈوم نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

اس جگہ سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر مجھ پر حیرتوں کا دورہ پڑا جہاں سے میں نے جھاڑی میں سے پھل توڑے تھے اور پھلوں کے علاوہ جھاڑی بھی غائب ہو گئی تھی یہ ناقابل یقین واقعہ تھا، ناریل کے درختوں کی جانب سفر کرتے ہوئے میرا دل چاہا کہ پروفیسر سے بھی اس معاملے پر کچھ گفتگو کی جائے، لیکن پھر خود ہی میں نے یہ خیال ملتوی کر دیا اور کسی کو اپنا راز دار بنانا پسند نہیں کیا۔۔۔ ناریلوں کے یہ درخت نجانے کہاں سے آگے آئے تھے، صحرائے اعظم میں ہر بات کے لئے ایک حتمی جملہ کہہ دینا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ یہاں کے نت نئے عجائبات نجانے کیا کیا دکھا رہے تھے، بہر حال یہ ناریل توڑے گئے اور ڈوم ایک طرح سے ناریل کا درخت ہی بن کر رہ گیا۔ کیونکہ اس نے یہ ناریل اپنے بدن پر سجائے تھے۔ مجھے اور پروفیسر حق کو اس نے یہ ناریل اپنے شانوں پر بار کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور ہم اس چلتے پھرتے درخت کو دیکھ کر خوب ہستے رہے تھے پھر ہم نے اس آدمے چاند جیسی پہاڑیوں کا رخ اختیار کیا۔ میرا دل دھک دھک ہو رہا تھا اور میں فضاؤں میں ہیا کی خوشبو سوگھ رہا تھا آہ کیا یہاں مجھے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ دل تو یہی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے ہیا کی صورت دیکھ لوں جو میری آنکھوں میں نقش تھی، لیکن مجبوریاں احساس دلاتی تھیں کہ ہر چیز اپنے تابع نہیں ہوتی۔

سفر کی رفتار خوب تیز تھی، لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پہاڑیاں بھی ہمارے آگے آگے سفر کر رہی ہوں۔ سورج ہمارے سروں سے گزرتا جا رہا تھا اور پہاڑیاں اتنے ہی فاصلے پر نظر آرہی تھیں، یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ میں نے پروفیسر حق کو دیکھا اس کی حالت قابل رحم ہو رہی تھی، لیکن وہ ہمارا ساتھ دے رہا تھا تب میں نے ڈوم سے کہا۔

”ڈوم ہم یہاں قیام کریں گے۔“

”جو حکم آقا۔۔۔“ ڈوم نے جواب دیا۔

ماحول بہت اچھا تو نور موسم بھی معتدل تھا۔ پروفیسر لیٹ گیا۔ میں نے ناریل دیئے اور پروفیسر نے ایک چاقو نکال لیا۔

”یہ چاقو تمہارے پاس کہاں سے رہ گیا پروفیسر۔۔۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور پروفیسر ہنس پڑا۔

”اس کی کہانی بھی عجیب ہے۔“

”کیا۔۔۔؟“

”انتظار نہیں کیا جاسکتا، ہمیں اس جگہ چلنا ہے، اگر تم چاہو تو بعد میں آسکتے ہو۔“  
 ”اوہ نہیں، میں چل رہا ہوں۔“ پروفیسر نے کہا اور ہمارے پیچھے دوڑنے لگا۔ ڈوم نے  
 میرا ڈنڈا مجھے دیدیا تھا اور ہم تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ قلعہ نما جگہ کافی دور تھی  
 اس طرح پروفیسر حق کا کتنا درست ہی ثابت ہوا تھا۔ اگر اس وقت اوہر آتے تو آدمی رات  
 کو ہی یہاں پہنچتے۔ دفعۃً ڈوم نے کہا۔

”آقا... تم کوئی بو محسوس کر رہے ہو؟“

”ہاں، یہ بو میں نے رات کو بھی محسوس کی تھی، یہ کیسی بو ہے، خاصی ناخوشگوار  
 ہے۔“

”سڑتے ہوئے گوشت کی بو ہے..... شاید انسانی گوشت کی، جیسے وہاں کچھ پرانی لاشیں  
 موجود ہوں۔“ ڈوم نے کہا اور میرے دل کو دھکا سا لگا۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ  
 یہ پنڈت رائے کی رہائش گاہ ہی ہے۔ میں نے ڈوم پر اپنے کسی خیال کا اظہار نہیں کیا۔  
 البتہ میری رفتار تیز ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ ہم نے فاصلہ طے کر لیا۔ میں نے قریب سے  
 اس جگہ کو دیکھا۔ افریقہ کے اس انوکھے ماحول میں یہ قلعہ واقعی پراسرار نوعیت کا حامل تھا۔  
 گوشت کی بدبو اب خوب تیز ہو گئی تھی، مگر میں اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھا اور کھلے  
 گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن مجھے ٹھکانا پڑا۔ یہاں بیشار انسانی لاشیں بکھری پڑی  
 تھیں۔ یہ سیاہ فاموں کی لاشیں تھیں۔ لیکن ایسے سیاہ فام جو پورے لباس میں لمبوس تھے۔  
 لاشیں کافی پرانی تھیں اور گل سڑ گئی تھیں اور نقصان انہی سے اٹھ رہا تھا۔ ان کے قریب  
 ہندو قیس پڑی ہوئی تھیں۔ ڈوم نے ایک ہندو قیس اٹھا کر دیکھی وہ خالی تھی۔ میں متوحش  
 نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا، بہت سی لاشیں اونچی نیچی جگہوں پر پڑی ہوئی تھیں۔  
 بعض کی گردنیں ہاتھ اور پاؤں ان کے جسموں سے علیحدہ پڑے ہوئے تھے۔ ہر طرف تباہ  
 کاری کے آثار نمایاں تھے۔ اچانک ایک طرف سے ایک سرسراہٹ سنائی دی اور میں چونک  
 پڑا۔

”یہاں کوئی ہے۔ کیا یہاں کوئی ہے۔؟“ میں نے چیخ کر کہا۔ اچانک ہی میرے  
 بائیں سمت سے کسی نے چھلانگ لگائی اور مجھ پر آنے کی کوشش کی لیکن ڈوم مجھ سے زیادہ  
 پھرتلا نکلا۔ سایہ محسوس کرتے ہی اس نے اپنا ڈنڈا سیدھا کر لیا اور اس کا فن قاتل دید تھا۔  
 سیاہ رنگ کی اس وزنی چٹان کو اس نے اپنے ڈنڈے کی نوک پر اٹھا لیا اور پیٹھر بدل کر اس  
 کا رخ تبدیل کر دیا۔ اس خوف ناک جانور کے زمین پر گرنے کی آواز بھی ایسی تھی جیسے  
 بلندی سے کوئی چٹان نیچے گر پڑے۔ اس وقت میں پوری طرح اس کی زد میں تھا۔ ڈوم اگر  
 اس ناقابل یقین مہارت سے کلم نہ لیتا تو وہ مجھے ضرور نقصان پہنچا دیتا۔ جسم وزنی ہونے کی  
 وجہ سے وہ جانور فوراً ہی زمین سے نہ اٹھ سکا، لیکن چند لمحوں بعد ہاتھ پاؤں مار کر وہ اٹھنے

پروفیسر کے لمبے میں کوئی ایسی بات تھی کہ میں چونک پڑا۔ میں نے اس کے اشارے کی  
 سمت دیکھا۔ فضا ابھی اتنی گہری نہیں ہوئی تھی کہ وہ عجیب و غریب چیز ہمیں نظر نہ آتی۔  
 درختوں کے تنوں کو جوڑ کر ایک عظیم الشان احاطہ بنایا گیا تھا جس کی وسعتیں بلندی سے  
 دیکھنے پر نظر آتی تھیں۔ احاطے کے اندر بانسوں اور نرسوں سے رہائش گاہیں بنائی گئی تھیں  
 جو ٹھیک سے نظر نہیں آتی تھیں۔ سامنے کی سمت ایک چوڑا پھانک نظر آ رہا تھا جو کھلا ہوا  
 تھا۔ ایک عجیب پراسرار سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔

”یہ کیا ہے پروفیسر۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”رات ہو رہی ہے اور ہم جلد وہاں نہ پہنچ پائیں گے، میرا خیال ہے کہ رات ہم یہیں  
 بسر کریں۔“ پروفیسر نے میری بات کا جواب دیے بغیر کہا۔  
 ”لیکن۔۔۔ وہ ہے کیا۔۔۔؟“

”یہ تو قریب جا کر ہی معلوم ہو گا۔“

”تو چلو۔۔۔ اس کے قریب چلتے ہیں۔“

”اگر تم ابھی وہاں جانا چاہتے ہو ماہر! تو میں انکار کی مجال نہیں رکھتا، لیکن میرا مشورہ  
 ہے کہ اس وقت ہمیں یہیں قیام کرنا چاہئے، نیچے اترنا ٹھیک نہ ہو گا کیونکہ ہم اس پراسرار  
 قلعے سے متاوقف ہیں۔“

”کیا اس وقت وہاں جانا مناسب نہیں ہے؟“

”وہاں پہنچتے ہوئے گہری رات ہو جائے گی اور ہم نہیں کہہ سکتے وہاں کیا ہو۔“

میں نے ضد نہیں کی تھی، البتہ گہری رات کو میں نے دوم سے کہا۔ ”دوم۔۔۔ کیا یہ“

جگہ نہیں ہو سکتی جہاں پنڈت رائے رہتا ہے۔“

”شاید ہو۔۔۔ لیکن آقا ہمیں اس کے اسرار جاننا ہوں گے، ہم کسی الجھن کے بغیر جا

تک پہنچیں تو زیادہ مناسب ہے۔“

میں نے تمام رات اس سیاہ بیولے پر نگہ جمائے گزار دی۔ وہاں کوئی روشنی نہیں چلی  
 تھی۔ ڈوم میرے ساتھ رہا تھا۔ وہ بے مثل ساتھی تھا، روشنی کی پہلی کرن کے زمین تک  
 پہنچنے ہی میں نے پروفیسر حق کو جھنجھوڑ دیا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

”کیا ہوا۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔؟“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“

”کوئی مشکل نہیں ہے، میں ان لاشوں کو یہاں سے ہٹا دوں گا۔“ ڈوم نے کہا۔

”یہ آسان کام نہ ہو گا۔“ پروفیسر نے کہا۔

”میں تمہارا ساتھ دوں گا ڈوم۔۔۔۔ پروفیسر آپ؟“ میں نے کہا اور ڈوم نے میری بات

کٹ دی۔

”نہیں آقا، یہ کام تمہارے شایان شان نہیں ہے اور ایک غلام کے لئے یہ قاتل

برداشت بھی نہیں۔۔۔۔ تم اپنا کام کرو اور مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دو۔“

”یہ جگہ قاتل تحقیق ہے۔“

”میرا مالک اگر یہ چاہتا ہے تو تم اپنا کام کرو اور مجھے میرا کام کرنے دو۔“ ڈوم ڈنڈا

سنبھل کر وہاں سے چلا گیا۔ پروفیسر نے کہا۔

”تم نے بہترین ساتھی حاصل کئے ہیں ماہر طبیبی، آؤ اب ہم یہاں کا جائزہ لیتے ہیں۔

وہاں یہ ترتیب دیکھ رہے ہو۔۔۔۔ اس سے یہ اندازہ تو بخوبی ہو جاتا ہے کہ یہاں جو کوئی بھی

رہتا تھا وہ مذہب دنیا کی آسائشوں کے بارے میں جانتا تھا اور لباس کے علاوہ اس نے تمام

انتظامات یہیں کر رکھے تھے۔ دیکھو وہ دیسی ٹیوب ویل ہے۔ زمین سے پانی حاصل کرنے کا

ذریعہ اس نے یہاں گھر بنائے ہیں اور وہ جگہ شاید یہاں کا مرکز ہے۔ اب ہمیں اس بات پر

شبہ نہیں ہے کہ یہ پنڈت رائے ہی کی رہائش گاہ ہے۔“

”پنڈت رائے۔۔۔۔ میرے حلق سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ ”ہاں تم سوچ رہے ہو

کہ ہاں بھی اسی کے ساتھ تھا۔“

”میرے علم میں یہی آیا ہے۔“

”ایسا ممکن ہے لیکن۔۔۔۔ ہمیں یہاں ایک بھی ایسی لاش نہیں ملی جو کسی مذہب دنیا کے

انسان کی ہو۔“

”مطلب۔۔۔۔؟“

”یہ کہ اگر پنڈت رائے یہاں موجود بھی تھا تو وہ ہلاک نہیں ہوا۔“

”پھر وہ کہاں گیا۔۔۔۔؟“

”یقیناً اس معرکہ آرائی کے دوران وہ ہیا کے ساتھ نکل کر جنگلوں میں روپوش ہو

گیا۔“

”ہم اسے تلاش کریں گے پروفیسر۔۔۔۔ میں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اور اسے ضرور پائیں گے۔“ پروفیسر برعزم لہجے میں بولا۔ پھر کہنے لگا۔ ”آؤ۔۔۔۔ ہم

اس مرکزی جگہ کا جائزہ لیں۔ وہیں سے ہمیں صحیح صورت حال کا اندازہ ہو گا۔“ میں پروفیسر

کے ساتھ چل پڑا۔ جس جگہ یہ مکان بنا ہوا تھا وہاں چوڑے تنوں والے کئی درخت نظر آ

میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بدن پر رچھ کی مانند سیاہ بال تھے جسامت بھینے سے کم نہیں

تھی ناک پر ایک مضبوط سینگ ابھرا ہوا تھا، لیکن وہ گینڈا نہیں تھا۔ کھڑے ہو کر اس نے پھر

ہم پر جھپٹا مارا، لیکن ڈوم نے بجلی کی سی سرعت سے ڈنڈے کی نوک پھر اس کے سینے پر

نکلنی اور اسے بلند کر کے دوسری طرف پھینک دیا پھر حلق سے ایک دھاڑ بلند کر کے ڈنڈا گھمبیا

اور اس کے سر کو نشانہ بنا کر وار کر دیا۔ بھیاںک جانور کی کھوپڑی ترخ گئی، لیکن اس بار وہ پھر

اٹھ کھڑا ہوا ڈنڈے کے دوسرے وار نے اس کی گردن توڑ دی تیسرا وار پھر سر پر ہوا تھا،

جانور دھپ سے زمین پر گرا اور بے سدھ ہو گیا۔ ڈوم نے پھر حلق سے ایک فاتح کی آواز

نکل اور چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر خجالت کے آثار نظر آئے اور وہ

چھپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگا۔

”سوری آقا۔۔۔۔“

”تم بالکل ہو۔۔۔۔ واقعی بالکل ہو۔۔۔۔ تمہارے بدن میں بے پناہ طاقت ہے۔۔۔۔“ پروفیسر

حق نے متاثر لہجے میں کہا۔ پھر مجھ سے بولا۔ ”یہ کئی من وزنی جانور ہے لیکن ڈوم نے بار بار

اسے ڈنڈے پر اٹھا کر پھینکا۔“

”میرے فرشتے بھی ایسا نہیں کر سکتے ماشر۔ یہ میرے استاد محترم شانگ لائی کور کا بیٹا

ہوا فن ہے۔ اصل میں حملے کی تیزی بدن کو ہلکا کر دیتی ہے۔ اصل کام اس ڈنڈے کا صحیح

استعمال ہے اس بے وزنی کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ ڈنڈے کا دوسرا سرا زمین پر ٹکا ہوتا ہے اور

زمین ہی سارا بوجھ سنبھالتی ہے بس تمہاری کلایاں صحیح گردش کریں اور ڈنڈا مضبوط ہو۔۔۔۔ یہ

لکڑی شاندار ہے۔“

”مگر یہ کیا جانور ہے۔۔۔۔؟“ میں نے کہا۔

”جنگلی سور کی کوئی بگڑی ہوئی نسل۔۔۔۔“ ڈوم نے جواب دیا اور ہم سنبھل گئے۔ ایک

بار پھر ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ میں نے قدم آگے بڑھائے تو دوسرے لوگ

بھی میرے ساتھ چلنے لگے۔ یہاں زبردست معرکہ آرائی ہوئی تھی اور آتشیں ہتھیاروں کا

استعمال کیا گیا تھا۔ تقریباً چوبیس لاشیں اس حصے میں نظر آچکی تھیں۔ ان میں سے چھ لاشیں

بے لباس تھیں۔ یہ سب سیاہ قام تھے لیکن مذہب نظر آتے تھے۔ پھر دوسرے حصوں میں

مزید لاشیں نظر آئیں۔ اب ہم نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا اور اس انوکھے قلعے کے اسرار

تلاش کر رہے تھے مگر یہ نگاہوں سے جائزہ لے کر ہم اس کے کینوں کے ذہن کا جائزہ لے

رہے تھے۔

”آہ یہاں ہمارا کام اتنی جلدی مکمل نہیں ہو گا۔ دو صورتیں ہیں۔ کسی طرح ان

لاشوں کو یہاں سے دور کر دیا جائے۔ یا پھر جلد از جلد اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے۔“

”ہمیں یہاں رکنا ہو گا پروفیسر۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

سکون و آسائش کا رسیا اس بیجان کا شکار کیسے ہوا جس نے دنیا سے امن چھین لیا۔ اس کے پیروکار انسانی ذہن کو اطمینان دینا چاہتے تھے جس سے دنیا میں امن کے پھول کھلتے لیکن پھر اس تنظیم میں مغلو پرست گھس آئے اور وہی کھیل شروع ہو گیا جو دنیا میں بیجان کا باعث بنا ہے۔ وہ تھلس ایک ایک کر کے یا تو سازشوں کا شکار ہو گئے، یا پھر اس سے علیحدہ ہو گئے۔“

پنڈت رائے لکھتا ہے۔  
”صحرائے اعظم بیٹھ میری توجہ کا مرکز رہا۔ میرے دل میں اس کے اسرار و رموز جاہننے کی خواہش تھی، چنانچہ میں نے شانتی کے لئے یہ شعبہ منتخب کر لیا اور یہاں اپنے لئے ایک تجربہ گاہ قائم کر لی۔“

”افریقہ کے بارے میں اس نے بہت سے تحقیقاتی نوٹ لکھے ہیں۔ لیکن ہم آگے بڑھتے ہیں، جہاں وہ لکھتا ہے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔ پھر بولا۔

”ایک انوکھا وجود میرے علم میں آیا ہے۔ حادث طہابی نامی اس شخص کا وہ بیٹا جو دوہرا وجود رکھتا ہے، لیکن حقیقت وہ دونوں مل کر ایک ہوتے ہیں۔ یہ ایک انوکھی دریافت ہے۔ قدرتی رموز کے دو نشان رکھنے والا یعنی سیسک اور سیسٹالک۔ اور دونوں کا ملاپ انہیں آئی پیدک بناتا ہے۔ طاقتور۔ مافوق الفطرت ذہن کا مالک جس کے لئے یہ جادو بے اثر ہے۔ نفاذ وجود سیسٹالک ہے اور قوی سیسک۔ آہ۔۔۔ اگر مجھے ان کی پرورش کا موقع مل جاسے تو میں اسرار و رموز کے ایسے ظلم توڑوں کہ دنیا حیران رہ جائے۔۔۔ لیکن۔۔۔“

”پھر وہ لکھتا ہے۔“  
”اس بچے نے میری ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی ہے۔ آہ میں اسے حاصل کر کے رہوں گا چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔“

”اس کے بعد ماہر طہابی وہ ان لمحات کے بارے میں لکھتا ہے جب اس نے تمہیں حاصل کر لیا تھا، وہ کہتا ہے سیسٹالک نکل گیا۔ وہ اعلیٰ ذہانت کا مالک ہے، لیکن وہ دور نہ ہو گا۔ اس کے بعد وہ پیشتر تجربات کے بارے میں لکھتا ہے جن میں کسی پنڈت ہیورٹ کا ذکر بھی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے۔“

”آہ دنیا ہی بدل گئی، سیسک نے میرا ٹرانس قبول کر لیا، لیکن سیسٹالک پر کئے جانے والے تجربے نے میرے دماغ کے بہت سے والو ہلا دیئے۔ ایک طویل عرصہ میں نے ہوش کی دنیا سے دور گزارا ہے، لیکن بہر حال۔۔۔ میں اپنے پٹا نزم کے عمل کو کھو کر زندگی پا چکا ہوں۔ ایک سرمایہ میرے ہاتھ سے نکل گیا لیکن یہ لوگ جو اب شانتی کے سرکردہ افراد ہیں، برائیوں میں کھو گئے ہیں۔ وہی عیش کوٹی اپنے لئے، صرف اپنے لئے۔“

”آگے پنڈت رائے لکھتا ہے۔“  
”اور اس عظیم خزانے کے بعد مجھے کسی اور شے کی حاجت نہیں رہی ہے۔ میں نے

رہے تھے جن کے تھے اس مکان میں روپوش ہو گئے تھے ان کی شاخیں اور پتے پورے مکان پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ بڑا سا دروازہ کواڑوں کی شکل میں تھا جسے اندر اور باہر سے بند کرنے کے انتظامات بھی کئے گئے تھے۔ اندر سے بھی یہ صاف ستھرا تھا اور یہاں ہر طرح کے انتظامات کئے گئے تھے، کچن بھی تھا، بیڈ روم بھی، سب سے شاندار وہ ہال نما جگہ تھی جہاں بی کارگیری کی گئی تھی، درختوں کے تنے ایک مخصوص ساز میں تراش کر شلیٹ بنائے گئے تھے اور ان میں کتابیں چنی گئی تھیں۔ ایک قیمتی ریڈیو گرام ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ ایک لفافہ درخت کے تنے سے میز اور کرسی بنائی گئی تھی جس میں درازیں بھی تھیں۔ بڑی پر سحر بلکہ تھی، کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھے جاسکتے تھے۔

”آہ، ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے۔۔۔“ پروفیسر کو اس کا مشغلہ مل گیا تھا وہ ان کتابوں کو کھنگالنے لگا تھا۔

”اگر تم یہاں موجود ہو تو میں دوسری جگہوں کی تلاشی لے لوں۔“ میں نے کہا۔  
”ضرور۔۔۔ یہ بہتر رہے گا۔“ پروفیسر نے کہا اور میں اس ہال سے باہر نکل آیا۔ میری بے چینی نگاہیں ایک ایک شے کو تلاش کر رہی تھیں۔ کسی چیز سے مجھے ہیا کا نشان ملے۔ بہت دیر تک میں اپنی جستجو میں بھٹکتا پھرا، لیکن ہیا کا کوئی نشان تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ پھر مایوسی سے پروفیسر کے پاس واپس پہنچ گیا۔ پروفیسر کتابوں کے ڈھیر میں چھپا بیٹھا تھا۔ لاتعداد کتابیں اس کے گرد بکھری ہوئی تھیں اور وہ بری طرح ان میں کھویا ہوا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ سے بھی نہ چونک مجبوراً میں نے ہی اسے آواز دی اور وہ گردن اٹھا کر کھوٹی کھوٹی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر عجیب سے لہجے میں بولا۔

”ماہر۔۔۔ ہیا مل گیا۔۔۔“  
”میرا پورا وجود بھک سے اڑ گیا۔۔۔ میں بدن کی ان لرزشوں سے آشنا نہیں تھا جو اس وقت میرے وجود پر طاری ہو گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرا بدن بالکل ہلکا ہو گیا ہے۔ زمین نے میرے پاؤں جکڑ لئے تھے۔

”آؤ۔۔۔ ادھر آ جاؤ۔۔۔ دیکھو۔۔۔ یہ پنڈت رائے کی زندگی کا خلاصہ ہے، آؤ۔۔۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔۔۔ تمہیں یہ تفصیل پسند آئے گی۔“

میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح اس کے قریب پہنچا اور کسی طرح اور کب اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ ایک موٹی ڈائری پروفیسر حق کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے ایک صفحہ کھولا اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ ”اس نشان کو جانتے ہو؟“

”شانتی۔۔۔“ میرے منہ سے نکلا۔

”ہاں، ایک ایسی تنظیم جس کی بنیاد بہتر تھی۔ شانتی کے سرکردگان دنیا کو امن و امان کا گوارہ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ انسان کی سرشت پر ریسرچ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جانتا چاہتے تھے کہ

شامی سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے لیکن آئی میسک مجھے مل گیا ہے۔ وہ اپنا نام ہی بتاتا ہے اور اس کائنات میں اس کی سب سے بڑی آرزو اپنے بھائی ماہر کی دستیابی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے ننھے وجود نے اسے اپنے بھائی کی تلاش میں سب سے بڑی رکاوٹ ڈالی ہے۔ وہ خود کو اس دنیا سے روشناس نہیں کرا سکتا۔ لوگ اسے بافوق الفطرت سمجھتے ہیں اور اسے طرح طرح کے کھیلوں میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، وہ ایسا نہیں چاہتا۔ یہ مجھ سے مانوس ہو گیا ہے، مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس ننھے سے انسان میں ایک کائنات پوشیدہ ہے۔ وہ لاکھوں انسانوں کے برابر ذہنی قوت رکھتا ہے۔ وہ ہر علم کو آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اسے بہت کچھ معلوم ہے، لیکن بیس سال کی کلوشیں اسے اس کا بھائی نہیں دے سکیں۔ البتہ وہ ایک عجیب انکشاف کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ماہر زندہ ہے۔ خود اس کی زندگی اس بات کا ثبوت ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ماہر اسے ضرور تلاش کر رہا ہو گا۔ وہ تنہا مر بھی نہیں سکتا۔ اگر ساری زندگی اسے نہ ملا تو موت دونوں کو ضرور۔ قریب لائے گی۔ اور مجھے موت کا صرف اس لئے انتظار ہے کہ ماہر میرے پاس آئے گا۔

”اب ایک اور انکشاف سنو ماہر۔ پنڈت رائے کہتا ہے۔“  
 ”کور کی آشا۔ ایک کلاسیکل کہانی۔ وہ عورت جو ہزاروں سال سے زندہ ہے اور اسے اپنے محبوب کا انتظار ہے جو کبھی کریش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مملکت کور کی یہ جادوگر ملکہ مینار آتش میں آتشیں غسل کر کے حیات ابدی حاصل کئے ہوئے ہے اور اس کی داستان بہت انوکھی ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجھے اس داستان کی حقیقت کی تلاش ہے۔ یہ میرا محبوب موضوع ہے، لیکن مملکت کور تک پہنچنا اس کے بارے میں تحقیقات کرنا۔ آہ کیسے ممکن ہے۔“

”سنو ماہر طلبالی۔ اہم بات سنو، وہ لکھتا ہے۔“

”وہ کون ہے، میں نہیں سمجھ سکتا۔ آہ۔ یہ تو بے حد انوکھی بات ہے پیکر حسن و جمال۔ ایک آتش وجود کی مالک۔ جس کے ہاتھ ستارے لٹاتے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ کبلی کریش کہل ہے۔ وہ حیران نظروں سے بھا کو دیکھتی ہے اور نضا ہیلے۔ وہ اس کے بت تراشتا ہے۔ کیا اتنے ننھے سے وجود میں عشق پیدا ہو سکتا ہے، لیکن اگر میرا تجربہ ناقص نہیں ہے تو۔۔۔ ہیا ستاروں والی سے عشق کرتا ہے اور وہ کہتی ہے کہ وہ آشا ہے۔“  
 ”ماہر بہت سے انکشافات ہیں اس کتب میں، پنڈت رائے لکھتا ہے۔“

”سمبورے اچانک چولا بدل رہے ہیں، سردار کھاؤ یا چاہتا ہے کہ مولبو اس کے قبیلے میں ضم ہو جائیں۔ ڈنگن اپنی سرداری ختم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہ ایک مشکل مرحلہ ہے کیونکہ ڈنگن مجھے دیوتا اور عقل والا کہتا ہے۔ مولبے میری پوجا کرتے ہیں اور اب مجھے ایک غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بہت مذہب بنا دیا۔ ان سے ان کی وحشت چھین

لی ہے۔ اب وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ لباس پہنتے ہیں، اس طرح وہ مذہب، لیکن جنگ و جدل سے دور ہو گئے ہیں۔ جبکہ سمبورے وحشت خیزی میں بے مثل ہیں۔ حالات بتا رہے ہیں کہ دونوں قبیلوں میں جنگ ہو جائے گی اور نتائج بہتر نہ ہوں گے، کیونکہ آثار ظاہر ہیں کہ شبلیہ کی راہنما کور سے جنگ چاہتی ہے اور اس کے لئے دو قبیلوں کو ضم کر کے اپنی قوت تعمیر کرنے کی خواہش مند ہے۔ اگر جنگ ہوئی تو راہنما سمبوروں کی پشت پر ہوگی لیکن ڈنگن اس پر کیسے آمادہ ہو۔ یہ اس کی آن۔۔۔ اس کی بقا کا معاملہ ہے۔“  
 ”یہ ڈائری یہاں ختم ہے ماہر۔ اس کے بعد کے صفحات سادہ ہیں۔“ پروفیسر نے کتب بند کر دی۔

میں سکتے ہیں تھا، یہ ایک تاریخ تھی، لگتا تھا جیسے یہ صدیوں پر محیط داستان ہو، لیکن اس داستان کے کچھ پہلو ایسے تھے جو میرے دل کو اپنی مٹی میں جکڑتے تھے۔  
 ”میرے بیٹے، میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم سے بات کرتے ہوئے مجھ پر ایک خوف سا مسلط رہتا ہے، میں سوچتا ہوں کہ میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو تمہاری پسند کے خلاف ہو اور تم مجھ سے ناراض نہ ہو جاؤ۔ اگر تم یہ وعدہ کرو کہ میری کسی بات پر ناراض ہونے کے بجائے تم یہ اظہار کر دو گے کہ تمہیں وہ بات ناپسند ہے تو میں اس تحریر کی روشنی میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“  
 میں نے پروفیسر کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں کہا۔ ”نہیں پروفیسر مجھے تمہاری رہنمائی درکار ہے۔“

”شکریہ ماہر طلبالی۔ ہم اس تحریر کے اہم پہلوؤں پر غور کرتے ہیں اور کچھ تصورات قائم کرتے ہیں۔“

”ہاں، ٹھیک ہے۔“

”یہ تحریر ایک کھلا علم ہے کہ ہیا طویل عرصے سے پنڈت رائے کے پاس ہے۔“

”ہاں۔۔۔“

”اور ایک ننھے وجود کی شکل میں ہے۔“

”ہاں پروفیسر۔“

”اور پنڈت رائے ایک انوکھی بات کہتا ہے کہ ہیا کے دل میں کور کی آشا کے لئے جگہ ہے۔“

”ستاروں والی کے لئے۔۔۔“

”ہاں، وہ یہی کہتا ہے۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ مجھے وہ لہجہ یاد آ رہے تھے جب ستاروں والی مجھے ملی تھی۔ اور اس نے مجھے کبلی کریش کہہ کر پکارا تھا۔



ممکن ہے وہ رابینا کا دست راست ہو۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہو اور اس نے جدید دنیا میں تعلیم حاصل کی ہو۔“  
 ”ہمیں اب کیا کرنا ہو گا پروفیسر...؟“  
 ”میری رائے میں پہلے قبیلے مولبو کی تلاش جسے کہیں قریب ہونا چاہئے۔ وہ ہمیں صحیح بات بتا سکیں گے۔“

”تب پھر یہاں رکنا ضروری نہیں ہے۔ ویسے پروفیسر مجھے کچھ اور بھی یاد آ رہا ہے۔“  
 ”کیا...؟“

”تم ٹیلی ویتھی کے علم کے بارے میں جانتے ہو؟“  
 ”ہاں... اس بارے میں کچھ واقعات تم نے مجھے بتائے تھے اور کہا تھا کہ تمہارا ہیا سے رابطہ ہوا تھا۔“  
 ”اس نے مجھ سے کچھ الفاظ کہے تھے۔“

”کیا...؟“  
 ”یہی کہ مولبے عیش کوش ہیں اور وہ سمبوریوں کا مقابلہ نہ کر پائیں گے۔“  
 ”آہ تب تو اس ماحول کی پوری تشریح ہو جاتی ہے، یقیناً ایک زبردست جنگ ہوئی ہے اور مولبوں کو شکست ہوئی ہے۔“  
 ”اور ہیا...؟“

”میں اس کے بارے میں پہلے ہی پیش گوئی کر چکا ہوں۔“ پروفیسر نے کہا۔ اس وقت باہر آہٹیں ابھریں اور ہم اوھر دیکھنے لگے۔ ڈوم اندر داخل ہوا تھا اس کے ہاتھوں میں بڑی سی ٹرے تھی، جس پر رکھے برتنوں سے کافی کی بو منتشر ہو رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 ”یہ کیا ڈوم...؟“

”بے وقوف حملہ آور یہاں بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں اور میں جانتا ہوں کیوں...؟“ ڈوم نے کہا۔  
 ”بھلا کیوں...؟“

”اس لئے کہ یہ سب ان کی سمجھ میں نہیں آیا ہو گا۔ خشک میوؤں کے انبار... کافی اور تباکو کے ڈبے... اور ایسی ہی دوسری اشیاء۔“

”کیا ان لاشوں نے تمہیں ان کا پتہ بتایا تھا...؟“ پروفیسر نے مسکرا کر پوچھا۔

”کچھ ایسا ہی ہے پروفیسر... کیونکہ انہی کی تلاشی کے دوران مجھے یہ دستیاب ہوا...“  
 ”تم نے اپنا کلمہ کر لیا...؟“

”وہ تو بہت دیر کی بات ہے آقا... زیادہ وقت تو میں نے اس طلسم کدے کی تلاشی

”خیر۔ ہم اس موضوع سے بڑھتے ہیں، ہمارے لئے دوسری اہم بات سمبوریہ... اور مولبے قبیلوں کی چپقلش ہے اور رائے کہتا ہے کہ... مولبے اسے دیوتاؤں کا درجہ دیتے تھے۔ یہاں جو ماحول نظر آیا ہے وہ اس جنگ کا نتیجہ تو نہیں ہے؟“  
 ”تو کیا اس جنگ میں ہیا کو بھی نقصان پہنچا ہو گا...؟“ میں نے تڑپ کر کہا۔  
 ”پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ نہیں۔“  
 ”تمہیں یہ یقین کیوں ہے؟“

”دو دجہ کی بنا پر۔“

”مجھے بتاؤ۔“

”پہلے رائے کہتا ہے کہ وہ بے مثل ذہانت کا مالک ہے۔ اس طرح وہ آسانی سے اس جنگ کے جل میں نہیں پھنس سکتا اور اپنا بچاؤ بخوبی کر سکتا ہے اور کیونکہ اس کا وجود مختصر ہے۔ یہ پہلی وجہ ہے۔“

”دوسری...؟“ میں نے کہا۔

”تم زندہ ہو۔“ پروفیسر نے کہا۔ اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میرے دل میں خوشی کی ایک لہر اٹھی۔  
 ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”ہاں اب میں اس سے آگے کی بات بتاتا ہوں۔ پروفیسر ایڈلاس بورٹونوٹا مجھے سلوراز کی پہاڑیوں کے بارے میں بتاتا ہے جہاں رابینا حکمران ہے اور رابینا کور پر اپنا تسلط چاہتی ہے۔ بورٹونوٹا، رابینا کا پیروکار ہے۔“

”وہ اندھا بوڑھا جس نے مجھے کیلی کریش کہہ کر پکارا تھا...“

”کیا مطلب...؟“ پروفیسر حیرت سے بولا۔

”میں نے تمہیں اس کی نامکمل کہانی سنائی تھی۔“ میں نے اعتراف کیا۔

”وہ کیا تم مجھے وہ تفصیل بتانا پسند کرو گے...؟“

”ہاں، اب ضروری ہے، بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی۔“ میں نے کہا۔ پھر جواز پر اندر سے ملاقات کی تفصیل، دوسرے مکمل واقعات کے ساتھ سنائی، ستاروں والی کے بارے میں وہ واقعات بھی جو مجھے پیش آئے تھے۔ پروفیسر حق دم بخود یہ تفصیل سن رہا تھا بہت دیر تک وہ خاموش رہا، پھر بولا۔

”الوکی، لیکن دلچسپ... میری عقل اس سلسلے میں ساتھ نہیں دیتی۔ افریقہ کے اسرار ابھی تک اس سائنسی دنیا کے لئے پراسرار ہیں۔ جادو ایک حقیقت ہے یہ بات سمجھ جاتے ہیں بہر حال بورٹونوٹا کے بارے میں مجھے تفصیل تو نہیں معلوم لیکن یہ اندازہ میں نے بخوبی لگایا ہے کہ وہ ساحرانہ قوتوں کا مالک ہے۔ اس کا تعلق ابیشیائیہ سے ظاہر ہو گیا ہے۔ عین

میں گزارا ہے۔ لاشیں تو میں نے مختصر وقت میں ٹھکانے لگا دی تھیں۔“  
”کہاں...؟“

”یہاں کئی گھرے کنویں ہیں جن کا اب کوئی استعمال نہیں تھا بھلا اب ان کنوؤں کو کون استعمال کرے گا۔ میں نے تمام لاشیں ایک کنویں میں بھر دیں۔ مگر کیا ہی گری جگہ تھی جھانک کر دیکھنے سے کچھ بھی نہیں نظر آتا۔“

تمام لاشیں اس میں گم ہو گئیں۔ اس کے بعد میں نے دوسری جگہوں کی تلاشی لی اور میں نے یہ سب کچھ پایا۔ لیکن ایک اور شے جو میں نے حاصل کی ہے عظیم آقا۔۔۔ اس کے بارے میں سنو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔“

جب میں نے یہاں ایک اصطبل دیکھا اور گھوڑے نہ پائے تو مجھے گمان گزرا کہ ممکن ہے گھوڑے کہیں آس پاس ہوں۔ اس قلعے کے حقیقی حصے میں بہترین چراگاہ ہے اور وہاں مجھے چھ گھوڑے دستیاب ہو گئے جو پر اطمینان زندگی گزار رہے تھے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ خود انسانوں کے ضرورت مند تھے مجھے دیکھ کر اس طرح میرے قریب آکھڑے ہوئے جیسے یہاں کی۔۔۔ بریادی کی داستان سنانا چاہتے ہوں اور آقا تم یقین کرو اگر ان کی زبان سمجھی جاسکتی تو ہمیں یہاں کی پوری کہانی معلوم ہو جاتا۔“

”پھر وہ کہاں ہیں...؟“

”سب کو لے آیا ہوں۔ اصطبل میں باندھ دیا ہے، میرے پاس بہت سے تحفے ہیں تمہارے لئے۔“

”اور بھی کچھ ہے...؟“ پروفیسر نے ہنس کر پوچھا۔

”کافی میں مجھے شرکت کی دعوت دو۔۔۔ یہاں بہت کچھ ہے۔“ ڈوم نے کہا۔

”سوری ڈوم۔۔۔ مگر دیکھ لو میں نے تمہارے لئے کافی بیٹلی ہے بس تمہارے دلچسپ انکشاف ختم ہونے کا انتظار تھا۔“

ڈوم ہمارے ساتھ کافی پینے اور دوسرے لوازمات کھانے لگا، میں اب بڑی فرحت محسوس کر رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بیا سے میرا فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا ہو۔ کافی ختم ہونے کے بعد ڈوم پھر باہر نکل گیا۔

”سچ تو یہ ہے ماہر طبیبی کہ ہم اپنا اور دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر زیادہ اطمینان محسوس کر رہے ہیں۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے...؟“

”لوئیسا جنونی ہے اور اس کا جنون کسی بھی وقت اس کے لئے نقصان دہ ہو گا، لیکن اس نے میرے ساتھ بہت تعاون کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں یہاں تک پہنچنا نصیب ہوا۔ مجھے افسوس ہے، لیکن میں اس کے لئے بل ہاروے سے نہیں لڑ سکتا تھا، کیونکہ وہ بھی برا انسان نہیں تھا۔“

”وہ میری بھی عزت کرتی تھی، لیکن یقین کرو میں اس سے خوف زدہ تھا اور میرا خیال ہے باہر۔۔۔ کہ اس کا ہم سے دور ہو جانا صحیح ہوا۔ ورنہ ایک مشکل مرحلہ ضرور آتا۔“  
”وہ کونسا...؟“

”جب بیا تمہیں مل جاتا۔“

”ہاں اس وقت میں اس پر توجہ نہ دے سکتا لیکن تمہارا کیا خیال ہے پروفیسر۔۔۔ دونوں گروپوں میں جنگ ہوئی ہوگی۔“

”ممکن ہے اس وقت جنگل کے مروجہ خور ان کی لاشوں کی ضیافت اڑا رہے ہوں۔“  
ڈوم نے آکر ہمارے درمیان لوئیسا کا تذکرہ ختم کرا دیا۔ وہ چار رائفلیں اور کارتوس کے انبار لادے ہوئے اندر داخل ہوا تھا اور اس نے یہ رائفلیں ہمارے سامنے ڈال دی تھیں۔

”دیئے تو اس ڈھڑے سے بہترین ہتھیار ہمارے پاس اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ان کے دھماکے دور سے دشمن کو بھاگنے کے کام آتے ہیں وہ جنہیں ہم قتل نہ کرنا چاہیں۔“  
”یہ تمہیں کہاں سے مل گئیں...؟“ پروفیسر نے پوچھا۔

”شاید آپ نے ان لاشوں کے پاس نہ دیکھی ہوں، لیکن ایمنیشن میں نے جگہ جگہ سے چتا ہے۔“

”ان کی موجودگی بہتر ہے۔“

”میں نے وہ خوراک بھی پیک کر لی ہے جسے ہم گھوڑوں پر لاد کر لے جاسکتے ہیں خاص طور پر پانی کے کین۔ ہمارے پاس تین گھوڑے زیادہ ہیں۔“

”آہ کاش۔۔۔ میں ان کتابوں کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ یہ دنیا کی قیمتی ترین کتابیں ہیں۔“  
پروفیسر نے حسرت سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

”ہر ایک کے دل میں ایک آرزو ہے، بل ہاروے بھی دولت کی تلاش میں آیا تھا، پروفیسر تحقیق کے لئے، میں ہیائیکلے لئے، اپنا میرے لئے بس ایک ڈوم ہے جسے کچھ نہیں چاہئے۔“

”تم بھول رہے ہو آقا۔۔۔“ ڈوم جلدی سے بولا۔

”کیا...؟“

”تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔۔۔“

”آہ، مجھے واقعی وہ وعدہ یاد نہیں رہا۔“

”تم نے کہا تھا کہ بیا کے مل جانے کے بعد۔ تم ایک بار کور کی مملکت ضرور جاؤ گے۔ لکنا وعدہ ستاروں والی۔۔۔“ ڈوم پروفیسر کے خیال سے خاموش ہو گیا۔

”ہاں، مجھے یاد آگیا۔۔۔ واقعی تیرے دل میں بھی ایک حسرت ہے، لیکن پروفیسر کیا اب

ہم یہاں رک کر وقت ضائع کریں گے۔“  
”بالکل نہیں۔۔۔ یہاں ہمارا کام پورا ہو چکا ہے اور اب ہم تیز رفتار سفر کر سکتے ہیں۔“

دوم تمہارے گھوڑے کہاں ہیں۔“  
”وہ ہمارے منظر ہیں۔“

ہم دوم کے ساتھ باہر نکل آئے، شاندار نسل کے گھوڑے ہمارے منظر تھے۔ انسان دوست، انسان پسند۔۔۔ پھر کافی وقت ہم نے وہاں بسر کیا۔ دوم اور پروفیسر پنڈت رائے کی مملکت لوٹتے رہے تھے۔ انہوں نے ضرورت کی پیشکش اشیاء گھوڑوں پر بار کر لیں میں نے اس میں مداخلت نہیں کی تھی، پھر جب ہم اس قلعے سے باہر نکلے تو سورج سروں سے گزر چکا تھا اور فضا میں چھاؤں بکھرتی جا رہی تھی۔ ہم نے قبیلہ مولبو تلاش کرنے کے لئے کچھ فیصلے کئے تھے اور پہلے ہی مرحلے میں ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ ہماری رہنمائی ان کھیتوں نے کی تھی جن میں کبھی ترکاریاں کاشت کی جاتی رہی ہوں گی اب انہیں اجاڑ دیا گیا تھا۔ حملہ آوروں کے لئے یہی مال غنیمت ہو گا۔ پھر اب ترائی میں ہمیں ایک تباہ شدہ بستی نظر آئی جو زبان حال سے اپنی بربادی کی داستان سنا رہی تھی۔ خاکستر جھونپڑے، جلی ہوئی لاشیں، لاتعداد انسانی اعضاء جو دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ آس پاس کے درختوں پر شہم سیرگدہ جو ان انسانی جسوں سے گوشت کا ہر سالم حصہ کھا چکے تھے۔ آنتیں، لوجھڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ طرح طرح کے ہتھیاروں کی بہتات تھی۔ پروفیسر کپکانے لگا۔

”یہ مولبو قبیلہ ہے۔۔۔“ دوم نے افسردگی سے کہا۔

”ماہر۔۔۔“ پروفیسر کی گھٹی گھٹی آواز ابھری اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے پروفیسر۔۔۔؟“

”ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں، کوئی۔۔۔“

”کیا اس بستی میں داخل ہونا ضروری ہے۔“

”تم کیا چاہتے ہو پروفیسر۔۔۔؟“

”اگر ہم یہ راستہ تبدیل کر دیں، یوں بھی ہمیں اب کچھ دیر کے بعد رات کا قیام کرنا ہو گا۔“

”لیکن ہمیں کسی زندہ انسان کی تلاش ہے پروفیسر۔۔۔ اس سے ہمیں سمجھ سکیں گے۔“

”یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے وحشت ہو رہی ہے، آہ انسانوں نے انسانوں پر کتنا ستم ڈھایا ہے۔“

”تمہیں ہمت کرنی ہو گی پروفیسر۔۔۔ یا پھر تم یوں کرو کہ بستی کے عقب میں جو پہاڑیاں

نظر آ رہی ہیں ادھر چلے جاؤ اور وہاں ہمارا انتظار کرو۔“  
”نہیں میں تم سے علیحدہ بھی نہیں ہوا چاہتا۔۔۔ ٹھیک ہے، ہم اس بستی سے گزریں گے۔“

جلی ہوئی بستی سے چلے ہوئے جھونپڑوں کی بو اٹھ رہی تھی۔ ہر طرف وہی مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ میرے ایما پر دوم نے دونوں ہاتھ منہ کے سامنے کر کے آواز لگائی۔

”یہاں کوئی ہے۔۔۔ کیا یہاں کوئی زخمی یا زندہ شخص موجود ہے، کسی کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ ہم دشمن نہیں دوست ہیں۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی زندہ ہے۔۔۔؟“ لیکن بستی بھرت نگر بنی ہوئی تھی۔ کسی زندہ انسان کا وجود نہیں تھا ہمارے گھوڑے کنوئیاں بدل رہے تھے اور یہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔

”نہیں آقا، پوری بستی میں کئی زندہ انسان نہیں ہے۔“  
”ٹھیک ہے۔۔۔ چلو۔۔۔!“ اس کے بعد یہاں رکتا بیکار تھا ہم بستی سے گزر کر دوسری

طرف نکل آئے۔ پھر ہم نے گھوڑوں کی رفتار بڑھا دی۔ اندھیرا ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جب ہم پہاڑیوں کے قریب پہنچے تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ ”یہ قیام کے لئے عمدہ جگہ ہے، اس پہاڑی کٹاؤ میں وقت گزارا جاسکتا ہے، صبح کی روشنی میں ہم دوبارہ سفر کا آغاز کریں گے۔ جو دیکھا وہ افسوس ناک تھا، لیکن کیا سمجھ سکتے ہیں دوست سمجھیں گے۔ وہ یوں تو نہ جانیں گے کہ ہم پنڈت رائے کے ساتھی ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”یہ تو ہم نے نہ سوچا تھا لیکن ان کے درمیان جا کر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے پنڈت رائے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔“ میں نے بے چینی سے کہا۔

”کیوں نہ ہم سلوانہ کے پہاڑی سلسلے کا سفر کریں؟ پروفیسر بورنوتوٹا سے ملیں، وہ ضرور اس کے لئے ہماری مدد کرے گا۔“

”یہ فیصلہ تم بہتر کرو گے پروفیسر۔۔۔ بشرطیکہ تم مناسب سمجھو۔“  
”قلعہ قبیلہ فتح کی خوشی میں سرشار ہو گا۔ ہمیں احتیاط ہی برتنی چاہئے، میرے خیال

میں ہم اس سے بچ کر گزر جائیں وہاں اگر بورنوتوٹا اس سلسلے میں کوئی مدد نہ کر سکے تو۔۔۔ ہمیں کچھ سوچنا ہو گا۔۔۔“

ماحول پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ گھوڑے تباہ ہاتھوں سے کھڑے تھے، لیکن پھر ایک آواز نے یہ سکون توڑ دیا۔ ایک عجیب سی آواز ہمیں اپنے سروں پر سنائی دی تھی۔

”اور اب یہ داستان ختم ہو گئی.... اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم اس میں کوئی ایسا کردار  
لوا نہیں کر سکتے، جو کسی خاص اہمیت کا حامل ہو، تو پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم یہیں قیام

”وہ زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے، کتا ہے، کتا ہے کہ وہ بوڑھا ہے اور اس کے ساتھ ایک ننھے سے بچے اور اس کی ماں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ وہ کتا ہے کہ وہ سمجھنے والوں کی غلامی قبول کرنے کو تیار ہے اور انہیں اپنا آقا مانتا ہے۔“

کریں بہتر ہے کہ ہم یہاں سے چل پڑیں اور اپنی منزل تلاش کریں۔“ یہی مناسب تھا۔ بس اتنا ہی کیا جاسکتا تھا کہ بوڑھے شخص اور اس کی بیٹی کو کچھ کھانے پینے کے لئے دے دیا جائے انہیں اپنی زندگی کا نظام خود سنبھالنا تھا تو ہم انہیں وہیں چھوڑ کر چل پڑے۔ البتہ ذہنوں پر سکدر چھایا ہوا تھا، ڈوم تو اپنی کیفیت کا اظہار کرتا ہی نہیں تھا، حالانکہ کبھی کبھی اس کے چہرے پر تاثرات کی جھلکیں نظر آتی تھیں اور وہ خوش یا افسردہ نظر آتا تھا، لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔

اور اس دن ہمارے گھوڑوں نے کچھ زیادہ ہی سفر طے کیا اور آگے بڑھتے رہے، پھر جب رات ہوئی تو ہمیں اپنے واپسی سمت ایک گہری وادی میں لاتعداد رویشیاں ٹٹھائی ہوئی نظر آئیں۔ ڈوم نے کہا۔

”آقا وہ سمجھائیے ہیں۔۔۔“

میرے ذہن میں ایک کھلی سی جگہ گئی، میں نے پروفیسر حق سے کہا۔ ”سمجھائیے۔۔۔“

پروفیسر حق شاید میرے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

”اور ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ سمجھائیے کے نزدیک نہیں جائیں گے اور اپنے لئے کوئی مشکل نہیں خریدیں گے، سنو میرے بہت ہی اچھے ساتھی! میں تم سے مخاطب ہوں ماہر طبیب! نہ مانو تو اس کے لئے میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ماننے والوں میں سے ہوں اور اگر مانو تو یوں کہوں کہ کبھی کبھی جب اپنا کوئی مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے تو دل پر جبر کرنا بھی ازحد ضروری ہو جاتا ہے۔“

”میں نے جب سے تمہیں قبول کیا ہے پروفیسر حق اور یہ بات نظر انداز کر دی ہے کہ ماضی میں کیا ہوا تھا بلکہ تمہاری ہی بات مان لی ہے تو اس کے بعد سے اب تک میں تمہاری کسی بات سے یا تم سے مغرور نہیں ہوا، جو کہنا چاہتے ہو اسے کہانوں میں بیان نہ کیا کرو بلکہ سب کچھ صاف صاف کہہ دیا کرو۔“

”تو پھر سنو، تم ہی کے حلاشی ہو اور وقت یہ کہہ رہا ہے کہ اب بیا سے تمہارے فاصلے بہت کم ہو گئے ہیں اور آنے والے وقت کا کوئی بھی لمحہ تمہیں اس کے نزدیک پہنچا سکتا ہے لیکن تمہاری آتش مزاجی تمہارے راستے روک سکتی ہے، ایک عام انسان کی طرح سوچو، ایک عام انسان کے انداز میں عمل کرو۔“

”وہ کیسے ہوتا ہے۔۔۔؟ تم مجھے بتاؤ۔۔۔“

”کسی کے ساتھ سخت روی نہ اختیار کرو، بلکہ یہ دیکھو کہ وقت اور مصلحت کیا کہتی ہے اور یہی اس وقت ہمارے حق میں بہتر ہے۔“

”میں اس سے انکار نہیں کرتا اور شاید تم کسی بھی جگہ مجھے اب اتنا سخت نہیں پاؤ

”تو یہ جگہ ہمارے قیام کے لئے بھی بہتر نہیں ہے کیونکہ سمجھائیے فاصلے طے کرتے ہوں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ ان میں سے کوئی ہمیں دیکھ لے۔۔۔“

”تو ہم یہاں سے دور چلتے ہیں۔۔۔“

”ہاں اور یہ بھی ایک بہتری ہے کہ ان ٹٹھلائے ہوئے جگہوں نے ہمیں راستہ بتا دیا ہے بائیں سمت سفر کر کے شاید ہم صبح کی روشنی ہونے تک سلوراز کی پہاڑیوں تک پہنچ جائیں اور اس وقت ہمارے لئے وہ سب سے بہتر ہے کیونکہ سمجھائیے ہمیں وہ نہیں بتائیں گے جو ہمیں سلوراز کی پہاڑیوں سے معلوم ہو سکے گا۔“

سو ہم نے قیام کا ارادہ ترک کر دیا اور ہمارے گھوڑے اس جگہ سے مخالف سمت چل پڑے، میں نے پروفیسر حق سے پورا پورا تعاون کر لیا تھا، وہ صبح ہی کہتا ہے بات آہستہ آہستہ سمجھ میں آرہی تھی۔ پوری رات ہی ہم نے سفر میں گزارا۔ اس وقت صبح کے اجالے آہستہ آہستہ اثر ڈال رہے تھے اور ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ گھوڑے شدید تھک گئے ہیں اور پروفیسر حق بھی مطمئن تھا کہ سمجھائیے سے اتنا فاصلہ طے ہو گیا ہے کہ اب یہ ان کی گزرگاہ بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ سلوراز کی پہاڑیاں یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں، لیکن گھوڑوں کی تھکن کا احساس کر کے ہم نے بالاخر وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور صبح کے سہانے منظر میں گھوڑوں کی پشت سے اتر گئے۔ قرب و جوار میں بکھرے ہوئے درختوں پر پرندے شور مچا رہے تھے افریقہ کے ماحول کا ایک خوبصورت منظر نگاہوں کے سامنے تھا پہاڑوں پر دھند اتری ہوئی تھی اور وہ سیاہ ٹیلوں کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ قرب و جوار میں طرح طرح کے مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ ڈوم نے مکرراتے ہوئے کہا۔

”تو آقا ظاہر ہے اس خشک منظر میں اگر گرم گرم گوشت ہمارے معدوں میں اترے تو میں سمجھتا ہوں وہ دنیا کی سب سے بہترین چیز ہوگی اور دیکھو ہرنوں کی وہ ڈائریں کیا مزے سے سفر کر رہی ہیں گویا ہمیں اپنے لئے دعوت دے رہی ہیں۔“

پھر ڈوم نے اپنا مخصوص ڈنڈا اٹھایا اور ہرنوں پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ گیا۔ پروفیسر حق ہنسا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اور قرب و جوار میں جس قدر خشک لکڑیاں حاصل ہو سکیں ان کے انبار لگا لئے گئے۔

ڈوم کے لئے یہ بالکل مشکل کام نہیں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہرن کا گوشت بھنے کی خوشبو فضا میں پھیلنے لگی۔ پروفیسر اپنے کام سے فارغ ہو کر ایک سمت جا بیٹھا اور پتھر کے لکڑیوں سے پتھریلی زمین پر لیکرس کھینچنے لگا، ان لکڑیوں میں وہ کچھ تلاش کر رہا تھا اور جب گوشت تیار ہو گیا تو ڈوم نے اس کا چاقو استعمال کیا اور ذرا تہمتب یافتہ ہو گیا، پروفیسر تھوڑی دیر کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گیا تھا اور اس نے ہرن کا لذیذ گوشت چبھتے

”یہ میں نہیں کہہ سکتا جس طرح پروفیسر بورٹونوٹا نے مجھے یہاں تک پہنچنے کے لئے کہا تھا اور ہمیں اسے مجھ سے ملاقات کرنی تھی..... چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے وہاں آبادی ہو یا پھر بورٹونوٹا نے بھی اسی طرح یہاں اپنی رہائش کا کوئی بندوبست کیا ہو، جس طرح پنڈت رائے نے وہ عظیم الشان قلعہ بنا لیا تھا۔“

چاندی کی پہاڑیوں تک کا سفر ختم ہوا اور ہم نے دیکھا کہ پہاڑیوں کے دامن میں ایک چھوٹی سی ایسی جگہ بنی ہوئی ہے جسے انسانی ہاتھوں کا کارنامہ کہا جا سکتا ہے، پتھروں کو چن کر ایک رہائشی جگہ بنا لیا گیا تھا اور اس میں اچھی خاصی وسعت تھی، جو سب سے جڑتاک بات میں نے ڈوم اور پروفیسر حق نے وہاں دیکھی وہ یہ تھی کہ اس خانقاہ جیسی جگہ کے سامنے کے حصے میں وہی مانوس اندھا چھڑی سنبھالے ہوئے ایک خوبصورت سوٹ میں لمبوس ہمارا ٹھہر تھا، جیسے اسے ہماری آمد کا علم ہو، پروفیسر حق کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور چہرے پر زندگی، اس کا گھوڑا سب سے آگے نکل گیا اور تھوڑی دیر میں وہ بورٹونوٹا کے پاس پہنچ کر نوجوانوں کی طرح گھوڑے سے نیچے اتر پڑا ڈوم نے اس پر تبصرہ بھی کر دیا تھا۔

”لگتا ہے یہ بوڑھا پھر سے جوان ہو گیا ہے عظیم آقا۔“ میرے دل کا نجلے کون سا گوشہ متاثر ہوا، میں نے ڈوم سے کہا۔

”اور ایک وقت مجھ پر بھی ایسا آئے گا ڈوم۔۔۔۔“

پروفیسر ایڈلاس بورٹونوٹا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑے پرتپاک انداز میں پروفیسر حق کا خیر مقدم کیا تھا، ہم لوگ بھی قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اتر گئے، لیکن وہ ہماری جانب متوجہ نہ ہوا اور پروفیسر حق سے معافہ کئے رہا۔ پھر اس کے بعد اسے ہمارا خیال آیا اور اس نے اس طرح گردن گھمائی جیسے ہمیں بخوبی دیکھ رہا ہو۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لئے نفرت کی لہر نہیں اٹھی تھی، البتہ ڈوم نے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

”یہ شخص بے حد پراسرار ہے عظیم آقا۔۔۔۔“

بورٹونوٹا کی آواز سنائی دی۔ ”آؤ۔۔۔۔ آج بھی میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں کیلی کریش کہہ کر مخاطب کروں، لیکن شاید تم اس نام کو قبول نہ کرو، تو پھر کیوں نہ تمہیں ماہر طبیبی ہی کہا جائے۔۔۔۔“

ہم سب کو حیرانی ہوئی تھی، نجلے اسے کس طرح میرا نام معلوم ہو گیا یا پھر ممکن ہے میں بھول گیا ہوں گا اور جہاز میں میرا اس سے تعارف ہوا ہو گا۔۔۔۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا چوڑا ہاتھ مصافحے کے لئے پھیلا دیا اور مجھ سے بولا۔

”میں تمہیں صحرائے اعظم کے قلب میں خوش آمدید کہتا ہوں۔۔۔۔ آؤ میرے ساتھ دوستو اپنے گھوڑے چھوڑ دو، میرے خادم انہیں سنبھال لیں گے، آؤ۔۔۔۔“

میں نے اس سے مصافحہ کر لیا تھا حالانکہ مجھے ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی،

ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود ہمیں کم از کم گھوڑوں کے آرام کے لئے یہاں کچھ وقت ضرور گزارنا چاہئے، دیکھو انہوں نے اپنے لئے بھی غذا تلاش کر لی ہے۔“

میں نے اپنے گھوڑوں پر نگاہ دوڑائی اور مسکرا کر گردن ہلا دی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

”میں تمہاری اس گفتگو کا مطلب جانتا چاہتا ہوں پروفیسر۔“

”سلوراز کی پہاڑیاں یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں، میرا خیال ہے کہ کچھ گھنٹوں کے سفر کے بعد ہم اپنی منزل پالیں گے اور جس سمت سے ہم آئے ہیں ہمیں یہاں سے واپس لوٹ کر پھر بائیں سمت اختیار کرنی ہے اور ہمیں وہ پہاڑیاں نظر آجائیں گی۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔“ میرے ذہن میں بہت سے سوالات ابھرے تھے، لیکن پھر بھی میں نے اپنے آپ کو ان سوالات سے باز رکھا اور پروفیسر سے زیادہ کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تاوقتیکہ وہ خود ہی کچھ بتانے کی کوشش نہ کرے۔ تقریباً آدھا دن ہم نے اسی طرح گزارا اور اس کے بعد گھوڑوں کو توانا پاکر ان پر سوار ہو گئے اور پروفیسر جو پتھروں پر لکیریں کھینچ رہا تھا ان لکیروں کو راستہ تسلیم کر کے ان کی جانب سفر شروع کر دیا گیا۔ میرے ذہن میں لاتعداد خیالات آ رہے تھے، لیکن پروفیسر نے کہا تھا کہ مجھے ایک مذہب انسان بننا چاہئے اور اپنی وحشوں کو کم کر دوں تاکہ ”ہمیا“ کے قرب میں آسانی ہو جائے۔ سو میں نے اس سے کوئی الٹا سیدھا سوال نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب سورج نے ڈھلان کی جانب رخ کیا اور دھوپ میں پھیلا نہیں آگئیں تو ہم نے ایک وادی کے ڈھلان عبور کئے، تب ایک دم یہ احساس ہوا کہ فضا کی روشنی میں کچھ اٹوکھا سا اضافہ ہوا ہے اور اس اضافے کی وجہ وہ پہاڑیاں تھیں جو چاندی کے پہاڑ معلوم ہو رہے تھے، بالکل سفید۔۔۔۔ وہ تو شکر تھا کہ سورج کا ڈھلان تھا ورنہ شاید اس سفیدی کا انعکاس آنکھوں کو خیرہ کر دیتا اور گھوڑوں کو بھی آگے کے سفر میں مشکل پیش آتی۔ پروفیسر حق کے منہ سے مسرت بھری آواز نکلی۔

”آہ، میں نے افریقہ سے نوافقہ ہونے کے باوجود صحیح راستے منتخب کئے اور دیکھو وہی سلوراز کی پہاڑیاں ہیں۔“

”کیا ہماری منزل۔۔۔۔“ میں نے سوال کیا اور پروفیسر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

”اگر یہ منزل نہیں تو کم از کم یہاں سے منزل کا تعین ضروری ہے۔“ پھر گھوڑوں کی رفتار بھی تیز کر دی گئی تاکہ رات کی تاریکیاں مسلط ہونے سے پہلے سلوراز کی پہاڑیوں تک کا سفر کر لیا جائے۔ راستے میں۔۔۔۔ میں نے پروفیسر سے سوال کیا۔

”کیا سلوراز کی پہاڑیوں میں کوئی باقاعدہ آبادی ہے۔“

رات کا کھانا بھی بورٹونوٹا خود ہی لایا تھا اس نے آنکھوں سے چشمہ نہیں اتارا تھا لیکن میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسا نہ کرے میں نے اس کی آنکھوں کے وہ منجوس غار دیکھے تھے رات کے کھانے کے بعد ہماری نشست جم گئی۔ پروفیسر سے اس دوران اس کی غیر موجودگی میں بات ہو گئی تھی اور یہ طے کیا گیا تھا کہ رات کو ہم اس موضوع پر بات کریں گے۔ پروفیسر نے بالاخر ذکر چھیڑ دیا، اس نے کہا۔

”راستے میں ہم نے پڈت رائے کا وہ قلعہ بھی دیکھا جہاں پیشاں لاشیں نظر آئیں، وہاں سے گزرے تو چہ شدہ ہستی مولبو نظر آئی جسے مکمل بریاد کر دیا گیا ہے۔“

”ہاں، یہ ایک غمناک داستان ہے۔ ایک ایسا مشکل مرحلہ آگیا تھا جس کا مناسب حل کسی کے پاس نہیں تھا اور۔۔۔ بالاخر یہ نتیجہ نکلا۔۔۔ اصل میں پروفیسر کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے جن کی بناء پر بہت سے فیصلے کرنے مشکل ہو گئے ہیں۔“

”کچھ بتانا پسند کرو گے۔“

”ضروری ہے۔۔۔ بہت ضروری ہے، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ بتاؤں۔“ بورٹونوٹا نے عجیب سے لہجے میں کہا، پھر کچھ لمحے سوچتا رہا۔ اس کے بعد بولا۔ ”اصل میں پروفیسر حق جیسا کہ تمہیں میرے بارے میں علم ہے کہ میرا تعلق بھی افریقہ کے انہی اندرونی علاقوں سے ہے۔ میں یٹلی ہوں، یٹالیہ کے ایک وچ ڈاکٹر اویلو سارٹونوٹا کا بیٹا۔ میرا باپ بڑا جادوگر تھا اور میرا مستقبل بھی وہی تھا۔ میرے باپ نے مجھے اپنا علم دیا اور اس علم کی روشنی میں مجھے بہت کچھ معلوم ہوا۔ تب میرے دل میں خواہش ابھری کہ میں یٹالیہ کے لئے روشن دنیا کا جادو لاؤں۔ میں یٹالیہ کو جدید خطوط پر استوار کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے اس خواہش کا اظہار اپنے باپ سے کر دیا۔ اس نے تو مخالفت نہیں کی لیکن یٹالیہ کے بیشتر جادوگر میرے خلاف ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ میں سمجھ میں نہ آنے والے جادو حاصل کر کے ان پر فوٹیت حاصل کر لوں، پھر جب مجھے اجازت مل گئی تو انہوں نے سازش کی اور مجھے آنکھوں سے محروم کر دیا۔ کارکیسا کے کانٹے میری آنکھوں میں چسبو کر انہوں نے میری آنکھیں گلا دیں، لیکن میرے باپ نے اپنے جادو سے مجھے پوشیدہ بیٹلی دیدی۔ تب میں تمہاری دنیا میں داخل ہو گیا اور وہاں میں نے محسوس کیا کہ جو علم میں حاصل کرنا چاہتا ہوں اس کے حصول کے لئے تو ایک عمر درکار ہے۔ جب میں یہ علم لے کر یٹالیہ میں داخل ہوں گا تو میری زندگی کے چند سال باقی رہ جائیں گے اور میں نے ایک مختصر راستہ تلاش کیا۔ آرمن ایڈلاس ایک عظیم محقق تھا، لاتعداد علوم میں یکساں۔ میں نے اسے اپنے وجود میں ضم کر لیا اور اب وہ مجھ میں ہے اور اسی کی مناسبت سے میں نے اپنا نام ایڈلاس بورٹونوٹا رکھا ہے۔“

”ایک منٹ پروفیسر۔۔۔ ضم کر لیا ہے سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔“ پروفیسر حق نے سوال

لیکن پروفیسر حق کا کہنا تھا کہ میں ایک مذہب انسان بننے کی کوشش کروں اور میں مسلسل ان کوششوں میں مصروف تھا۔ ہم اس خانقاہ کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے، زیادہ وسیع جگہ نہیں تھی لیکن ایڈلاس بورٹونوٹا نے اس کے بگلی گوشے میں پہنچ کر ایک چوڑی چٹان اس طرح اپنے دامن سے جھنڈ دی، جیسے پتھر کی دہلی چٹان کی بجائے لکڑی کا کوئی ہلکا دروازہ کھول رہا ہو۔۔۔ چٹان اپنی جگہ محوم گئی اور ایک اتنا بڑا دروازہ بن گیا جس سے اندر داخل ہوا جاسکے اور جب ہم اس عجیب و غریب دروازے سے اندر داخل ہوئے تو ہمارے آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اندر ایک وسیع و عریض غار نظر آ رہا تھا اس غار میں ہماری انتظامات تھے۔ آخری حصے میں ایک اور غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا جس کے دوسری طرف اندھیرا تھا۔

”ہم پروفیسر حق، مجھے اندازہ ہے کہ یہاں تک کا سفر تمہارے لئے آسان نہ رہا ہو گا۔“

”بیک، لیکن ان دوستوں نے مجھے کسی مشکل میں نہیں پڑنے دیا۔“ پروفیسر حق نے کہا، پھر بولا۔ ”لیکن کچھ ایسے مناظر سے بھی ہمارا واسطہ پڑا جو ہمارے لئے پریشان کن ثابت ہوئے۔“

”صحرائے اعظم۔۔۔ لاکھوں واقعات کا ممکن ہے، ایسے واقعات جو دوسری دنیا میں نہیں ہوتے، مگر ٹھہرو۔۔۔ یہ بتاؤ تم کیا کھانا پسند کرو گے، چائے کافی۔۔۔ یا پھوس۔ ویسے رات کے کھانے میں ابھی دیر ہے لیکن اگر تم۔۔۔“

”ہاں، یہ وقت کافی کے لئے مناسب ہے کیا تمہارے پاس اس کا بندوبست ہے۔“

”سب کچھ۔۔۔“ بورٹونوٹا نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر غار سے باہر نکل گیا۔

”کیا عمدہ جگہ ہے، اگر زندگی کے تمام لوازمات یہیں ہوں تو عمر کی آخری تحقیق کے لئے الجواب۔۔۔“

”تم نے یہ کبھی نہیں بتایا پروفیسر حق کے پروفیسر بورٹونوٹا نے تمہیں کیوں مدعو کیا تھا۔؟“

”بہت سے پراسرار علوم کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں ایک خاص موضوع نکل آیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں افریقہ کے اندرونی علاقوں کا دورہ کروں۔۔۔ اور میں نے اس کی دعوت قبول کر لی۔“

بورٹونوٹا ایک خوبصورت بڑے اٹھائے اندر آگیا جس پر تمام لوازمات سجے ہوئے تھے۔

”اوہو، یہ تکلیف تمہیں کرنی پڑی۔“ پروفیسر نے کہا۔

”ہاں، میرے خدمتگار شرمیلے ہیں۔“

یہ جگہ بے حد پراسرار تھی جوں جوں رات ہوتی غار میں ہلکی روشنی بڑھتی گئی، پھر

”میں بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ شیطان اس کا ہم عصر ہے۔ وہ شیطان کی پکارن ہے اور اس سے مدد مانگتی ہے۔“

”جتنے گندے علوم ہیں ان کا تعلق شیطان سے ہی ہے۔ لیکن کیا وہ گندے علوم کی ماہر ہے؟“ پروفیسر حق نے کہا۔ بورٹونوٹا کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت چھا گئی۔

”تم اپنے مذہب کے حوالے سے انہیں گندے علوم کہہ سکتے ہو حق، ہم ایسا نہیں سمجھتے۔“

پروفیسر حق کو اچانک احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔ بورٹونوٹا جلدوگر کا بیٹا تھا اور خود بھی جلدوگر تھا۔ بورٹونوٹا نے بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ عظیم ذہن بھی رکھتی ہے اور سیاست بھی جانتی ہے۔ سمبوریہ قبیلے کا سردار مکاؤیا ایک سرکش انسان ہے جبکہ پنڈت رائے کے افکار و خیالات نے ڈنگن اور اس کے قبیلے مولبو کو مذہب بنا دیا تھا۔ وہ اپنی پرامن تعمیر میں مصروف ہو گئے تھے، تب... جانتے ہو رابینا نے کیا کیا۔؟“

”ہتاؤ بورٹونوٹا“ یہ تو بڑی دلچسپ داستان ہے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”اس نے خود سمبوریوں سے رابطہ نہیں کیا، بلکہ کچھ جلدوگروں کو سمبوریہ بھیجا جن کا کام یہ تھا کہ مکاؤیا کو مولبو کے خلاف بھٹکانیں اور جلدوگروں نے کہا کہ مکاؤیا... کیا تجھے ڈنگن کے ارادے معلوم ہیں۔ وہ اپنے قبیلے کو مستحکم کر کے سمبوریوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر یوں ہو گا کہ غیر مذہب سمبورینے، مولبو کی غلامی کریں گے، ان کے لئے زمین سے خوراک اگائیں گے، ان کے ہل چلائیں گے اور سمبوریوں کی عورتیں مولبو کے تصرف میں ہوں گی۔ تو مکاؤیا آتش زیر پا ہو گیا اور اس نے جلدوگروں سے مشورہ مانگا جس پر انہوں نے کہا کہ مولا مبول کو پیغام بھیجے کہ وہ سمبوریہ میں ضم ہو جائیں اور وہ نہ مانیں تو ان پر طوفانی حملہ کیا جائے۔ بھلا ڈنگن کو کیا پڑی تھی کہ وہ ایسا کرتا۔ تو جلدوگروں کا مشن پورا ہو گیا اور سمبورینے اچانک مولبو پر جا پڑے۔ جلدوگروں کے ایما پر عقل والے کے محل پر بھی حملہ کیا گیا اور سمبوریوں کو آتشیں ہتھیاروں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ رابینا جانتی تھی۔“

”رابینا کیا جانتی تھی...؟“

”یہی کہ سمبوریوں کی طاقت عقل والے کے سامنے ٹوٹے گی جب انہیں گولیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ سمبورینے سینکڑوں لاشیں وہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔“

”مگر وہ ان کی طاقت کیوں توڑنا چاہتی تھی؟“ پروفیسر حق نے حیرت سے پوچھا۔

”تاکہ اس کے بعد یثالیہ سمبوریہ پر قابض ہو سکے۔“ بورٹونوٹا نے قہقہہ لگا کر کہا پھر بولا۔ ”ہے نا تمہاری دنیا کی سیاست... ایک قبیلہ نیست و نابود کر دیا، دوسرا اس قتل نہیں چھوڑا کہ کسی فوری حملے کا مقابلہ کر سکے۔ اب وہ آسانی سے سمبوریہ کو ختم کر سکتی ہے اور اس منہتر ہوں کہ کسی بھی وقف یثالیہ کے وحشی سمبوریہ پر چڑھ دوڑیں، وہاں تیاریاں مکمل

کیا اور بورٹونوٹا کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

”یوں سمجھ لو... اب وہ میرے اندر رہتا ہے... میں ہوں... وہ نہیں ہے، اس سے زیادہ وضاحت ممکن نہیں ہے۔“

”اوہ۔“ پروفیسر تھوک نکل کر بولا۔

”خیر... آگے کی بات سنو... میں اپنے علم لے کر واپس آیا تو میرا باپ مر چکا تھا اور یثالیہ کے جلدوگر اس کی جگہ پر کر چکے تھے یعنی میرے باپ کا منصب کسی اور کو مل چکا تھا اور میرے لئے جلدوگروں میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس بات نے مجھے برگشتہ کر دیا اور میں بھٹکنے لگا، میں کسی اور قبیلے میں پناہ لینا چاہتا تھا۔ اس کے لئے میں نے صحرائے اعظم کی خاک چھائی۔ بہت سے قبیلوں میں اپنے لئے جگہ تلاش کی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ اسی صحرا گردی کے دوران میں کور بھی پہنچا۔ کور کی حکمران نے بھی مجھے قبول نہیں کیا کیونکہ وہاں بھی جلدوگروں کی اجارہ داری ہے۔ کور کی... داستان میں مجھے کیلی کریش کے بارے میں معلوم ہوا جو ہیساکا محبوب ہے اور شعلوں میں نما کر جوانی حاصل کرنے والی اسے کھوجتی رہی ہے۔ وہاں میں نے کیلی کریش کا مجسمہ بھی دیکھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ ہیساکا ایک بار اس میں زندگی پھونک دے گی اور اس بار ہیساکا اسے بھی امر کر دے گی۔ اس دوران کارنل امبازی کی بیٹی رابینا یثالیہ کی ملکہ بن گئی۔ یثالیہ کے جلدوگروں نے ایک عورت کے ملکہ بننے کی مخالفت کی لیکن رابینا نے بیس جلدوگروں کو ہلاک کر کے ساری مخالفت ختم کر دی۔ امبازی نے اسے اپنا سارا جلدو دے دیا تھا اور امبازی کے مقابلے کا جلدوگر پورے یثالیہ میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے اپنے سارے مخالف ختم کر دیئے اور ہر طاقتور شخص کو کھلے مقابلے کی دعوت دے دی۔ لیکن جو لوگ اس کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے ان سے زیادہ طاقتور لوگ باقی نہیں رہے تھے۔ اس لئے سب نے اس کے سامنے گردن خم کر دی اور اس نے اپنا اقتدار مضبوط کر لیا۔ پھر اس نے یثالیہ کو وسیع کیا اور اس کے جلدو نے قرب و جوار کے چھوٹے چھوٹے قبیلوں کو اس کا فرمانبردار بنا دیا، لیکن... یثالیہ کی ملکہ کا مرکز کچھ اور ہے، وہ شیطانی ذہن کی مالک ہے۔“

”اس کا مرکز کیا ہے...؟“

”کور... وہ کور کی ہیساکا کو شکست دے کر مملکت کور پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ کور کی ہیساکا کا ظلم توڑنا چاہتی ہے۔“

”کیوں...؟“

”اس کا شوق ہے۔ عظیم اقتدار حاصل کرنے کا شوق ہے وہ مینار آتش پر قبضہ کر کے امر ہونا چاہتی ہے۔“ بورٹونوٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ ایسا کر سکتی ہے...؟“



ہیں۔

”وہ تو بڑی چالاک عورت ہے۔“ میں نے بے اختیار کلمہ پھر بورٹونوٹا سے کلمہ ”لیکن مسٹر بورٹونوٹا کیا آپ نے یثالیہ سے رابطہ ختم کر لیا؟“

”ایک ذہین انسان ہی یہ سوال کر سکتا ہے۔ اس کا جواب ہے کہ نہیں۔۔۔“ بورٹونوٹا نے اپنے مخصوص انداز میں کلمہ

”مطلب۔۔۔؟“

”میں عظیم جلوگر ہوں، انہوں نے میری عظمت سے انحراف کیا ہے اور میں نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اس وقت کے انتظار میں جب یثالیہ کے جلوگر کور سے مقابلہ کر کے فٹا ہو جائیں اور اپنی ملکہ کی مدد نہ کر سکیں۔ اس وقت میں منظر عام پر آکر انہیں تباہ کر دوں گا کہ لوکیلو سارٹونوٹا کیا تھا اور پھر۔۔۔ امبازی کی بیٹی کا اقتدار ختم ہو جائے گا اور میں تقدیر کر ہوں گا۔“

”تم بھی سوچ رہے ہو گے پروفیسر کہ ہم نے سوالات پر سوالات کر کے تمہیں پریشان کر دیا ہے۔“ پروفیسر حق نے مسکراتے ہوئے کلمہ

”ایسا نہیں ہے پروفیسر حق، تمہیں یاد ہے کہ میں نے تمہیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔“

”ہاں، اور میں اسی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔“

”اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ماہر طبالی نے تمہیں جواز پر مجھ سے ملاقات کے بارے میں نہ بتایا ہو۔“

”ان سوالات میں مجھے تم سے اس بارے میں بھی پوچھنا تھا۔“ پروفیسر حق مسکرا کر بولا۔

”یقیناً۔۔۔ میں تمہارے سفر میں تمہارے ہمراہ تھا لیکن میں تمہیں یہاں ملنا چاہتا تھا۔“

”اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔“

”ہے۔۔۔“

”جتنا پسند کرو گے۔“ پروفیسر حق نے کہا اور بورٹونوٹا گہری سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

”کیا ابھی یہ جانتا چاہتے ہو۔۔۔؟“

”اگر کوئی جرم نہ ہو۔“ پروفیسر حق نے کہا اور وہ کچھ یاد کرنے لگا پھر پر خیال لے لے کر بولا۔

”ماریطانیہ کے دارالحکومت نوور کوٹ کی ایک رات میری زندگی کی سب سے انوکھی رات تھی جب میں ایک اہم کام میں مصروف تھا اور میرا جلو سرچڑھ کر بول رہا تھا تب ایک مسلمان عالم، احمد اوہالو سے میرا سامنا ہوا۔ احمد اوہالو ایک مذہبی انسان تھا، اس نے میرا

جلو کٹ دیا، اتنی آسانی سے، اتنی سلاہی سے کہ میں حیران رہ گیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میرا جلو مجھ پر الٹ گیا اور میرے گرد شعلے لپٹ گئے میرا پورا بدن جھلس گیا اور میں گیارہ ماہ ایک اسپتال میں رہا، لیکن اس کے بعد میں اس کھوج میں مصروف ہو گیا کہ وہ کونسا علم ہے جس نے میرے جلو کو اس طرح بے اثر کر دیا۔ میری معلومات نے مجھے بتایا کہ تمہارے مذہب میں اس علم کی کٹ ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس علم سے آگاہ کرو۔ جو ہر جلو کو کٹ دیتا ہے تاکہ جب میں اقتدار میں آؤں تو کوئی شے میرے راستے میں نہ آئے۔ اس کام کے لئے میں نے تمہارا انتخاب اسی وقت کر لیا تھا جب مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا تھا اور یہ بات مجھے پڈت رائے نے ہی بتائی تھی کہ تم ایک مسلمان عالم ہو۔۔۔ اوہ میں احمد اوہالو کو آج تک نہیں بھول سکا ہوں۔“

میں نے محسوس کیا کہ پروفیسر حق کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ہے۔ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اسے یہ الفاظ سخت ناگوار گزر رہے ہیں حالانکہ میں یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ کیوں، لیکن میں نے فوراً صورت حل کو سنبھل کر ایک سوال داغ دیا۔

”نور اب یہ اہم سوال پروفیسر۔ کہ تم نے مجھے کیلی کریش کہہ کر کیوں پکارا تھا۔“

”میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے کچھ وقت کور میں گزارا ہے، ہسیا کی کہانی سنی ہے۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اس کا تجزیہ کیا ہے، گو میں اپنا تجزیہ مکمل نہیں کر سکا لیکن میں جانتا ہوں کہ ہسیا آئی جینک ہے، ایک خاص مادہ حیثیت کی مالک اور ایک آئی جینک کسی آئی جینک کے لئے دیوانی ہوتی ہے چاہے اگر اسے زندگی ملے تو صدیوں گزر جائیں۔ میرے علم نے بتا دیا ہے کہ تم آئی جینک ہو اور آئی جینک صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔“

میں اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا، پھر میں نے کلمہ ”میں تم سے اختلاف کرتا ہوں پروفیسر بورٹونوٹ۔“

بورٹونوٹا مسکرایا، پھر بولا۔ ”نور مجھے حسرت تھی اس بات کی کہ تم مجھ سے اختلاف کرو۔ ابھی تک تم لوگوں نے میری کسی بات سے اختلاف نہیں کیا۔ علم یہ نہیں ہے کہ دوسروں سے کہو نور وہ تمہاری بات مان لے۔ علم یہ ہے کہ اس سے اختلاف کیا جائے اور تم متخاصم کو مطمئن کرو۔“

”تم نے کہا ہے کہ ایک آئی جینک دوسرے آئی جینک کے لئے دیوانہ ہوتا ہے۔“

”ہاں، کہا ہے۔“

”کیا صرف ایک آئی جینک عورت۔۔۔؟“

”نہیں، ایک مرد بھی۔“  
 ”اور تمہارا خیال ہے کہ میں آئی جینک ہوں۔“  
 ”سو فیصلہ۔“

”مگر میرے دل میں اس کی کوئی طلب نہیں ہے۔“  
 ”غلط۔“ پروفیسر بورٹونوٹا نے کہا۔ ”یہ میں کہہ رہا ہوں۔“  
 ”یہ جواب نہیں ہے۔“

”اپنے اس خیال کی تصدیق میں کسی اور سے کرا سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں ہی تمہاری تشفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرا علم بتاتا ہے آئی جینک صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ جدید سائنس اور پراسرار علوم، ان پر مشترکہ تحقیق جاری ہے۔ کچھ لوگوں پر سائنسی ذرائع سے تجربات کر کے انہیں آئی جینک بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اب تک کی کوششیں صرف سیٹالک یا سسٹک کی قوت تک پہنچی ہیں اور وہ بھی معمولی حیثیت میں قدرتی طور پر جو آئی جینک پیدا ہوئے ہیں ان کی داستانیں مافوق الفطرت ہیں اور وہ اپنی بلندیاں چھپائے روپوش رہے ہیں۔“

”یہ موثر جواب نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔  
 ”میں نے ابھی جواب نہیں دیا۔“

”تو جواب دو پروفیسر۔“

”وہ پراسرار قوتیں تمہیں افریقہ تک لے آئی ہیں یعنی آئی جینک کی کشش نے تمہیں صحرائے اعظم تک پہنچا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ایسا کیوں نہیں ہوا جب کہ ایسا ہو جانا چاہئے تھا۔ یعنی ہیساکو تمہارے بارے میں علم۔ اور اپنی طرف رہنمائی۔“  
 ”مطلب۔۔۔؟“

”وہ مکمل ہے، اور تمہیں اپنی طرف راغب کرنے اور بلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔“  
 ”میں گڑبڑا گیا، مجھے ستاروں والی اور اس کے الفاظ یاد آ گئے تھے۔ یہ تصور بورٹونوٹا کے الفاظ کی تصدیق کرتا تھا لیکن مجھے پھر بھی اس سے اختلاف تھا۔ میں نے کہا۔  
 ”ہو یا تم کہنا چاہتے ہو کہ میں ہیساکے لئے صحرائے اعظم میں داخل ہوا ہوں۔“  
 ”ہاں ایک مقناطیسی کشش نے تمہیں اس طرف کھینچا ہے۔“  
 ”جانتے ہو وہ کس کی کشش ہے۔“

”ہاں جانتا ہوں تم کیا کہو گے۔ تم ہیا کا نام لو گے نا۔۔۔ بورٹونوٹا نے کہا اور ہم دنگ رہ گئے۔“ اس کی تفصیل بھی سنو۔۔۔ تم۔۔۔ ادھر رہے ہو۔۔۔ نامکمل ہو۔۔۔ تمہارے وجود کا تمہارا احساس سویا ہوا ہے کیونکہ تمہاری تکمیل ہیا کے مل جانے کے بعد ہوگی۔ آدھا وجود صرف اپنی تکمیل کے لئے تڑپ رہا ہے، اس کی توجہ اپنے زخم پر ہے۔ وہ زخم جو آدھے

کا زخم ہے۔ زندگی کے ہر دوسرے شعبے کے بارے میں تم اس وقت سوچو گے جب ہیا کو پا لو گے، اسی لئے تم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ تم ہیساکے کیلی کرشس ہو۔۔۔ جبکہ۔۔۔ کور کے ایک ننہل خانے میں جہاں صرف ہیساک کی خلوت ہے تمہارا نگہیں مجسمہ تمہاری اپنی شکل میں موجود ہے۔“

بورٹونوٹا نے پورے اعتماد۔۔۔ پورے جوش سے یہ الفاظ کہے۔ میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میرا دل اس سے اتفاق کر رہا تھا۔ ہیا، ہیا اور صرف ہیا۔۔۔ شاید اس کے بعد میں زندگی پر غور کروں۔

”اور میرے دعوے کی تکمیل وہ کرے گا۔“ بورٹونوٹا اپنی جگہ سے اٹھا اور دور نظر آنے والے سورخ کے اندر داخل ہو گیا۔ ہم اس کے الفاظ کے سحر میں گرفتار تھے۔ اور خاموش تھے۔ تب وہ ایک اور شخص کے ہمراہ واپس آیا۔۔۔ ایک عمر رسیدہ شخص کے ہمراہ جس کے ہونٹوں پر مدہم مسکراہٹ تھی۔ پروفیسر حق اسے دیکھ کر سکتے میں رہ گیا۔ پھر اس کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ ”میرے خدا۔۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔“



ہے، خود کسی قوت کا مظاہرہ نہ کر کے وہ انہیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ صرف ایک نھا انسان ہے۔ میرے مشورے پر اس نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔  
”آہ، اگر یہ عمل میرے ہیا کا ہے تو میرا بھی یہی عمل ہو گا پنڈت رائے۔ اب میں تم سے انحراف نہیں کروں گا۔“ میں نے تخلص لے کر اس انکشاف سے مجھے سکون ہوا تھا۔

”شکریہ۔۔۔۔۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔ میں تمہیں وہاں لے چلوں جہاں میں رہتا ہوں۔“  
پہاڑی سوراخ کے دوسری طرف ایک اور کشادہ غار تھا یہاں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا اور جدید زندگی کے سارے لوازمات موجود تھے۔ اس دشوار گزار علاقے میں ان تمام چیزوں کی موجودگی ناقابل یقین تھی۔ پنڈت رائے کے اشارے پر بیٹھتے ہوئے میں نے پوچھ لیا۔

”یہ سب کچھ یہاں کیسے میا کیا گیا مسٹر رائے؟“  
”یہ سب کچھ۔۔۔۔۔؟“ پنڈت رائے گہری سانس لے کر مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔  
”ایڈلاس بورٹونوٹا اپنے بارے میں بتا چکا ہے اور وہ جھوٹ نہیں کہتا۔ صحراؤں کے جادوگر بہت سی باورائی قوتیں رکھتے ہیں اور بینک ایسے عمل کر لیتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے جبکہ میں نے بھی اپنی رہائش گاہ میں بہت کچھ کیا تھا، بہترین کارپینٹروں نے میرے لئے کام کیا تھا جنہیں میں اپنی دنیا سے لایا تھا اور پھر بہت کچھ دے کر میں نے انہیں واپس پہنچایا تھا کاش تم۔۔۔۔۔ میری رہائش گاہ دیکھتے۔۔۔۔۔“

”ہم نے اسے دیکھا ہے پنڈت رائے اور وہیں سے یہاں تک پہنچے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”چاہ کر دیا کم بخت سمبوریوں نے اسے۔“  
”لیکن وہ تمہارے دشمن کیوں بن گئے۔۔۔۔۔؟“  
”موبلوں نے ہمیشہ میرا احترام کیا، میرے لئے کام آئے۔۔۔۔۔ سمبورے مجھے ان کا رہنا سمجھتے تھے۔“ پنڈت رائے نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔  
”تم نے ان کے تحفظ کے لئے کچھ نہ کیا۔“

”میں نے انہیں زراعت سکھائی۔ وہ خوش حال ہو گئے، لیکن میں جنگجو فطرت کا مالک نہیں تھا۔“ پنڈت رائے کے لہجے سے دکھ کا احساس ہوتا تھا۔

”تو یہ سب بورٹونوٹا نے اپنے جادو کے زور سے کیا ہے۔“  
”یقیناً۔۔۔۔۔ اور چونکہ وہ مذہب دنیا کا طرز رہائش جانتا ہے۔“  
”یہاں اس کے ساتھ اور کون ہے۔۔۔۔۔؟“  
”کوئی نہیں۔۔۔۔۔ میرے سوا۔۔۔۔۔“

بورٹونوٹا نے کہا۔ ”ہیا ناقابل یقین صلاحیتوں کا مالک ہے، مستقبل میں مجھ سے یثالیہ کا سب سے بڑا رہنما بنتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ رہنا کا تمام جادو میرے علم میں ہو، اس کے جادو گروں کے پاس کون کون سے علم ہیں۔ کتنے جادوگر اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہ سب ہیا معلوم کرے گا اور مجھے بتائے گا کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا۔“

”کیا اس نے خوشی سے یہ کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔؟“  
”کامل خوشی کے ساتھ کیونکہ۔۔۔۔۔ وہ کور کی ہسیا کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور بعد میں مجھے ہی یہ کرنا ہے۔“ بورٹونوٹا نے مسکرا کر کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد مکمل خاموشی رہی تھی، پھر بورٹونوٹا نے کہا۔ ”ممتاز مہمانوں کو یہاں ہر سہولت حاصل ہوگی پروفیسر حق، انہیں یہاں قیام کرنے دو۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ میں تمہیں دوسرے شعبے دکھاؤں۔“

”لو کے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔ پھر بولا۔ ”امید ہے۔۔۔۔۔ تم لوگ پنڈت رائے کے ساتھ بہتر وقت گزارو گے۔“ پھر وہ بورٹونوٹا کے ساتھ باہر چلا گیا۔  
”پنڈت رائے کچھ لمحے خاموش رہا پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ”میرے بچے، وقت نے میرے اندر بہت سی تبدیلیاں کر دی ہیں شاید میں تمہیں اپنی بات کا یقین دلا سکوں، میری آرزو ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کرو۔۔۔۔۔ ماہر طبیبی میں تم سے مخاطب ہوں۔“  
”مجھے کیا کرنا ہے پنڈت رائے۔“ میں نے کہا۔

”پہلے مجھ پر اعتماد کا اظہار۔“  
”وہ میں کرتا ہوں اور میں جھوٹ نہیں بولتا، لیکن اس وقت تک جب تک میرا راز نہ کھلا جائے، میری منزل میں رکاوٹ نہ بنا جائے اور میری منزل صرف اور صرف ہیا ہے۔“  
”وہ لمحہ۔۔۔۔۔ جب میں نے محسوس کیا کہ میرے کسی عمل سے تمہاری پیشانی شکن آلود ہو گئی ہے میری اور تمہاری قربت کا آخری لمحہ ہو گا اور تمہیں مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی کہ پنڈت رائے ہم سے دور ہو جاؤ۔۔۔۔۔ اور یہاں۔۔۔۔۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ اب وہ تم سے دور نہیں ہے اور یہی یقین وہ رکھتا ہے اور پوری خوشی سے وہ کر رہا ہے اسے کرنا ہے۔ تم نے ٹیلی پیٹھی کے ذریعہ اس سے رابطہ کیا تھا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو۔۔۔۔۔؟“  
”وہ مجھے سب کچھ بتاتا ہے۔۔۔۔۔“  
”لیکن اس سے پھر میرا رابطہ نہیں ہو سکتا اس کا ذہن میری گرفت میں نہیں آتا۔“  
”یہ ضروری ہے۔“  
”کیوں۔۔۔۔۔؟“  
”میں نے اسے کہ وہ اس وقت صرف ایک کھلوتا ہے۔ یثالیہ کے جادو گروں کے قریب

”اوہ، نہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔“

”کیوں....؟“

”اس نے ہماری تواضع کی تھی، کسی نے ہمارے لئے لوازمات تیار کئے تھے۔“

”ایسا ہوتا ہے۔“

”کیا مطلب....؟“

”اس کے حکم پر حکم کرنے والے کبھی نظر نہیں آئے۔“

”انوکھا جلوہ گر ہے۔۔۔“

”جلوہ....“ پنڈت رائے نے کہا۔ پھر مسکرا دیا۔۔۔ پھر بولا۔ ”لیکن جب تم دونوں کچا ہو جاؤ گے تو ان سب کے جلوہ سلب کر لو گے یہ بات وہ نہیں جانتے۔ وہ طلسمی علوم رکھتے ہیں لیکن عقل کا جلوہ ہر طلسم پر حاوی ہے۔ وقت اس کی تصدیق کرے گا اسی لئے میں اب اس سے کسی سے خوف زدہ نہیں ہوں، بلکہ یہ سمجھو کہ یہی میری تحقیق کا مرکز ہے۔ میرا اصل کام ہیا پر تحقیق تھا اور اس تحقیق میں میری عمر گزر گئی لیکن اب وہ وقت قریب ہے۔“

”ہیا تمہارے پاس تھا....؟“

”ہاں اب تک۔۔۔ اگر درمیان میں افلو نہ پڑتی تو اس وقت وہ تمہارے سامنے ہوتا۔“

”آہ.... کاش....“ میں نے کہا۔

”نہیں۔ اس طرح راستے کے پتھر ہٹ رہے ہیں جن کی تفصیل میں ہمیں بعد میں

بتاؤں گا۔“

”وہ کتنا بڑا ہو گیا ہے۔“ میں نے محبت سے پوچھا۔

”بڑا.... نہیں وہ بڑا نہیں ہوا ہے۔“ پنڈت رائے نے مسکرا کر کہا۔

”کیا مطلب....؟“

”تمہارے سینے میں اس سے جدائی کے زخم کا نشان ہو گا....؟“

”ہاں، ہے۔۔۔“

”وہ اسی زخم پر چسپاں ہو سکتا ہے۔“

”اس کی جسامت نہیں بڑھی....؟“ میں نے شدید حیرت سے پوچھا۔

”قطعی نہیں، جسامت تمہاری بڑھی ہے اس میں ہیا کا حصہ بھی ہے۔ وہ اتنا ہی بڑا

ہے۔“

”کتنا تھا سا....؟“ میں نے بدستور حیرت سے پوچھا۔

”ہاں.... بالکل....“

”کیسی عجیب بات ہے۔“

”عجیب بات نہیں ہے، کیوں.... اس کی تفصیل میں ہمیں پھر بتاؤں گا۔ ایک اور بات

کہنا چاہتا ہوں۔“

”کیا....؟“

”پروفیسر حق کو خطرہ لاحق ہے۔“

”کیوں....؟“

”پروفیسر بورٹونوٹا کے الفاظ بتاتے ہیں۔“

”مجھے وضاحت سے بتاؤ۔“

”وہ ایک مسلمان عالم ہے، اپنے دینی علوم کو اپنی زندگی پر افضل سمجھتا ہو گا۔ گندے

علوم کا ماہر بورٹونوٹا اس سے چاہے گا کہ یہ علم اسے دے دے.... یہ ممکن نہ ہو گا اور یہی

بات بنائے محاصرت بنے گی۔“

”تو پھر....؟“

”اس کا کوئی حل نکالنا ہو گا۔“

”اب تم کیا کرو گے پنڈت رائے....؟“

”ہمیں سمبوریوں کی تباہی کا انتظار ہے، اس کے بعد بورٹونوٹا اپنا کام کرے گا، ہمیں اس

کا انتظار ہے۔“

”آہ، ایسا تو دیر میں ہو گا۔“

”شاید نہیں....“

”بورٹونوٹا یہیں رہتا ہے۔“

”نہیں.... وہ یثالیہ میں رہتا ہے.... کب اور کیسے یہ میں نہیں جانتا اس نے مجھے

نہیں بتایا۔“

اس کے بعد پنڈت رائے سے پوچھنے کے لئے کچھ نہیں رہا تھا یا پھر میرے ذہن میں

نہیں آیا تھا، لیکن دُوم کے ذہن میں بھی کچھ تھا، اس نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

”تم نے کہا تھا پنڈت رائے کہ ہیا کے دل میں کور کی محبت ہے۔“

پنڈت رائے چونک پڑا.... مسکرایا.... پھر بولا۔

”میرے حساب سے یہ سب سے اہم سوال ہے ہاں ایسا ہے اور یہ ایک عجیب کہانی ہے

جسے کور والے اور ہم آشنا کہتے ہیں بیشار صدیوں کی روایت ہے اور جس قدر کور کے بارے

میں مجھے معلومات حاصل ہیں وہ یہ ہیں کہ مملکت کور مشترکہ السل مملکت ہے۔ قدیم مصر

کی تاریخ دو حصوں پر مشتمل ہے شاید کور کی آبادیاں مصری اور یونانی تہذیب کے امتزاج

سے وجود میں آئی ہیں انہی میں کیلی کریش کا ذکر ملتا ہے اور شاید تمہیں وہ ماحول سہرائے

اعظم کے اس ماحول سے بہت مختلف محسوس ہو۔ آشنا آج بھی کور کی دیوی ہے، پر اسرار

قوتوں کی مالک.... ستاروں کی ملکہ اور اسے کیلی کریش کی تلاش ہے۔ بورٹونوٹا نے غلط نہیں

جادوگر ہے اور صحرائی جلو گروں کے جادو کو پاک علوم کے اشتراک سے شکست دینا چاہتا ہے۔  
”اوہ تو پھر...؟“

”اول تو یہ کہ میں ان علوم سے بالکل واقف نہیں ہوں، میں تو ایک مدرس ہوں عالم نہیں، دوم یہ کہ اس خباثت میں اس کا شریک تو زندگی کی قیمت پر بھی نہیں ہو سکتا۔“  
”اس نے آپ سے یہ فرمائش کی ہے پروفیسر... پنڈت رائے نے پوچھا۔  
”فرمائش نہیں... حکم دیا ہے... مفاہمت کی راہ اختیار کی ہے، لیکن مصلحت...“  
”کیا وہ یہ علم آپ سے سیکھنا چاہتا ہے...؟“  
”چاہتا تو یہی تھا، لیکن اس نے یہ راستہ بند کر دیا۔“  
”وہ کیسے...؟“

”حقیقت بیان کر دی۔ یہ تو سچائی ہے کہ دین کا پہلا سبق سیکھنے کے لئے برسوں کی ریاضت درکار ہے، مسلمان ہونا ضروری ہے، پاکی اور طہارت قلب درکار ہے اور برسوں کی ریاضت اگر صفائی قلب کر دے تو ابجد شروع ہو۔“  
”پھر اس نے کیا کہا...؟“

”اس نے کہا کہ پھر میں اس کے لئے سب کچھ کروں۔“  
”اب تم کیا چاہتے ہو پروفیسر...؟“ میں نے سوال کیا۔  
”تم نے دو بار میری مدد کی ہے، ماہر طبالی! مجھے پھر تمہاری مدد درکار ہے۔“ پروفیسر عاجزی سے بولا۔  
”کیسے...؟“

”اس بد بخت سے میری زندگی بچا کے مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لو۔ مجھے اپنے درمیان جگہ دے دو۔“

میں نے پنڈت رائے کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ ”مناسب اور آسان“ بھلا اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ تمہارا تعلق مذہب دنیا سے ہے اور تم ہم میں سے ایک ہو۔“ پروفیسر نے ممنون انداز میں گردن جھکا لی اور دیر تک سوچنے کے بعد وہ مغموں لہجے میں بولا۔

”کبھی کبھی بے حد خطرناک فیصلے بڑی سادگی اور آسانی سے ہو جاتے ہیں ایسے فیصلے جن سے زندگی ختم ہو جائے۔“  
”مگر وہ اب کہاں ہے...؟“  
”بقول اس کے ہمیں خود اپنی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔ وہ مصروف ہو گیا ہے۔“  
”یعنی اب یہاں نہیں ہے۔“

کہا تھا۔ ستاروں والی نے کئی بار ہیا کے گرد طواف کیا ہے اور ہیا نے اسے دیکھا ہے، پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اس کی منزل ہے، ہیا اس کا طلبگار ہے، لیکن شاید تکمیل کے بعد۔“  
پروفیسر حق واپس آگیا۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے بورٹوٹا اس کے ساتھ نہیں تھا۔  
”کیوں پروفیسر بورٹوٹا...؟“

”ہاں... اس نے کہا ہے کہ اب وہ مناسب وقت پر ہم سے ملاقات کرے گا۔“ پروفیسر حق نے کہا۔  
”مناسب وقت کا کوئی تعین ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
”شاید نہیں...“

”میں جلد بازی نہیں کر رہا پنڈت رائے۔ نہ ہی میں تمہارے کسی منصوبے سے منحرف ہونا چاہتا ہوں، لیکن یہ شخص مجھے اس وقت بھی پسند نہیں تھا جب وہ مجھے جہاز پر ملا تھا اور اب بھی اس کے انداز میں ایک برتری کا احساس ہے، جیسے وہ خود کو ہمارا رہنما یا مالک سمجھتا ہو۔ یہ احساس میرے لئے موت سے برا ہے۔ پنڈت رائے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا، کیا تم خود کو اس کا محکوم سمجھتے ہو۔“

”نہیں... اگر میں ذہنی طور پر اس سے الگ ہو جاؤں تو یہ کچھ نہیں ہے۔ بس اس نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میں اب تک اس کے منصوبے پر اس لئے کام کرتا رہا ہوں کہ مجھے تم لوگوں کے آجانے کی امید نہیں تھی۔“ پنڈت رائے نے کہا۔  
”کیا ہم اب اس سے الگ ہو سکتے ہیں...؟“  
”کوئی نیا منصوبہ بنانا ہو گا۔“

”میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔  
”شاید یہ کہ اب تم ہمارا ساتھ نہیں دے سکو گے کیونکہ اپنے دوست سے ملاقات ہی تمہاری منزل تھی۔“ میں نے کہا۔  
”نہیں... کچھ اور... بیشک میرا مقصد یہی تھا لیکن اب کچھ اور صورتحال ہے۔“  
”کیا...؟“

”میں مشکل میں گھر گیا ہوں، بہت بڑی مشکل میں، حقیقت یہ ہے کہ میں بورٹوٹا کے اصل مقصد سے واقف نہیں تھا، بلکہ یوں سمجھو کہ اس نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے۔ وہ پراسرار افریقہ کے کچھ علوم میں میرے ساتھ ایک مشترک تحقیق چاہتا تھا، لیکن اب وہ کچھ اور کہتا ہے۔“

”کیا پروفیسر حق...؟“  
”وہ علوم خبیثہ میں علم دین کی شمولیت میں میرا ساتھ چاہتا ہے کیونکہ وہ خود یشاہیہ کا

”ہاں ایسا ہی ہے۔“

”کچھ فکر نہیں، صحرا میں نہ تو خوراک کی قلت ہے اور نہ پانی کی.... یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو کسی اور شے کی حاجت نہیں ہوتی۔ ڈوم شکار با آسانی کر لیتا ہے.... میں بھی اس کا ساتھ دوں گا۔“ میں نے کہا۔

”اس کے لئے اس نے کچھ کیا ہے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”کیا؟“

”جی کہ ہمیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہوگی۔“

”لیکن کیسے؟“

”یہ تو شاید وقت ہی بتا سکے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر بورٹونوٹا کے اس دعوے کی تصدیق ہو گئی۔ کافی کی سوندھی خوشبو نے رہنمائی کی۔ میں اور پنڈت رائے اس خوشبو کی تلاش میں نکلے اور ہمیں دوسرے غار میں دی برتن نظر آئے جو پہلے ہمارے سامنے آچکے تھے۔ کافی کے بڑے برتن سے دھویں کی لکیر نکل کر فضا میں چکرا رہی تھی۔ پلیٹ میں چند سینڈویچ رکھے ہوئے تھے۔ بہر حال یہ حیرت کا مقام تھا، لیکن ہماری ضرورت بھی۔

”یہ کیسے اور کہاں سے آئے۔ میرے خیال میں اس سوچ میں وقت نہیں ضائع کیا جا سکتا۔“ خوش ذائقہ کافی سے شغل کرتے ہوئے پروفیسر حق نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”یہ سب کچھ ہمیں ایک اور احساس دلاتا ہے۔ بشرطیکہ آپ مجھ سے اتفاق کریں۔“

”کیا؟“ پنڈت رائے نے پوچھا۔

”اس کی غلام کچھ نادرہ قوتیں موجود ہیں جو اس کے احکامات کی تعمیل کرتی ہیں، ممکن ہے ان کی ذمے داریاں یہ بھی ہوں کہ ہم پر نگاہ رکھیں۔ ایسے حالات میں ہمیں اپنے قول و عمل میں محتاط رہنا ہو گا۔“

”بالکل درست خیال ہے، ہمیں ایسا کرنا ہو گا۔“ پنڈت رائے نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

”لیکن کیا ہم قیدیوں کی طرح اس غار میں دن رات بسر کریں گے؟“ میں نے سوال کیا۔

”شاید نہیں.... کیونکہ اس نے مجھے اس کے لئے ہدایت نہیں کی بلکہ میرا ایک اور خیال ہے۔“

”کیا؟“

”ضروری گفتگو ہمیں باہر کھلی فضا میں کرنی چاہئے.... یہاں اپنی باتوں میں بھی محتاط رہیں۔“

باہر نکلنے کا پہلا تجربہ میرے لئے دلچسپ تھا۔ ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی تھی، لیکن ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا وہ یہ کہ ہم ان غاروں سے زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ ایک بار پھر ایسی مشغولت ہوئی.... اور طے کیا گیا کہ اب بھی جلد بازی سے کام نہیں لیں گے بلکہ کچھ وقت یہاں گزار کر یہ جائزہ لیں گے کہ بورٹونوٹا کے اقدامات کیا ہوتے ہیں۔

”کیا وہ ہماری طرف سے مشکوک ہو گا....؟“ رائے نے پروفیسر حق سے سوال کیا اور پروفیسر حق کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر پچھلی سی مسکراہٹ سے بولا۔

”شاید ساری غلطی میری ہی ہے، میں اپنے تجسس کے جال میں پھنس کر بڑی کلوٹوں کے بعد اپنے قید خانے میں آیا ہوں، جہاں تک میرا اندازہ ہے اسے ہماری طرف سے کوئی شک نہیں ہوا۔ وہ ہمیں متعاون سمجھ رہا ہے۔ پنڈت رائے اس کے ساتھ تھے اور اس کے ممنون کرم بھی کیوں کہ اس نے ان کی زندگی بچائی ہے میرے بارے میں اسے ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ جو کچھ وہ مجھ سے چاہتا ہے مجھے اس سے اس قدر اختلاف ہے۔ میں نے کم از کم یہ ضرور کیا ہے کہ اسے اپنے اندر کی کیفیت سے ہوشیار نہیں ہونے دیا۔ اور وہ مجھے مسٹر طباطبائی.... تو اب ہماری ایک ضرورت بن چکے ہیں۔“

”ہوں، ہمیں اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔“ پنڈت رائے نے تبصرہ کیا۔

”لیکن اب کرنا کیا ہو گا....؟“

”فی الحال انتظار.... یہی مناسب ہے۔“

ان دونوں سے ہٹ کر ڈوم نے مجھ سے کہا۔ ”مجھے کچھ نہیں کہنا چاہئے آقا، لیکن اگر تمہاری اجازت ہو تو....“

”تم خود کچھ بھی کو ڈوم.... حقیقت بھی یہی ہے اور میرے ذہن میں یہی کہ تم خود ساختہ غلام ہو.... ورنہ میں تمہیں ایک دوست سمجھتا ہوں۔“

”یہ بڑا مرتبہ میری خوش بختی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا کچھ شاطر بوڑھے ہم پر مسلط نہیں ہو گئے۔“

”پنڈت رائے اور پروفیسر حق....“

”ہاں، اور وہ کالا جادوگر بھی....“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”نہ میں کوئی علم جانتا ہوں ڈوم نہ اس قدر باصلاحیت ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا ہے خود کر لیتا، البتہ کچھ اچھے لوگوں کے ساتھ رہ کر اب تک جو کچھ ہوا ہے اس پر غور کرنے کی کوشش میں مجھے کامیابی حاصل ہو گئی ہے اور میں اسے بہت کافی سمجھتا ہوں۔ ڈوم بچپن میں ہی میرا استاد تھا۔ وہ مجھے دنیا کی باتیں بتاتا تھا۔ پھر میری زندگی کے بیس سال کھو گئے۔ یوں سمجھو میں سوتا رہا تھا۔ پھر جاگا تو عالی تبارک نے

”جیتا پسند کرو گے پروفیسر؟“ پنڈت رائے نے کہا۔  
”خصوصاً تمہارے لئے پنڈت رائے، کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ تمہارے بدترین دشمن اپنے کئے پر پشیمان ہیں۔“

”کیا مطلب....؟“  
”وہ یقین کر چکے ہیں کہ بو آنا ان کا دشمن نہیں تھا اور بڑی عقل والے نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ مولیوں کو سمجھائیوں پر فوقیت دلائیں۔ ایسا ہوتا تو وہ انہیں ہتھیار بیٹا سکھاتا اور اگر وہ ایسا کرتا تو سمجھائیوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔ اب وہ سخت شرمندہ ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے مکاؤ یا کو جو راہ دکھائی ہے وہ میرا اصل کام ہے۔“

”وہ کیا....؟“ پنڈت رائے نے پوچھا۔ پورٹونوٹا نے ہنسنے لگا۔  
”میرے دوستو.... اصل میں تمہاری دنیا نے مجھے علم و دانش سے روشناس کرایا ہے اور میں نے وہاں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یثالیہ میری قلمرو ہے لیکن وہاں مجھے دوسرے درجے کا انسان قرار دے کر رہا ہے۔ اگر وہ مجھے یثالیہ کا سب سے بڑا جلاوگر اور اپنا مشیر تسلیم کر لیتی تو شاید اس کی ساری خواہشات پوری ہو جاتیں.... خصوصاً کور کی تسخیر کی خواہش، کیونکہ میں خود اس کا خواہش مند ہوں.... لیکن آخر عورت ہے.... اپنے ماحول کو نہ سنبھال سکی اور مجھ جیسے انسان سے ٹکرا گئی۔ اب اس کا نتیجہ بھگتنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے اس کے ارد گرد بہت سے جال پھیلا دیئے ہیں اور وہ قدم بہ قدم اس تار عنکبوت کی طرف بڑھتی آ رہی ہے۔ پنڈت رائے.... تم ایک محقق ہو.... اور کور کے راز جانتے ہو۔ میں تمہیں کور کے ہر راز سے آگاہ کروں گا.... پروفیسر حق.... تم اپنے علم سے میری مدد کرو گے اور اس کے عوض میں تمہیں ان علوم سے آگاہ کروں گا جو میرے پاس ہیں.... اور ماہر طبیب.... تم اپنے ہیا کو پا کر اپنے وجود کی تکمیل چاہتے ہو۔ یہ وقت سب سے قریب ہے، گویا ہمارے مفاہات مشترک ہیں مجھے یقین ہے ہم سب مل کر اپنا کام با آسانی مکمل کریں گے۔ بہر حال سمجھائیہ کا مکاؤ یا اب بخوشی اس بات کے لئے تیار ہے کہ یثالیہ کی ملکہ راہینا کے سامنے اپنی سرداری کا تاج رکھ دے اور اس کی غلامی کا اعلان کر کے سمجھائیوں کو اس کی تحویل میں دے دے۔ یہ اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے میں نے۔“

”وہ تیار ہو گیا۔“ پنڈت رائے نے حیرت سے پوچھا۔  
”سب سے زیادہ اسے تمہارے تربیت یافتہ سپاہیوں اور آتشیں ہتھیاروں سے آگاہ کیا گیا ہے اور اب وہ جان چکا ہے کہ یثالیہ کے سپاہیوں کا ایک ہی رطل سمجھائیوں کی خاک کی طرح ہالے جائے گا، کیونکہ اس کی قوت ٹوٹ چکی ہے۔ اب وہ نہیں رہے۔ سمجھائیہ کو بالکل ہی ختم کر دے، اس لئے میری تجویز پر وہ ایک وفد کی شکل میں یثالیہ کے لئے تیار کیا کر رہے ہیں۔“ اور.... پورٹونوٹا نے فخریہ نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

میرا ساتھ دیا اور مجھے میری منزل کی طرف بڑھانے میں تعاون کیا۔ اس کے بعد دوسرے بہت سے لوگ جنہیں تم جانتے ہو.... وہ مجھ سے بچھڑ گئے، لیکن غور کرو ڈوم! تو میرے راستے میں ہر شخص نے مدد کی ہے اور میرا سفر میری منزل کی جانب جاری رہا۔ لوکیسا کے لئے میرے سے زیادہ تم افسردہ ہو، لیکن اس سے جدا ہونا بھی ضروری تھا اگر وہ دوبارہ کبھی مجھے مل گئی تو شاید میں اسے نظر انداز نہیں کر سکوں گا۔ اسی طرح یہ دونوں بھی میرے معاون ہیں اور اب آگے کے سفر کے رہنما بن گئے ہیں۔ ہاں اگر یہ کہیں بھی راہ کی رکاوٹ بنے تو.... کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے جب تک یہ میرے رہنما ہیں ان سے تعاون میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

ڈوم نے گردن ہلا کر کہا۔ ”مجھے اطمینان ہو گیا، لیکن اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”کس کے....؟“  
”پورٹونوٹا کے لئے سوال کر رہا ہوں۔“  
”وہ گندی شخصیت کا مالک ہے۔ میرے لئے ناپسندیدہ.... اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ میرے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے.... اور یہ مجھے ناپسند ہے۔“

”تب بچھڑ.... اے....“  
”نہیں.... رائے اور حق کا خیال ہے کہ ابھی انتظار کر لیا جائے اور میں ان کے کام میں مشکل نہیں بننا چاہتا کیونکہ.... وہ مجھ سے مخلص ہیں۔“  
”ٹھیک ہے آقا.... ویسے دل کی ایک بات اور کہوں۔“

”ہاں....“  
”جب وہ کور کے بلدے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے تو مجھے اس پر شدید طیش آتا ہے۔“ ڈوم نے کہا اور میں مسکرا دیا۔ میں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔  
پورٹونوٹا کے بارے میں اب اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ ایک پراسرار جلاوگر ہے۔ اس کے مایودہ غلام ہمارے لئے مستعد رہتے تھے لیکن کبھی کسی کے قدموں کی چاپ بھی نہیں سنائی دی تھی۔

”اس کے باوجود اس نے میری نگاہ میں اپنا مقام کھو دیا ہے حالانکہ میں نے اس سے بڑی عقیدت قائم کر لی تھی، لیکن....“ پروفیسر حق اکثر افسوس سے کہتا تھا۔  
”چھٹے دن اس سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت جب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ وہ غار میں داخل ہو گیا۔“ مجھے علم ہے کہ تم لوگ پرسکون ہو اور خلوص دل سے تعاون کر رہے ہو.... لیکن میں نے بھی اس دوران وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ تم ان پر رشک کرو گے۔“



خوشنما چاندنی نے ایک بدنما منظر پیش کیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کو ایک دائرے کی شکل میں جن کر اس نے نہ جلنے کیا بنایا تھا، لیکن اس دائرے کے ایک کنارے پر دو انسانی سر رکھے ہوئے تھے۔ دو سیاہ فام باشندوں کے سر۔ جن کی کئی ہوئی گردنوں سے اب بھی ذن بہہ رہا تھا۔

پروفیسر حق اور پنڈت رائے کے چہرے پیلے پڑ گئے۔ ان کے بدن کپکپانے لگے تھے، میں نے اور ڈوم نے تعجب سے یہ سر دیکھے تھے۔ تب بورٹونوٹا نے مجھے اور پروفیسر حق کو اشارہ کیا اور پتھروں سے بنائے ہوئے اس دروازے کے پاس جا کر بیٹھ جانے کی ہدایت کی لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا تھا۔ پروفیسر کے تو شاید پیروں میں حرکت نہیں رہی تھی اس لئے وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ اس کی استدعا بھری نظروں کا اندازہ لگا کر میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ تب بورٹونوٹا وحشیانہ انداز میں اس دائرے کے گرد چکر لگانے لگا۔ اس کے منہ سے ایک مدھم آواز نکل رہی تھی۔ رات کے اس ہولناک سنائے میں اس کی آواز بے حد ہمایک لگ رہی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح بھاگتا رہا پھر اچانک رکا اور پتھروں پر پھونک ماری۔ پھر ایک ناقابل یقین منظر نظروں کے سامنے آیا۔ اچانک چھوٹے پتھر سرخ انگاروں میں بدل گئے۔ پورا دائرہ سرخ اللاؤ کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن اس آگ میں تپش نہیں تھی البتہ سرخ روشنی نے ارد گرد کے ماحول کو چمکا دیا تھا۔ ہمارے چہرے بھی اس روشنی کی زد میں تھے البتہ ڈوم اور پنڈت رائے فاصلے سے کھڑے ہوئے تھے، پھر... بورٹونوٹا نے وہ دونوں سراٹھا کر آگ پر رکھ دیئے۔ بے حد گھناؤنا منظر تھا۔ دونوں سر دیکھتے ہوئے پتھروں پر رکھے تھے اور ان کی آنکھیں ہمیں دیکھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ لیکن نہ تو گوشت کی چرائند ابھر رہی تھی نہ دھوئیں کی کوئی لکیر ابھری۔ بدیہت جادوگر پھر ہمارے گرد چکرانے لگا اور پتھروں کی آگ پر رکھے ہوئے سر چھوٹے ہونے لگے، نہ جانے کیا فضول عمل تھا لیکن تھا حیرت انگیز۔ میں ان پھوٹے ہوتے سروں کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ وہ بالکل چھوٹے ہو کر نگاہوں سے او بھل ہو گئے۔ تب بورٹونوٹا رک گیا اللاؤ آہستہ آہستہ سرد ہو کر بے نور ہو گیا تھا۔ ہمارے کانوں میں بورٹونوٹا کی آواز ابھری۔

”کیا میرا تجربہ کامیاب رہا۔۔۔؟“

”ہم کھڑے ہو جائیں۔۔۔؟“ پروفیسر حق نے سوال کیا۔

”ہاں ضرور۔۔۔“ بورٹونوٹا بے اختیار مسکرا کر بولا۔

میں نے ڈوم اور پنڈت رائے کو شدید حیران ہوتے دیکھا تھا۔ وہ دونوں ہمیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آیا پروفیسر ایڈلاس۔۔۔“ پروفیسر حق نے خود کو سنبھال کر کہا۔

”آجائے گا۔۔۔ بہت جلد آجائے گا کچھ لمحے توقف کرو۔۔۔!“

تم چاروں بھی اس وفد کے ہمراہ ان کے ساتھ ہو گے۔“  
سب ساکت رہ گئے۔۔۔ پروفیسر حق نے کچھ لمحوں کے بعد کہا۔  
”ہم سب۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔ یہی میرا عظیم کارنامہ ہے۔“ بورٹونوٹا مسکرا کر بولا۔  
”کچھ اجنبی اور غیر لوگوں کو وہ وفد کے ہمراہ قبول کر لے گی؟“ پروفیسر حق نے سوال کیا۔

”ہاں، یہ بات مکھڑیا اسے باور کرائے گا کہ یہ لوگ خوشحالی کے پیامبر ہیں۔“  
”ہیادہیں ہو گا۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
”وہ رائینا کے پاس ہے، میں تمہیں بتا چکا ہوں۔۔۔ اور رائینا اب تمہیں دوست گردانے گی۔“

”تم کہاں ہو گے۔۔۔؟“ میں نے پروفیسر بورٹونوٹا سے سوال کیا۔  
”تمہارے قریب، وہاں جہاں تم پہنچو گے۔ سیلیہ میری بستی ہے، میں وہیں رہتا ہوں۔“

”لیکن پروفیسر ایڈلاس۔۔۔ ہمارے ساتھ ایک مشکل کا شاید تمہیں احساس نہیں ہے۔“  
پروفیسر حق نے کہا۔  
”وہ کیا۔۔۔؟“

”ہم مقامی زبان نہیں جانتے۔۔۔ نہ میں اور نہ۔۔۔“  
”ماہر طباطبائی۔۔۔ حالانکہ دونوں اہم کردار ہیں جبکہ یہ افریقی جوان اور پنڈت رائے مقامی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں۔۔۔ لیکن تم نے اچانک بورٹونوٹا کی قوتوں کو کیوں فراموش کر دیا۔۔۔ میں تمہیں با آسانی اس زبان سے روشناس کرا دوں گا۔“  
”کیسے۔۔۔؟“ پروفیسر حق نے حیرت سے کہا۔

”آج ہی رات۔۔۔ تمہیں بہت سے اندازے ہو جائیں گے۔“ بورٹونوٹا نے کہا۔  
رات کے کھانے سے فراغت ہو گئی تھی۔ بورٹونوٹا پھر غائب ہو گیا تھا ہم چل قدمی کے لئے باہر نکل آئے۔ آسمان شفاف تھا اور ستارے پورے آسمان پر چھائے ہوئے تھے یہ ایک حسین رات تھی پھر چاند نے سرا بھارا اور صحرا کے حسن میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن کچھ ہی دیر کے بعد بد صورت بورٹونوٹا ایک چٹان کے عقب سے نمودار ہو گیا اور قریب آ گیا۔ اس کے بدن پر تازہ خون کے بڑے بڑے دھبے پڑے ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے یہ خون پھواروں کی شکل میں اس کے لباس پر پڑا ہو۔ اس کے چہرے پر درندگی نظر آ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا رہا تھا، پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں ساتھ آنے کے لئے کہا اور ہم اس کے ہمراہ چل پڑے۔ وہ ہمیں اس چٹان کے عقب میں لے گیا جہاں سے وہ خود آیا تھا۔

”یہ کئے ہوئے سرکس کے تھے۔“ میں نے پوچھا۔

”مجموریہ کے دو جوانوں کے اب وہ ہی ہمارے بست سے کالوں کے ذمے دار ہیں۔“

”کیا تم نے انہیں ہلاک کیا تھا؟“

”ہاں، وہ ہماری ضرورت تھے لیکن تم ان کا غم نہ کرو۔ لاتعداد سموریوں کی زندگی بچائی ہے میں نے۔ کچھ قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں۔ یہ عمل بہت ضروری تھا کیونکہ اس سے

آنے والے وقت کی پیشتر ضرورتیں پوری ہوں گی۔“

”آخر کیسے....؟“ میں نے جھٹائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”تم لوگ اسے بتاؤ.... سبھے پنڈت رائے.... تم لوگ انہیں سمجھاؤ....“

”ماہر طبالی....“ پنڈت رائے کی سرسراہٹ آواز ابھری۔ ”تم دونوں یہ تمام باتیں مقال زبان میں کر رہے ہو، کیا تم نے غور کیا، تم ڈوم کی زبان میں بول رہے ہو۔۔۔۔۔“

کچھ لمحے تو پنڈت رائے کے الفاظ سمجھ میں ہی نہیں آئے تھے اور جب سمجھ میں آئے تو ایک لمحے کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ پروفیسر حق کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ”مجموریہ کے دو جوانوں کی قربانی نے تمہیں ان کی زبان دیدی ہے، اب تم یہ زبان سمجھ بھی سکتے ہو اور بول بھی سکتے ہو، کیوں پروفیسر حق، ہارڈ یونیورسٹی میں جو مقالہ میں نے دیا تھا یہ اس کی تصدیق نہیں ہے۔“

”ہاں پروفیسر تم ٹھیک کہتے ہو۔“ پروفیسر حق نے بوجھل لمحے میں کہا۔

”میں اپنی زندگی کے سب سے اہم لمحات سے گزر رہا ہوں، میرے اس مشن کی تکمیل ہو جائے اور سیالیہ میں مجھے میرا انعام مل جائے تو میں تمہیں دکھاؤں گا کہ میں کیا ہوں نہیں وہ سفید نسل کا ڈاکٹر گوگل ہاتھ یاد ہے، جس نے میرا مذاق اڑایا تھا۔“

”یاد ہے۔“

”ہم ان سے بھی رابطہ کریں گے پروفیسر حق! اور انہیں دکھائیں گے کہ صحرائے اعظم کا محرف مذاق نہیں ہے اور تم پہلے مخلص ہو گے جو اس سحر کے بارے میں جانتے ہو گے میں تمہیں سب کچھ سکھا دوں گا۔ کیسا انوکھا عمل ہو گا ان جادو گروں کے لئے جو سیالیہ میں اپنے جادو سے بڑے بنے ہوئے بیٹھے ہیں جب ایک مختلف جادو ان کی دیوار بنے گا۔“

پروفیسر حق نے بعد میں نفرت بھرے لمحے میں کہا۔ ”اور یہ ناپاک انسان سمجھتا ہے کہ میں اس کے لئے اپنا دین و ایمان کھو دوں گا، لعنت ہو اس پر۔۔۔۔۔“ لیکن یہ حقیقت تھی کہ اب میں ڈوم سے اس کی زبان میں بات کر لیتا تھا۔

پھر مجموریہ کے مکاویا نے ان غاروں کے سامنے قیام کیا اور بورٹونوٹا نے ہم سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ تمہارے مددگار ہیں اور ملکہ رابینا کو تمہارے لئے موم کرنے میں معاون ہوں گے۔ خبردار ان کا احترام کرنا اور میرے بارے میں رابینا کو کچھ نہ بتانا۔“ پھر بورٹونوٹا نے ہمیں رخصت کیا تھا۔ وہ کتنا ہی کرم اور قابل نفرت شخصیت کا مالک تھا لیکن ایک احسان اس نے آخر کار کر ہی دیا تھا۔ میں اپنے ساتھ سفر کرنے والے سموریوں کی ہر بات سمجھ اور انہیں ان کی زبان میں جواب دے سکتا تھا۔

صحرائے اعظم میں پرسکون سفر کرنا یہ وحشی ہی جانتے تھے۔ ہر آواز، ہر خوشبو سے آشنا، ہر چہرہ مشکل سفر بے حد آسان رہا اور ایک رات کی صبح یوں ہوئی کہ ہم نے لاتعداد وحشیوں

میں۔ بہت دور کچھ گھوڑے اس طرف چلے آ رہے تھے۔ ان پر موجود سوار بڑی شان سے اڑے ہوئے بیٹھے تھے کچھ دیر کے بعد یہ فاصلہ طے ہو گیا اور میں نے رابینا کو دیکھا۔ اس کے بدن پر چمکدار پروں کا لباس تھا۔ سر کے بال سنہرے اور ٹخنوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ رنگت تانبے کی طرح سرخ اور سلگتی ہوئی تھی اور خد و خال میں ایک دل موہ لینے والی جاذبیت تھی۔ آنکھیں سمجھوری اور بے پناہ چمکدار تھیں بدن کے کھلے ہوئے حصوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے حد سڈول اور ورزشی بدن کی مالک ہے۔ پروفیسر حق نے کسی کی طرف دیکھے بغیر بڑوانے والے انداز میں کہا۔

”میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ خالص افریقی نہیں ہے۔“

”دو غلی نسل....“ پروفیسر حق نے پھر اسی انداز میں کہا۔

رابینا کے آگے اس کے بد صورت اور بد بخت جادوگر تھے جنہوں نے گھوڑوں سے اتر کر ایک قطار بنائی۔ رابینا چمکدار آنکھوں سے آنے والوں کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے مجھے دیکھا، اور اس کی نگاہیں مجھ پر گڑی رہیں۔ یوں لگا جیسے وہ کچھ لمحوں کے لئے حیر زدہ ہو گئی ہو۔ میری آنکھیں بھی اس پر گڑی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں کے لئے ہم اسی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ سنبھل گئی اور اس نے گھوڑا آگے بڑھایا۔

اچانک مکاؤیا آگے بڑھا۔ اس نے اپنا کلمہ اڑا نیچے رکھا اور سجدہ ریز ہو گیا۔ رابینا نے گھوڑے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا کر پوری قطار کا جائزہ لیا، پھر بولی۔

”مکاؤیا.... سمبوریہ کے مکاؤیا.... کیسے آیا ہے یہاں؟“

”یشالیہ کی ملکہ.... سمبوریہ کو تیرے تحفظ میں دینے، خود کو تیرا غلام بنانے۔“

”تو کیا تو سمبوریہ کو یشالیہ کے زیر نگیں دینا چاہتا ہے؟“

”اور ایسا کر کے خود کو خوش بخت سمجھوں گا۔“

”مگر پہلے تو اس سے انکار کر دیا تھا تو نے۔“

”جن لوگوں نے مجھے اس بہتر کلام سے روکا تھا میں نے انہیں قتل کر دیا۔ وہ بھٹکانے والے تھے۔“

”تو نے بہتر فیصلہ کیا اور بروقت کیا.... ورنہ تجھے بہت جلد اس انکار کا مزا چکھنا پڑتا۔“

”سمبوریہ تیری پناہ چاہتا ہے۔“

”ہم نے تجھے اپنی پناہ میں لیا اور اب سمبوریہ خوشحال ہو گا ان کی طرح جو ہمارے اطاعت گزار ہیں۔“

”رابینا عظیم ہے۔“ مکاؤیا نے کہا۔

”تیرے ساتھ یہ اجنبی چہرے والے کون ہیں؟“

”بو آتا.... اور اس کے مہمان!..“

کو جو نیزے سنبھالے ہوئے تھے اپنے گرد دائرہ بنائے ہوئے پایا۔

یہ پراسرار افریقہ کا سب سے پسماندہ یا روایتی علاقہ تھا کیونکہ نیزہ بردار وحشی بے لہجہ تھے اور ان کے بدن بس رنگوں سے رنگے ہوئے تھے، پتھر اے ہوئے بے نور چروں والے وحشیوں سے سمبوریہ کے سردار مکاؤیا نے گفتگو کی اور انہیں سمجھا دیا کہ وہ رابینا کے غلام ہیں اور اس کے حضور آئے ہیں۔ تب وہ قطار بنا کر ہمیں لے چلے۔ آگے جنگلوں کا طویل سلسلہ تھا اور یہ سفر جنگلی چیونٹیوں اور دوسرے حشرات الارض کی مشکلات سے پر تھا، بڑے بڑے سرخ چیونٹے درختوں سے چمٹے ہوئے تھے اور ان سے بچ کر گزرتا پڑتا تھا۔ اس جنگل سے نکل کر ایک میدان کو عبور کیا گیا جس کے دوسرے سرے پر ایک ہاڑی دیوار نظر آ رہی تھی جس کے دامن میں جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ یہ جھونپڑے بیرونی حیثیت رکھتے تھے، باقی آبادی دیوار کے دوسری طرف تھی جس تک جانے کے لئے اس درے کو عبور کرنا پڑا تھا جو عین سامنے نظر آ رہا تھا اور سیاہ فام وحشی اسی درے سے چیونٹیوں کی قطاروں کی مانند آ جا رہے تھے۔

ہمیں انہیں جھونپڑوں کے پاس رکنے کے لئے کہا گیا اور لاتعداد وحشی ہمارے گرد بھیل گئے۔ مجھ پر ایک عجیب عالم طاری تھا۔ ہمایاں ہے، کچھ خوف بھی دامن گیر تھا۔ دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ جدائی کے لمحات ختم ہو گئے ہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے یہاں آ کر پڑ چلے گا کہ ہیا رابینا کے پاس نہیں ہے پنڈت رائے نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھ کر کہا۔

”ماہر.... میں تمہاری سوچوں کو سمجھ رہا ہوں، لیکن خطرناک لمحات میں خود پر قابو پائے رکھنا ہی دانشمندی ہے اگر تم یقین کر سکتے ہو تو ضرور کر لو کہ اس وقت ہم سب کی ایک ہی طلب اور یہاں تک آنے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے ہیا.... ہر لمحے صبر سے کام لیتا ہوں نہ ہو کہ تمہاری بے صبری سارا مقصد ختم کر دے۔“

”نہیں پنڈت رائے میں پرسکون رہوں گا۔“ میں نے گردن ہلا کر کہا۔ اور اپنے قول پر صادق آیا مکاؤیا بھی بے صبری سے اپنی طلبی کا انتظار کر رہا تھا لیکن ایک دن ہمیں یہیں گزارنا پڑا۔ دوسرے دن صبح کو ہمیں درے سے دوسری طرف لے جایا گیا۔ پراسرار براعظم میں یہ خطہ بڑا صحرائی تھا۔ تاحد نگاہ قدرتی جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ پتھروں کے چھوٹے بڑے بے شمار ٹیلے جو اندر سے کھوکھلے تھے اور ان میں یشالیہ آباد تھا۔ ان نیلوں کے درمیان بڑے بڑے میدان بکھرے پڑے تھے اور یہ آبادی نگاہ کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہمیں ایک میدان میں لے جا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ سیاہ فام وحشی ہمارے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے، نیزہ بردار، قوی ہیکل وحشی جا بجا کھڑے ہمارے گرد پہرہ دے رہے تھے۔ دیر تک وہاں کھڑے رہے پھر اچانک بلندیوں سے نکلے بجنے کی آوازیں ابھریں اور وحشی مستعد

حسین اور نوجوان لڑکیوں کا ایک غول اندر آگیا درمیان میں ایک خوبصورت لڑکی ہاتھ میں سنہری تھیل لے کر کھڑے تھی۔ تھیل کے پتوں بیچ ایک لوہے کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا جسے بوڑھے جلاوگر نے اٹھایا اور میرے ہاتھ میں پہنا دیا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔

”پہاڑوں میں آنے والے اجنبی، عظیم راینہا نے تجھے پسند کیا اور اس کے لئے ہم نے تجھے۔۔۔ سو اب تو ممتاز ہے پورے قبیلے کے مردوں سے اور تجھے ہمارے ساتھ دوسری جگہ چلنا ہے۔ ہم تیرا پہلا حکم سننا چاہتے ہیں۔“

میں نے ایک لمحے سوچا پھر بولا۔ ”مجبوری سردار کہاں ہے۔“

”وہ برکتیں لے کر چلا گیا۔“

”میرا پہلا حکم یہ ہے کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں انہیں عزت و احترام کے ساتھ یہاں رکھا جائے۔“

”قبیل ہو گی، خیال رکھا جائے گا۔“ بوڑھے نے حکم دیا، پھر مجھ سے بولا۔ ”ہمارے ساتھ چلو نرم بھوان اب تم ہمارے ہو۔“ میں خاموشی سے اس گروہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اپنے ساتھیوں، خاص طور سے ڈوم کو چھوڑتے ہوئے مجھے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ یہ احساس کہ اب مجھے تنہا ہر فیصلہ کرنا ہو گا جبکہ میں اس کا عادی نہیں تھا، لیکن پھر میں نے اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کی اور فیصلہ کیا کہ اب اپنی عقل سے کام لے کر تمام فیصلے خود کروں گا۔ خود پر مکمل اعتماد کروں گا۔

جلاوگروں کا یہ گروہ مجھے ساتھ لے کر خاموشی سے چل پڑا، پھر ایک بلند پہاڑی پر بنے وسیع و عریض غار میں مجھے لے جایا گیا، یہاں بہت سی لڑکیاں خدایوں کی شکل میں موجود تھیں وہ میری خدمت گزاری پر مامور ہو گئیں، یہاں مجھے کوئی.... تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ آدھی رات کے قریب تمام لڑکیاں مجھے چھوڑ کر چلی گئیں اور میں اپنے بستر پر دراز ہو کر آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ سب نہایت واہیات تھا اور میں اس سے کراہت محسوس کر رہا تھا، مجھے ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن حالات مجبور کر رہے تھے، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ سارے مراحل کیسے طے کروں، اس وقت بھی آنکھوں میں نیند نہیں تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ یہاں سے نکلوں اور ہیا کو تلاش کروں، لیکن کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہتا تھا جو اس امید کو کم کر دے۔

دفعہ غار میں آہٹ سی محسوس ہوئی اور میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ سب سے کمرہ شخص کو میں نے پہچان لیا جو ہونٹوں پر انگلی رکھے خاموش کھڑا تھا۔ میں حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتا رہا، تب وہ میرے قریب آگیا۔

”مجھے سب معلوم ہے۔۔۔۔۔“

”تم.... یہاں.... بورٹوٹا....!“

”بڑی عقل والا تیرے ساتھ کیسے....؟“ راینہا اب پھر میرے سامنے آکھڑی ہوئی تھی اس کی پرشوق نگاہیں میرا بدستور جائزہ لے رہی تھیں۔

”عقلی ہماری تھی، بو آتا مولیوں کے ساتھ نہیں تھا وہ تو ہمارا ساتھی اور ہمدرد ہے۔“

”بو آتا اور اجنبی اب ہمارے مہمان ہیں، رکشدار معزز مہمانوں کو عزت کی جگہ لے جاؤ۔“ ایک سیاہ فام نے گردن خم کی اور ہمارے سامنے آکر بولا۔

”تم لوگ ادھر آ جاؤ....“

”کام بن گیا۔“ پنڈت رائے نے آہستہ سے کلمہ پھر ہم رکشدار کی تحویل میں چلے گئے اور راینہا، مجبوریہ کے سردار سے مذاکرات کرتی رہی۔ ہمارے لئے گھوڑے آگئے اور ہمیں ان پر بٹھا کر اس طرف لے جایا گیا جہاں سے راینہا آئی تھی۔ بعد میں ہم لمبا سفر طے کر کے راینہا کی بستی میں پہنچ گئے جو بہت خوبصورت تھی۔ ہمارے قیام کے لئے خاص اہتمام کیا گیا، وسیع و عریض غار میں آسانوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔

یہاں پہنچ کر پروفیسر حق نے کہا۔ ”قدرت رہنمائی کر رہی ہے، ماہر اس کی نگاہ تم پر ہے، یہ کام احتیاط سے کرنا اس وقت کامیابی تمہارے طرز عمل پر ہے، کسی بھی مشکل میں اگر تم اسے برگشتہ کر دیتے ہو تو پھر کام آسان نہ ہو گا۔“

”وہ مجھے عجیب نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ شکر ہے کہ وہ عورت ہے اگر وہ مرد ہوتی تو ہمارا کام مشکل ترین ہوتا لیکن یہ ناقص العقل اسی طرح مار کھاتی ہے اور یہ ضروری بھی ہے۔“

”مجھے کیا کرنا چاہئے....؟“

”اس کی پذیرائی.... اسے خوش کرنے سے کام میں آسانی ہو گی، پلیز اب تمہارے طرز عمل پر ہی ہماری زندگیوں کا دارو مدار ہے۔“ ڈوم اس سلسلے میں سب سے بہتر اور راز دار تھا میں نے اس سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا۔

”میں وہ کہنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہوں آقا جو تمہارے منہ سے نہ نکلے، لیکن ہمیں یہ خیال رکھنا ہے کہ ہیا اس کے پاس ہے اور ہمیں ہیا کو اس سے حاصل کرنا ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”رکشدار بہت سمجھدار غلام تھا، اس نے ہماری پذیرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ دو راتیں اور ایک دن ہم نے بڑے صبر سے گزارا تھا، یہاں کی باتیں کرتے رہتے تھے تیسری شام جلاوگروں کا ایک ٹولہ ہماری رہائش گاہ پر آیا، مکروہ شکل کے جلاوگروں کی سربراہی ایک بوڑھا جلاوگر کر رہا تھا، جس نے جنگلی جانوروں کی طرح مجھے ٹٹول ٹٹول کر دیکھا پھر عقب میں اشارہ کر کے بولا۔

”عزت کا نشان لے آؤ۔“

”میں کہاں نہیں ہوتا، پھر یہ تو میری ہستی ہے۔“  
”کیسے آئے...؟“

”میں لمحہ لمحہ تمہاری مدد کے لئے تمہارے ساتھ ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔  
”یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا...“

”تمہاری پذیرائی میری توقع سے زیادہ ہوئی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ تمہیں پسند کرے گی، تم اس کے قریب ہو جاؤ گے اور اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرو۔ لیکن تمہاری سائنٹفک اپروچ نے اسے دوسرے راستے پر ڈال دیا۔ اب وہ تمہیں مستقل طور پر اپنے لئے حاصل کرنا چاہتی ہے۔“

”تو مجھے کیا کرنا چاہئے...؟“

”ایسا کبھی نہ ہونے دیتا۔“

”کیا مطلب...؟“

”اگر تم نے اسے بطور بیوی قبول کر لیا تو پھر کبھی اس کے جال سے نہیں نکل سکو گے۔“

”کیوں...؟“

”جادوگر تمہارے گرد تحفظ کا حصار بنا دیں گے اور ان کی یہ حماقت تمہیں اس کا حکوم بنا دے گی۔“

”مجھے وہ ترکیب بتاؤ جس سے میں ہیا کو حاصل کر سکوں، باقی مجھے کچھ نہیں چاہئے۔“

”تم بھول رہے ہو کہ تمہیں میرا کام کرنا ہے۔“

”مجھے یاد ہے۔“

”اس کے بغیر تم یہاں سے نکلنے کا تصور بھی نہ کرنا۔“

”ایک طرف تم کہتے ہو کہ میں اس کی خواہشات پر عمل نہ کروں۔۔۔۔۔ دوسری طرف یہ

کہہ رہے ہو۔“

”سنو۔۔۔۔۔ جو کچھ وہ چاہتی ہے اس کے لئے ابھی وقت لگے گا۔۔۔۔۔ جادوگر تمہیں اس کے قاتل بنانے کے لئے طرح طرح کے جتن کریں گے لیکن میں تمہیں وہ بتاتا رہوں گا جو تمہیں اس سے بچا سکے گا۔ یہ کڑا جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ڈالا گیا ہی اس کی اطاعت کے لئے ہے، تمہیں جب بھی تنہائی حاصل ہو تم اسے بائیں ہاتھ میں منتقل کر لیا کرو۔ اسے اس کا اندازہ نہیں ہونا چاہئے جو کچھ ہو گیا ہے وہ میرے حق میں بہت بہتر ہے اور تمہارے لئے بھی۔“

”وہ کیسے...؟“

”پہلے یہ مشکل تھی کہ میں اس کی تم سے قربت کا تعین نہیں کر سکتا تھا اور تمہاری

ملا جھٹوں سے کام لینے کے لئے مجھے فیصلے کرنے ہوتے کہ تم کوئی ترکیب سے اس کے زیادہ قریب رہ سکتے ہو۔ اب یہ کام خود بخود ہو گیا اور زیادہ موثر طریقے سے ہوا۔ یعنی وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی اور تمہیں اپنانے پر آمادہ ہو گئی۔ میرے حق میں تو یہ بہتر ہوا کہ میرا کام آسان ہو گیا، لیکن تمہارے لئے مضمر ہے کہ تم اس کے جال میں پھنسے تو دوبارہ نہیں نکل سکو گے۔“

”کیا تم بہت زیادہ نہیں بولتے...؟“ میں نے اس کی بکواس سے آگتا کر کہا۔

”کیا مطلب...؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”مجھے صرف یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں...؟“ میں نے کہا اور اس نے گرون بھکا لی چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔

”تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہر اس کام کے الٹ جو تم سے کروایا جائے، لیکن تنہائی میں۔“

”ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گا۔“

”ایک اور بھی ہدایت ہے تمہیں۔۔۔۔۔“

”ہاں بتاؤ۔۔۔۔۔“

”میرا احترام کرو۔۔۔۔۔ یہ تمہاری بقا کے لئے ضروری ہے اس لیے میں مجھ سے مخاطب نہ

ہوتا جس میں ابھی تم نے مجھ سے بات کی ہے، بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔“

میرے دماغ میں سنا آ گیا۔ اور اس کا میرے سامنے سے چلے جانا ہی بہتر ہوا ورنہ

تاریخ ہی الٹ جاتی نہ جانے میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا اور نہ جانے اس کا انجام کیا

ہوتا، لیکن اس کا جانا بہتر ہوا۔ میں غصے سے ہونٹ چباتا رہ گیا، پھر میں نے دل میں سوچا کہ

میری بقا کے لئے تیرا احترام ضروری ہے بورنوٹا لیکن تو اپنی بقا کا خیال کرتا تو زیادہ بہتر تھا۔

جو اب مشکل ہے، تاہم ہیا کے حصول کے لئے میں نے خود کو بدل لیا ہے، لیکن شاید اس

وقت تک جب تک ہیا مجھے حاصل نہیں ہو جاتا۔۔۔۔۔“

بورنوٹا کے الفاظ سے جو ٹھٹھن اور جو احساس میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا اس کی تپش

کم ہو گئی۔ میں نے اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا پھر مجھے اس کے الفاظ کا خیال آیا اور

میں ان پر غور کرنے لگا۔ راہینا بے شک حسین تھی لیکن اس کے حسن نے میرے دل میں

کوئی گداز نہیں پیدا کیا تھا۔ میں نے اسے سرسری نظروں سے دیکھا تھا اس کے بعد جو کچھ

ہوا تھا وہ ان لوگوں کی اختراع اور کارروائی تھی میری دلچسپی صرف اتنی تھی کہ راہینا سے ہیا

کے بارے میں معلوم کروں، اس کا مطیع ہونا میرے تصور سے بھی باہر تھا اور اس کا جادو کسی

طور مجھ پر نہیں چلنا چاہئے تھا۔

میں نے بورنوٹا کی ہدایت کے مطابق کڑا داہنے ہاتھ سے نکل کر بائیں ہاتھ میں پن

لیا اور پھر ان بے وقوفوں کے خیالات پر مسکرانے لگا۔ پھر نہ جانے کب تک میں جاگتا رہا تھا

احساس ہوا تھا کہ بورٹوٹا کی ہدایت کے برعکس وہ کڑا میں نے بائیں ہاتھ میں منتقل تو کر لیا لیکن اسے دوبارہ دائیں ہاتھ میں پھنسا بھول گیا تھا۔ پھر اچانک ہی چاروں طرف سے مجھ پر انسانوں کی یلغار ہو گئی۔ جادوگروں نے منتر پڑھ کر میری طرف ہاتھ جھٹکے اور اس وقت میں حیران رہ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ نادیدہ رسیاں میرے جسم کے گرد لپکتی جا رہی ہوں۔ میرے دونوں پاؤں ان رسیوں میں جکڑ گئے تھے وہ مضبوط اور چلک دار تھیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ مجھے نظر بھی نہیں آ رہی تھیں، میں سینے تک رسیوں میں بندھ گیا اور بالکل ہی بے بس ہو گیا۔ جادوگر غیظ و غضب کا اظہار کر رہے تھے میری زبان بھی گنگ تھی انہیں حقیقت بتانے سے قاصر رہا تھا۔ پھر لاتعداد انسان اندر گھس آئے، کچھ جادوگر باہر نکل گئے تھے اور یقیناً انہوں نے ہی انہیں یہاں بھیجا تھا وہ سب مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ مجھے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے رہائش گاہ سے باہر نکل لائے۔ یہ فیصلہ انہوں نے از خود کر لیا تھا کہ میرے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کرنا ہے۔ میں اس طرح بے بس ہو گیا تھا کہ زندگی میں کبھی میں نے ایسی بے بسی محسوس نہیں کی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میرے قریب جو بھی آئے، میں اسے اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر پھینک دوں۔ میرے حلق سے غصے کی پھنکاریاں نکل رہی تھیں اور میں اپنی ہر جدوجہد میں ناکام رہا تھا۔

ان لوگوں نے مجھے ایک اسٹریچر نما چیز پر ڈال دیا تھا جو بانسوں سے بنائی گئی تھی اور اس کے بعد وہ مجھے لے کر چل پڑے۔ میں غم و غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا، لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جادو کی رسیوں سے پیچھا چھڑانا مشکل لگ رہا تھا سب سے زیادہ دکھ مجھے اس بات پر تھا کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ بہر حال وہ لوگ مجھے لے کر چلتے رہے اور نجانے کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک اور غار میں لایا گیا اور پھر اس غار میں انہوں نے مجھے بڑی بے دردی سے کھردری زمین پر ڈال دیا۔ بڑے جادوگر نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اے بدنصیب تو کچھ لمحے بھی اپنی خوش نصیبی کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکا۔ تو نہیں جانتا کہ رابینا سے نفرت کا اظہار کیا معنی رکھتا ہے افسوس، افسوس تیری خوش نصیبی تیرے قریب سے آکر گزر گئی، لعنت ہو تجھ پر۔“

”میرے قریب آکر یہ الفاظ کہہ اور میرے ہاتھ کھول دے۔ بوڑھے کتے، تب میں تجھے بتاؤں کہ میری بد بختی میرے قریب آئی تھی یا تیری۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور جادوگر نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے قریب موجود لوگوں کو دیکھا پھر اس نے غصے سے ہونٹ چبائے اور کہنے لگا۔

”اگر تو رابینا کا منظور نظر نہ ہوتا اور مجھے یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنی توہین کا انتقام تجھ سے لوں تو دیکھتا کہ تیرے جسم کو حشرات الارض بھی قبول نہ کرتے۔ آؤ۔ اور اس کے گرد

اس کے بعد نیند آگئی۔  
دوسری صبح خوشگوار ہواؤں کے جھونکوں کے ساتھ نمودار ہوئی اور نغمگیں قہقہوں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ چھ سات لڑکیوں کا غول میرے ارد گرد موجود تھا اور وہ نہ جانے کب سے میرے چاروں طرف کھڑی مجھے دیکھ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک شوخ لڑکی نے آگے بڑھ کر کہا۔

”اٹھو بہاؤں کے شہنشاہ، خادما میں تمہاری تزئین کے لئے حاضر ہیں۔“

”کیا چاہتی ہو تم۔۔۔؟“ میں نے اٹھ کر پوچھا۔

”تمہیں غسل کرانا۔۔۔ خوشبوؤں میں بسانا۔۔۔ کہ جس کے منظور نظر ہو وہ خوشبو کی

پرستار ہے۔“ وہی شوخ لڑکی بولی۔

”یہ جو کچھ تم یہاں لائی ہو اسے اس جگہ رکھ دو، میں ان فضولیات سے دلچسپی نہیں رکھتا فوراً یہاں سے واپس چلی جاؤ۔“

لڑکیوں نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ پھر اچانک ہی اس شوخ لڑکی کی نگاہ میرے بائیں ہاتھ میں پڑے ہوئے کڑے پر پڑی اور اس کے حلق سے تیز چیخ نکلی۔ اس نے دوسری لڑکیوں کو اس جانب متوجہ کیا اور وہ سب ہاتھوں میں لائی ہوئی چیزیں پھینک کر اٹے پاؤں واپس لوٹ گئیں لیکن میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ انہوں نے ایسی کیا چیز مجھ میں دیکھی ہے جس نے اچانک ہی ان کی حالت بدل دی اور ان کی شوخی کافور ہو گئی۔ میں زمین پر پڑی ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگا اس وقت مجھے اس کڑے کا خیال نہیں آیا تھا جو میرے ہاتھ میں غلط طریقے سے پڑا ہوا تھا، میں نے ان پر لعنت بھیجی اور سوچنے لگا کہ ان کا تو تعلق ہی اس غیر مذہب اور بے تکی جگہ سے ہے جس کے متعلق حتیٰ طور پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا نہ ہی مجھے بورٹوٹا کی ہدایت یاد رہی تھی۔ میں انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک ہی باہر سے شور کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان میں غرائش بھی شامل تھیں اور وحشت خیزی بھی۔ پھر جادوگروں کا ٹولہ اندر گھس آیا اور عجیب و غریب حرکات کرتے انہوں نے میرے گرد حلقہ بنا لیا تھا اور وہی بد نما جادوگر جو شاید ان لوگوں میں بڑی نمایاں حیثیت کا مالک تھا میرے قریب آکر مجھے دیکھنے لگا اس نے میرے بائیں ہاتھ میں پڑے ہوئے کڑے کو دیکھا اور اس کی آنکھیں خونی کبوتر کی مانند سرخ ہو گئیں۔ اس نے غرا کر کہا۔

”یہ نفرت کا پجاری ہے اسے قید کر لو اسے جکڑ لو۔ اس نے رابینا سے نفرت کا اظہار کیا ہے، یہ رابینا کا دشمن ہے، دشمن کو گرفتار کر لو۔“

دور کھڑے ہوئے جادوگروں نے ہاتھ فضا میں بلند کئے اور اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی انسان اور جانوروں کے اعضاء کی ہڈیاں بلند کیں اور اس کے بعد شور مچانے لگے۔ اب۔۔۔

پہرا دو، خبردار یہ کسی طور راہ فرار نہ اختیار کر سکے۔" بوڑھے جلاوگر نے کہا۔

حالات ایک دم بگڑ گئے تھے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے خود پر غور کیا۔ یہ تو بہتر نہ ہوا اور میں منزل کی قریب پہنچ کر منزل کھو بیٹھا، وہ ہری کیفیت کا شکار تھا، ایک طرف خود پر غصہ آ رہا تھا کہ آخر وہی حماقت کر بیٹھا جس کی توقع کی جا رہی تھی اور بہت بار خدشات کا اظہار کیا گیا تھا لیکن اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، مجھے خوف تھا کہ میرے اس عمل کا نتیجہ 'دوم' پر دوسرے حق اور پڈت رائے کے حق میں بھی بہتر نہیں رہے گا۔ پتہ نہیں یہ لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں لیکن اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا میں نے اپنی کلائی پر پڑے ہوئے اس منخوس کڑے کو دیکھا، ذرا سی لغزش سے کھیل اس طرح بگڑ گیا تھا اور اس کا محرک وہی بدنما شخص وہی قاتل نفرت بورٹوٹا تھا جس کا اس وقت کوئی پتہ نہیں تھا، آہ، کیا حماقت ہوئی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ میرے قرب و جوار میں جو آوازیں ابھر رہی ہیں وہ پہرہ دینے والے ان وحشیوں کی ہیں جو میرے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ پھر میں نے ان تلویہ رسیوں کو ٹٹولی کر دیکھا۔ یہ کم بخت جادو کی بندشیں ہیں، مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بہر حال یہ صبح ہی منخوس تھی اور میں نے ان منخوس لڑکیوں کے چہرے دیکھے تھے جو دیکھنے میں تو خوشنما تھیں لیکن صبح ہی صبح ان کی صورت دیکھنے کے بعد مجھ پر جو عتاب نازل ہوا تھا وہ یہ احساس دلاتا تھا کہ ان سے زیادہ منخوس اور کوئی نہیں ہو سکتا، سارا دن بھوکا پیاسا گزر گیا پھر شام کے چھپنے غار میں تاریکی پھیلانے لگے اور میری قوت برداشت جواب دینے لگی تو میں نے ان رسیوں پر زور لگایا میں نے اپنے بدن کی پوری قوت صرف کر کے ان رسیوں کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد گردن جھکا کر اپنے دانتوں کی مدد سے انہیں کاٹنے لگا اور چند ہی لمحوں میں مجھے احساس ہوا کہ جہاں تک میرے دانتوں کی پہنچ ہے ان رسیوں کو میں نے با آسانی کاٹ لیا ہے اور اس کے بعد میری ہمت بڑھ گئی اور میں نے آہستہ آہستہ اپنے بدن کو اس انداز میں جنبش دینی شروع کر دی کہ رسیاں ڈھیلی سے ڈھیلی ہوتی چلی جائیں، ہاتھوں کو آزاد کرانا تھا اور جب ہاتھ آزاد ہوئے تو تقریباً تمام ہی رسیاں کھل گئیں اس کے بعد بھلا کیا امکان تھا کہ یہ رسیاں میرے جسم سے بندھی رہتیں میں نے اپنے آپ کو آزاد کرا لیا تھا لیکن بھوک اور پیاسہ بدن پر اثر انداز ہو رہے تھے، غصے کی شدت ذہن اڑائے دے رہی تھی۔ تب میں نے دل میں سوچا کہ یہ غصہ میرے لئے سم قاتل ہی ثابت ہو سکتا ہے اپنے آپ کو سنبھالوں اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں۔ بہر حال بہت دیر تک خاموشی سے بیٹھ کر انتظار کیا اور راست گہری ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد غار میں کوئی واپس نہیں آیا تھا۔ جب خوب رات گہری ہو گئی تو میں نے اٹھ کر غار کے دہانے سے باہر کا منظر دیکھا۔ باہر موت کا سا ساٹا طاری تھا، جنگلی جانوروں اور

جینوروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز نہیں آ رہی تھی، تا ہی پیرداروں کے جسموں اور مانسوں کی آوازیں تھیں۔ یہ بات تو خیر طے تھی کہ پیردار موجود ہیں کیونکہ میں سارا دن ان کی نقل و حرکت کا احساس کرتا رہا تھا۔ لیکن اب شاید وہ گہری نیند سو گئے تھے کیونکہ اندھیرا بہت گہرا تھا اور وہ کم بخت خود سیاہی کی اولاد تھے اس لئے وہ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو مجھے تھوڑا بہت اندازہ ضرور ہو جاتا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ باہر کی جانب دیکھا باہر کوئی حرکت نہیں ہوئی پھر رات کی تاریکی میں نگاہوں کے دیکھنے کے عادی ہونے کے بعد میں نے ان پیرداروں کو دیکھا جو زمین پر دراز تھے ان کے نیزے ان کے سینے پر رکھے ہوئے تھے گویا وہ گہری نیند سو گئے تھے اب اس کے بعد مزید انتظار کرنا فضول تھا، میں سانس روک کر غار کے دہانے سے باہر آ گیا اور حتی الامکان اپنے قدموں کی آہستہ آہستہ پیدائش کے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ باہر پیردار کھل کھل موجود ہیں اور ان کے کالے جسم زمین سے کس طرح ہم آہنگ ہو گئے تھے پھر میرا ایک قدم آگے بڑھا اور میں زمین پر پڑے ہوئے ایک سیاہ فام کے بدن سے ٹکرا گیا۔ میں گرتے گرتے بچا تھا اور وہ سیاہ فام ایک دم جاگ گیا تھا، لیکن اس وقت میری کیفیت بالکل مختلف تھی اسے سنبھلنے کا موقع دینا اپنے لئے مصیبتیں کھینچنے کے مترادف تھا۔ وہ صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ دیا اور پھر اتنی زور سے اس کے بدن کو مسلا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ میں نے اسے چیخنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ البتہ اس کا جسم بری طرح ترپ رہا تھا اور اس کا ترپتا ہوا جسم ہی کسی اور پیردار کے جسم سے چھو گیا وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا اور اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھا لیکن میں تیزی کے ساتھ دوڑنے لگا تھا۔ عقب سے شور کی آواز ابھری اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہاں موجود پیردار جاگ گئے ہیں، میں نے کسی ست کا تعین نہیں کیا تھا اندازہ نہیں تھا کہ کدھر جانا ہے لیکن وہ دوڑے چلے آ رہے تھے، میں نے گردن گھما کر دیکھا ان کی تعداد تین یا چار کے قریب تھی، پھر میں نے یہی سوچا کہ ان کا شور ہر حالت میں ختم ہونا چاہئے اگر بستی تک یہ آواز پہنچ گئی تو بے شمار افراد یہاں آ جائیں گے اور اس کے بعد میرے لئے چھینا مشکل ہو گا۔ چنانچہ میں رک گیا۔ دوڑنے والے آن کی آن میں میرے نزدیک پہنچ گئے تھے، ان کے ہاتھ میں نیزے تھے لیکن انہوں نے فوراً ہی مجھ پر حملہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ میرے گرد چکر لگانے لگے تھے اور میں دوسرا ہی ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ اچانک ہی میں نے ان میں سے ایک پر چھلانگ لگائی اور اسے رگیدتا ہوا آگے لے گیا۔ پھر میں نے اسے گردن سے پکڑ کر سر سے بلند کیا اور چٹان سے دے مارا۔ دوسرے افراد نے اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر مجھ پر حملہ کرنے میں دیر نہیں کی تھی، لیکن میں نے ان کے نیزے پکڑ لئے اور زردار جھکوں سے انہیں کھینچ لیا۔ پھر میرے دونوں ہاتھوں میں

پکڑے ہوئے نیزے ان کے سینوں میں پوسٹ ہو گئے، چوتھا بھی تھا اور اس چوتھے کو میں نے پہلے کی مانند گردن سے پکڑ لیا اور پوری قوت سے اس کی گردن دبا دی پھر اسے گردن ہی سے پکڑ کر زمین پر مارا اور اس کے سینے پر زور دیا ٹھوکر رسید کر دی، وہ ایک لمحے میں سرد ہو گیا تھا۔ اب آس پاس کوئی نہیں تھا اور میں یہ جائزہ لے رہا تھا کہ بستی کا رخ کون سی سمت ہے اور میں نے فوراً ہی یہ اندازہ لگا لیا کیونکہ بستی کی بعض جگہوں پر روشنی نظر آ رہی تھی جبکہ دوسری سمت اندھیرا تھا اور ادھر شاید گھٹا جنگل پھیلا ہوا تھا چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کا نیزہ ہاتھ میں اٹھایا اور جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ یہ اندھیرا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کس طرح چمکدار حاصل کیا جائے لیکن بھلا ایسا کیسے ممکن تھا۔ گھنے درختوں کے نیچے پہنچ کر میں نے پناہ لی اور پھر یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ حالانکہ ذہنی طور پر میں کسی سے بہت زیادہ متاثر نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی اپنے ساتھیوں کو چھوڑنا چلا آیا تھا لیکن اب کچھ خیال دامن گیر ہو گئے تھے جن میں پہلا خیال یہ تھا کہ اس طرح میں اپنی جان بچا کر یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے ہیا تک پہنچنا ہے۔ دُوم، پروفیسر حق اور پنڈت رائے وغیرہ کا بھی خیال دل میں تھا ان لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے لیکن جو کچھ ہو گیا ہے اس کے لئے کیا تدبیر کی جائے، کس طرح ایسا کروں کہ میری یہ کیفیت ختم ہو جائے۔ پھر نجانے کیوں مجھے اس کڑے کا خیال آیا اور سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ کڑا بائیں ہاتھ سے نکل کر دائیں ہاتھ میں پن لیا۔ اب تک یہ بات ذہن میں نہیں آئی تھی لیکن اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہئے جس سے میں اس مشکل سے نکل سکوں اور پھر تدبیر میرے ذہن میں آ گئی اب اس قدر بھی احمق نہیں تھا کہ صورت حال کیلئے مجبور ہو کر اپنے طور پر کوئی مناسب فیصلہ نہ کر سکتا۔ کافی دیر تک میں اسی طرح کھڑا رہا۔ بہت سے خیالات دل میں آ رہے تھے۔ عقل بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ اگر میں بستی میں داخل ہو کر لوگوں کو بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے تو شاید کوئی یقین نہ کرے۔ جاوہروں کا احترام میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ لوگ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ رات کی اس تاریکی میں اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں تلاش کر سکتا تھا اور کے معلوم کہ میرے اس جرم کے بعد میرے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہو۔

بہر حال ایک جگہ ساکت ہو کر تدبیر کے فیصلوں کا انتظار میری سرشت نہیں تھی ان جنگلوں میں اپنے لئے پناہ گاہ تلاش کرنی چاہئے کوئی ایسی جگہ جہاں پوشیدہ رہ کر میں آنے والے وقت کا انتظار کر سکوں۔ یہاں سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔ پھر وہاں سے چل پڑا۔ اب رات کی تاریکی میرے لئے بے اثر ہو چکی تھی۔ دیکھ سکتا تھا سن سکتا تھا درندوں کی آوازیں، سانپوں کی پھنکاریں سنائی دے رہی تھیں۔ پیروں کے نیچے جھاڑ جھکاڑ آ رہے تھے

کئی بار درندوں کی چنگدار آنکھیں بالکل قریب نظر آئیں۔ ایک بار تو عجیب ہی واقعہ ہوا۔ میں انسانی قد سے اونچی جھاڑی سے باہر نکلا تو ایک شیر کو بالکل سامنے پایا۔ وہ جھاڑیوں میں آواز سن کر چوکنہ ہو گیا تھا میں اسے دیکھ کر رک گیا تھا میرا خیال تھا کہ شیر اب مجھ پر حملہ کر دے گا۔ لیکن اس وقت میں حیران رہ گیا جب شیر مجھے دیکھ کر اس طرح مطمئن ہو گیا جیسے اپنے کسی ہم جنس کو دیکھا ہو۔ مجھے اس کی وجہ یاد آ گئی۔ ایک بار سیاہ چیتوں کے ایک جڑے نے بھی مجھے اسی طرح نظر انداز کیا تھا میرے بارے میں یہ تجزیہ کیا گیا تھا کہ چونکہ مجھے کچھ وحشی درندوں نے پالا ہے میری سرشت بھی ان جیسی ہے ممکن ہے میرے بدن میں بھی ابھی ان کی خوشبو رہی ہو۔ اور یہ خوشبو خوفناک درندوں کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہو کہ میں انہی کا ہم نسل ہوں شیر لاپرواہی سے ایک طرف بڑھ گیا تھا۔ میں نے سکون کی سانس لی اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پھر زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا تھا کہ درختوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہاں دوسری جگہوں کی مانند پہاڑی ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً مشرقی حصے میں یہ جنگل طوائفیں رکھتا تھا لیکن اس طرف اس کا سلسلہ ختم ہو جاتا تھا یہ شاید وہی پہاڑی دیوار تھی جو دور سے ہمیں نظر آتی تھی۔ میں اس کے دامن کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک بڑی چٹان نے راستہ روک لیا۔ اور میں نے اس چٹان کی آڑ میں رک کر سستانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جو نبی میں اس کی آڑ میں پہنچا خوشبو کے ایک جھونکے نے میری پذیرائی کی۔ یہ خوشبو چٹان کے عقب میں چھپے ہوئے ایک رخنے سے آئی تھی۔ قریب جا کر دیکھا تو وہ کوئی معمولی رخنہ نہیں تھا بلکہ کسی غار کا دہانہ تھا وہ بھی چوکور دروازے کی مانند۔ اس میں انسانی ہاتھوں کی کارکردگی نمایاں نظر آتی تھی لیکن یہ خوشبو کیسی ہے۔

میری وحشت انتظار نہ کر سکی اور میں اندر داخل ہو گیا۔ مجھے خود کو سنبھالنا پڑا تھا کیونکہ دوسری طرف ڈھلان تھی۔ میں دم ساہم کر آگے قدم بڑھانے لگا۔ یہ ڈھلان ایک سرنگ کی مانند گہرائیوں میں جا رہی تھی۔ یہاں داخل ہونے کے بعد خوشبو اور تیز ہو گئی تھی بے حد لطیف خوشبو تھی لیکن یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کہاں سے آرہی ہے؟ اور آگے کیا ہے؟ کافی دور جا کر مجھے رکنا پڑا یہاں سے یہ سرنگ دو حصوں میں منقسم ہو گئی تھی ایک چٹان نے راستہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ میں نے دائیں سمت جانے کا فیصلہ کیا۔ اور آگے بڑھنے لگا خوب کشادہ جگہ تھی اور اس میں چلنے میں کوئی وقت نہیں ہو رہی تھی کوئی دو سو قدم چل کر سرنگ دائیں ہاتھ کو مڑ جاتی تھی۔ اور ادھر مڑتے ہی مجھے روشنی نظر آئی۔ میرے قدم رک گئے۔ روشنی کی موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ وہاں انسان موجود ہیں۔ میرے قدموں کی ہلکی سی چاپ مجھے مشکل میں گرفتار کر سکتی ہے۔ پھر اچانک مجھے کچھ نقراتی قہقہے سنائی دیئے۔ نسوانی آوازیں تھیں۔ اور کچھ لڑکیاں آپس میں چہلیں کر رہی تھیں۔ آہ آگے جانا خطرناک ہو گا۔ اس وقت پوشیدہ ہونے کے لئے کوئی جگہ درکار ہے۔ کوئی مناسب



آنکھوں کے سامنے دھند پھیل گئی، بینائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ دل کچھ لمحوں کے لئے دھڑکنوں سے محروم ہو گیا تھا۔ ہر شے تاریک ہو گئی تھی، بس ایک نیلگوں اس تاریکی میں چمک رہا تھا، بینائی نے جو عکس دماغ پر نقش کیا تھا وہی شکلیں بدل بدل کر بجلی کی طرح کوند رہا تھا۔ وہ... وہ جو اطلس کے اس ننھے سے بستر پر، اس خوبصورت پنجرے میں سو رہا تھا... وہ... وہ ہوا تھا۔ ہاں وہ میرا ہوا تھا، کیا جو کچھ دیکھا ہے اس پر یقین کر لوں۔ کیا واقعی یقین کر لوں؟ کچھ لمحوں کے لئے سب کچھ بھول گیا تھا۔ ہاتھ سے نیزہ گرا تھا۔ اس کی آواز سے دوسرے عمار میں موجود عورتیں بھی ہوشیار ہو سکتی تھیں، یہاں آ سکتی تھیں، مگر کسے پرواہ تھی؟ جو بھی مزاحم ہو گا وہ جان کھو بیٹھے گا۔ اس وقت کون مد مقابل ہو سکتا ہے، کون راستے میں آ سکتا ہے؟

میں اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا یہ تاریکی ذہن کی کارستانی تھی۔ ایک جھٹکے نے یہ سب کیا تھا۔ پھر یہ اثرات کم ہونے لگے تھے، لیکن میں نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے، کہیں یوں نہ ہو کہ آنکھوں کی دھند چھٹے، میں نے دیکھا... کچھ نہ ہو۔ یہ پتہ چلے کہ سب وہم تھا۔ وہ ہوا کا خیال تھا۔

”ماہر...“ پتلی سی... باریک سی... پیاری سی آواز ابھری اور روشنی پھیل گئی۔ سب کچھ نظر آنے لگا۔ وہ پنجرے کی تیلیں پکڑے کھڑا تھا۔

”ہیا...“ میرے حلق سے بھنی بھنی آواز نکلی۔

”تم آگئے ماہر...!“

”کیا یہ تم ہی ہو ہیا... میری روح... میری کائنات...“

”تو اور کون ہو سکتا ہے۔“ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، ایک پراعتاد مسکراہٹ۔

”کیا جی...“ یہ تم ہی ہو...؟“ میں نے ہاتھ بڑھا کر پنجرے کی تیلیں کو پکڑا انہیں چیر کر راستہ بنایا اور ہیا کو احتیاط سے پکڑ لیا۔ پھر اس کو باہر نکل کر اپنے سینے سے لگایا، ہونٹوں سے چوما، آنکھوں سے مس کیا، مجھے لگا جیسے اب تک میرے ہر عضو نے بے چینی، پیاس کے عالم میں زندگی بسر کی، آج جو سکون ملا تھا اس نے مجھ پر بے خودی طاری کر دی تھی۔ پھر میں نے اسے اپنے دل سے چسپاں کر لیا۔ مجھ پر نشہ طاری ہو گیا تھا ہیا نے جنبش نہیں کی تھی۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

جگہ۔ مزید آگے نہ بڑھنے کا فیصلہ کر کے میں اگلے قدموں وہاں سے واپس چل پڑا۔ اور فاصلہ طے کر کے واپس اس دو شلے کے پاس آگیا۔ یہ بائیں سمت کے راستے کو اور دیکھ لوں اگر یہاں بھی کوئی ایسی جگہ دستیاب نہ ہوئی تو پھر اس جگہ کو چھوڑ کر کوئی اور پناہ گاہ تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ پھر یہ فاصلہ بھی طے ہو گیا۔ اور مجھے ہنسی آگئی۔ بلاوجہ اتنا سفر کیا تھا کیونکہ میں جب اس راستے کے اختتام تم پہنچا تو وہی سرگوشیاں اور قہقہے مجھے دوبارہ سنائی دیئے۔ یہ جڑواں عمارتیں اور درمیان میں ایک چھوٹا سا راستہ تھا جس سے گزر کر سرنگ کے اختتام کے دونوں عماروں میں آیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس دوسرے عمار میں پرسکون خاموشی چھائی ہوئی تھی یہاں روشنی بھی بہت مدہم تھی اور دوسرے عمار کی آوازوں کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔

میں بہت کر کے اندر داخل ہو گیا۔ وسیع پرسکون، پر شکوہ عمارت تھی جہاں جنگلی بیلوں اور درختوں کے تنوں سے لپٹی ہوئی غیر مانوس اشیاء موجود تھیں اس عمار میں تین چھوٹے سوراخ اور موجود تھے جن میں سے ایک سے مدہم روشنی چھن رہی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب کچھ بھی ہو یہاں اپنا ٹھکانہ بنائے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ دیکھیں تو سہی اس طرف کیا ہے میں نیزہ سنبالے دبے قدموں عمار کے روشن سوراخ تک پہنچا چند لمحوں میں گن لی وہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی چنانچہ میں دہلنے سے اندر داخل ہو گیا مدہم اور سحر انگیز... روشنی ان چمکدار پتھروں کی تھی جو دیوار میں نصب تھے۔ اور ایک طرف پتھر سے بنے ہوئے پلیٹ فارم جیسی جگہ پر ایک پنجرہ رکھا ہوا تھا۔ اس پنجرے میں اطلس کا بستر بچھا ہوا تھا اور اس بستر پر... میں نے اس بستر پر دیکھا۔ اور اچانک یوں لگا جیسے کوئی آتش فشاں پھٹ گیا ہو سورج ٹوٹ گیا ہو۔ پہاڑ فضا میں بلند ہو گئے ہوں۔ میرے ہاتھ سے نیزہ گر پڑا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ دیئے۔ میرے منہ سے کراہ کے انداز میں نکلا۔ ”آہ... آہ... آہ...“

”میں بس آنکھیں کھولنے والا تھا۔۔۔“

”ہیا۔۔۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تمہارے ہر قدم کا تعین کر رہا تھا میں۔“

”کیسے۔۔۔؟“ میں نے پوچھا۔

”ایسا میں با آسانی کر سکتا ہوں، میرا بہترین مشغلہ تمہیں اپنے خوابوں میں سمیٹ لینا تھا۔“

”خوابوں میں۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ جب سے میں نے خواب دیکھنے کی قوت حاصل کی اس وقت سے تم میری گرفت میں رہے ہو۔ میں نے تمہیں اس وقت بھی دیکھا جب تم برف زاروں میں سے گزر رہے تھے۔ پھر میں نے تمہیں ہر عالم میں دیکھا۔ اس وقت بھی تم میری نظروں میں تھے جب تم۔۔۔ بورنوٹا کے غار میں تھے اور اس وقت بھی جب تم ادھر کا رخ کر رہے تھے اور اب میں تمہیں خوش آمدید کہنے کے لئے جاگنے والا تھا۔“

”تو نے مجھے فوراً پہچان لیا ہیا۔۔۔“ میں نے کہا۔

”ہاں میں نے تو تمہیں بہت سے روپ میں دیکھا ہے۔“

”آہ، مجھے خوابوں میں دیکھنا نہیں آیا۔۔۔“

”مجھے علم ہے۔۔۔ تمہیں موقع ہی نہ ملا۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ میں نے تمہیں اپنے ذہن میں پکارا تھا۔“

”اور۔۔۔ میں نے تمہیں جواب دیا تھا۔“

”مگر دوبارہ تو نے ایسا کیوں نہ کیا ہیا۔۔۔؟“

”سمبر پئے حملہ آور ہوئے تھے، بزدل مولے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ پھر پنڈت

رائے کے محل پر بھی حملہ ہوا۔۔۔ اور میں رابینا کے ہاتھ لگ گیا۔“

”پنڈت رائے نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا؟“

”بہت اچھا۔۔۔ یوں سمجھو ماہر۔۔۔ کہ اس نے میری زندگی کا تحفظ کیا۔۔۔ وہ اچھا انسان

ہے۔۔۔ اس نے مجھے سب کچھ بتایا، اسے بھی تمہاری تلاش تھی۔“

”مگر تو نے یہاں سے مجھے آواز کیوں نہ دی؟“

”کچھ مشکلات تھیں، بعد میں بتاؤں گا۔“

”تو ٹھیک ہے ہیا۔۔۔“

”ہاں، بالکل ٹھیک ہوں۔“

”آہ، میں نے تجھے بہت تلاش کیا ہے۔۔۔“

”میں سب کچھ جانتا ہوں۔“

”یہاں سے چلیں۔۔۔؟“

”کہاں۔۔۔؟“ ہیا نے پوچھا۔

”باہر۔۔۔ ان غاروں سے باہر۔۔۔“

”نہیں ماہر۔۔۔ ایسے مناسب نہیں۔۔۔“

”کیوں۔۔۔ میں تجھے پنڈت رائے اور پروفیسر حق کے پاس لے چلوں گا اور پھر ہم یہاں

سے واپس چلیں گے۔“

”ضرور چلیں گے، لیکن ایسے نہیں۔۔۔ رابینا اور اس کا قبیلہ رکاوٹ بنے گا۔“

”میں سب کچھ فنا کر دوں گا۔۔۔ تجھے اب مجھ سے کون جدا کر سکتا ہے۔“ میں نے

پیش میں کہا۔

”ایسے نہیں ماہر۔۔۔ اس کے لئے ہم دوسرا طریقہ اختیار کریں گے جسم اور عقل دونوں

کا استعمال ایک توازن کے ساتھ ہو تو بہتر ہوتا ہے۔“ ہیا نے کہا اور میں مسکرا دیا۔

”میں کہیں بھی تجھ سے اختلاف نہیں کروں گا۔“ میں نے محبت سے کہا۔

”ہم یہاں سے چلیں گے، لیکن اس طرح کہ پھر کوئی جدوجہد ہمارے لئے نہ ہو، ہم

باقی وقت سکون سے گزاریں۔“

”پنڈت رائے نے تجھے کہاں سے حاصل کیا؟“

”بھیک رہا تھا تمہاری تلاش میں، میری جسامت کی وجہ سے زندگی بہت مشکل تھی مجھ

پر، نہ انسانوں میں شمار ہوتا تھا نہ جانوروں میں، پھر پنڈت رائے مل گیا اس نے مجھے پہچان لیا،

بہت احسانات کئے مجھ پر۔“

”اب ہم اس پر احسانات کریں گے۔۔۔ یہاں کوئی آ تو نہیں جائے گا۔“

”رات میں نہیں۔۔۔ لیکن دن کی روشنی خطرناک ہو گی۔“

”مجھے پوشیدہ ہونا پڑے گا۔۔۔“

”نہیں۔۔۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”بس جو میں کہوں وہ کرتے رہو، تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔“ ہیا نے کہا اور میں

اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔

”میں تیرا ہوں ہیا۔۔۔ تیری کئی بات سے انحراف کا تصور بھی نہیں کر سکتا، بول مجھے کیا

کرتا ہے۔“ ہیا مسکراتے لگا تھا، پھر اس نے کہا۔

”عقل اور جسم کا باہمی تعاون کامیابی دلاتا ہے۔ تم نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس نے

میں ان کا دشمن بنا دیا ہے۔ اب اس دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنا ہے۔“

”میں نے کچھ سیاہ فام ہلاک کر دیئے ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”پھر دوستی کیسے ممکن ہے۔“

”بہت آسانی سے۔۔۔۔۔“

”تو پہلے بھی مجھے اس دنیا کے بارے میں بتاتا تھا اور میں تیری کہانیاں شوق سے سنتا تھا۔ آہ۔۔۔ وہ دن پھر لوٹ آئے ہیں۔ میں کتنا خوش ہوں۔“

”میں نے اس دنیا میں بہت سے تجربات کئے ہیں اور اب میں اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس دنیا میں جینے کا حق اسے حاصل ہے جو عقل و جسم کی طاقت رکھتا ہو۔۔۔ ایک چیز بھی کم ہو تو یہ دنیا اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔“

”مجھے بتا۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔؟“

”راہینا عورت ہے، جاوگر ہے، لیکن سب سی بڑی کی اس کے اندر یہ ہے کہ انسان ہے اور عورت ہے۔ وہ تم سے گھائل ہو گئی ہے، تمہیں پسند کرنے لگی ہے اور تمہیں اپنے لئے حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔“

”مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔“

”مگر ہمیں عقل استعمال کرنی ہو گی۔“

”مجھے بتا کیسے۔۔۔؟“

”جھوٹ بول کر۔۔۔ جاوگر اتنی سی بات پر برگشتہ ہو گئے کہ ان کے مزاج کے مطابق تم نے کڑا دوسرے ہاتھ میں نہیں پسند۔“

”وہ تو بورٹوٹوٹا نہ کما۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”آہ، تو سب کچھ جانتا ہے۔۔۔۔۔“

”ہاں میرے بھائی۔۔۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ تم میرے خوابوں کی گرفت میں تھے، بہر حال۔۔۔ بورٹوٹوٹا تمہارے ذریعہ اپنا مسئلہ حل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہے تم صبح کو کڑا بدلنا بھول گئے۔“

”میں اس سیاہ بخت اندھے سے بھی ٹالاں ہوں۔“

”ہم سب کا قلع قمع کر دیں گے، مگر عقل کے جاو سے۔“

”ہاں، میں سنتا چاہتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔“

”اس فرار کا جواز پیدا کرنا ہے۔“

”اس۔۔۔ وہ کیسے۔۔۔ میں نے حیرت سے کہا۔“

”کڑا اب تمہارے سیدھے ہاتھ میں ہے، لیکن ہم ان کے جاو کے زیر اثر نہیں ہیں۔ جگہ ان پہاڑوں میں راہینا کا مسکن ہے۔ سامنے والے غار کے دہانے سے تم اندر جاؤ گے۔“

سیدھے چلے جانا۔۔۔ اس سرنگ کا اختتام راہینا کی آرام گاہ پر ہو گا۔ اس وقت کوئی تمہاری راہ میں مزاحم نہیں ہو گا کیونکہ کوئی اس کے آرام میں مغل نہیں ہوتا۔ تم اس کے قریب چلے جانا۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔“

”ہاں مجھے اپنا منصوبہ بتاتا رہا۔۔۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“ مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا تھا۔“

”اب تم دیکھو گے۔۔۔ تمہیں کوئی وقت نہیں ہو گی۔“

”ہاں۔۔۔ تیری عقل ہمراہ ہے، مگر اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔“

”وہ بعد میں بتاؤں گا۔“

”تو میرے ساتھ ہو گا نا۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ مجھے واپس اس بنجرے میں بند کر دو اور اس کی سلاخیں سیدھی کر دو۔ اور

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔۔۔ اسے بھی سنو اور ذہن نشین کر لو۔“

”کیا اے مہر اعظم۔۔۔ میں وہی کروں گا جو تو کہے گا۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور ہیا مجھے

آگے کا عمل بتانے لگا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“ پھر میں نے ہیا کو

واپس اس کے بنجرے میں پہنچایا اور وہ مسکراتا ہوا اندر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ ”میرے دل

میں تو تمہارے لئے اس قدر پیاس ہے ہیا کہ صدیوں تجھے اپنی آنکھوں میں بٹھائے رہوں

تب بھی دل نہ بھرے۔“

”جذبات عقل کے دشمن ہوتے ہیں۔ ان سے جنگ جاری رہنی چاہئے ہمیں دائمی

قرب حاصل کرنے کی جدوجہد کرنی چاہئے بجائے اس طرح کہ ہمارے دشمن ہمیں دور کرنے

کے درپے ہو جائیں۔“

”ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“

”اب تم جاؤ۔۔۔۔۔“ ہیا نے کہا اور میں نے گردن جھکا لی۔

ہیا کو پالنے کا تصور بھی ایک خواب کی مانند تھا اور وہ کہ یہ دہشت میرے دل میں

ور آتی تھی کہ کہیں یوں نہ ہو کہ اس حسین خواب سے آنکھ کھل جائے اور اس کے بعد

وہی دیرانے میری نگاہوں میں ہوں، جن میں ہیا کی پیاس کے سوا کچھ بھی نہ ہو، لیکن اب

خود کو اس قدر دھوکا بھی نہیں دیا جاسکتا تھا۔ ہوش و حواس کے عالم کا جو بھی اندازہ ہو سکتا

تھا وہ میں نے کر لیا تھا اور اس یقین کو دل میں بٹا چکا تھا کہ اب ہیا میرے پاس ہے اور میں

اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اس کے ساتھ

مہر اعظم سے نکل جانا ایک مشکل عمل تھا۔ لاتعداد دشمنوں کو اپنے پیچھے لگا کر جدوجہد

کرنے سے بہتر یہ تھا کہ تھوڑی سی دانش سے کام لیا جائے اور مشکل کو حل کر لیا جائے،

اپنے آپ کو سمجھا کر میں ہیا کے بتائے ہوئے راستے پر آگے بڑھ گیا، یہ سرنگ سنگلاخ

پٹائیوں کاٹ کر بنائی گئی تھی اور اس میں جگہ جگہ ابھرے ہوئے پتھر نظر آتے تھے۔

بہا اور اس کے ہونٹوں پر ایک سبک سی مسکراہٹ پھیل گئی، آنکھیں بند کر لیں اور  
دھڑلے سے سرگوشی کے عالم میں نکلا۔

”جب اتنا دیوانہ بھی نہیں ہونا چاہئے مجھے اس کے لئے کہ میری صبح کا آغاز اس کے  
دور سے ہو۔۔۔۔۔ لیکن عجیب ہے، بے مثل ہے، میری زندگی اس کے ساتھ کس قدر خوشگوار  
دل اس کا احساس میرے دل میں ہے، آہ جی چاہتا ہے اسے بھر دیکھوں۔۔۔۔۔“

اس نے آنکھیں کھولیں اور میں اب بھی اس کے نگاہوں کے سامنے تھا۔ تب اس کے  
ہاتھ پر آہستہ آہستہ حیرت نمودار ہونے لگی، پھر وہ خود سے ہی بولی۔

”کیا کوئی تصور مجسم ہو سکتا ہے، کیا جس کا خیال دل میں بسا کر سویا جائے وہ اس طرح  
انہوں کے سامنے آ سکتا ہے ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے اگر طلب صادق ہو اور جذباتوں میں سچائی  
ہو، لیکن وہ کم کیوں نہیں ہو جاتا۔ تصور تو بند دماغ میں ہوتا ہے، یہ کھلی آنکھوں کے  
سامنے۔۔۔۔۔ اوف۔۔۔۔۔“ اچانک ہی اس کے ہونٹوں سے آواز لگنا بند ہو گئی، اس نے دونوں ہاتھ  
سری پر ٹکائے اور جھک کر مجھے دیکھنے لگی، دیکھتی رہی پھر مزید حیران ہوئی اور اٹھ کر بیٹھ  
گئی۔ اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا تھا، وہ بس مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔ اور ”ہیا“  
کی ہدایت کے مطابق مجھے بھی وہ کرنا تھا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں کیا تھا اور سچی  
ات یہ ہے کہ اس کے بارے میں جانتا بھی نہیں تھا، کسی سے اظہار عشق، اظہار محبت یا  
لطف کا اظہار کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، لیکن ”ہیا“ میرے جسم سے ”مس“ ہو چکا  
تھا اور شاید اس کی کچھ قوتیں میرے اندر سرایت بھی کر گئی تھیں کیونکہ میرے چہرے سے  
وہ آثار ہو رہے تھے وہ انہیں سمجھ رہی تھی پھر اس کے منہ سے حیرانی سے نکلا۔

”کیا تم صرف ایک تصور ہو یا حقیقت۔۔۔۔۔؟“

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ میں نے جواب دیا۔

”تم بول بھی رہے ہو۔۔۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔۔۔ میں بول رہا ہوں اور جو کچھ مزید کہنا چاہتا ہوں شاید تم اسے سمجھ سکو، میں  
نہیں جانتا پہاڑوں کی ملکہ کہ تمہارے دل میں میرے لئے کیا تصورات ہیں، لیکن میں ایک  
ذلت مند انسان ہوں اور جب سے میری نگاہ تم پر پڑی ہے میں منتشر ہو کر رہ گیا ہوں میں  
نہیں سمجھتا کہ میری یہ طلب، میری یہ زندگی کس لئے ختم کر دے گی لیکن میں نے جو کچھ  
کہا ہے، جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے، تمہاری وجہ سے، صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔“

وہ حیرانی سے مسہری سے نیچے اتر آئی، میرے قریب پہنچ گئی اور میرے ہی سامنے  
کمرے کی انداز میں دوڑاؤ ہو گئی اس نے محبت پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم تو بچ بچ بچ ہو۔۔۔۔۔ آہ تم واقعی بھل ہو، کیا میں تمہیں چھو کر دیکھ سکتی ہوں۔“

میں نے ہاتھ بڑھایا اور عقیدت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر میں نے

میں آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اس غار کے دہانے سے اندر داخل ہو گیا جس کے بارے  
میں حیا نے بتایا تھا، پتھروں کے بنے ہوئے اس عالی شان غار کے دوسری جانب دیکھ کر میری  
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ تصور سے دور کی چیز تھی۔ میں ایک عظیم الشان محل  
جیسی جگہ موجود تھا۔ پتھروں سے تراشی ہوئی اس خواب گاہ میں جو کچھ موجود تھا وہ کسی قدیم  
یونانی محل میں بھی نہیں ہو گا۔ عجائب و نوادرات ہر سو سجے ہوئے تھے اور اس تاریک براعظم  
میں ایسی کسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جو کچھ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہ  
ناقابل یقین سا تھا۔ جدید دنیا میں شاید کسی عظیم بادشاہ کے محل میں بھی ایسی کوئی خواب گاہ  
نہیں ہو سکتی تھی۔

میں حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا پھر چند قدم آگے بڑھا اور اس عظیم الشان مسہری  
کے پاس پہنچ گیا جس پر ہر صری پردے پڑے ہوئے تھے اور درمیان میں رابینا سو رہی تھی۔  
اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حسن بے مثل تھی، صحرا کا سارا حسن اس کے وجود میں سما گیا  
تھا، حسین باریک لباس میں وہ جو کچھ نظر آ رہی تھی اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن  
شاید میں اس مٹی سے بنا ہوا ہی نہیں تھا جو حسن سے متاثر ہوتی ہے میں تو بس اسے حیرانی  
سے دیکھ رہا تھا۔ پھر مجھے فوراً ہی خیال آیا کہ مجھے اپنا کلام کر لینا چاہئے۔ حیا نے مجھے ہدایت  
کی تھی کہ کسی اور الجھن میں نہ پڑوں اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہ واقعی ایسا تھا کہ اس سے  
میں ہر شے پر قابو پا سکتا تھا۔۔۔۔۔ آہ، میرا ہیا اب بھی مجسم ذہانت ہے اور اس کی سوچ اتنی  
عظیم کہ عام انسانوں سے برتر۔۔۔۔۔ سارے ہی گر تو ہٹا دیئے تھے اس نے مجھے اور یقیناً اس  
عمل سے ماحول میری گرفت میں آ سکتا تھا، لیکن دل کی طلب یہ تھی کہ اس وقت صرف ”  
ہیا“ ہو اور ”میں“ ہوں اور ہمارے اطراف میں دیرانے ہوں۔ دل کی ہر دھڑکن کو ہم ایک  
دوسرے کی محبت سے سچ لیں۔

لیکن مصلحت انسانی احساسات کی قائل ہوتی ہے اور اس کم بخت کا اس ماحول پر بھرا  
ہے اسی کی اجارہ داری ہے، سو میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں بیٹھ کر میں رابینا پر  
نگاہیں جما سکوں۔ حالانکہ میرے دل کی آواز نہیں تھی لیکن پھر بھی گزارہ تو کرنا ہی تھا۔

صبح کی روشنی کی آمد کا اعلان غار کے ان سوراخوں سے ہوا جن سے سورج کی شعاعیں  
یا اجالے کی کرنیں براہ راست رابینا کے چہرے پر پڑتی تھیں اور غالباً یہی اسے جگانے کا ذریعہ  
تھا۔ تو ایسا ہی ہوا۔۔۔۔۔ میں نے اسے کروٹ بدلتے دیکھا، وہ روشنی سے آنکھوں کو چھپانے کی  
کوشش کر رہی تھی اور اس عالم میں اس کے حسن بے مثل میں کچھ اضافہ ہی ہوتا محسوس  
ہوتا تھا، لیکن سورج کی کرنیں بھی شاید اس کے حسن جہاں سورج کی دلدادہ تھیں اسے بار بار  
ٹٹولتی رہیں اور اس نے آنکھیں کھول دیں، لیکن اس کا رخ میری ہی جانب تھا اور مجھے  
اندازہ تھا کہ آنکھیں کھول کر وہ مجھے ہی دیکھے گی۔ سو اس نے بند اسی آنکھوں سے مجھے

اسے ہونٹوں سے لگایا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے وہ دفور انہلے سے دیوانی ہو گئی تھی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔  
 ”چاہتیں اس طرح حاصل ہو جائیں یہ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا، لیکن، لیکن وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے، وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ آہ میں تمہیں کس نام سے پکاروں مجھے بتاؤ میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔“

”میرا نام ماہر ہے۔“

”کیا واقعی تم یہاں تک آ گئے ہو۔۔۔ لیکن اشکالا تو کہتا تھا کہ تم فرار ہو گئے ہو اور وہ سب جہنم پہاڑوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔“  
 ”وہ پاگل ہیں دیوانے ہیں، محبتوں سے نا آشنا ہیں دل کی باتیں نہیں جانتے۔“ میں نے جواب دیا۔ تب اس کی نگاہ میرے ہاتھوں پر پڑی اور اس نے کڑا میرے دانے ہاتھ میں دیکھ کر کہا۔

”یہ۔۔۔ یہ تم نے۔۔۔ یہ تم نے بعد میں تبدیل کر لیا یا مجھ سے جو بات کسی گئی وہ جوں تھی۔۔۔؟“

”راہینا میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”اٹھو۔۔۔ اٹھو یہاں سے، تمہاری جگہ میرے دل میں ہے، میری آنکھوں پر ہے، تم یہاں کب سے بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔؟“

”بہت وقت گزر گیا، تم سو رہی تھیں اور میں تمہیں دیکھ کر سکون جان حاصل کر رہا تھا۔۔۔“

”میری روح کے مالک آؤ، تمہارے لئے یہ جگہ نہیں ہے یہاں بیٹھو۔“ اس نے ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور مسری پر بٹھا دیا۔ پھر خود بھی میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

”تم یہاں کیسے آ گئے، یہ سب کچھ کیسے ہوا۔۔۔؟ مجھے اس کی تفصیل بتاؤ۔“

”کیا تم سننا پسند کرو گی، راہینا، کیا میں تمہارے عتاب کا شکار نہیں ہوں گا۔۔۔؟“  
 ”کیسی باتیں کرتے ہو، جس سے محبت کی جاتی ہے اس کے لئے کچھ اور بھلا کیسے؟“

جاسکتا ہے؟“

”تو کیا تمہارے دل میں بھی۔۔۔؟“

”ہاں میری زندگی کے مالک، میں نے تو ایک نگاہ میں ہی تمہیں دیکھ کر پسند کر لیا تھا، کیا جانو کہ میرے خوابوں میں کب سے تمہارا تصور بسا ہوا تھا، بس میں اس تصور کو کوئی نہیں دے پائی تھی اور جب میں نے تمہیں دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کہ وہ مجھ سے پہنچ گیا ہے جس کی میں آرزو مند تھی۔“  
 ”تب میں اسے اپنی خوش بختی کی انتہا سمجھتا ہوں راہینا۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں

دیکھ کر میرے دل میں بھی یہی جذبات جاگے تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا میں تمہارے لئے مخصوص ہوں اور انہوں نے یہ بات کہہ کر میرے دل میں کنول کھلا دیئے، لیکن وہ منحوس اندھا، وہ ذلیل جلاوگر میرے اور تمہارے راستے کی رکاوٹ بن گیا۔“

”کون۔۔۔؟“

”اس کا نام بورٹونوٹا ہے۔۔۔“

”بورٹونوٹا۔۔۔ نیٹالیہ کا نامور، وہ بد نما شخص جو اپنے آپ کو بہت بڑا جلاوگر کہتا ہے۔۔۔ مگر کیسے، آخر کیسے؟ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔“

”بات بہت طویل ہے راہینا، لیکن مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لو کہ وہ مجھے اپنا آلہ کار بنانا چاہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں تم سے تمہارے جلاوگروں کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور اسے وہ سب کچھ بتا دوں جو تمہیں زوال پذیر کر سکے اور اس نے جب میرے دل میں تمہاری محبت پائی تو آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں یہ کڑا اپنے بائیں ہاتھ میں تبدیل کر لوں، کیونکہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ پھر جب یوں ہوا کہ اشکالا نے اور دوسرے جلاوگروں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے مجھ پر عتاب کا اظہار کیا جبکہ ایک ملاقات شخص نے ساتھ یہ سلوک ناروا تھا اور انہوں نے مجھے پتھروں میں قید کر دیا، لیکن میری آتش شوق مجھے دیوانہ بنائے ہوئے تھی، میں تمہاری قربت چاہتا تھا، تمہیں دیکھنا چاہتا تھا، سو مجبوراً مجھے وہاں سے لٹکا پڑا اور اس کے بعد میں نجانے کون کون سی مشکلات اٹھا کر۔۔۔ تم تک پہنچا، یہ ہے میری مختصر روداد، یہ ہے میرے عشق کی کہانی۔۔۔ اور میں تیار ہوں اس کے لئے راہینا کہ اگر تمہارے اس دیدار کے بعد میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو میں خوشی سے یہ سزا قبول کر لوں۔“

راہینا کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

”یہ تو میری محبت کی طلب ہے جو تمہیں راستہ دکھاتی ہوئی یہاں تک لے آئی ہے، بات ان بے وقوف جلاوگروں کی ہے اور اس کم بخت دیوانے کی۔ جو یہ سب کچھ چاہتا ہے اور جو اس کے لئے ناممکن ہے۔ آہ اسے تو آج سزا مل جائے گی لیکن سزا ان بے وقوفوں کو بھی ملے گی جنہوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا، انہیں کم از کم یہ تو معلوم کر لینا چاہئے تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟“

”میں اور کچھ نہیں چاہتا، راہینا! بس تمہارا دیدار مجھے مقصود تھا، سو مجھے سب کچھ حاصل ہو گیا۔“

”نہیں میرے محبوب تم میری زندگی کے مالک ہو مجھے تو صدیوں تمہارے ساتھ سفر کرنا ہے، میں بہت خوش ہوں تمہارے یہاں آ جانے سے اور اب تم یہاں سے کیسے نہیں جاؤ گے، میں، میں بہت جلد کچھ کروں گی تم دیکھنا، تمہیں تکلیف پہنچانے والوں کو بدترین

تمہاری تحویل میں دیا تھا۔“

”عظیم ملکہ ہم اپنی کوتاہی پر شرمسار ہیں اور ہر اس سزا کے سزاوار جو ہمیں دی جا سکے اور یہ بات تو ہم نے اپنے ذہنوں میں غیب کر لی ہے کہ ہمارے اس جرم کی سزا صرف اور صرف موت ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ شخص فرار ہونے کے بعد سے مسلسل ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اور جیسا کہ تجھے اطلاع دی گئی کہ وہ پیرداروں کو قتل کر کے نکل بھاگا ہے لیکن ہم پوری قوت سے اس کی تلاش میں سرگرواں ہیں اور اگر ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تو بے شک ہم اسے پالیں گے۔“ راہینا کے چہرے پر خشونت نہیں تھی جو ان حالات میں ہونی چاہئے تھی اور مدہم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی ہوئی تھی، اس نے کہا۔

”لیکن اشکالا تیرا علم تیرا تجربہ تیری ذہانت کہاں جاسوکی تھی، تو نے صرف اتنی سی بات پر اسے مستحب قرار دیا کہ اس نے کڑا اپنے بائیں ہاتھ میں پن لیا تھا اور اس سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ اسے ہماری محبت قبول نہیں ہے وہ تو ایک نواقف انسان تھا، ممکن ہے وہ یہ نہ جانتا ہو کہ کڑے کو بائیں ہاتھ میں پن لینے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔“

”بالکل ٹھیک کہا تو نے عظیم ملکہ لیکن کیا اس کے بعد ہم اسے محترم اور باعزت رہنے دے سکتے تھے۔“

”یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے بھگانے میں آگیا ہو۔“

”آہ، ہمیں اس کا علم نہیں۔“ اشکالا نے جواب دیا۔

”اور اگر اسے بھاگ دوڑ میں نقصان پہنچ گیا یا تمہارے آدمیوں نے اسے زخمی کر دیا تو تم جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔“

”انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ اسے صرف گرفتار کیا جائے اور اگر اس کے ہاتھوں کچھ لوگ زندگی بھی کھو بیٹھیں تب بھی اسے کوئی زخم نہ پہنچایا جائے، ہم تو صرف اسے تیرے حضور پیش کرنے کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یقین ہے کہ کوئی ایسا عمل نہیں ہو گا۔“

”اور اب تک تم اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو۔“

”ہاں ملکہ راہینا یہ ایک حقیقت ہے۔“

”اس وقت وہ یہاں ہے۔“ نیشیلہ کی ملکہ نے کہا اور ان سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔

انہوں نے خاموشی ہی سے بیٹھے رہنے میں عنایت سمجھی تھی.... راہینا نے کہا۔

”نور یہ دیکھ یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میری زندگی کا مالک، یہ ہے میری طلب باہر آ جاؤ ماہر.... آؤ باہر آ جاؤ ان سے ملو یہ سب میرے معتمد اور دفلار ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ صرف میرے ہی لئے کیا اور بہتر یہ ہو گا کہ تم بھی انہیں معاف کر دو۔“

سزائیں دی جائیں گی۔“

”حالاںکہ میرا دل نہیں چاہتا، لیکن بورٹو ٹاٹا....؟“

”اس کی زندگی تم ختم ہی سمجھو، بس اتنا ہی جینا تھا اسے۔ اور میں نے اسے موقع دیا کہ وہ خود کو دفلاروں میں شامل کرے، لیکن شاید ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ بد بخت جو کچھ کرتا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ نہیں یہ ممکن نہیں، آؤ یہاں سے چلیں، تمہیں آرام کے کمرے میں لے چلوں۔ صبح ہو چکی ہے میری خدایاں میرے جاگنے کی منتظر ہوں گی۔“ اور پھر وہ محبت سے میرا ہاتھ پکڑے مجھے وہاں سے باہر لے آئی، خدایاؤں کا غول اس غار کے دہانے کے دوسری جانب موجود تھا اور اس کا منتظر تھا، لیکن مجھے اس کے ساتھ دیکھ کر ان کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکلیں، راہینا نے انہیں احکامات دیئے اور پھر وہ ان احکامات کی تعمیل کرنے لگیں۔

راہینا کے ساتھ میں نے ایک شاندار ناشتہ کیا۔ میرے بدن کا لباس بھی تبدیل کر دیا گیا اور جو لباس مجھے پہنایا گیا وہ بے حد خوشنما تھا اور اس سے خوشبوؤں کی پلٹیں اٹھ رہی تھیں، لیکن میرے دل میں وہ نفسی سی پھانسی چھ رہی تھی جو مجھ سے دور تھی اور میرے دل میں صرف اس کا تصور سا سکتا تھا لیکن اس کی ہدایت پر مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا تھا، تب ابتدائی امور سے فارغ ہونے کے بعد راہینا نے نئے احکامات جاری کئے۔

اس نے ان تمام جلدوگروں کو اپنے حضور طلب کر لیا جو اس کے احکامات کی پابندی کیا کرتے تھے اور اس کے مشیر تھے اور انہی میں جلدوگروں کا سردار اشکالا بھی تھا.... پھر راہینا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”اس وقت تمہیں پوشیدہ رہنا ہو گا جب میں ان سے سوالات کروں گی اور ان کی بوکھلاہٹیں قاتل دید ہوں گی، لیکن فکر نہ کرنا سب بہتر ہی ہو گا۔“

سو پھر یوں ہوا کہ راہینا مجھے ایک ہال میں لے آئی۔ پہاڑوں میں یہ غاروں کی تراش ناقابل یقین تھی، انسانی ہاتھوں کی کارگیری جگہ جگہ نظر آتی تھی اور پہاڑیوں کی ملکہ نے یہاں اپنے لئے ہر وہ بندوبست کیا تھا جو ممکن ہو سکتا تھا۔ مجھے تو حیرت ہوتی تھی کہ میں یہاں اس قدر آسانی سے کیسے پہنچ گیا جبکہ اگر دوسرے راستے اختیار کئے جاتے تو سیکڑوں مراحل سے گزرنے کے بعد ہی ملکہ راہینا تک پہنچا جا سکتا تھا.... یہاں ایک حسین دیوان پر ملکہ راہینا بیٹھ گئی اور اس نے مجھے دیوار کی آڑ میں پوشیدہ کر لیا جہاں میرے لئے بھی بیٹھنے کی جگہ بنا دی گئی تھی اور پھر اس کے احکامات کے تحت جلدوگر آنا شروع ہو گئے وہ ملکہ راہینا کے حضور پہنچ کر سجدہ ریز ہو جاتے اور دو زانو بیٹھ جاتے تھے.... راہینا ان سب کا انتظار کرتی رہی اور جب سب جمع ہو گئے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو اس نے کہا۔

”اشکالا وہ شخص کہاں ہے جس کی ہمیں تلاش ہے جس کی جستجو ہے اور جسے ہم نے

سو میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا اور وہ سب گردنیں اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھنے لگے ان کے چہرے تصویر حیرت بن گئے تھے تب راہبنا نے کہا۔  
 ”لیکن یہ اندازہ بالکل درست ہے ہمارا کہ یہ برکایا ہوا تھا اور اسے علم نہیں تھا کہ ہاتھ میں کڑا تبدیل کر لینے سے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں لیکن جس شخص نے اسے برکایا اس کا نام سن کر تمہیں یقیناً حیرانی ہو گی بڑے جلدوگر کا بیٹا بورٹونوٹا اس تحریک کا محرک تھا۔“  
 ”بورٹونوٹا...؟“ سب کے حلق سے آواز نکلی۔

”ہاں“ وہ جو ایک ایسی سازش اپنے ذہن میں رکھتا ہے جس کا وجود ناممکن ہے لیکن جس کا سوچنا کٹھن عظیم اور قاتل سزا، وہ چاہتا ہے کہ تم سب کو فاکر کے نیٹالیہ کا سب سے بڑا جلدوگر بنے اور اس کے بعد مجھے اپنے زیر نگیں کر لے اور میں اس کے احکامات کی پابندی کروں۔“

جلدوگر طیش میں آگئے۔ اٹھکلا نے کہا۔ ”دو تلوں کی قسم“ یہ اس کے لئے نہ تو ممکن ہے اور نہ وہ ساری زندگی ایسا کر سکتا ہے، اس کا جلدوچ ہے۔“  
 ”وہ قاتل سزا قرار پایا ہے سو تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اسے گرفتار کر لو کھلے چاند کی رات ہے اور چاند کی روشنی میں ہم اس کی تقدیر کا فیصلہ سنا دیں گے۔“

جلدوگر نے اطاعت گزاری کا اظہار کیا اور راہبنا کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ سو راہبنا نے انہیں رخصت کر دیا اور کچھ مزید ہدایات دیں جو میری خواہش کے مطابق تھیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ بورٹونوٹا اب مشکل میں گرفتار ہو جائے گا اور شاید ہی وہ ان جلدوگر کی گرفت سے نکل سکے۔ ہاں اگر اس کا جلدو کارگر ہو گیا تو مستقبل میں وہ کافی پریشان کرے گا، لیکن ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ میں کسی کی دشمنی کے خیال سے پریشان ہوں۔ پریشانی تھی تو بس اتنی کہ ہیا بالکل قریب تھا اور میرے پاس نہیں تھا لیکن راہبنا اس کی ہدایت سے انحراف بھی ممکن نہیں تھا۔

راہبنا نے مسکرا کر کہا۔ ”میں نے تجھے پسند کیا اور تیرے ساتھ زندگی جوڑ لی، لیکن تو نے مجھے اپنے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتایا۔ اتنا تو میں بھی جانتی ہوں کہ پہاڑوں کی دنیا سے دور ایک اور دنیا بھی ہے جہاں کے جلدوگر، الوکے جلدو ایجاد کرتے ہیں، جیسے آگ اور دھماکوں کا جلدو۔ ان کے گھر ہواؤں میں اڑتے ہیں اور ان کی بڑی کشتیوں میں بہت سے انسان سفر کرتے ہیں۔“

”ہاں، ایسا ہے۔۔۔“

”کیا تو بھی جلدوگر ہے۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ میں جلدو نہیں جانتا۔“

”بیشک تو جلدو نہیں جانتا، لیکن میں کہتی ہوں کہ تو ساحر ہے، میں مرد پرست نہیں ہوں

اور نہ ہی میں نے کبھی اس بارے میں سوچا بلکہ میرا فیصلہ تھا کہ میں مرد کی ٹھکوی کبھی قبول نہ کروں گی اور یہ سچ ہے، جو مرد مجھے اچھے لگتے تھے میں انہیں قتل کر دیتی تھی تاکہ میرے دل میں ان کی محبت جڑ نہ پکڑ سکے اور بالآخر مجھے ان کی ٹھکوی قبول کرنی پڑے، لیکن تجھے یہ کہ میں محروم ہو گئی اور خود کو نہ سمجھا سکی اب میں صرف تیری طلبگار ہوں۔“  
 ”میں اس بارے میں کیا کہوں، میں نہیں جانتا۔“ میں نے بے بسی سے کہا۔

”تو نیٹالیہ کا حکمران بن جائے گا اور میں تیری اطاعت گزار۔ پھر ہم کور کے غاروں کا مرکز بن گئے اور وسیع سلطنت قائم کریں گے۔ نیٹالیہ کے جلدوگر تجھے ہر جلدو سکھا دیں گے اور تو عظیم جلدوگر ہو گا۔ میں سب کچھ تجھ پر قربان کر دوں گی ہر شے تجھے دے دوں گی۔“

”میں تیری محبت سے سرشار ہوں۔“ میں نے فریب کی بات کی۔ پھر شام رات میں تبدیل ہو گئی اور جلدوگر نے خبر دی کہ بورٹونوٹا ان کی قید میں ہے اور پھر خوبصورت لوگوں نے مجھے تیار کیا۔ یہ سارے تماشے ہیا کے حصول کے لئے تھے اور مجھے اس کے لئے ہدایت کرنے پڑ رہے تھے، پھر جلدوگر کے ٹولے کے ساتھ ہم ایک پہاڑی چٹان کے اوپر پہنچ گئے جہاں سے نیٹالیہ کے ان ہشتادوں کو دیکھا جاسکتا تھا۔ جو وادی عظیم میں جمع تھے۔ جلدوگر قربان گاہ کے پاس موجود تھے۔ وہاں بورٹونوٹا کو لایا گیا جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔

اٹھکلا نے ملکہ راہبنا کا پیغام سنایا۔

”یہ منحرف ہے عظیم راہبنا کے احکامات سے اور اس کے اور جلدوگر کے خلاف، مداخلت کرنے کا مرتکب کہ یہ خود کو بڑا جلدوگر کہتا ہے، لیکن اس کے یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوئے اور اسے راہبنا کے حکم سے فدا کیا جاسکتا ہے۔“  
 بورٹونوٹا نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور کہا۔

”نیٹالیہ کے لوگو۔۔۔ بہت سے جلدوگر نے مل کر دھوکے سے مجھے قید کیا ہے اور یہ ہے کہ مجھے ان کی نیت کا علم نہیں تھا۔ ورنہ شاید ایسا نہ کر پاتے، کیونکہ جتنا جلدو ان لوگوں میں مشترک ہے۔ میں اس سے کہیں زیادہ جانتا ہوں یہ بھی سچ ہے کہ میں سب سے بڑا جلدوگر ہوں اور یہ بھی کہ میرے اور میرے باپ کے ساتھ ناانصافی کی گئی۔ یہ بھی سچ ہے کہ میرے پاس اس دنیا کا جلدو بھی ہے جو پہاڑوں اور جنگلوں سے پرے ہے۔ اور میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ تم سب کو دوسری دنیا کے جلدو سے روشناس کراؤں گا تاکہ تم دوسری دنیا کے ان سازشیوں سے ہوشیار ہو جاؤ جو عقل کے جلدو سے صدیوں سے تمہیں مات دیتے آئے ہیں۔ اس کیلئے راہبنا سے چھٹکارا ضروری تھا اور میں اس کے لئے سرگرداں تھا لیکن یہ بھی سچ ہے کہ عقل کا جلدو مجھے مات دے گیا۔ ان لوگوں نے اس وقت سے پہلے وہ کر ڈالا جس کی مجھے امید نہیں تھی۔ البتہ میری پیش گوئی سن لو۔۔۔ دوسری دنیا سے آنے والے لوگوں کی تعداد صرف چار ہے، لیکن یہ تمہارے لئے کافی ہیں، بالآخر یہ راہبنا کو ہلاک کر دیں

گے اور ہمیں مشکل میں پھنسا کر یہاں سے چلے جائیں گے، کیونکہ یہ اس زندگی کو کب قبول نہیں کریں گے۔ انہیں ضرور واپس جانا ہے۔“  
”اے ختم کر دے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ یہ مزید بکواس کرے۔“ رائینا نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”میری آخری ہدایت ہے کہ اس کے بعد کسی عورت کو اپنی تقدیر کی باگ ڈور سونپنا، کیونکہ وہی تم لوگوں کی کشتی ڈوبنے کا باعث بنے گی۔“ ایڈلاس نے کہا۔  
اشکلا کے اشارے پر، جلاو نے بورٹوٹا کی گردن شانوں سے جدا کر دی۔ پھر اس نے بدن کے بہت سے ٹکڑے کئے اور انہیں خشک گھاس کے ڈھیر میں چمپا کر اسے آگ لگا دی گئی۔ بورٹوٹا کا اختتام ہو گیا تھا۔

”موت کے قریب جا کر مرنے والے اسی طرح کی دل ہلا دینے والی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ اس کا جلاو اب روکا نہیں جاسکے گا۔“ رائینا نے کہا، لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کی قدر الجھن کا شکار ہو گئی ہے۔

”وہ تین جو تمہارے ساتھ آئے تھے، کیا تم ان کے لئے کچھ کرنا چاہو گے۔“  
”اگر ممکن ہو تو انہیں دوسروں سے الگ کر لیا جائے، یہاں سے قریب۔“  
”تیری زبان سے نکلنے والی ہر بات ممکن کا درجہ رکھتی ہے۔ کچھ وقت انتظار کر۔۔۔۔۔ بن جلد ان سے تیری ملاقات ہو جائے گی۔“ رائینا نے کہا، میں نے گردن ہلا دی پھر میں پروفیئر حق اور دوسرے لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔

رائینا میرے حق میں بالکل موم ہو گئی تھی، میں نے اس کے چہرے پر الجھن کے نقوش دیکھے تھے لیکن اس نے مجھ سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا، البتہ اس نے اشکلا کو میرے ساتھیوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ مستقبل میں یشالیہ کے حکمران کے ساتھ آنے والے تینوں دوستوں کو احترام کے ساتھ بہتر جگہ قیام کرایا جائے ان کی ہر ضرورت اور ہر خواہش پوری کی جائے۔

”تم ان سے ملنا چاہو گے ماہر۔۔۔۔۔“  
”مجھے تیرے سوا کسی کی چاہت نہیں رائینا، پھر کسی وقت ان سے مل لوں گا۔ بہتر ہے دن کی روشنی میں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ مسکرا دی۔  
خلوت میں اس نے کہا۔ ”منحوس بورٹوٹا کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ بہت بڑی سازش کر رہا تھا، مگر تو نے مجھے بروقت آگاہ کیا، یہ تیرا احسان ہے مجھ پر۔“  
”میں تیرے وجود کے ہر ذرے کا تحفظ چاہتا ہوں رائینا۔“  
”مجھے یقین ہے میرے محبوب، میں بھی تجھ پر جان نثار کرتی ہوں تو نے میری زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہے۔ جانتا ہے اس سے پہلے میرا نظریہ کیا تھا؟“  
”میں نہیں جانتا۔“

”ہم دو ہمیں پیدا ہوئی تھیں، دونوں ہم شکل اور ایک دوسرے سے اس طرح مماثل کہ خود ہمارے والدین ہماری شناخت نہیں کر پاتے تھے، لیکن جلاوگروں نے پیش گوئی کر دی کہ میں بے مثل ہوں اور کوئی میرا ثانی نہ ہو گا۔ پھر میں نے اسی طرح پرورش پائی لیکن مجھے یہ بات ہمیشہ ناگوار گزری کہ کوشا میری طرح ہے۔ لوگ اسے میرا ہم شکل کہتے تھے تو میں برداشت نہیں کر پاتی تھی اور پھر میں نے اپنی برتری ثابت کر دی اور یشالیہ میرے گیت گانے لگا۔ میں خود پر کسی کی برتری برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے میرا فیصلہ تھا کہ کوئی مرد بھی میری خلوت نہ پا سکے گا، لیکن۔۔۔۔۔ میں نے تجھے ایک نگاہ دیکھا اور سب کچھ بھول گئی۔“

”میں بھی تیری خوشبو کے سارے یہاں تک آیا ہوں اور میں نے ہمیشہ تجھے خوابوں میں دیکھا ہے۔“

”آہ اس منحوس بورٹوٹا کے الفاظ میرے دل میں چھ رہے ہیں۔“



مرف دکھا ہے وہ ابھی مجھ تک نہیں پہنچا لیکن شاید اس کی قربت کا ہی نتیجہ ہے کہ میرے اندر وہ تمام احساسات بیدار ہوتے جا رہے ہیں جو میری ہر کیفیت کا ادراک کرتے ہیں، وہ مجھے بتاتے ہیں کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے، کس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے اور یوں سمجھ لو کہ یہ سب کچھ جو تم لوگ دیکھ رہے ہو اسی کا نتیجہ ہے اور تفصیل تو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا، لیکن یہ سمجھ لو کہ بورٹوٹا میرے انتظام کا شکار ہوا ہے اور اس سے تمہیں یہ اندازہ لگ لینا چاہئے کہ تم لوگ محفوظ ہو، یعنی جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ اب ہونے لگا ہے، کیسے یہ اگر نہ پوچھو تو بہتر ہے کیونکہ میں اسے بتانا بھی نہیں چاہتا، اس میں میری شخصیت کا ایک پہلو مجروح ہو گا، اور پھر زبان سے کسی ہوئی بات نجانے کس شکل میں کہاں پہنچے۔ سو میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خوف کو دل سے نکالو۔ تمہیں قربانی کے بکرے کی طرح کھلا پلا کر تر و تازہ نہیں کیا جا رہا بلکہ یہ میری درخواست تھی کہ تمہیں بہتر مقام دیا جائے اور میں نہیں جانتا کہ جب مجھے قید کیا گیا تھا تو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا، لیکن اب جو کچھ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے، وہ بہتر اور موثر ہے۔ تو یوں کرو کہ اگر تم نے اپنے ذہنوں میں اپنی رہائی کا کوئی منصوبہ بنایا ہے تو بہتر ہے کہ اسے ترک کر دو، ممکن ہے تمہیں اس سے کوئی نقصان پہنچ جائے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر تکیہ کرو۔

وہ سب غور سے میری باتیں سن رہے تھے، پروفیسر حق نے کہا۔  
 ”ہیا“ سے تمہارا رابطہ ہو گیا ہے۔“

”یہ سب کچھ نہ پوچھو“ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ زبان سے نکلی بات ہوا کے دوش پر سڑ کرتی ہوئی کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے اور کہیں یوں نہ ہو کہ وقت سے پہلے جو کچھ کہا جائے، وہ نقصان کی بات بن جائے۔ سو اگر رہنے ہی دو تو بہتر ہے، بس اتنا اکتھو رکھو کہ نہ تو تمہیں کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ ہی ہم اس مشکل سے گزریں گے۔ وقت کا انتظار ضروری ہے کیونکہ ہیا کے مشورے تم سب کے مشوروں سے صائب ہوں گے اور میں زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رکوں گا۔ کیونکہ یہ بھی مناسب نہیں ہو گا۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے ان سے رخصت طلب کر لی، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ لوگ تشنہ رہ گئے ہیں، بہت سی باتیں کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ حقیقت تھی کہ ان سے زیادہ باتیں کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی بات ایسی ہو سکتی تھی جس سے مجھے خطرات لاحق ہو جائیں۔“

رابطہ کو میری محبت کا یقین ہو گیا تھا، لیکن اگر اسے اس کا اندازہ ہو جائے کہ میں اس کے ساتھ فریب کر رہا ہوں تو پھر ہم لوگوں کو کہیں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ اسی لئے میں وہاں سے چلا آیا۔ رابطہ تو سب کچھ چھوڑ کر صرف میرے لئے وقف ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔

”گور اگر تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ تمہارے ساتھیوں کو کسی اور شے کی حاجت ہے تو

”کوئی الفاظ۔۔۔؟“  
 ”وہ اپنی شکل کی طرح منحوس باتیں کرتا ہوا اس دنیا سے گیا ہے۔“  
 ”تیرے اور میرے بارے میں۔“

”ہاں۔۔۔“  
 ”تو کیا تو اس کی باتوں سے متاثر ہے۔۔۔؟“  
 ”نہ جانے کیوں، میں بچپن سے تو ہم پرست ہوں۔“  
 ”میں تجھے اس کا حل پیش کر سکتا ہوں۔“  
 ”کیا حل۔۔۔؟“

”اپنے ہاتھوں سے میری گردن پر خنجر پھیر دے، میں خوشی سے تیرا نام لے کر مر جاؤں گا۔“  
 ”آہ تو میرے پیار کا امتحان لے رہا ہے، دوبارہ یہ الفاظ نہ کہنا۔“ وہ مجھ سے اظہار عشق کرتی رہی۔ دوسرے دن مجھے میرے دوستوں سے ملایا گیا۔ وہ بہت گھبرائے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ڈوم نے کہا۔  
 ”مجھے کسی بات کی فکر نہیں، مگر تجھ سے جدا ہو کر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی بے مقصد ہو گئی ہو آقا۔“

پنڈت رائے نے کہا۔ ”تمہیں معلوم ہے بورٹوٹا کو ہلاک کر دیا گیا۔“  
 ”تم کس عالم میں ہو ماہر۔۔۔؟“  
 ”اب تم لوگوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
 ”یوں لگ رہا ہے جیسے یہ لوگ ہمیں بھی قربانی کے لئے تیار کر رہے ہیں، اور موت سے پہلے ہمارے آرزوئیں پوری کرنا چاہتے ہیں۔“  
 پروفیسر حق بولا اور میں ہنسنے لگا۔ وہ سب سرا سید تھے اور شاید اپنے مستقبل سے مایوس، لیکن اپنے خوف سے نکل کر جب انہوں نے سوچا تو ان کی نگاہیں میری مگراں ہو گئیں۔  
 پنڈت رائے بغور میرا چہرہ دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا۔  
 ”ماہر کیا ”ہیا“ تمہیں مل گیا۔۔۔؟“  
 ”ہاں پنڈت رائے۔۔۔“

”اوہ تو یہ بات ہے، میں تمہارے اندر جو جوش اور انبساط محسوس کر رہا ہوں وہ اس کا منظر ہے، لیکن ”ہیا“ کو پانے کے بعد تمہاری کیفیت میں کوئی نمایاں تبدیلی رونما نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ تمہارے چہرے پر اکتھو نظر آ رہا ہے۔“  
 میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر کہا۔ ”اور تم لوگ کہتے تھے کہ جب ہیا مجھے مل جائے گا تو میری تکمیل ہو جائے گی، میں ابھی مکمل نہیں ہوا ہوں کیونکہ میں نے ”ہیا“ کو

صرف اتنا کہ اس کا اظہار کر دو میں انہیں ہر شے مہیا کر دوں گی۔“

”وہ شکر گزار ہیں جبکہ اس سے پہلے اشکلا نے انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا تھا تو وہ خوفزدہ ہو گئے تھے کہ شاید موت ان کے قریب آگئی ہے، لیکن لب میں نے انہیں اطمینان دلادیا ہے۔“

”تم خوش ہو، مطمئن ہو۔۔۔؟“

”ہاں رابینا، تمہارا بے حد شکریہ۔“

”آہ میں اب یہ محسوس کر رہی ہوں ماہر کہ جب تک تم نہیں تھے میں کیسے جی رہی تھی، کیا ہوتا ہے یہ سب کچھ۔ اپنی تمام برتری بھول گئی، حالانکہ حالانکہ وہ کہتے کہتے رک گئی اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جب وہ نہ بولی تو میں نے کہا۔

”تم کچھ آگے بھی کہہ رہی تھیں رابینا۔۔۔؟“

”حالانکہ اس سے پہلے مجھے کسی کی برتری قبول نہیں تھی یہاں تک کہ میں اپنی ہی بہن کو بھی اپنے جیسا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔“

”کوشا۔۔۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں تم اسے دیکھتے تو یوں محسوس کرتے کہ میں خود ہوں لیکن اب صرف میں ہوں اور کوئی نہیں اور میرے اس وجود کے مالک تم صرف تھے۔“

”کوشا کہل گئی۔۔۔؟“ میں نے سوال کیا اور اس نے رخ تبدیل کر لیا، پھر آہستہ سے بولی۔

”اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔“ میں نے محسوس کیا کہ وہ اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتی، چنانچہ میں نے خود بھی اس موضوع کو ترک کر دیا اور اس کے بعد رابینا کے ساتھ مصروفیات میں گم ہو گیا۔

جلد کر اپنے اپنے حالات لے کر آئے اور رابینا نے میرے سامنے ہی ان سے گفتگو کی، انہوں نے مجھے بھی بے حد تعظیم دی تھی۔ پھر رابینا نے خود کا پیشکش کی کہ وہ مجھے اپنی اس مملکت کی سیر کرائے گی، میں نے اس سے فرمائش کی کہ سب سے پہلے مجھے ان پر اسرار عمارتوں کے بارے میں بتایا جائے اور اس فرمائش کے پس پردہ میرے دل کا ایک چور تھا سو رابینا تیار ہو گئی اور اس کے بعد ہم سیر و سیاحت کی غرض سے نکل پڑے۔

پہاڑوں کے اندر یہ جو کچھ بتایا گیا تھا حقیقی طور پر غیر انسانی عمل معلوم ہوا تھا۔ پہاڑ کے پہاڑ کو کھلے کر دیئے گئے تھے اور ان میں ایسا کچھ بتایا گیا تھا کہ انسان کی عقل تسلیم نہ کرے، جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یورپ، اٹلی اور روم کے وہ بوڑھے پادری سگتراش جو اپنے فن میں یکتا تھے۔ یہ سب کچھ نہ کر پائے ہوں گے، جو یہاں کیا گیا تھا اور

پتہ بھی نہیں تھا کہ انسانی عمل ہے یا نہیں، میں دیکھ سب کچھ رہا تھا، لیکن شہر تھا اس بات کا کہ رابینا اس سمت رخ کرے جہاں میرا ”ہیا“ موجود ہے اور بہت سے سفر کے بعد وہ دن

ہا جب رابینا اس سمت چلی اور ہم پہاڑی عمارتوں سے ہوتے ہوئے اس عمار میں آگئے جہاں ایک خوش نما پنجرے میں ”ہیا“ موجود تھا۔ رابینا کے ہونٹوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

”آؤ تمہیں ایک عجیب و غریب انسان دکھاؤں، ایک مکمل انسان جسے شاید جادو گردوں نے اس قدر مختصر کر دیا ہے کہ شاید تم نے اتنا مختصر انسان کبھی نہ دیکھا ہو۔۔۔۔۔“ وہ مجھے لے کر ”ہیا“ کے پاس پہنچ گئی، ”ہیا“ نے کسی قسم کی جانکاری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا لیکن میں نے شدید حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ سچ سچ کوئی زندہ انسان ہے۔۔۔؟“

”ہاں مختصر لیکن مکمل انسان۔۔۔ دیکھو کیسا عجیب لگتا ہے۔۔۔۔۔“

”ہاں واقعی، یہ تو دنیا کا عجوبہ ہے کتنا خوبصورت، کتنا پیارا۔۔۔ اسے دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اس سے بات چیت کروں۔“

”تم ایسا کر سکتے ہو، یہ مجھے کہیں سے حاصل ہوا تھا شاید اس شخص نے تمہیں اس کے بارے میں بتایا ہو جو جو آتا ہے اور مولے اسے عقل والا کہتے تھے لیکن جو دوسری دنیا کا انسان ہے اور نجلے صحرائے اعظم میں گیا کر رہا تھا، یہ اس کے پاس تھا۔“

”یہ مجھے پسند ہے رابینا۔۔۔۔۔“

”کیا واقعی، یہ مجھے بھی پسند ہے اور میں نے اس عجیب انسان کو اسی لئے اپنے پاس رکھا ہے، کبھی کبھی یہ میرا دل بھلاتا ہے لیکن اب اگر یہ تمہیں پسند ہے تو تمہاری نذر۔۔۔۔۔“

اس نے پنجرے میں ہاتھ ڈال کر ہیا کو باہر نکالا اور اسے میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔ ”ہیا“ کی خوب ہی اداکاری کر رہا تھا، وہ روٹھا ہوا سا بیٹھا رہا۔ تب رابینا نے اس سے کہا۔

”نفسے انسان آج سے یہ شخص تمہارا مالک ہے اور تمہارے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آئے گا، تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دے گا، یہ پنجرہ بھی اپنے ساتھ ہی رکھ لو ماہر، یہ اس کا پسندیدہ آرام گاہ ہے اور یہ اس میں رہنا پسند کرتا ہے۔“

”کیا ضروری ہے اگر یہ منحرف نہیں ہے تو میں اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔“

”تب تم اس کے ذمے دار ہو۔۔۔۔۔“ رابینا نے مسکرا کر کہا اور میں نے ہیا کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس کے بعد رابینا مجھے مختلف مقلات کی سیر کرائی رہی تھی، پہاڑوں کے اس عظیم

مسلک سے نکل کر اس نے مجھے قرب و جوار کی سیر کرائی اور اس کے لئے ہمیں شاندار کھانے مہیا کئے گئے تھے۔ میں اس منہوس عورت کو صرف ہیا کے لئے برداشت کر رہا تھا اور اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی کہ اس سیر و سیاحت میں ہیا بھی میرے ساتھ تھا میں اسے ایک کھلونے کی مانند رکھتے ہوئے تھا اور رابینا اس بات کو محسوس کر رہی تھی کہ میں نے اس کھلونے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، سو دن بھر کی سیر و سیاحت کے

ہوں۔" میں نے گزرے واقعات اسے سنائے تو اس نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں، وہ انوکھے ماں باپ تھے جنہوں نے پیدائش کے لمحے سے آخر تک ہم سے نفرت کی۔"

"شاید، وہ ہمارے نہیں تھے، ہم تو صرف ایک دوسرے کے لئے ہیں اور اب کوئی طلب نہیں رہی۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے، میں تو تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ بچکتے رہنے کے سوا میں نے کچھ نہیں کیا۔ مجھے تمہاری تلاش تھی ایک یہی طلب تھی جو اب مکمل ہوئی، اس وقت ہم بت چھوٹے تھے اور ہمیں دنیا سے لڑنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا، لیکن اب ہم پہاڑ ہیں، اب ہم ہر طاقتور سے لڑ سکتے ہیں۔"

"ہاں ہیلہ،" میں نے محبت سے کہا۔ "میری ہڈیوں اور گوشت میں بلا کی طاقت ہے تم جس کی طرف اشارہ کرو اسے زیر کر کے رکھ دوں خیر اب یہ بتاؤ ہمیں کیا کرتا ہے۔"

"اب سوالات کا دور شروع ہوتا ہے۔" ہیا مسکرا کر بولا۔

"تم سوال کرو۔"

"کیا تم رابینا سے عشق کرتے ہو؟"

"میں اسے صرف لعنت سمجھتا ہوں۔" میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے اندازہ ہے صرف تمہاری زبان سے سنتا چاہتا تھا۔"

"اب ہمیں اس کے چنگل سے نکلنا ہے۔"

"یہ بہت مشکل ہے۔۔۔ کیونکہ وہ تمہاری دیوانی ہے اور اس جیسی دیوانیاں سب کچھ جلد کر سکتی ہیں۔ ہمیں اب مشکلات نہیں چاہئیں۔"

"تم دانشمند ہو جیسے کو۔"

"اب میں کہتا ہوں کہ یہ مشکل نہ ہو گا۔۔۔" ہیا نے کہا اور میں مسکرا دیا۔

"ہیا میری عقل ہے۔"

"چنانچہ اب میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔"

"سنائے۔"

"مختصر۔۔۔ مگر ضروری۔۔۔ رابینا کیا ہے۔ یہ تفصیل غیر ضروری ہے۔ وہ خود سر، ضدی اور خود پسند ہے اتنی کہ اس نے اپنی جڑواں بہن تک کو برداشت نہیں کیا۔ اس بنیاد پر کہ وہ اس کی ہم شکل تھی اور اس نے یہ نہ چاہا کہ اس جیسی دوسری ہو۔ وہ دلیر، جنگجو اور شاطر بھی ہے اور عقل کا جادو رکھتی ہے۔ اس کی بہن کا نام کوشا ہے اور پھر یوں ہوا کہ اس نے کوشا کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا اور بیہوش کو ہدایت کی کہ وہ کوشا کو زاموشی سے قتل کر دے، لیکن بیہوش اس کے حق میں نہ تھا کہ وہ بھی جادوگر ہے اور اعلیٰ مقام رکھتا

بعد جب ہم واپس پلٹے تو رابینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "اور یہ ایک اچھی بات ہے کہ تمہیں ایک دلچسپ مشغلہ مل گیا، یعنی کہ جب تک ہر دونوں یکجانہ ہوں تم اس ننھے سے انسان سے بات چیت کر کے اپنا دل بھلا سکتے ہو۔"

ہیا کے سامنے میری ہمت نہ ہوئی کہ میں رابینا سے اظہار عشق کرتا، لیکن رابینا نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو، میں نے ہیا کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ دیکھی تھی۔ تاہم ابھی تک اس نے ایک بھی بات نہیں کی تھی وہ صرف ایک کھلونا بنا ہوا تھا۔

بالآخر ہم واپس غاروں میں پہنچ گئے۔ رابینا نے اپنی عیش گاہ میں داخل ہو کر کہا۔

"بہت بار میں نے اپنے علاقوں کی سیر کی ہے۔ اس وقت میرے غلام میرے ساتھ ہوتے تھے لیکن آج میں ایک نئی لذت سے آشنا ہوئی ہوں۔ آج میں نے غلامی کا مزہ چکھا ہے۔"

"نہیں رابینا۔۔۔ پھر یہ سب کچھ نہ کہنا، میں خوابوں میں بھی تمہیں خود سے کمتر نہیں سمجھ سکتا۔"

"آہ، عورت کو اس سے قتل میں بھی نہیں جانتی تھی۔۔۔ لیکن اب میں عورت سے

آشنا ہو گئی ہوں، شاید تو نہ سمجھ پائے ماہر۔۔۔ کیونکہ تو عورت آشنا نہیں ہے، عورت مرد کی غلامی میں ہی خوش رہ سکتی ہے۔ اب آرام کس۔۔۔ مجھے علم ہے کہ تو بھی تھک گیا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے رابینا۔" میں نے سکون محسوس کر کے کہا۔

"ہرچند کہ تجھ سے ایک لمحہ دور رہنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں کچھ نہ کہوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ فیصلے کرنے والی تو ہے اور یہ فاصلے ضروری ہوں گے لیکن میں تیری قربت کے لئے حاضر ہوں۔"

"بہت جلد۔۔۔ بہت جلد میرے محبوب۔" اس نے کہا تب یہ بلا دفعہ ہوئی اور میں

اپنی آرام گاہ میں آگیا۔ تب میں نے ہیا کو اپنے سینے سے لگایا اور سکون کے لامتناہی سمندر میں ڈوب گیا۔ میرے وجود کی تپتی زمین سیراب ہونے لگی۔ میری آنکھیں نٹے سے جھجے لگیں۔

"میری زندگی کی تکمیل۔۔۔ تو میرا بھائی نہیں میرا کھویا ہوا دل ہے ہیلہ اس کے بغیر

زندگی کیسے گزاری جاتی ہے۔ آہ کیا کہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔" ہیا نے کہا۔ جذبات تو سمندر کی مانند تھے جن کا کوئی سرا نہیں ہوتا۔ موج کے پیچھے موج ہی آتی ہے، نہ جلنے کب تک ہم ایک دوسرے میں کھوے رہے تھے، پھر ہیا نے کہا۔

"مجھے سب کچھ بتاؤ، اس وقت سے جب ہم جدا ہوئے تھے، ہمارے ماں باپ کہا

ہیں؟"

"سب کچھ ختم ہو گیا ہیا، وہ پرانی کہانی ہے، لیکن تم کہتے ہو تو میں تمہیں سنائے گا

”مجھے بیرون کے بارے میں بتانا۔“

”وہ جس کا رنگ شب تاریک کی مانند ہے اور جس کی ناک پر سیاہ گوشت اس طرح ابھرا ہوا ہے جیسے گینڈے کی ناک پر سینگ ہوتا ہے اور جو اشکالا کے جادو گردوں کے ساتھ نظر آتا ہے۔“

”ہاں، میں نے اس بد شکل کو دیکھا ہے۔“

”وہ جس غار میں رہتا ہے اس کا پتہ بھی تجھے بتا سکتا ہوں اور اسی غار کے نیچے وہ غار موجود ہے جس میں اس نے کوشا کو چھپا رکھا ہے۔“

”خوب منصوبہ ہے اور اس کی تکمیل مشکل نہیں ہوگی بشرطیکہ بیرون تعاون پر آمادہ ہو جائے۔“

”وہ تعاون پر آمادہ ہو گا۔۔۔ ضرور ہو گا۔“

”یہ کیسے کہہ سکتا ہے تو۔۔۔؟“

”یہاں صرف وہ لوگ زندہ ہیں جو رابینا کے اطاعت گزار ہیں شاید وہ دوسرا شخص تھا جس کا نامو بورٹوٹا تھا جو دل میں رابینا سے بغاوت رکھتا تھا اور وہ تیری وجہ سے روشنی میں آگیا۔ جبکہ پہلا شخص بیرون ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”رابینا کے حکم سے انحراف سازش اور حکم عدولی ہے جس کی سزا وہ جانتا ہے اور یہ حکم عدولی کوشا کو اب تک زندہ رکھ کر اس نے کی ہے۔ اس کا ایک اشارہ اسے خوف سے پانی کر دے گا۔ پھر وہ کمرے گا جو تو کہے گا۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تو جانتا ہے ہیا“ اگر یوں ہو گیا تو پھر ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔ اپنی دنیا میں جا کر اپنے لئے ایک مقام حاصل کریں گے۔“

”ہاں، لیکن کچھ وقت کے بعد۔۔۔“

”وقت۔۔۔؟“

”اس سے پہلے ہم مملکت کو چلیں گے، جہاں ایک اور ہستی ہماری منتظر ہے اور ہمیں اہل ضرور جانا ہے۔“

”ایک اور ہستی۔۔۔؟“

”کیا اس انکشاف کے لئے تو مجھے کچھ وقت نہ دے گا ماہر۔۔۔؟“

”گویا۔۔۔ یہ داستان جچ ہے۔“

”کوئی داستان۔۔۔؟“ وہ بولا۔

”کور کی سیسل۔ جسے تو چاہتا ہے۔“ میں نے کہا اور ہیا شرمساری کے انداز میں

ہے۔ نیز یہ کہ اس نے دونوں بہنوں کی پرورش کی ہے اور دونوں کے لئے دل میں یکساں محبت رکھتا تھا، لیکن جانتا تھا کہ رابینا نہ تو اعتراض پسند کرتی ہے۔۔۔ نہ مشورہ۔۔۔ اگر اس نے انکار کیا تو رابینا اس کی دشمن بن جائے گی۔ تو بیرون نے سر تسلیم خم کر دیا اور کوشا کے خون آلود لباس کی نشانی رابینا کو پیش کر دی جسے دیکھ کر وہ روئی اور اس نے کہا کہ کاش وہ اس کی ہم شکل نہ ہوتی اور پھر وہ کوشا کو بھول گئی، لیکن بیرون نے کوشا کو غاروں میں چھپا دیا اور وہ اس کے پاس موجود ہے۔“

”وہ زندہ ہے؟“

”ہاں۔۔۔ اور اب دنیا میں سب سے زیادہ رابینا سے نفرت کرتی ہے۔“

”یہ تجھے بیرون نے بتایا؟“

”نہیں، میرے خوابوں نے۔۔۔“ ہیا نے باریک مسکراہٹ سے کہا۔

”خوابوں نے۔۔۔؟“

”ہاں، میں نے تجھے بتایا ہے کہ مجھے خوابوں کا جادو آتا ہے۔“

”مجھے اس کے بارے میں بتا۔“

”رابینا نے مجھے کوشا کے بارے میں بتایا اور میں نے کوشا کے خواب دیکھے تو مجھے سب کچھ پتہ چل گیا، لیکن میں نے رابینا کو نہ بتایا یوں کہ رابینا مشتعل ہو کر بیرون اور کوشا کو قتل کر دیتی لیکن کیا ہی اچھا ہوا کہ میری یہ نیکی ہمارے کام آگئی۔“

”نیکی۔۔۔“

”ہاں، میں نے تیرے نام پر دو انسانوں کی زندگی بچائی جن کے بارے میں زبان کھول دیتا تو وہ جان سے جاتے اور دیکھ لے میری یہ نیکی ہم دونوں کے کام آئی۔“

”شاید۔۔۔ میں سمجھ نہیں پا رہا۔“

”میں وضاحت کرتا ہوں۔“ ہیا نے کہا، پھر بولا۔ ”اب باقی کلام تیرا ہے، میں بیرون کی نشان دہی کرتا ہوں اور تجھے اس سے ملاقات کرنی ہوگی۔ بیرون خوش دلی سے تیرے اس منصوبے کو قبول کرے گا کہ خاموشی سے رابینا کو قتل کر کے کوشا کو رابینا کا نام دے دیا جائے اور مستقبل میں وہ رابینا کے نام سے حکمرانی کرے۔ کوئی نہ جانے گا کہ وہ رابینا نہیں کوشا ہے کیونکہ خود رابینا اپنی بہن کی موت کا اعلان کر کے اس کا سوگ مناجی ہے۔ پھر کیا ہو گا، تو خود اندازہ لگا سکتا ہے۔ کوشا ہماری احسان مند ہوگی اور ہمیں باعزت یہاں سے نکل دے گی۔“

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر ہیا کو دیکھنے لگا، پھر میں نے مسرت سے کہا۔ ”ہیا عقل

ہے۔“

”اور بدن سے مل کر تکمیل پاتا ہے۔۔۔“

مسکراتے لگا۔

”چندت راتے سے یہ کمپنی ہضم نہ ہو سکی، ہاں ایسا ہے اور اس بخون کی تکمیل کے بغیر ہماری کمپنی مکمل نہیں ہوتی۔ بس اس کے بعد زندگی پرسکون ہوگی، لیکن بہتر ہے کچھ بعد کے لئے بھی رکھا جائے، ہم اصل کام پہلے کریں گے۔“

”مجھے تیری ہر خواہش عزیز ہے۔“

”تو پھر کیوں نہ ہم آغاز کریں۔۔۔؟“

”ابھی۔۔۔؟“

”ہاں، دانش کہتی ہے کہ عمل اول ہے، سکون دوم، کہ عمل کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا پھر ہم اپنے عمار سے نکل آئے اور باہر نکل کر بیاتے کھلے۔

”لیکن اس سے قبل رابینا کا جائزہ لے لیا جائے کہ وہ گہری نیند سو رہی ہے یا نہیں۔“

رابینا کی آرام گاہ میں کون تھا جو میرے سوا جا سکتا کہ اس کی سزا موت تھی، لیکن ہاں میرے لباس میں پوشیدہ تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ جوتی کی مست نیند میں مسکرا رہی تھی یہ اطمینان کرنے کے بعد میں واپس پلٹا ہی تھا کہ اس کی آواز ابھری۔

”ماہر۔۔۔“ اور میری کمر میں جیسے گولی لگ گئی۔ میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔ وہ کنبیوں کے بل اٹھی مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

میں نے فوراً چہرے کے تاثرات بدلے اور مسکراتا ہوا واپس پلٹ کر اس کے پاس پہنچ گیا، اس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مسکرا کر بولی۔ ”واپس کیوں جا رہے تھے؟“

”تمہاری نیند میں دخل اندازی نہیں چاہتا تھا۔“

”میں تمہارے لئے ساری عمر جاگ سکتی ہوں۔“

”میں یہ تو نہیں چاہتا تھا۔“

”میرے لئے آئے تھے۔۔۔؟“

”ہاں، تم سے دور رہنے کو دل نہیں چاہتا، بس خیال آیا کہ تمہیں ایک نگاہ دیکھ لوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہاری نیند خراب ہو گئی۔“

”تم چنداں فکر نہ کرو۔۔۔ میں خواب میں تمہیں دیکھ رہی تھی مگر جانتے ہو کیا؟“

”نہیں۔۔۔ کاش میں تمہارے خوابوں میں جھانک سکتا۔“ میں نے اب خود کو سنبھال لیا

بات کا اس طرف رخ کر جانا میرے لئے باعث تقویت بنا تھا۔

”تم میری ذات کے ہر گوشے میں جھانک سکتے ہو۔ شاید تم یقین کرو کہ میں اب ہر لمحے تمہاری قربت کی آرزو کرتی ہوں۔ یہاں اس عمار میں میری مسہری پر تمہاری جگہ اسی دن

بن سکتی ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ ہم دونوں جذبات کے دھاروں میں بہہ جائیں گے۔ پھر ہمیں جدائی کے بھیانک اندھیروں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔“

”میں نہیں سمجھا۔۔۔“

”یہ ایک مقدس عہد ہے، خاص طور پر میرے لئے، اپنے مرد کو دیوتوں کی چھاؤں کے بغیر حاصل کروں گی تو منحوس تاریکی میں قید ہو جاؤں گی اور پھر وہ مجھے کبھی نہ ملے گا اس کے لئے وہ رسمیں ضروری ہیں جو دیوتوں کی برکتیں عطا کرتی ہے۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم گواہ ہو کہ میں خاموشی سے تمہیں دیکھ کر واپس جا رہا تھا، تمہیں دیکھنا صرف دل کی پیاس بجھانے کے خیال سے تھا۔“

”تم مجھے اتنا چاہتے ہو۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔۔“

”تب وہ منحوس خواب صرف ایک بھیانک خیال تھا۔“

”کیا خواب دیکھ رہی تھیں تم۔۔۔؟“ میں نے سوال کیا اور اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پھیل گئے۔

”میں دیکھ رہی تھی کہ میں تمہارے ساتھ حسین مرغزاروں کی سیر کر رہی ہوں، ہر طرف خوشنما پھول کھلے ہوئے ہیں، ہم ایک آبشار کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، میں تم سے باتیں کرتی ہوں کہ اچانک ہی ہمارے سامنے ایک سیاہ دیوار آکھڑی ہوتی ہے ایک تاریک دیوار جس سے تاریکیاں منتشر ہو رہی ہیں اور پھر میں پلٹ کر تمہیں دیکھتی ہوں تو تم میرے قریب موجود نہیں ہوتے، آہ وہ تاریک دیوار تمہیں نگل جاتی ہے اور تم میری نگاہوں سے اوچھل ہو جاتے ہو، میں تمہیں تلاش کرتی ہوئی ان تاریکیوں میں داخل ہو جاتی ہوں لیکن اس وقت کوئی میری پشت پر خنجر مارتا ہے اور میں لہولہاں ہو جاتی ہوں، ان تاریکیوں میں آنکھیں پھاڑ کر میں اپنے قاتل کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو مجھے تمہارا چہرہ نظر آتا ہے اور وہ خنجر تمہارے ہاتھ میں ہے جس سے میرا لہو نچک رہا ہے، کیا ہی منحوس خواب تھا، لیکن جلدوگر کہتے ہیں کہ خوابوں کی تعبیر الٹی ہوتی ہے اور میں ان کی یہ بات دل سے تسلیم کرتی ہوں کیونکہ میرا محبوب میرا قاتل کیسے ہو سکتا ہے، رابینا نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

اور میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، یہ سب کچھ نبھانے مجھے کیسے آگیا تھا، شاید یہ ہیا کی کارستانی ہو کہ وہ میری کھوپڑی پر اثر انداز ہو اور میں ساری باتیں پیش کر سکتا ہوں، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کیا ہی الٹی آنتیں گلے پڑ رہی ہیں، ہم تو صرف احتیاط کے پیش نگاہ اس کم بحث کو دیکھنے آ گئے تھے لیکن اس کی آنکھ ہی کھل گئی اور اب یہ بلا آسانی سے پیچھا پھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوگی لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ اس پر اپنی کیفیت کا اظہار نہ ہونے لگا جائے اور میں نے جو بروقت طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ اجنبی نہیں تھا کیونکہ اس سے پہلے

مرقدار رہا تھا۔ میں نے اسے ٹھولا تو وہ بولا۔

”یہ نہ سمجھنا کہ میں سو رہا ہوں۔۔۔“

”اودھ مہیا کیا ہی مشکل وقت آگیا تھا۔۔۔“

”نہیں ہر کام بہتر ہوتا ہے ممکن ہے اس کے دل میں تمہاری طلب جاگتی اور وہ اٹھ کر تمہارے پاس آ جاتی، لیکن ماہر تمہارا نام ہمارے والدین نے خوب ہی رکھا، تم واقعی گھٹگو کے ماہر ہو۔ اور کن خوبصورت الفاظ میں تم اسے بے وقوف بنا دیتے ہو اس میں کوئی شک نہیں ہے ماہر، جیسے کہ میں نے پہلے کہا۔ وہ اگر عورت نہ ہوتی تو اس آسانی سے بے وقوف نہ بنتی، عورت چاہے دنیا کی سب سے چلاک عورت ہو لیکن مرد کے الفاظ اسے چاروں شانے چت کر دیتے ہیں۔“

میں ہنسنے لگا، پھر میں نے کہا۔ ”تم شاید یقین نہ کرو کہ اس سے قبل جو عورتیں میری زندگی میں آئیں، وہ یا تو اپنا سر پیٹتی ہوئی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں یا کم از کم میرا ساتھ چھوڑ گئیں کیونکہ انہیں کبھی مجھ سے کچھ حاصل نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس عورت کو کچھ حاصل ہو گا اور یہ بات تم بخوبی جانتے ہو۔“ ہیا ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

”ویسے بہت دلچسپ تجربات ہیں۔۔۔“

”وہ اپنی جگہ۔۔۔ لیکن ہم رات کو اپنا کام نہیں کر سکتے۔“

”مگر اس میں کوئی مشکل نہیں ہوئی، کیا واقعی تم تھک کر سونا چاہتے ہو۔“

”بالکل نہیں۔۔۔ میں ہزار راتیں جاگ سکتا ہوں۔“

”تو پھر تو یہ آسانی ہو گئی ہمارے لئے۔ بھلا اس کے سوا تمہیں دیکھنے والا کون ہے اور اب ہمارے سامنے وہ وقت موجود ہے جب تک وہ سوتی رہے یعنی ہم اپنا یہ کام کر سکتے ہیں اور کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اب ہم اس وقت اپنی منزل پر چلیں، میرا مطلب ہے کہ اس کی تلاش میں اور جگہ تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔“

”یہ تو ٹھیک ہے، واقعی اب زیادہ اطمینان سے اپنا کام کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس نے مجھ سے سونے کا وعدہ کیا ہے۔“

جاوو اگر اسی وقت متحرک ہوتے تھے جب راہینا انہیں طلب کرتی یا پھر انہیں اس کی کوئی ہدایت ہوتی۔ چنانچہ بیسوں اپنے غار میں موجود تھا۔ دو خادماں اس کی نازبرداری کر رہے تھے لیکن مجھے دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے مجھے تعظیم بھی نہیں دی تھی۔ البتہ ہاتھ کے اشارے سے اس نے دونوں لڑکیوں کو جانے کی ہدایت کر دی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے کہا۔

”راہینا کے محبوب۔۔۔ کیا کسی کام کے لئے تجھے میری ضرورت ہے، ایسی کوئی بات ہے تو مجھے بتا۔۔۔“

مجھ میں اس کے سامنے ایسی ہی کیفیات کا اظہار کر چکا تھا، تب اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”کس سوچ میں ڈوب گئے ماہر۔۔۔؟“

میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا، میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ خواب تمہارے ذہن تک کیسے پہنچا۔“

وہ مسکرائی اور بولی۔ ”جب کسی سے محبت کی انتہا ہو جاتی ہے تب پھر دوسو سوں کا دور آ جاتا ہے وہ اپنے محبوب کے بارے میں سوچتی ہے کہ کہیں یوں نہ ہو، یہ میری محبت کی انتہا ہے ماہر۔۔۔“

”آہ تم دوبارہ کبھی ایسا خواب نہ دیکھو۔۔۔ میں دعا کرتا ہوں۔۔۔“

”مگر خواب اٹنے ہوتے ہیں، اس کی تصدیق اس خواب سے ہو جاتی ہے۔“ اس نے مسکرا کر کہا اور میں کمری کمری سانس لینے لگا اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش تھی کہ یہ بلائے جان مجھے چھوڑ دے تو یوں ہوا کہ صبح کا اجالا آہستہ آہستہ جھلکنے لگا اور جونہی اسے احساس ہوا تو وہ چونک کر بولی۔

”میں نے تمہاری پوری رات خراب کر دی ایک لمحہ تو آرام نہ کر سکے تم۔“

”اور تم سو گئی تھیں۔۔۔ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ ”تم قریب ہوتے ہو تو دنیا کے

کسی کام کے لئے جی نہیں چاہتا لیکن یہ مجھ پر بھی تو فرض ہے کہ تمہیں بے کل نہ کروں۔“

”میں تو تمہیں ایک نگاہ دیکھ کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن یہ بھی تو نہیں ہو سکتا تھا کہ تم

جاگتی رہو اور وہ بھی میری وجہ سے اور میں جا کر سو جاؤں۔“

”لیکن اب تم میری ہدایت مانو۔۔۔؟“

”کہو۔۔۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”تم اپنے غار میں جاؤ اور اس وقت تک سوتے رہو، جب تک کہ نیند پوری نہ ہو جائے۔“

”اور تم کیا کرو گی۔۔۔؟“

”ظاہر ہے میں بھی سو جاؤں گی اور کون ہے ایسا جو میری نیند میں خلل اندازی کرے اور تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گا، احترام کرنے والے جانتے ہیں کہ جب تک میں خود انہیں اپنے کسی کام سے آواز نہ دوں انہیں میرے آرام میں خلل انداز نہیں ہونا چاہئے اور تمہارے بارے میں بھی انہیں یہی علم ہے اور میں نے تمہارے بارے میں سب کو بتا دیا ہے کہ تم کیا ہو، جاؤ اب آرام کرو۔۔۔“

”وعدہ کرو کہ تم بھی سو جاؤ گی۔۔۔“ میں نے کہا اور اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا، تب میں غار سے باہر نکل آیا۔ ہیا بے چارہ ساری رات ہمارے ساتھ مشکل میں

”میں راینکا کا سب سے بڑا وفادار ہوں، تجھے گلن بھی نہ ہو گا کہ میں نے اس کی پرورش کی ہے اور اس نے علم کے سارے مدارج میری آغوش میں طے کئے ہیں۔۔۔“

”اس نے بھی جسے تو نے اس غار کے نیچے پوشیدہ کر رکھا ہے، وہ جس کا خون آلود لباس تو نے کسی اور کے خون میں ڈبو کر راینکا کو پیش کیا تھا تاکہ اسے اس کی موت کا یقین دلا دے۔“ میں نے کہلا۔

”ہاں، ایسا ہی ہے، لیکن تو نے میری تعظیم نہیں کی۔“

”جینک تو اس لئے قاتل احترام ہے کہ آنے والے وقت میں نیٹالیہ کی تقدیر کا مالک ہو گا لیکن ابھی ایسا نہیں ہوا ہے اور تیری تعظیم مجھ پر یوں واجب نہیں ہے کہ تو کوئی جادو نہیں جانتا۔۔۔ ایسا اس وقت ہو گا جب تو ہم سے بڑا جادوگر بن جائے گا، ہاں ایسا ہو گا۔۔۔ یہ مجھے علم ہے۔“

”راینکا کی موجودگی میں تم مجھے تعظیم دیتے ہو۔“

”وہ تو نہیں ہوتا، راینکا ہوتی ہے۔ وہ جسے اپنے برابر کھڑا کرے وہ ان لمحوں کے لئے قاتل تعظیم ہوتا ہے، لیکن یہ انحراف نہیں بلکہ اصول ہے، ایک جادوگر صرف اپنے سے بڑے علم والے کو تعظیم دے سکتا ہے۔ دیوتاؤں کی ہدایت ہے، لیکن اس کے باوجود میں تیرے لئے وہ کلم کرنے کو تیار ہوں جو تیری طلب ہو۔“

”تو میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے تعظیم دے۔۔۔“ میں نے سرد لہجے میں کہلا۔

”میں تیرے لئے اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔“ اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”نہیں۔۔۔ میرے سامنے سجدہ ریز ہو جا کہ میرا جادو تیرے ہوش اڑا دے گا۔“ میں نے کہا اور وہ حیرت سے میری صورت دیکھنے لگا، پھر بولا۔

”دیوتاؤں کے حکم کے خلاف ہدایت تیرا عمل ہے اور میں اس کے لئے مجبور ہوں کیونکہ تو راینکا کا منظور نظر ہے اور میں اس کا عتاب مول لینے کے لئے تیار نہیں، البتہ اتنا بتا دے کہ تو کیسا جادو جانتا ہے۔“

”کیا تو اس سے مخرف ہے کہ میرے جادو نے راینکا کو میرا مطیع کر دیا۔“

”آہ، میری زبان سے وہ نہ کہلوا جو میں نہیں کہنا چاہتا۔ بس تمام جادوگر کہتے ہیں کہ راینکا کا فیصلہ غلط ہے کیونکہ تو ہم میں سے نہیں ہے، اور۔۔۔ تو جادو کبھی نہ سیکھ سکے گا، لیکن فیصلہ دیوتا کرتے ہیں، راینکا ایک نوجوان عورت ہے۔۔۔ جس نے ایک خوبصورت مرد کو پسند کر لیا ہے۔“

”تو پھر میرے جادو کو محسوس کر۔۔۔ وہ جادو ہے میرے پاس جو پورے نیٹالیہ کے دوسرے جادوگر نہیں جانتے۔ میں جس کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں جان سکتا ہوں جبکہ تو۔۔۔ یا دوسرے جادوگر نہیں، تو بتا سکتا ہے کہ میں کون ہوں۔“

”شاید نہیں۔۔۔“

”اشکالا یا دوسرے جادوگر بتا سکتے ہیں۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”لیکن میں جانتا ہوں، مجھے علم ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے اور کون راینکا کا غدار ہے اور کون اس کا وفادار۔۔۔ تو چاہے تو میں تجھ سے ابتدا کر سکتا ہوں۔“

”ہاں۔۔۔ جڑواں۔۔۔“

”اس کی ہم شکل۔۔۔؟“

”ہو ہوس۔۔۔ اور یہی اس کا گناہ بن گیا۔“

”تو نے دونوں کی پرورش کی ہے؟“

”آہ، کسی ماں کی طرح۔۔۔“

”تیرے دل میں کس کا پیار زیادہ ہے۔۔۔؟“

”کوشا کا۔۔۔ اس سے پہلے دونوں کو یکساں چاہتا تھا لیکن اب مجھے کوشا عزیز ہے کیونکہ وہ مظلوم ہے۔ رابینا تو اپنے طور پر اسے زندگی سے محروم کر چکی ہے۔ وہ سنگ دل اور ظالم ہے جبکہ کوشا ایسی نہیں ہے۔“

”کیا وہ بے وقوف ہے۔۔۔؟“

”نہیں، بس ظالم و سنگ دل نہیں ہے۔“

”تب وہ اپنی بہن کے بارے میں کیا کہتی ہے؟“

”سخت غم و غصے کا شکار ہے، اس سے نفرت کرتی ہے۔“

”اور تو۔۔۔؟“

”میں بھی لیکن میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اس کا پرورش کنندہ ہوں لیکن وہ سب کچھ بھول گئی ہے، مجھ سے زیادہ دوسروں پر اعتبار کرتی ہے۔ اشکالا مجھ سے بڑا جلاوگر نہیں ہے لیکن اس کا منظور نظر ہے۔“

”کیا تو اپنا مقام چاہتا ہے؟“

”ہاں، چونکہ میں نے سچ کی قسم کھائی ہے، اس لئے کچھ بھی ہو جائے میں سچ بولوں گا۔“

”گویا تیرے دل میں یہ خواہش موجود ہے کہ تجھے اقتدار ملے؟“ میں نے پوچھا۔

”لیکن اشکالا کی زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔“

”بیک۔۔۔“

”نہ ہی رابینا کی زندگی میں۔۔۔ میرے ان الفاظ پر اس نے کچھ نہ کہا تھا۔ میں نے پھر کہا۔ ”کیا تو ان دونوں کو قتل کر سکتا ہے۔“ اس نے خوفزدہ آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

”یہ میرے قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔“

”اگر میں یہ طاقت تجھے بخش دوں تو۔۔۔؟“

”تو شاید میں اس سے گریز نہ کروں۔۔۔“

”اور کوشا۔۔۔؟“

”وہ بھی۔۔۔“

کالے چہرے والے بیسوں کو ہیانے شب تاریک کے نام کا خطاب دیا تھا، لیکن میرے ان الفاظ نے اسے ظلمات زاہد بنا دیا۔ اس کا چہرہ اس قدر تاریک ہو گیا کہ دن کی روشنی میں بھی نظر نہ آئے۔ صرف آنکھیں اس کی موجودگی کا احساس دلاتی تھیں، لیکن یہ آنکھیں بھی نیم غشی کا رنگ اختیار کر گئی تھیں۔ بدن کی ہر جنبش ختم ہو گئی تھی اور وہ اس وقت صرف ایک آہو سی مجسمہ نظر آ رہا تھا۔

میں نے ہنس کر کہا۔ ”یہ تو میرے جلاو کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ ابھی تو میرے ترکش میں اتنے تیر ہیں کہ تیرے پورے وجود میں اتنے روشندان کھل سکتے ہیں کہ ان سے آر پار دیکھا جاسکے۔“ میرے ان الفاظ نے اس کے بدن میں تحریک پیدا کی۔ وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا، جھکا۔۔۔ دوزانو ہوا پھر اس نے اپنا سر میرے پیروں میں رکھ دیا۔ اپنی آنکھیں میرے پیروں سے رگڑتے ہوئے اس نے کہا۔

”آہ، تیرے جلاو کی پہلی ہی جھلک نے مجھ سے میری زندگی بچیں لی اور مردوں کے پاس بھلا کیا جلاو۔۔۔ ہو سکتا ہے۔ اے عظیم دیوتا مجھے زندگی دے دے۔ میں اب تیرا اطاعت گزار ہوں اور تجھ سے زندگی مانگتا ہوں، مجھے زندگی دے دے دیوتا، مجھے زندگی دے دے۔“

”تجھے اس کے عوض کچھ دینا ہو گا۔“

”میری زندگی ہی تیرے قبضے میں آگئی۔ اب میں جانتا ہوں کہ تیری زبان کی ایک جنبش میری نسلوں کا خاتمہ کر سکتی ہے پھر بھلا میری کوئی چیز میری رہ گئی۔ اب میں تجھے کیا اس کے عوض دوں گا۔ میرا ہر سانس تیرے قبضے میں ہے۔“

”تو اٹھ۔۔۔ مجھے ایسی اطاعت ناپسند ہے، میں عملی انسان ہوں اور مجھے عمل پسند ہے۔“ وہ اٹھ کر دوزانو بیٹھ گیا۔ مگر اس کا چہرہ بیک مانگ رہا تھا۔

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے اس عمل کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا بشرطیکہ تو مجھ سے سچ بولے۔“

”دیوتاؤں کی قسم تجھ سے ایک لفظ جھوٹ نہ بولوں گا۔“

”اس کا نام کوشا ہے۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔“

”اور وہ رابینا کی بہن ہے؟“



”ہاں۔۔۔“

”اشکلا چاہتا ہے کہ اب تجھے جادو سکھا دے، میں خود بھی تجھ سے دوری نہیں چاہتی۔“  
”مجھے کیا کرنا ہو گا۔“

”سات کنواری لڑکیوں کے خون سے غسل کر کے چاندنی رات کا سحر حاصل کرنا ہو گا  
اور چاند پر سون کھل ہو گا۔۔۔ وہ سحر کی رات ہوتی ہے، ساحلوں کے ہر سحر کی تکمیل اسی رات  
میں ہوتی ہے۔“

”میں تیار ہوں۔“

”پھر ہم کچا ہو جائیں گے اور میں نیشالیہ کی باگ ڈور تجھے سونپ دوں گی۔“  
”مجھے صرف تیری طلب ہے۔۔۔“  
”میں جانتی ہوں میرے محبوب۔۔۔“



”بہت پرانی بات ہے، بیا، عدلان پاشا نے مجھے ایک عورت کی قربت میں بھیجا۔ اس نے  
مجھ سے اٹھارہ لاکھ لیا تو میں نے اسے ہلاک کر دیا، پھر دوسری، اور سب سے آخر میں  
لوئیس، لیکن لوگ کہتے تھے کہ میں تیرے بغیر نامکمل ہوں۔ اب تو میرے پاس ہے اور میں  
دنیا کی ہر طلب سے سیراب ہوں، کیا تو رابینا کی قربت پسند کرے گا۔“  
”ہرگز نہیں، ہماری منزل کور ہے۔۔۔ اور وہ جیسا ہے جو مجھے محبت کی نگاہ سے دیکھتی  
ہے، لیکن وہ بھی تیرے بغیر ممکن نہیں۔“  
”تیرے دل میں اس کی آرزو ہے۔“  
”ہاں ستاروں والی میری پسند ہے۔“  
”ستاروں والی۔۔۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔  
”ہاں ماہر۔۔۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے چراغ ہیں اور میں ان کی چاہت کرتا  
ہوں۔“

”میں اسے تیرے لئے حاصل کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔۔۔“

میری طلب پر ڈوم میرے پاس آگیا۔ اس کے چہرے پر افسردگی طاری تھی۔ ”تو خوش  
نہیں ہے ڈوم۔۔۔؟“

”ہاں آقا۔۔۔ تیری قربت میری زندگی ہے میں تیرے ساتھ ہیا کا بھی غلام ہوں کیونکہ وہ  
میرے وجود کی تکمیل ہے، لیکن تجھ سے دور رہتا میرے لئے ممکن نہیں ہے، میں پریشان  
ہوں۔“ ڈوم نے کہا۔

”کچھ وقت کا کھیل ہے ڈوم۔۔۔ اور صرف مصلحت آڑے ہے ورنہ تو مجھ سے دور

”تجھے یقین ہے۔“

”مکمل۔۔۔ وہ موت کے بعد اپنی بن کو نہیں چاہ سکتی، وہ اکثر کہتی ہے کہ کاش وہ اسے  
قتل کر دیتی۔“

”جل۔۔۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ سہم گیا، کچھ لمبے متذبذب  
رہا، پھر بولا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔“

پہاڑوں میں سرنگوں کے جل بجھے ہوئے تھے۔ بیچ در بیچ سرنگوں سے گزار کر وہ مجھے  
ایک تنگ غار میں لے گیا۔ یہاں رابینا کی ہم شکل موجود تھی۔ اس نے شدید حیرت سے مجھے  
دیکھا۔

”رابینا کا محبوب۔۔۔ ماہر طہال۔۔۔“

”کیا تو مجھے جانتی ہے۔۔۔؟“ میں نے اچھسے سے اس لڑکی کو دیکھا، یوں لگا تھا جیسے رابینا  
سامنے کھڑی ہے۔

”ہاں، آکا بونا مجھے سب بتاتا رہتا ہے۔“

”مجھے دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوئی تو۔۔۔؟“

”آکا بونا کے ساتھ آنے والا میرے لئے باعث خوف نہیں۔ ہاں اگر وہ بھی مجبور ہو گیا  
ہے تو میں اس سے زیادہ مجبور ہوں۔“

”یہ زندگی کب تک گزارے گی۔۔۔؟“

”جب تک موت نہ آجائے۔۔۔“

”بہتر زندگی کی خواہش نہیں ہے۔۔۔؟“

”ہے۔۔۔ لیکن ایک دلکش خواب کی طرح۔۔۔ جس کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے۔“

”خوابوں کو حقیقت بنانے کے لئے جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔“

”رابینا کی زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔“

”اور اس کی موت کے بعد۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے

ہیون کو دیکھا، ہیون نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ کچھ نہ بولی تو میں نے کہا۔

”لیکن تجھے خود کو رابینا کا نام دینا ہو گا۔۔۔ عقل کا جادو استعمال کرنا ہو گا۔“

”ان سنگیں دیواروں میں زندگی گزارنے سے یہ کام بہتر ہے۔۔۔“ اس نے کہا۔

”تب میری ہدایات غور سے سن۔۔۔“ میں نے کہا۔



رابینا خود میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یقیناً تو اپنی نیند پوری کر  
کے ترو تازہ ہو گیا ہو گا۔۔۔“

میلے ہوئے ہیں۔ زلزلے اس کی شکلیں بدلتے رہتے ہیں اور چٹانیں راستے بند کرتی رہتی ہیں تب یہ سرنگیں پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔“ اشکالا نے کہا۔

”لیکن حیرت ہے کہ ماہر نے یہ اجنبی جگہ دریافت کی۔“  
 ”ڈوم۔۔۔ مشعل اونچی کھد۔۔۔ میں نے پیچھے چلتے ہوئے ڈوم سے کہا اور اس نے مشعل اونچی کر دی۔ سرنگیں ختم ہوئیں اور ہم زمین کی گہرائیوں میں داخل ہو گئے جہاں کشادہ جگہ تھی۔ میں نے مشعل ڈوم کے ہاتھ سے لے لی اور دیواروں میں نصب دوسری مشعلیں روشن کرنے لگا۔ تب غار پوری طرح روشن ہو گیا اس کے ساتھ ہی اشکالا خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے کئی قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔۔۔ آہ نہیں یہ کیسے ممکن ہے۔“  
 میں، رائینا اور ڈوم اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔ رائینا نے کہا۔ ”تجھے کیا ہوا اشکالا۔۔۔ آہ۔۔۔ تیری حالت تو زیادہ خراب ہو گئی ہے۔“

”عظیم ملکہ۔۔۔ کیا میری موت قریب آگئی۔۔۔؟“ وہ پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔  
 ”کیا بک رہا ہے۔۔۔؟“

”میرے باپ نے یہی جگہ تو مجھے دکھائی تھی۔ دیوتاؤں کی قسم بالکل یہی جگہ۔ وہ دیکھو وہ جھوٹے تنگ غار کا دہانہ ہے بالکل وہی جگہ۔“  
 ”تجھے اپنا باپ کیوں یاد آ گیا۔“

”کیونکہ وہی مجھے یہاں لایا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ دوسری بار تو اس وقت یہاں آئے گا جب تیری موت تیرے ہمراہ ہوگی۔“ اس نے کہا تھا کہ ”زندگی میں کبھی یہاں نہ آئے۔ ہاں جب تک تجھے موت کی طلب نہ ہو۔ یا زندگی سے آگے جانے تو اس طرف نکل آنا یہاں تجھے موت مل جائے گی، یہاں نہ آنے کا مقصد ہے جیتے رہنا۔“

”تیرا باپ بے وقوف تھا اور کیوں فضول باتیں کر کے میرا ذہن دوسری طرف الجھا رہا ہے۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ ماہر نے یہ غار کیسے دریافت کئے اور وہ ہمیں کیا دکھانا چاہتا ہے۔“

”اس احمق کی کو اس بند ہو تو میں آگے بٹاؤں۔۔۔ میں نے کہا۔  
 ”خبردار۔۔۔ اب نہ بولنا۔۔۔“ رائینا نے اشکالا سے کہا، لیکن وہ شاید اپنے لئے دعائیں پڑھ رہا تھا۔ موت اس کے چہرے پر نقش ہو گئی تھی، میں نے چیخ کر کہا۔  
 ”لو کی باہر آؤ۔۔۔“

”مشعلوں کی تیز روشنی میں سب کچھ دیکھا جاسکتا تھا اور جب کوشا تنگ غار کے دہانے سے باہر آئی تو سب نے اسے دیکھا۔ اور رائینا نے بھی۔ پھر اس پر جو رد عمل ہوا وہ بھی غیر حقیقی نہیں تھا۔ وہ چیخ کر بولی۔

”نہیں ہے۔“  
 ”جہاں جس حال میں ہے آقا۔۔۔ مجھے اپنے قریب رہنے دے۔ بس فکر مند رہتا ہوں کہ کوئی تجھے نقصان نہ پہنچا دے اور یہ زندگی مجھ پر مشکل ہو جائے۔ ہیا کے بعد اگر رائینا تیری مطلوب ہے تو میں اس کی بھی غلامی کروں گا۔“  
 ”راینٹ۔۔۔ میں نے استغناء سے انداز میں کہا۔  
 ”ہاں لوگ تیری محبت کی بات کرتے ہیں۔“  
 ”لوگوں کو کیا ہن کرنا چاہئے۔ پروفیسر حق اور پنڈت رائے کیا کہتے ہیں۔“  
 ”وہ کم صمم ہیں، لیکن پنڈت رائے کہتا ہے کہ ماہر اب محفوظ ہے۔ دانش کا خزانہ اس کے پاس ہے وہ بیا کو ذہانت کا پہاڑ کہتا ہے۔“  
 ”وہ ہے۔۔۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔

○  
 رات کے طعام کے بعد میں نے کہا۔ ”راینٹا تو اشکالا کو طلب کر لے میں اسے کچھ بتانا چاہتا ہوں۔“  
 ”کیا۔۔۔؟“  
 ”وہ جو اشکالا کا جادو تجھے نہیں بتا سکا۔“  
 ”آہ، ایسی کیا بات ہے۔۔۔؟“  
 ”بتانے کی نہیں دکھانے کی ہے اور جو میں تجھے دکھانا چاہتا ہوں وہ تیرے تصور میں بھی نہ ہو گا۔“

راینٹا نے اشکالا کو پیغام بھیج دیا اور خبیث جادوگر نے آکر رائینا کو تعظیم دی۔ ”مستقبل میں یشالیہ کا حکمران ہمیں کچھ دکھانا چاہتا ہے۔“

○  
 ”کیا۔۔۔؟“  
 ”وہ کہتا ہے دیکھنے کی چیز دیکھنے کی ہوتی ہے۔ بتانے کے لئے نہیں۔۔۔“  
 ”میرے ساتھ آؤ اور میرا غلام ڈوم بھی میرے ساتھ ہو گا۔“ دونوں تجسس میں ڈوبے میرے ساتھ چل پڑے۔ ڈوم ہمارے پیچھے تھا اور رائینا کیا بانکیپن سے اپنی آخری منزل کی طرف جا رہی تھی اور بے وقوف جادوگر بھی، لیکن ان بھول حلیوں میں سفر کرتے ہوئے رائینا نے کہا۔

”کیا ہی حیرت کی بات ہے کہ ماہر ہمیں ان راستوں پر لے جا رہا ہے جو ہماری رہائش گاہ کے ہیں لیکن ہم ان سے بے خبر ہیں، اشکالا کیا تم پہلے یہاں آئے ہو۔“  
 ”صدیوں میں یہ سرنگیں تعمیر ہوئیں اور پہاڑوں میں نہ جانے کہاں کہاں ان کے جاں

”کیا...؟“ رابینا حیرت سے بولی۔  
”اس نے کہا تھا کہ اشکالا کی موت کے بعد بیہوشی کا سب سے بڑا جادوگر ہو گا۔ اور کوشا اگلے وقت کی رابینا...“

”کوشا... اگلے وقت کی رابینا...“ رابینا چکر اٹھی۔  
”تم دونوں جڑواں ہو رابینا... ہر چیز تمہارے لئے مشترک ہے، تم نے اپنے حصے کی حکومت کر لی، اب بقیہ وقت کوشا کو دیدو۔“ میں نے کہا۔  
”نہیں ماہر... یہ میری ہم پلہ نہیں ہے، میں عظیم ہوں۔“

”تو اپنی عظمتوں کے ساتھ اس غار کی گہرائیوں میں سو جاؤ... دوسری طرف بیہوشی نے اس غار میں ایک گڑھا تیار کر لیا ہے جس میں تم اور اشکالا گہری نیند سو جاؤ گے۔ پھر کوئی زلزلہ اس غار کا دہانہ ایک چٹان سے ڈھک دے گا۔ دوسرے زلزلے کے بعد ان غاروں کو تلاش کرنے والے جب یہاں سے دو انسانی ڈھانچے پائیں گے تو کبھی نہ معلوم کر سکیں گے کہ ان میں ایک اشکالا ہے اور دوسری رابینا۔“

رابینا اب اتنی احمق بھی نہیں تھی کہ میرے الفاظ اور لہجے کو نہ سمجھ سکتی۔ پہلی بار اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آئے اور اس نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔ بس اتنا کھیل کافی تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دیوچ لی... ہیا میرے پوشیدہ لباس سے نکل کر میری شانے پر آ بیٹھا اور بولا۔

”میں ایک ایسی عورت کی موت کا تماشا دیکھنا چاہتا ہوں جس کے حکم پر ہزاروں کی موت واقع ہو گئی۔ یہ میرے تجربات میں اضافہ ہے کہ طاقتور انسان بھی طاقتور نہیں ہوتا بس جب تک اس کی تقدیر یاد ہو ورنہ وہ بھی اسی آسانی سے موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے جیسے یہ عورت...“

لیکن بیہوشی اور کوشا نے مرقی ہوئی رابینا کو نہیں دیکھا تھا اور اپنے رخ بدل لئے تھے۔  
بیہوشی نے کہا۔ ”اور اس بد بخت نے بھی میرے سینے پر سر رکھ کر جوالی پائی تھی۔“  
”اور میں نے اس کی مل کے شکم میں اسے اپنے ساتھ پایا تھا اور یہ میری پہلی شہسا تھی۔“ کوشا نے کہا۔

میں نے رابینا کے بے جان بدن کو چھوڑ دیا۔ باقی کام بیہوشی کا تھا اور میں نے ڈوم کو اس کی مدد کی ہدایت کر دی تھی۔

کوشا ساکت کھڑی تھی۔ میں نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا تمہارے تاثرات کیا ہیں، لیکن جینے کی خواہش ہے تو میری ہدایت کے سوا کچھ نہ کرنا۔“

ان لوگوں کی فراغت کے بعد ہم نے واپسی کے راستے طے کئے اور پھر اپنی جگہ پہنچ گئے۔ ڈوم کو بھی یہیں جگہ دے دی گئی، بیہوشی ضروری معلومات کر کے اپنی رہائش گاہ پر چلا

”دیوتاؤں کی قسم یہ میں نہیں ہوں... یہ... یہ تو کوشا ہے۔“  
”یہ کوشا ہے...“  
”کوشا کون ہے...؟“

”میری بہن... میرے جیسی... مگر یہ مر چکی ہے۔“  
”روحیں ایسے ہی تاریک غاروں میں رہتی ہیں، مگر وہ بھی اور جو تم ہو باہر آؤ۔“ میں نے کہا۔ آنے والا بیہوشی کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔

”بیہوشی... یہ کون ہے... اور تو یہاں کیا کر رہا ہے؟“  
”اس کی رکھوالی جسے میں نے سینے سے لگا کر پالا تھا...“ بیہوشی نے کہا۔

”کیا یہ زندہ ہے... تو نے اسے...“ رابینا شدید حیرت سے بولی۔  
”ہاں... میں نے تیری حکم عدولی کی تھی، میں اپنی جگر گوشہ کو کیسے ہلاک کر سکتا تھا۔“  
”آہ، تو نے غداری کی ہے بیہوشی اور اپنی موت مقرر کر لی، میں نے کبھی کسی ایسے کو معاف نہیں کیا، یہ میری مشکل ہے۔“

اشکالا کے رونے کی آواز نے ایک بار پھر لوگوں کے ذہن بٹائے اور رابینا نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ ”تو بالکل پاگل ہو گیا ہے مردود... کیا واقعی تیری موت آگئی ہے...؟“  
”یہی تو روتا ہے، میرے باپ نے یہی کہا تھا، آہ اس نے مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا۔“  
”ڈوم... اس کے باپ کی پیش گوئی کی تصدیق کر دے۔ تاکہ ہم یکسو ہوں۔“ میں نے کہا اور خونخوار ڈوم نے کسی جلاوٹ کی طرح گردن خم کی۔ پھر آگے بڑھ کر اشکالا کو دیوچ لیا۔

”میں تجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتا، کیونکہ تو ہی میرا قاتل ہے، مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔“ اشکالا نے کہا۔ ڈوم نے ایک جھٹکے سے اس کی گردن توڑ دی۔ اور اشکالا تڑپ تڑپ کر سرد ہو گیا۔ رابینا نے حیرت سے ڈوم کو دیکھا تھا پھر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

”مجھے ایک ایسے طاقتور غلام کی ضرورت تھی کیا نام ہے تیرا... ڈوم...؟ یہ طریقہ ہلاکت مجھے بہت پسند آیا ہے۔ اس غدار کی کہانی بھی یہاں ختم کر دے۔ جس کا نام بیہوشی ہے۔ میں ان واقعات کو ان غاروں سے باہر نہیں لے جانا چاہتی۔ ڈوم اسے ہلاک کر دے۔“

”میں صرف اپنے آقا کے حکم پر متحرک ہوتا ہوں۔“ ڈوم نے بھاری آواز میں کہا۔

”میں تیرے آقا کی شریک زندگی ہوں...“ رابینا نے کرخت لہجے میں کہا۔  
”لیکن افسوس رابینا... بیہوشی کے باپ نے ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی بلکہ کچھ اور ہی کہا تھا اس نے...“

گیلہ۔ بعد میں ڈوم نے بیا کو دیکھنے کی فرمائش کی تھی۔  
”میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں عظیم آقا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے آقا کی پھیل  
ہو۔“

”شکریہ ڈوم۔۔۔ تم نے میرے بھائی کا بہت ساتھ دیا ہے۔“ بیا نے کہا۔

کوشا اپنے کام کے لئے بالکل درست نکلی، رات کو وہ زورس نظر آئی تھی اور مجھے خطرہ  
تھا کہ وہ کام نہ بگاڑ دے، لیکن صبح کو اس نے ایسا چولا بدلا کہ کچھ لمحوں کے لئے میں خود  
حیران رہ گیا۔ وہ خادموں کے ہمراہ میرے پاس آئی تھی اور اس نے کہا تھا۔  
”صبح بخیر میری زندگی کے مالک، کیا تم ناشتے کے لئے تیار ہو؟“ کچھ لمحوں کے لئے میں  
بھی پکرا گیا۔ وہ زرنگار لباس میں ملبوس تھی اور اس کی آواز بھی راہینا سے مختلف نہیں تھی،  
لیکن جو کچھ ہو چکا تھا اس پر بے یقینی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ سب کچھ اسی طرح ہوا۔۔۔ جیسے  
راہینا کے ساتھ ہوتا تھا۔ پھر کوشا نے اشکالا کو طلب کر لیا۔ مگر اشکالا نہ آیا۔ اس نے بار بار  
اشکالا کو بلایا، پھر اس کے نہ آنے سے جلدوگروں پر ناراض ہوئی۔ لیکن رات گزری اور صبح  
اشکالا کی روح تو نہیں آسکتی تھی۔ جلدوگروں اور تلاش کرنے والوں نے بیشاپ جھان مارا۔۔۔  
دوسرا اور تیسرا دن۔ اتنا ضروری تھا، سو کوشا نے اعلان کیا کہ نافرمان اشکالا کو معزول کیا جاتا  
ہے اور اس کی جگہ بیسون کو دی جاتی ہے۔ پھر یہاں کی روایتوں کے مطابق عظیم جلدوگر اور  
راہینا کے مشیر خاص کی عظمت بیسون کو بخشی گئی اور راہینا نے اسے اعتماد کا عصا عطا کیا  
ناقل فہم رسومات کا یہ سلسلہ بھی دو دن جاری رہا۔۔۔ پھر تیسری رات بیسون کے ساتھ کوشا  
میرے پاس آگئی۔

”مجھے اپنے بارے میں ہدایت دے مقدس رہنما۔۔۔ تیرے لئے مجھے کیا کرنا ہے۔“  
”ہمارا رخ کور کی جانب ہو گا۔۔۔ مملکت کور کے راستے اور وہاں جانے کا بندوبست کرنا  
تیری ذمہ داری ہے۔“

”یہ ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔“ بیسون نے گردن خم کر کے کہا۔

”اس کے سوا ہمیں اور کچھ درکار نہ ہو گا۔۔۔“

کوشا نے جس ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا وہ ناقابل یقین تھی۔ وہی شان وہی انداز۔۔۔ وہی  
بیباکی۔۔۔ لیکن پنڈت رائے کو یہ سب کچھ نہیں معلوم تھا۔ پروفیسر حق کو اور اسے بھی  
ہمارے پاس ہی پہنچا دیا گیا اور دونوں نے ایک ہی بات کہی۔

”وہ تمہارے عشق میں اس قدر ڈوب گئی ہے کہ اب ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔“  
”کیا۔۔۔؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”تمہارے اور اس کے یکجا ہو جانے کے چرچے بہت پھیل گئے ہیں۔ ہم اس چنگل سے

کیسے نکلیں گے؟“

”بیا کے پاس ہر مشکل کا حل ہے۔۔۔“

”تو کیا دانش کے پہاڑ نے کوئی موثر حل سوچ لیا۔۔۔ میں نے تم سے کہا تھا نہ ماہر کہ وہ  
مجسم عقل ہے۔۔۔ اور اس کے ذہن کی پہنچ لامحدود۔۔۔ مگر وہ حل کیا ہے۔۔۔؟“  
”سارے کام مکمل۔۔۔ سب کچھ درست۔۔۔ کیونکہ مٹ چکی ہے، یعنی راہینا اور اس کا  
دوست اشکالا۔۔۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔“

”راہینا اور اشکالا اب زمین کی گہرائیوں میں سوئے ہوئے ہیں۔“ میں نے کہا۔ اور وہ  
دونوں اس طرح میری صورت دیکھنے لگے جیسے میرے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں،  
لیکن ڈوم کا انداز ان سے مختلف تھا کہ وہ صورت حال سے واقف تھا، پھر انہوں نے ایک  
دوسرے کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھا جیسے ایک دوسرے سے مدد کے طالب ہوں آخر میں  
پنڈت رائے نے کہا۔

”کچھ اور تفصیل بتانا پسند کرو گے ماہر۔۔۔؟“

”کیوں نہیں۔۔۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اشکالا اور راہینا اب اس دنیا سے رخصت ہو چکے  
ہیں۔“  
”لیکن راہینا۔۔۔؟“

”وہ کوشا ہے، راہینا کی جڑواں بہن۔“ پھر میں نے انہیں مزید تجسس میں نہ رہنے دیا  
اور ساری تفصیل بتا دی جسے سن کر وہ دنگ رہ گئے۔  
”میرے خدا تم یہ سب کچھ کر چکے ہو۔۔۔“ پروفیسر حق نے کہا۔ پنڈت رائے فخریہ انداز  
میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”اور میں نے اس ننھے انسان کو دانش کا پہاڑ کہہ کر غلطی تو نہیں کی ہے کیونکہ میں  
جانتا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے ہماری آزادی دور نہیں ہے۔“ پروفیسر حق بولا۔

”ہم آزاد ہیں اور جس وقت چاہیں یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔“ میں نے کہا۔  
”لیکن بہتر ہے جلدی نہ کریں، اب تمہاری کیا رائے ہے ماہر۔۔۔ ہمیں کور کا رخ کرنا  
ہے یا۔۔۔ واپسی کے اختلالات۔۔۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”نہیں پنڈت رائے۔۔۔ ہمارے راستے کور کی سمت جاتے ہیں اور ہمیں وہیں چلنا  
ہے۔“ میرے ان الفاظ پر پنڈت رائے کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ کچھ لمحے توقف کے  
بعد پنڈت رائے نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ ان دونوں کے یکجا ہو جانے کے بعد ایک آئی جینک وجود میں آگیا

پنڈت رائیش رائے بڑے کاروباری تھے، تین بھائی تھے ہم۔ ان میں سے دو بھائی کے ساتھ کاروبار کرتے تھے۔ میں نکما تھا اور صرف اپنے شوق کی تکمیل میں ان کی کمالی اڑاتا تھا۔ جب تک وہ مجھے برداشت کر سکتے تھے کیلئے۔ پھر گھر سے نکل دیا گیا۔ مجھے مہم جوئی اور پراسرار علوم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس شوق میں مارا مارا پھرتا تھا۔ بہت کچھ دیکھا بہت کچھ سیکھا۔ پھر اچانک بحری سفر کے دوران ایک واقعہ پیش آیا۔ اس رات سمندر میں طوفانی لہریں اٹھ رہی تھیں اور جہاز کا عملہ غیر معمولی مصروف تھا۔ میرے پڑوسی جو لیس آرک نے میرے کیمین کا دروازہ بجایا اور میری ہدایت پر اندر آگیا۔ اس کے چہرے پر مرنی چھائی ہوئی تھی، اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرے دوست... میں تمہارے پڑوس کے کیمین کا مسافر ہوں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”خیریت مسٹر جو لیس... شاید آپ کچھ بیمار ہیں۔“

”ہاں، زندگی کا وقت اچانک ختم ہو گیا ہے، بے وفا اور ٹھانڈا زندگی بڑی دھوکے باز ہوتی ہے۔“ اس نے کرب زدہ لہجے میں کہا۔

”اگر آپ کو کوئی تکلیف ہے تو میں آپ کو جہاز کے اسپتال لے چلا ہوں۔“

”نہیں، موت نے مجھے اپنی آمد کا پیغام دے دیا ہے۔ فضول کاموں میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔“

”آپ بلا وجہ مایوس ہو رہے ہیں، چلیں ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔“

”نہیں دوست، اس کے برعکس اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں مرنے کے بعد بھی تمہارا احسان مانوں گا۔ تم جو جوتی جا رہے ہو؟ اصولی طور پر مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہئے جبکہ میں جانتا ہوں کہ اس جہاز کی منزل ہی خلیج عون کا ساحل جوتی ہے۔“

”ہاں، میں جوتی جا رہا ہوں۔“

”تب میری ایک امانت رکھ لو۔ جوتی کے شہر میں ویکونیا نامی ایک علاقہ ہے جہاں ایک مشہور آدمی تک بارہوسا رہتا ہے، یہ صندوقچہ تک بارہوسا کو پہنچا دینا اسے بتا دینا کہ یہ جو لیس آرک نے دیا ہے، بولو میرا یہ کام کرو گے؟“

”ضرور کروں گا، کیونکہ میں جوتی جا رہا ہوں لیکن تم اپنی زندگی سے مایوس کیوں ہو؟“

”یہ تم نہیں سمجھو گے۔“ اس نے کہا اور اپنے ڈھیلے ڈھالے چہرہ نما لباس سے ایک آنسو صندوق نکل کر میرے سامنے رکھ دیا جو تقریباً آٹھ انچ موٹا اور بارہ انچ لمبا تھا۔ وہ بہت قدیم معلوم ہوتا تھا اور اس کو لکڑی جوڑنے والے کسی مسالے سے جوڑ کر بند کر دیا گیا تھا۔“

”ٹھیک ہے، اسے اور کوئی پیغام دوں۔“ میں نے پوچھا۔

ہے اور آئی جینک پر قوت ہے ذہنی اور جسمانی طور پر تو دیکھ لو۔ اس کی تکمیل نے قبیلوں کے نامور کو کس آسانی سے فکا کر دیا۔ درنہ راہینا زندہ رہ کر ہزاروں انسانوں کو خون کے سمندر میں غرق کر دیتی۔ ویسے پروفیسر حق آپ کا آئندہ کیا پروگرام ہے۔“

پروفیسر حق نے بے بسی کی نگاہ سے ہمیں دیکھا پھر پچھلی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”بھلا تم لوگوں سے ہٹ کر میں کوئی بات نہیں سوچ سکتا ہوں۔ بلکہ میرے راستے تو بہت پہلے تمہارے راستوں سے آٹے تھے، نہ جانے کب سے، افریقہ میں داخلہ صرف بورٹونوٹا کی تحقیق میں شامل ہونے کے لئے تھا، لیکن کیا معلوم تھا کہ وہ لعین دل میں اتنا گھٹننا مقصد رکھتا تھا۔ میں تمہارے بغیر اس تک آنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تو بلاخر اس کے ہاتھوں موت کے گھٹ اتر جاتا کیونکہ اس کے ہٹاک مقاصد کے لئے اپنے ایمان کو وادہ نہ کر پاتا اور اس کے لئے میرا کوئی اور مصروف نہیں تھا۔ زندگی کے بقیہ سانس تمہارے ساتھ ہیں۔ میری درخواست ہے کہ مجھے ساتھ رکھو۔ پچھلے میں تمہارے لئے بے مصروف ہوں لیکن ان سانسوں کو اپنی صحبت میں قبول کر لو۔ اور جہاں ان کا سلسلہ ختم ہو جائے بس اتنا کرنا کہ مجھے زمین کی گہرائیوں میں اتار دینا، انسان پر انسان کے حق کے نام پر تم سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔“

”نہیں پروفیسر، آپ میرے لئے قاتل احترام ہیں، ہم خوشدلی سے آپ کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔“ میں نے کہا۔

”تب میری بھی یہی فرمائش ہے ماہوس۔ میرے لئے بس اتنا کرنا کہ مجھے لکڑیوں کے ڈھیر میں دبا کر آگ دکھا دینا۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”آپ کی زندگی کی تفصیل، میخہ راز میں ہے پنڈت رائے۔“ میں نے کہا اور پنڈت رائے مسکرا پڑا۔ پھر اس نے پروفیسر حق سے کہا۔

”آپ کچھ محسوس کر رہے ہیں پروفیسر حق۔۔۔؟“

”کیا۔۔۔؟“

”ماہر کی تبدیلیاں۔۔۔“

”ہاں، اب وہ پرسکون ہے، پہلے اس کی آنکھوں میں کرب اور پیاس تھی اور اب سکون، ایک لامتناہی سکون۔“

”میرا سکون میرا ہی ہے، میں اپنی عمر کا صحیح تعین نہیں کر سکتا لیکن یوں لگتا ہے جیسے ہوش کا ہر لمحہ زخموں سے چور گزرا ہے اور جب مجھے اس تکلیف سے نجات ملی ہے۔“ میں نے پیار سے ہیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر میں نے پنڈت رائے سے کہا۔

”آپ نے اپنے بارے میں نہیں بتایا پروفیسر۔۔۔؟“

”مختصرًا تمہیں بتا چکا ہوں ماہوس۔ تفصیل سے سن لو۔ ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہوں۔“

”بس اتنا کہ بد نصیب جو لیس کو زندگی نے موقع نہیں دیا کہ وہ تمہارے ساتھ اس تحقیق میں شریک ہو سکتا۔“

”تو اگر تم زندہ رہے مسٹر جو لیس تو.....؟“ میرے اس سوال پر وہ مسکرایا اور بولا۔

”تو تم یہ مجھے واپس کر دیتا۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب تم میری ایک بات مان لو۔۔۔“

”ضرور مانوں گا کہ۔۔۔“

”میرے ساتھ جناز کے اسپتال چلو۔۔۔ تم نے بلا وجہ خود پر موت مسلط کر لی ہے۔“ وہ کچھ لمحے سوچتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”ٹھیک ہے، حالانکہ میں سکون سے مرنا چاہتا تھا۔ ماضی کا حسین سفر کرتے ہوئے جبکہ وہاں اسپتال میں وہ لوگ مجھے زندہ رکھنے کی کوشش میں پریشان کریں گے، لیکن ٹھیک ہے، وقت کی چاہتا ہے تو یہی سہی۔ البتہ تم میرے کام کا وعدہ کر چکے ہو۔“

”ہاں، اس کے لئے مطمئن ہو جاؤ۔۔۔“ میں نے اسے اطمینان دلایا، پھر اسے اسپتال لے

گیا۔ اسپتال کے ڈاکٹروں نے اس پر پوری توجہ دی اور مجھے بتایا کہ وہ صرف ڈپریشن کا شکار

ہے اور صبح تک ٹارل ہو جائے گا۔ میں اپنے کیبن میں واپس آ گیا۔ دوسری صبح میں اس کی

خیریت معلوم کرنے اسپتال گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ رات کو ساڑھے تین بجے مر گیا۔ مجھے

حیرت ہوئی تھی کیونکہ وہ اپنی موت کا یقین ظاہر کر چکا تھا۔ بہر حال جو تو پہنچ کر میں نے اپنے

کام کئے پھر احتیاط سے وہ امانت لے کر ویکوئیا کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہاں میں نے مسٹر

ٹک باربوسا کے بارے میں معلوم کیا، وہ بیٹنگ ایک مشہور آدمی تھا، لیکن اس کے بارے

میں معلوم ہوا کہ وہ ایک ہفتے قبل مر چکا ہے۔ اس کا کوئی وارث بھی نہیں تھا۔ اس لئے یہ

مندوقچہ میں کسی کو نہ دے سکا۔ کافی عرصہ وہ میرے پاس بے کار پڑا رہا، پھر ایک دن میں

نے سوچا کہ اسے کھول کر دیکھوں کہ اس میں کیا ہے۔ مندوقچہ لاکھ سے جوڑا گیا تھا اور جوڑ

اس قدر مضبوط تھا کہ اسے بشکل کھولا جا سکا۔ مندوقچے میں سے ایک لفافہ برآمد ہوا اور

لفافے سے کچھ کھنڈات جو کٹنی بوسیدہ تھے، لیکن سالم حالت میں تھے، کھنڈات کی تحریر قدیم

تھی لیکن میں اسے پڑھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے ایک قلمی تصویر بھی برآمد ہوئی

تھی جو ایک بے حد حسین عورت کی تھی۔ میں تصویر کو غور سے دیکھتا رہا، اتنی جاندار تصویر

تھی کہ منہ سے بولتی محسوس ہو رہی تھی۔ تحریر میں کسی ایسی بورے کو مخاطب کر کے لکھا

”ایلیس بورے میری جان..... میری تحقیق کی تفصیل حاضر ہے

اور تصدیق ہوئی کہ وہ صرف ایک کہانی نہیں حقیقت تھی اور جو کچھ

کہہ رہا ہوں اس کا چشم دید گواہ ہوں۔“

”افریقہ کے ساحل کے قریب ایک پراسرار علاقہ اپنی نوعیت کا

واحد علاقہ ہے۔ یہاں دریائے زمبی سمندر میں گرتا ہے۔ شمال میں

ایک ناقابل یقین وسعتوں میں پھیلا میدان ہے اس میدان میں ایک

پھاڑی ہے جس کی چوٹی کسی انسانی سر سے مشابہہ ہے۔ یہ یوں سمجھ

لو۔ اس علاقے کی شناخت ہے اور ان کی وسعتوں سے پرے ایک نہ

ختم ہونے والا عظیم پھاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور یہی مملکت کور

کہلاتی ہے۔ یہ پھاڑی اپنی نوعیت کے عجیب پھاڑ ہیں اور ان میں موجود

غاروں میں مقامی آبادی فروش ہے دیویوں اور دیوتوں کی اس

سرزمین پر جادوگروں کے مسکن ہیں اور ایک روایتی ہسیا کور کی ملکہ

ہے۔ اس ملکہ سے متعلق انوکھی داستان کور میں بکھری ہوئی ہیں وہاں

کے باشندوں کا عقیدہ ہے کہ ہسیا ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ وہ

آتش زادی ہے اور اپنے حسن و جمال کی تزئین آگ کے حمل سے

کرتی ہے۔ زمانہ قدیم میں کور ایک باقاعدہ شہر تھا، لیکن پھر ماہ و سال

کی گردش اور۔۔۔ زلزلوں نے اس شہر کو تباہ کر دیا اور اس کی آبادی

غاروں میں رہنے لگی۔ ملکہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ

فرعون مصر سے عشق کرتی ہے اور صدیوں سے اس کی منتظر ہے۔

آگ کے روشن مینار سے نئی زندگی حاصل کر کے وہ اپنے محبوب کے

لئے جوان رہتی ہے۔ یہ داستان بے شک ناقابل یقین نہیں تھی لیکن

اب نہیں کیونکہ میں گواہ ہوں۔“

”عجیب داستان تھی دوستو۔۔۔ اور اس کا سحر مجھ پر اس طرح مسلط ہو گیا کہ میں سب

کچھ بھول گیا۔ چونکہ اب یہ سب کچھ میری تحویل میں تھا اس لئے میں اس پر تحقیق کے

لئے تیار ہو گیا۔ اور پھر میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ اسی دوران مجھے پنڈت بیوہرت

مل گیا جس نے مجھے شانتی کے جال میں پھنسا دیا، بعد میں شانتی کے راز مجھ پر کھلے اور میں

اس سے بدل ہو گیا۔ میں نے صحرائے اعظم میں اپنے لئے ٹھکانہ تلاش کر لیا اور مولیوں کو

اپنا دوست بنا کر ایک رہائش گاہ بنائی اور ہسیا کے بارے میں تحقیق اپنا مقصد بنا لیا۔ کلام

ست روی سے ہو رہا تھا لیکن ہو رہا تھا۔ پھر وہ واقعات پیش آئے جو تمہارے علم میں

ہیں۔“

پنڈت رائے کے خاموش ہونے کے بعد بھی دیر تک خاموشی طاری رہی تب پروفیسر

نے کہا۔ ”یقیناً ہم کور جائیں گے۔“

”اور اتفاق دیکھو ہمارے مقاصد بھی یکساں ہو گئے ہیں۔“

”ہمیں یہاں کتنا قیام کرنا ہو گا۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ تم پر منحصر ہے۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”ہاں کیا کہتے ہو۔۔۔؟“

”عقل کا تقاضا ہے کہ کوشا کی کسی غلطی سے قبل ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔“

نے کہا۔

”غلطی سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔؟“

”وہ وقت آ سکتا ہے جب جلاوگر کوشا اور راینکا کی شناخت کر لیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں“

اس وقت ہم بھی مشکل کا شکار ہو جائیں گے۔“

”بالکل ٹھیک۔۔۔“ سب نے تائید کی۔“

”تب پھر ہم کوشا اور بیرون کو طلب کرتے ہیں اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کر

کے اپنے آگے کے سفر کا بندوبست کرتے ہیں۔“

”بہتر ہو گا کیونکہ اس کی مدد سے ہمیں اپنے سفر میں آسانیاں ہو سکتی ہیں۔“

”تب یہ بات طے۔۔۔“

”میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر یہاں بھی یہی خیال رکھتا ہے۔“ اس کے

بعد ہم نے نیشلیہ کے بیرون اور کوشا کو پیغام بھیج دیا اور ان کا انتظار کرنے لگے۔

بیرون اور کوشا ہمارے احسان مند تھے اور ہر طرح سے ہمارے ساتھ بہتر سلوک کرنے پر آمادہ رہتے تھے چنانچہ ہماری طلب پر فوراً پہنچ گئے، بیرون نے شکر گزار لہجے میں کہا۔

”حقیقتوں سے گریز کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دوسری دنیا کے دانشوروں کی سچ ہے کہ

نیشلیہ کی تقدیر تاریکی سے بچنے والے تم ہو۔ نیشلیہ کے جلاوگر عیش کوش ہیں اور صرف

اپنے اقدار کے خولوں، انہیں اس سے غرض نہیں ہے کہ نیشلیہ کا مستقبل کیا ہو گا نہ انہیں

اس کی خوشحالی سے دلچسپی ہے نہ اس کی بقاء سے۔ راینکا وسعتوں کا جنون رکھتی تھی اور

صحرائے اعظم کے ہر قبیلے کو اپنے زیر نگین دیکھنا چاہتی تھی اور جلاوگر اس کے جنون کو ہوا

دیتے تھے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ سارے قبیلے اتنے کمزور نہیں۔ راینکا کا جنون انہیں یکجا بھی

کر سکتا تھا۔ اس طرح سب مل کر نیشلیہ کی جہلی بن سکتے تھے۔ ہم اس سے مختلف سوچ

رکھتے ہیں اور نیشلیہ کو امن کے راستے پر لے جانے کے خواہش ہیں۔“

”کوشا مشکوک تو نہیں ہوئی؟“ پنڈت رائے نے پوچھا۔

”کوشا راینکا سے زیادہ باصلاحیت ہے، اس نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ اس کی اختراع

تھی۔“

”وہ کیسا۔۔۔؟“

”اس نے تمام جلاوگروں کو طلب کر کے اپنا ایک خواب اسے سنایا اور ان سے اس

خواب کی تعبیر مانگی اور خواب یوں تھا کہ بڑا پرندہ فضا کے افق سے نمودار ہوا اور اس نے

نیشلیہ کی طرف پرواز کی پھر وہ پورے نیشلیہ پر چھا گیا اور اس کے پروں سے قہر و غضب کی

بجلیاں برسنے لگیں جس سے پورے نیشلیہ میں آگ لگ گئی۔ ہر جھونپڑا خاکستر ہو گیا۔

سربرز میدان جل کر راکھ ہو گئے اور ان سے اٹھنے والے گاڑھے دھوئیں سے زندہ بچ جانے

والوں کے دم گھٹ گئے۔ ہتھیار پکھل گئے۔ پھر تیز ہواؤں کے طوفان نے یہ راکھ اڑا دی اور

نیشلیہ ایک میدان بن گیا، جلی ہوئی زمین کا سیاہ میدان۔۔۔“ کوشا نے راینکا کی حیثیت سے

جلاوگروں سے اس خواب کی تعبیر مانگی تو سب کے چہرے اتر گئے۔ میں نے اسے اس خواب

کی تعبیر بتائی اور کہا کہ ”وہ بڑا پرندہ راینکا کے ہاتھوں تباہ ہونے والوں کی آہ تھی جس نے

بالآخر نیشلیہ کو راکھ کر دیا۔“ جلاوگروں نے فوراً میری تعبیر کی تصدیق کر دی۔ تب راینکا نے

قسم کھائی کہ وہ اپنا موقف بدلے گی اور اب اس کے ہاتھوں کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔۔۔ وہ

سب اس سے متفق ہو گئے تب اس نے نئے احوال جاری کر دیئے۔  
 ”واہ۔۔۔“ پروفیسر حق خوشی سے اچھل کر بولا۔ ”یہ تو کوشا نے کمال کر دیا اور یہ خواب اس کی اختراع تھی۔“

”سو فیصدی من گھڑت۔۔۔۔۔“ بیرون مسکرا کر بولا۔ کوشا بھی ہنس رہی تھی۔  
 ”یہ ایک بہتر عمل رہا اور اب بیرون ہم تم سے رخصتی کے طلب گار ہیں۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”تمہارے قدموں کی برکت ہمارے لئے اہمیت رکھتی ہے لیکن ہم تمہارے کسی حکم سے منحرف نہ ہوں گے۔“  
 ”ہمارا سفر کور کی جانب ہو گا۔ کیا تم ہمیں کور کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟“  
 ”شاید بہت کچھ۔۔۔۔۔“

”ہم وہیں جانا چاہتے ہیں۔“

”صحرائے اعظم کی پرافسوں آبادیوں میں کور قدیم ترین روایات رکھتا ہے۔ یہ کب آباد ہوا اس کی تدفین نہیں ملتی۔ لیکن اسے برباد ہوئے صدیاں بیت گئیں، سنا گیا ہے کہ اب مملکت کور کھنڈرات اور غاروں کی آبادی ہے۔ اسے دوبارہ تعمیر نہیں کیا گیا۔ ملکہ ہسیا وہاں کی قدیم حکمران ہے اور کور کی کہانیوں میں کچھ اجنبی روایات ملتی ہیں۔“ بیرون نے کور کی کہانی کچھ اس دلچسپ انداز میں بیان کی کہ ہر شخص کے دل میں اس کے لئے تجسس پیدا ہو گیا یہاں تک کہ پنڈت رائے جس نے زندگی کا ایک بڑا حصہ اس تحقیق میں گزارا تھا، بیرون کے انداز بیان سے متاثر ہو کر بولا۔

”اجنبی روایات سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔۔۔؟“

”یہ تو نہیں کہا جاسکتا عظیم آقا کہ صحرائے اعظم میں آباد قبیلوں کی ترتیب کیا ہے، کتنی صدیوں سے کون کہاں آباد تھا اس کے بارے میں کوئی مکمل علم شاید صحرائے اعظم کے رہنے والوں کو نہ ہو، ہاں کچھ جلدوگر جو تحقیق اور تجسس رکھتے ہیں قرب و جوار کے علاقوں کے بارے میں اپنے علم سے بہت کچھ معلوم کرتے رہتے ہیں جیسے ”کور“ افریقہ کے ایک ساحل کے قریب ایک ایسا علاقہ ہے جسے مکمل طور پر شاید ہی کبھی کسی نے دیکھا ہو۔ روایات ہیں کہ جہاں دریائے زمبی سمندر میں گرتا ہے یہ علاقہ اس سے تھوڑے فاصلے پر شہل میں واقع ہے، ایک وسیع و عریض میدان نگاہوں کی حد تک پھیلا ہوا ہے اور اس میدان کے ایک سرے پر ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی انسانی سر سے مشابہ ہے اور وہی ”مملکت کور“ ہے۔ اس میدان کے اس پار پہاڑوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے اور ان پہاڑوں میں ایک پہاڑ کی شکل کسی پیالے کی مانند ہے اور ان میں غاروں کے جال بچھے ہوئے ہیں یہاں کے باشندے انہی غاروں میں رہتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ملی جلی زبان

بولتے ہیں جس میں عربی اور یونانی شامل ہے اور ملکہ ”ہسیا“ سیاہ فام نہیں بلکہ سفید رنگ کی ایک ایسی خوبصورت عورت ہے جس کا حسن بے مثل ہے اور جسے ایک بار دیکھ کر کوئی بھی اپنے ذہن پر قابو نہیں پاسکتا وہ وہاں کی مکمل حکمران ہے اور اس سے متعلق لاتعداد کہانیاں کور ہی میں نہیں بلکہ قرب و جوار کے تمام قبائل میں بکھری ہوئی ہیں، حالانکہ رابینا ”مملکت کور“ کی فتح کا ارادہ رکھتی تھی اور جلدوگروں نے یہ جاننے کے باوجود کہ جلدوگر ملکہ کا فسوں لاصحد ہے کبھی اسے اس خیال سے نہ روکا اور وہ احمق اس کے اس جنون کو ہوا دیتے رہے جبکہ عقل یہ کہتی ہے کہ پراسرار افسوں کے علمبردار اس قدر آسانی سے کسی کے قبضے میں نہیں آسکتے اور پھر وہ روایات جو اپنی پراسرار حیثیت میں ایسی ہیں کہ عقل اس کی توجیہ تک نہ کر سکے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ”ایٹارٹس“ جس کا تعلق فرعون مصر کے شاہی خاندان سے تھا، ”کیلی کریش“ نامی ایک شخص کی بیوی تھی جو کہ آنسوس کا پادری اور دیوتا کا چیتا تھا اور جن بھوت اس کے تابع تھے۔ ایٹارٹس یونانی نژاد تھی اور جب آخری فرعون مصر پر حکمران تھا وہ کیلی کریش کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور وہاں کی رسموں کے خلاف دونوں نے یکجا ہونے کا فیصلہ کیا تو شہنشاہ مصر ان کا مخالف ہو گیا اور اس نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا اور ان کی قتل گاہ تعمیر کر لی گئی تب یوں ہوا کہ کیلی کریش اور ایٹارٹس نے مصر چھوڑ دیا اور وہاں سے فرار ہو کر جنوب کی جانب چل پڑے۔ ایک طویل سفر کرنے کے بعد وہ افریقہ کے ایک ایسے ساحل پر پہنچے جہاں سے سورج طلوع ہوتا تھا، اس ساحل پر انہوں نے دریا کے قریب ایک ایسی چٹان دیکھی جو انسانی سر سے مشابہ تھی اور وہاں انہوں نے قیام کیا جہاں انہیں گرفتار کر کے ”مملکت کور“ لے جایا گیا جو ایک بڑے شہر کی شکل میں آباد تھا اور کسی زمانے میں تباہ ہو چکا تھا۔ یہاں بڑے بڑے غار تھے جس میں یہاں کی آبادی رہتی تھی۔۔۔۔۔ وہ لوگ ان دونوں کو ملکہ ہسیا کے پاس لے گئے جس کی اطاعت سب پر فرض تھی اور جس کا جلدو عظیم تھا۔ ملکہ ہسیا نے کیلی کریش کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا کہ ”کیلی کریش“ تو اس کی ملکیت ہے چنانچہ اسے ایٹارٹس کو چھوڑ کر ملکہ ہسیا کے زیر نگیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس نے یوں کیا کہ ان دونوں کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا جو انتہائی تاریک تھا اور خطرات سے بھرا۔ بڑی بڑی کھائیوں کا یہ شہر بڑا خوفناک تھا اور یہیں وہ مینار بھی تھا جس کی گردش کبھی نہیں رکتی تھی اور اس کی آواز میں بجلی کی سی کڑک اور تیزی تھی اور اس مینار کے دامن میں اچلتے ہوئے شعلوں میں ہسیا کا ٹکنا تھا۔ اس نے کیلی کریش کو حکم دیا کہ وہ ایٹارٹس کو قتل کر دے اور خود اس کا ہو جائے۔۔۔۔۔ تاکہ وہ اسے بھی اپنی طرح حیات ابدی بخش دے اور وہ جوان اور خوبصورت رہے وہ خود ایٹارٹس کو قتل نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اس کو اس کی منائی تھی۔۔۔۔۔ پھریوں ہوا کہ کیلی کریش نے ایسا نہ کیا اور یہاں تک کہ وہ اس کے عتب کا شکار ہوا لیکن اس کا علم یہ کہتا تھا اس سے کہ کیلی



”لیکن بیسویں ہمیں اس ساحل تک پہنچنے کے لئے کیا ذرائع استعمال کرنا ہوں گے۔“  
 ”وہ قطعی مشکل نہ ہوں گے، ہم ٹیچروں کا بندوبست کر سکتے ہیں۔“  
 ”مگر اس کے بعد سمندری سفر۔“ پروفیسر حق نے پریشان کن لہجے میں کہا اور بیسویں  
 مسکراتے لگا، پھر اس نے کہا۔

”میرے پاس ایک کشتی گر ہے جس کا نام کبولی ہے۔ کبولی کا پورا خاندان یہی سب کچھ کرتا ہے اور اس نے ملکہ راجپتا کے محل میں لکڑی کے کلام کی زیب کی ہے وہ ایک ماہر کشتی ساز ہے اور اس کے ساتھ ایسے کچھ افراد بھی ہیں جو اس کی معاونت کرتے ہیں یہ سب کے سب میرے اپنے خاص آدمی ہیں اور میں انہیں بخوبی اس کلام کے لئے تیار کر سکتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے ایک اعلیٰ پائے کی کشتی تیار کر دیں انہی کہ جس سے کوئی مشکل نہ ہو۔ صرف یہ بلکہ کبولی اس کشتی میں اس ساحل تک آپ کی رہنمائی کرے گا جہاں سے آپ دریائے زمبی کی اس شلخ کے آخری سرے تک پہنچ سکتے ہیں۔“

”یہ تجویز نہ صرف قاتل غور تھی بلکہ نہایت ہنر تھی۔ ”ہاں“ نے تو ایک لمحے بھی تعرض نہ کیا اور کہنے لگا۔

”ایک بار پھر کو بیسویں، کہی ان لوگوں میں سے ہے جو تمہارے حکم کی تعمیل کریں  
 اور ہمارے ساتھ کور تک کا سفر کریں۔ کیا کہی اس کے لئے تیار ہو جائے گا۔۔۔؟“

”صدق دل سے اور خوشی کے ساتھ۔ وہ بے شک انسانی جہم رکھتا ہے لیکن اس کا دماغ ہماری تحویل میں ہے یعنی یہ کہ ہم اس سے جو کچھ کہیں وہ اس پر ایک لمحہ غور نہ کرے اور عمل کے لئے تیار ہو جائے“ ایسا ہی عقوارہ ہے وہ اور جب اس کی وفا میں آپ کی جانب منتقل کر دی جائیں گی تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ آپ کا انتہائی احترام کرے گا جتنا

”یہ تو بہت اچھی بات ہے اور بہتر ہے کہ اب اس کے لئے انتظار نہ کیا جائے، تم کیولی سے کہو کہ وہ اپنا ساز و سلان تیار کرے اور ہمارے ساتھ سفر کے لئے تیار ہو جائے۔۔۔ میں ساحل تک پہنچنے کے لئے کتنا سفر اختیار کرنا پڑے گا۔۔۔؟“

”وہ بے شک بہت زیادہ نہیں ہے لیکن پھر بھی دو چاند اور ایک سورج آپ کو سفر کرنا ہو گا۔“

”ہوں یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں کو کشتی بچانے کا سامان کہاں سے ملے گا۔“

”عظیم آقا ساحل کے ساتھ ساتھ جنگل بکھرے ہوئے ہیں اور جنگلوں میں درختوں کے ایسے تنے موجود ہیں جو نشی بننے کے کام آئیں بقی ساری ڈس داری کبوتی کی ہوگی اور آپ اس سلسلے میں چنداں فکر نہ کریں۔“

کریش کو موت نہیں آئی وہ لحوں کے لئے اس سے الگ ہو گیا ہے اور بالاخر وہ یہاں تک دوبارہ آئے گا چاہے کسی بھی شکل میں ہو یہ اس قوم کی ایسی داستان ہے جو نسل در نسل چلی آ رہی ہے اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ ”ہیسا“ شعلوں کی ملکہ آج بھی اپنے محبوب کی ختم ہے۔ اسے یقین ہے کہ کیلی کریش واپس آئے گا اور اس بار وہ ہمیشہ کے لئے اس کا ہو کر آئے گا اور اس کے ساتھ کوئی ایسا ترس نہیں ہوگی۔“

ہم سب اس مفصل کہانی سے بہت لطف اندوز ہوئے تھے اور ہمارے ذہنوں میں طرح طرح کے تصورات گردش کر رہے تھے، ”ہیا“ نے اپنے مغنی آواز میں کہا۔

”لیکن ہم کو رکی یہ آبادی دیکھنا چاہتے ہیں اور وہاں تک جانے کے خواہاں ہیں، بیرون کیا تمہارے پاس ان راستوں کی کوئی نشاندہی ہے جہاں سے گزر کر ہم کو رکی سمت کا سفر شروع کر سکتے ہیں۔“

ہیون سوچ میں ڈوب گیا، پھر اس نے کہا۔

”جب ملکہ رایینا نے کور کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں تو جو تفصیلات علم میں آئیں وہ یوں تھیں کہ مملکت کور کا فاصلہ یہاں سے بہت زیادہ ہے لیکن ہمیں جن راستوں سے گزرنا ہو گا، میرا مطلب ہے ملکہ رایینا کو جن راستوں سے گزر کر اپنے لشکر کے ہمراہ کور تک جانا تھا وہ دلدل سے پر راستے تھے اور وہاں سانپوں کی کثرت اور بڑے بڑے اژدھوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی ان کی آبلوایاں یہاں نام و نشان تک نہیں رکھتی تھیں کیونکہ وہ علاقے آبلویوں کے قاتل ہی نہیں تھے، جو معلومات ملکہ رایینا کو حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ یہ دلدلی علاقہ مشرقی ساحل تک پھیلا ہوا ہے اور یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی شخص آگے نہیں جاسکتا۔۔۔ لیکن ملکہ رایینا دیوانی تھی اس نے کہا کہ سمندر کے راستے سے وہاں تک کا سفر اس لئے ممکن نہیں کہ لشکر کے لئے کوئی ذریعہ سفر نہیں ہو گا، چنانچہ جیسے بھی ممکن ہو یہی راستے طے کرنا ہوں گے جبکہ جادوگروں کی معلومات کے مطابق وہاں سانپوں، اژدھوں اور دلدلوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں اس علاقے میں بیماریاں بھی عام ہیں اور وہاں جانے کے لئے لشکر کے بڑے بڑے سردار کسی طور تیار نہیں تھے، لیکن بہر حال ملکہ رایینا کے حکم پر وہ انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔

بہر حال یہ ذریعہ ایک لشکر عظیم کے لئے کسی طور ممکن نہیں تھا سوائے اس کے کہ جو لشکر کور کی جانب سفر کرے اس کے افراد میں سے چند ہی باقی رہیں اور باقی موت کی نذر ہو جائیں۔۔۔ ہاں سمندری راستہ کسی قدر محفوظ ہے اور یہاں سے دریائے زمبی کی اس شاخ تک پہنچا جاسکتا ہے جو سمندر میں گرتی ہے اور وہی جگہ کور کا مسکن ہے۔ یعنی وہاں پر انسانی سر سے مشابہ چٹان ”کور“ کی جانب سے رہنمائی کر دیتی ہے، لیکن اگر مختصر افراد جیسے آپ لوگ وہاں تک جانا چاہیں تو شاید آپ میری رائے سے اتفاق کریں۔“

پروفیسر حق اور پنڈت رائے نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تب پنڈت رائے نے کہہ

”تو پھر یہی بہتر ہے کہ تم کیولی سے فوراً بات کرو اور ہماری روانگی کا انتظام کرو۔“  
”حکم سر آنکھوں پر۔“ بیسوں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا اور یہ بات طے ہو گئی کہ اب ہم یہاں سے روانگی کا ارادہ کر لیں۔

ہیا رات کو میرے سینے پر موجود تھا ہم دونوں مچھلیوں کے وہ لمحات کاٹ رہے تھے جو اس طویل جدائی کا درد ناک عطیہ تھے ہماری محبتیں ایک دوسرے کے لئے وقف تھیں۔  
”ہیا“ ستاروں والی کی کہانی سنانے لگا اور اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہو سکتا ہے وہ ”سیا“ ہی ہو جو اپنے محبوب کی منتظر ہے۔

”لیکن ”ہیا“ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیا ہم میں سے کس کو اپنا محبوب سمجھتی ہے۔۔۔؟“

”شاید مجھے۔۔۔“ ہیا نے جواب دیا۔

”تو تو سب ہی کا محبوب ہے اور یہاں شاید مجھے اس سے رقت ہو جائے کیونکہ تو اسے اپنا لے گا۔۔۔“

ہیا مسکراتے لگا پھر بولا۔ ”وقت کا انتظار کرو ماہر طبیلی وقت اپنی کمیتیں الگ بیان کرتا ہے اور ان کمیتوں میں یقینی طور پر کچھ ایسے لمحات بھی ہوں گے جو میرے اور تمہارے لئے کسی طور ناخوشگوار نہ ہوں۔“

پھر بیسوں نے وہ سب کچھ کر دکھایا جو اس نے کہا تھا۔ کیولی بلند و بالا قامت کا مالک ایک جفاکش انسان تھا اور اس نے چھ ایسے افراد منتخب کئے تھے جو کشتی سازی کے فن میں اس کے معاون ہوں اور جو ہمارے ساتھ ”کور“ تک کا سفر کر سکیں۔ وہ خوشدلی سے اس بات پر آمادہ تھے اور مجھے یہ حیرت تھی کہ ان لوگوں کا مطیع نظر کیا ہے بہر طور کام اس طرح ہوا کرتے ہیں، مجھے تو یہ لگ رہا تھا کہ سب ہی اس عمل سے مطمئن ہیں اور مطمئن ہونا ہی چاہئے تھا۔ ”ہیا“ میرا جگر گوشہ میرے وجود کی تکمیل، کور جانے کا خواہش مند، ڈوم کور کا رسیا جس کے دل میں آرزو تھی کہ وہ اپنی جنم بھومی کو دیکھے، پنڈت رائے جس کی عمر کا بیشتر حصہ کور کے بارے میں تحقیق میں گزرا، پروفیسر حق جو اب اپنے مشاغل سے ریٹائر تھا اور اس کی زندگی کا دار و مدار اس پر تھا کہ ہمارے ساتھ رہے اور یہ سفر کرے۔ باقی اور کون رہ جاتا تھا۔ سو خوشدلی سے اپنے کام پر آمادہ لوگ آپس میں مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ پھر بیسوں نے اطلاع دی کہ تمام انتظامات مکمل کر دیئے گئے ہیں اور پھر اس رات کوشا اور بیسوں نے ہمیں مملکت نیپالیہ سے رخصت کیا جہاں کی کمیتیں اچھی خاصی پراسرار اور ہیبت ناک تھیں اور جہاں کے معاملات عام زندگی سے بالکل مختلف تھے یعنی وہ جو ہم نے مذہب

ہیما میں نہیں دیکھا تھا۔

نچروں کی تعداد کافی تھی اور ان میں سے کچھ پر کیولی نے وہ ساز و سامان رکھا تھا جو کشتی سازی میں اس کا معاون ہو سکتا تھا اور ویسے بھی ہم اس سلسلے میں کافی گفتگو کر چکے تھے بلکہ پنڈت رائے نے تو ایک ایسی کشتی ڈیزائن بھی کر لی تھی جو سمندر میں سفر کر سکے اور ہمارے لئے بہترین ذریعہ سفر ہو۔

یوں ساری رات نچروں کا یہ سفر جاری رہا اور ہم سرزمین افریقہ کے پراسرار گوشوں سے گزرنے لگے۔ نیپالیہ سے آگے بڑھ کر جن راستوں سے ہمیں گزرنے پڑا تھا وہ درندوں سے بھرپور اور پرخطر تھے اور یہاں ہمیں خلاصا محتاط رہنا پڑا تھا۔ نچر تک آگے جانے سے گریز کر رہے تھے اور انہیں آگے بڑھنے کے لئے خاصی تنگ و دو کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جگہ جگہ دلدلوں کے اٹھتے ہوئے دھوکے، پراسرار اور پرخطر جھاڑیاں جن کے درمیان وحشت ناک درندوں کی آمد و رفت تھی لیکن ہم نے اس طرح کے انتظامات کر رکھے تھے کہ ان درندوں سے کسی بھی لمحے نمٹا جاسکے اور یہ خوش بختی تھی ہماری کہ ایک طویل سفر طے کر کے ماحل سمندر تک پہنچتے ہوئے ہمیں کسی ایسے حادثے یا مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو ناخوشگوار یا کسی کے لئے جان لیوا ہوتا، بلکہ یہ سفر میرے لئے بے حد خوشگوار رہا کیونکہ ہیا میرے ساتھ تھا۔ دن گزرتا، رات ہو جاتی تو ہم دونوں بیٹھ کر دنیا جہاں کی باتیں کرتے اور ایک دوسرے میں گم رہتے۔ پھر ہم نے نگاہ کی حد تک پھیلے ہوئے سمندر کو دیکھا اس کے اطراف میں جنگل بکھرے ہوئے تھے یقیناً یہ ایسا ہی علاقہ تھا کہ انسانی قدم اس سے پہلے یہاں تک نہیں پہنچے تھے۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر جنگلوں کے عظیم الشان سلسلے جانوروں کی عیش گاہ تھے اور یہاں قیام کر کے ہمیں بے حد محتاط رہنا تھا۔ درختوں پر چیتے موجود ہوتے تھے اور ان کے خنجر بندر بھی وہ جگہ جگہ وحشی جانوروں کا تعاقب کرتے اور شور مچا چاکر جنگل کے دوسرے جانوروں کو خونخوار درندوں کی موجودگی سے آگاہ کرتے، کیونکہ ہمارا ساتھی ان علاقوں سے بخوبی واقف تھا اور ان لوگوں کے پاس ایسے انتظامات تھے کہ اگر درندے ان پر حملہ آور ہوں تو یہ ان سے اپنا تحفظ کر سکیں اس لئے وہ بھی بڑر تھے۔ البتہ نچر بے حد غمزہ محسوس ہوتے تھے۔

کیولی نے یہاں پہنچنے کے بعد کچھ گھنٹے آرام کر کے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے پاس ایسی کلباڑیاں تھیں جن سے وہ بڑے بڑے تنور درخت گرا سکتے تھے، ہمیں بھی بخوبی اندازہ تھا کہ ہماری کشتی کی تیاری کے لئے انہیں خاصی محنت اور وقت درکار ہو گا۔ ڈوم بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ پروفیسر حق اور پنڈت رائے یہاں تک کہ خود میں بھی کچھ کاموں میں حصہ لیتا تھا۔ ہیا ایک کمانڈر کی مانند صرف ہمارا نگران تھا۔ درختوں کے ایسے کئی تنے کاٹے گئے اور پھر کلباڑیوں کی مدد سے ان کی شاخیں جدا کر

ہو گئے۔“ پھر اس نے خود کہا۔ ”میں سے ساحل تک اس کشتی کو کیسے پہنچایا جائے گا یہ مجھ تو خاصی دور ہے اور کشتی ایسی ہے کہ اسے ہم سب مل کر ہلا بھی نہیں سکتے۔“ پھر پنڈت رائے نے کہی کو آواز دی اور کہی ان کے پاس پہنچ گیا۔۔۔۔۔

”ارے بے وقوف شخص تو نے یہ عظیم الشان کشتی تیار کر دی لیکن یہ تو بتا تو اسے پانی تک کیسے لے جائے گا؟“

کہی نے حیران نگاہوں سے پنڈت رائے کو دیکھا اور پھر ہم میں سے ہر ایک کو اور اس کے بعد ہنسنے لگا۔ وہ پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہا تھا اور پنڈت رائے حیران نگاہوں سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا، پنڈت رائے نے کہا۔

”ارے احمق اپنی حماقت پر ہنس رہا ہے، ارے کیا یہ نہیں ممکن تھا کہ تو سمندر کے بالکل قریب پہنچ کر یہ کشتی تیار کرتا۔“

کہی ہنسنے ہوئے بولا۔ ”عظیم آقا میں تو حیران ہوں کہ ایسی بے وقوفی کی بات بھی کر سکتے ہو۔“

پنڈت رائے نے حیران ہو کر اسے دیکھا پھر غصے سے بولا۔ ”تو تیری عقل اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟“

”نہایت آسانی سے یہ کشتی ساحل تک پہنچ جائے گی۔“

”بھلا کیسے۔۔۔۔۔؟“

”وہ میں آپ کو بتا دوں گا۔۔۔۔۔“ اور پھر واقعی کہی نے جو کچھ کیا وہ ہم لوگوں کے لئے بھی نہی کا باعث بن گیا اس نے پہلے ہی سے اس کا انتظام کر رکھا تھا۔

لبے لبے سیدھے چھوٹے تھے اس نے پاس پاس رکھے اس کے بعد موٹے موٹے رے فچروں میں باندھے اور کشتی کے ایک سرے پر ان رسوں کو پاندھ دیا جن میں موٹے موٹے ہک لگے ہوئے تھے۔ پھر اس نے فچروں پر طبع آزمائی کی اور ہم لوگوں سے بھی کہا کہ پیچھے سے اس کشتی کو دھکا دیں فچروں نے جان توڑ کر طاقت لگائی تو کشتی کا پہلا سرا لہی لکڑیوں پر چڑھ گیا اور اس کے فچروں نے اسے آخر تک کھینچ لیا۔ آخر تک کھینچنے کے بعد وہ رک گئے اور کہی اور اس کے ساتھی ان نلوں کو پیچھے سے اٹھا کر پھر آگے ڈالنے لگے پنڈت رائے نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جس کا کام اس کو سناجھے۔۔۔۔۔ یہ بات میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں آئی تھی، جبکہ یہ تو بہت آسان ہے۔

یوں کشتی کو ساحل تک پہنچایا گیا اور اس کے بعد پروفیسر حق نے اس پر کچھ دعائیں پڑھ کر دم کیں اور ہم نے اسے اتنے فاصلے تک پانی میں پہنچا دیا کہ وہ آسانی سے پانی میں تیر سکے، موٹے موٹے رسوں سے کشتی کو باندھ کر پانی پر روک دیا گیا وہ بڑا کام ہو گیا تھا جس

کے انہیں غڈ منڈ کر دیا گیا، پھر ان نلوں کو ایک مخصوص انداز میں درمیان سے خالی کرنا شروع کر دیا گیا۔ کہی نے بتایا کہ سمندروں میں اور خصوصاً دریائے زمبی میں ایسی چٹانیں ہوتی ہیں جن سے کشتیاں ٹکرا جائیں تو پاش پاش ہو جاتی ہیں، چنانچہ ایک ایسی مضبوط کشتی درکار ہے کہ اگر کہیں کوئی ایسا حلوہ پیش آ بھی جائے تو محفوظ رہا جاسکے۔ کہی فن کشتی سازی میں اپنا عالمی نہیں رکھتا تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو مزدور یا کاریگر وہ اپنے ساتھ لایا تھا وہ انتہائی سختی اور جفاکش تھے اور اپنے کام میں بے حد مشاق، چنانچہ ایک چوڑائی اور ایک بہترین لمبائی میں مخصوص ساز کے درختوں کے تنے درمیان سے خالی کر کے ان میں بڑے بڑے سوراخ کر دیئے گئے، پھر ایسی مضبوط شاخیں جن کے سکر جانے کا خدشہ نہ ہو نلوں کی ٹیٹ سے نوکدار تیار کی گئیں اور ان سوراخوں میں ٹھوکی جانے لگیں۔ مضبوط تنے آپس میں جڑ گئے اور کشتی ایک شکل اختیار کرنے لگی۔

دن اور رات اس کام میں صرف ہو رہے تھے۔ ڈوم نے اپنی مخصوص مہارت سے کام لیتے ہوئے بہترین شکار کا بندوبست کر لیا تھا اور ہم نے وہاں ایک ایسی عارضی قیام گاہ بنائی تھی کہ اگر انسان کو دنیا سے ہٹ کر کبھی ایسا کوئی تصور ذہن میں آئے کہ وہ جنگلوں میں رہے تو اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہ ہوتی۔ شکار کی بہتت، سمندر اور پھر زندگی کے وہ تمام لوازمات بلاشبہ یہ ایک مثالی جگہ تھی اور یہاں زندگی کا زبردست لطف آ رہا تھا۔ سب کی سہیں بھی بحال ہو گئی تھیں یہاں تک کہ پروفیسر حق اب بالکل تازہ دم نظر آتا تھا ہم لوگ کشتی کا لمحہ لمحہ جائزہ لے رہے تھے کہی نے وہ تمام کام کر ڈالے تھے جو آنے والے وقت کے لئے ضروری ہوں۔

پھر ایک طویل کشتی تیار ہو گئی تو اس میں بلدیوں کا انتظام کیا گیا اور یہ انتظام بھی بے مثالی تھا۔ حتیٰ کہ اس میں الگ الگ خانے بھی ترتیب دیئے گئے تھے اور آرام کے لئے نشستیں بھی بنا ڈالی گئی تھیں۔ ہمیں بڑی خوشی ہو رہی تھی ہر چند کہ ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کشتی کا سفر کتنا طویل ہو گا، لیکن ایسی شاندار کشتی میں سفر کا تصور بھی بڑا خوشگوار تھا۔

پھر یوں ہوا کہ کشتی تیار ہو گئی اور ساتھ لایا ہوا سامان اس میں بار کیا جانے لگا اس کے ساتھ ساتھ ہی شکار کئے ہوئے جانوروں کا گوشت جو کہ اس دوران مسلسل سکھایا جاتا رہا تھا اس میں بار کر دیا گیا پھر اس گوشت کو تیار کرنے کے لوازمات، خشک لکڑیاں اور ایسی تمام چیزیں جو راستے میں کام آ سکیں۔ پنڈت رائے تو ہنس کر کہتا تھا کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم زندگی بھر اس کشتی پر سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن پھر اچانک ہی پنڈت رائے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایک ایک کو دیکھا اور بولا۔

”لیکن ایک ایسی اہم بات تو ہم نے سوچی ہی نہیں جسے سوچ کر تم سب لوگ حیران رہ

بادبانوں کے رخ تبدیل کرنے میں مصروف تھا۔ اس طرح ہم افریقہ کے شمالی ساحلوں سے گزر کر جنوبی ساحل کی طرف چل پڑے تھے۔۔۔ تمام انتظامات تھے اس لئے رات کا کھانا کشتی میں کھلایا گیا، آہستہ آہستہ یہ خاموش رات آگے بڑھنے لگی۔ پھر وہ اتنی خاموش ہو گئی کہ ہلکی سی سرکوشی بھی شور کی مانند محسوس ہوتی تھی۔

کبولی کا کہنا تھا کہ اس پر اسرار چٹن تک کا راستہ طے کرنے میں تین سو راج اور تین چاند کا وقت لگے گا اور اس کے بعد ہم اس جگہ پہنچ جائیں گے جو ہماری منزل ہے، ہم اس سے بہت سی باتیں کرتے رہے تھے پروفیسر حق نے کہا۔

”کیا یہ ممکن ہے کہ راستے میں ہمیں وہ چٹانیں ملیں جن کا تذکرہ تم کر چکے ہو؟“  
”امکانات ہیں کیونکہ یہی سنا گیا ہے کہ دریائے زمبی کی جانب رخ کرتے ہوئے سمندر میں بڑے بڑے پہاڑ ابھرے ہوتے ہیں اور ان کی ٹوکیلی چٹانیں سطح سمندر سے بلند ہوتی ہیں۔“

”تمہیں ان کا خاص طور سے خیال رکھنا ہے، ویسے کیا کبھی ان علاقوں میں سفر کر چکے ہو۔۔۔؟“

کبولی ہنسا اور بولا۔ ”قصور بھی نہیں کیا ہے ہم نے اس سفر کا لیکن اس کے بارے میں ہمیں پرانے اور تجربے کار ملاحوں سے حقیقتوں کا علم ہوتا رہا ہے۔“

خوبصورت رات آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی بہت دیر تک ہماری آنکھیں کھلی رہیں اور اس کے بعد ہم سرور و لذت کا سفر طے کرتے ہوئے گہری نیند سو گئے جبکہ ہمارا ملاح کبولی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جاگ رہا تھا اور اس وقت اس نے ہمیں جگایا تھا جب سورج کی روشنی فضا میں پھیلنے لگی تھی۔

پہلی رات کا سفر گزر گیا تھا۔ پنڈت رائے نے کبولی کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ وہ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد آرام کی نیند سو جائے اگر کوئی ایسی مشکل درپیش ہوئی جس میں اس کی مدد کی ضرورت پیش آئی تو اسے جگا دیا جائے گا۔

کبولی نے یہ پیشکش قبول کر لی تھی کیونکہ دن رات جاگ کر وہ ہمارے لئے کام نہیں کر سکتا تھا چنانچہ ہماری اجازت سے ناشتے وغیرہ کے بعد وہ سو گیا اور اس کے بعد ہم اس طرح کشتی کا سفر طے کرنے لگے جیسے اپنے گھر کے آگن میں ٹہل رہے ہوں، سمندر ہمارے ساتھ تھلن کر رہا تھا اور کبولی اور اس کے ساتھی گہری نیند سو رہے تھے۔

پورا دن گزر گیا پھر شاید بھوک نے ہی انہیں جگا دیا تھا وہ جاگے اور ڈھلے ہوئے دن کو دیکھ کر شرمندگی کا اظہار کرنے لگے کہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سو گئے ہیں لیکن بالآخر انہیں مطمئن کر دیا گیا، یوں ہمارے سفر کے چوبیس گھنٹے گزر گئے اور دوسری رات آگئی۔ آسمان پر جب تارے بکھرے تو کبولی نے ان تاروں کی سمت سے تعین کرتے ہوئے ہمیں یہ

کے بارے میں پنڈت رائے کا خیال تھا کہ یہ مشکل ہے۔ پھر اس کے بعد فجروں سے جدائی کا وقت آیا کبولی سے پروفیسر حق نے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس بھی جاسکتا ہے لیکن کبولی اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اس نے کہا۔

”عظیم آقا مقدس ملکہ جب کوئی حکم دیتی ہے تو وہ حکم ہی ہماری زندگی ہوتا ہے، اگر ہم اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے تو زندگیوں سے محروم ہو جائیں گے ہاں جب ہم انہیں جا کر یہ خوشخبری سنائیں گے کہ مقدس مہمانوں کو ان کی منزل پر پہنچا دیا گیا ہے تو ہم پر ملکہ راجا کی برکتیں نازل ہوں گی اور ہمارا ایک ایسا مقام ہو گا جو ہمیں بستی میں ممتاز کرے۔۔۔ تو ہم ایسا احتمال عمل کیوں کریں کہ تمہارے ساتھ جانے سے انکار کریں اور ویسے بھی یہ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس وقت تک تمہاری خدمت کریں جب تک کہ تمہیں ہماری ضرورت ہو اور ہم اس میں خوش ہیں۔“ سو پھر انہوں نے یوں کیا کہ اپنے لئے کشتی کے پچھلے حصے میں پناہ گاہ بنائی اور ہم لوگ بہتر انداز میں آگے کی سمت بڑھ گئے، بادبانوں کے کڑے کھول دیئے گئے اور بادبانوں کے پھرے فضا میں لہرانے لگے، فجروں کو وہیں جھوڑ دیا گیا تھا، جنگل کے جانور اپنے لئے جنگل میں کچھ نہ کچھ تلاش کر رہی لیں گے اس سے زیادہ ان کے لئے اور کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔

کشتی کے بادبانوں میں ہوا بھری تو اس نے سبک رومی سے ایک جانب تیرنا شروع کر دیا۔ کبولی اس سفر میں ہمارے لئے بڑی نعت تھا اور صحیح معنوں میں بیہوش نے ہمیں ایک بہت اچھے آدمی سے روشناس کرایا تھا، وہ ایک بہترین ملاح بھی تھا اور اس کا کہنا تھا کہ ستاروں کی مدد سے وہ کشتی کو صحیح سمت لے جانے میں کامیاب رہے گا کیونکہ وہ ستاروں کے سفر سے واقف ہے۔

پھر کچھ وقت کے بعد ساحل نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور ہم سمندر میں نکل آئے۔ دو قامت موجیں اس طرح ہماری جانب لپکتی جیسے ہمیں ہڑپ کر جانا چاہتی ہوں لیکن کشتی ایسی سبک رفتاری سے ان کے درمیان سے گزر جاتی کہ یقین نہ آتا۔۔۔ ہاں کبھی کبھی کوئی سرکش لہر کشتی کو اپنے اوپر اٹھا لیتی اور ہم یہ سوچتے کہ جس کشتی کو ہم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں دے سکتے تھے لہریں کشتی آسانی سے اسے اپنے سروں پر اٹھا رہی ہیں۔

بہر حال یہ سفر بے حد خوبصورت تھا اور اس میں ایک عجیب سا لطف آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ روشنی چمپ گئی اور کچھ دیر کے بعد چاند نمودار ہوا، چاند کی روشنی سے پورا سمندر چاندی کی طرح چمکنے لگا تھا اور ہلکی ہلکی جھونکے موسم کو ایک ایسا حسین خوشگوار روپ دے رہے تھے کہ دلوں میں سرور اتر آئے۔

پروفیسر حق اور دوسرے لوگ بڑے آرام سے اپنی اپنی جگہ پر فروکش تھے اور مستہ اور چاق و چوبند کبولی پتوار تھا۔ ستاروں کی مدد سے صحیح سمتوں کا تعین کر کے کشتی کے

”ووم....“ میرے حلق سے بے اختیار جھج نکل گئی۔

”بادین... آہ بادین...“ کیوں رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ اسی وقت ایک تراخا ہوا اور ایک بادین پھٹ گیا۔ وہ بلندی پر کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

نے کشتی کا توازن سنبھال لیا۔ لہروں نے ہماری کاوشوں سے متاثر ہو کر ہمارے ساتھ رعایت برتا شروع کی۔ پھر آسمان سے بھی ہماری مدد ہوئی اور اس نے ہمیں زندگی کی روشنی دکھائی۔  
مجمعی پروفیسر حق کی چیخیں ہوئی آواز سنائی دی۔

“ماہر، ولس، ولس”

کچھ ایسی ہڈیاں آواز تھی کہ میں نے پلٹ کر دیکھا اور پھر حق کی نگاہوں کے زاویے کا تعاقب کیا۔ کوئی انسانی جسم تھا جو کشتی کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔

”ڈوم....“ میرے طلق سے بھی دھاڑ نکلی اور میں نے پتوار چھوڑ دیا۔ پھر کشتی کے عقب میں پہنچ کر میں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا.... وہ ڈوم ہی تھا اور کشتی سے الگ نہیں ہوا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ پانی میں اس طرح ظلوع و غروب ہوتا رہا کہ ہم اسے نہ دیکھ سکے۔ اصل بات یہ تھی کہ بادیاں کا رسہ کھولتے ہوئے لہرنے اسے اچھل دیا تھا لیکن رسہ اس نے نہ چھوڑا اور پانی میں گر پڑا۔ پھر موجوں کی طاقت نے اسے جھنجھوڑ کر کچھ کرنے کا موقع نہ دیا، لیکن اتنا اس نے ضرور کیا کہ رسے میں خود کو الجھا لیا اور اب وہ اس رسے میں اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ شاید کسی قیدی کو اس طرح نہ باندھا جاتا ہو گا.... یہ شکر تھا کہ بادیاں کا رسہ اس کی کلائیوں سے مضبوطی سے کسا ہوا تھا۔ میرے بدن کی قوت نے رسہ کشتی پر کھینچ لیا، مگر وہ ہوش میں نہیں تھا۔ اگر رسے میں اس طرح جکڑ نہ گیا ہوتا تو اس کا زندہ بچ جانا ممکن نہیں تھا حالانکہ سمندر کی کیفیت اب بھی بہت بستر نہیں تھی اور کبلی اپنے تمام تر بھاری بھرم وجود کے ساتھ پتوار سنبھالے ہوئے تھا۔ پنڈت رائے بھی اس کی مدد کر رہا تھا لیکن کشتی اب بھی غیر متوازن تھی، میں ڈوم کا جائزہ لینے لگا، وہ بے ہوش تھا۔ پروفیسر حق اس کے سینے کی مامش کرنے لگا اور ہم نے ڈوم کو سیدھا سیدھا لٹا دیا۔ طاقتور جوان ویوہیکل موجوں کے جڑوں سے نکل کر آیا تھا، وہ بھی میری زندگی کا ایک جزو ہی بن چکا تھا۔ بہر حال آہستہ آہستہ سمندر بالکل پرسکون ہو گیا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو....

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا، ہر شخص اپنے اپنے طور پر بقاء کی جدوجہد کرتا رہا اور یہ نئے داریوں کی رات قرار پائی تھی، پھر جب سورج نے سر اٹھا تو دور ایک بھوری لکیر نے ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی، کبوتری کے حلق سے خوشیوں بھری آواز نکلی اس نے حج کر کمال

”ساحل.....“ وہ ایک تجربے کا ملاح ثابت ہوا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ چار انسانی زندگیوں کی قربانی نے ہمیں کلیائی سے ہمکنار کر دیا تھا، آہستہ آہستہ مشرق سے مغرب تک روشنی پھیل گئی، سورج کی شعاعوں نے ہر جگہ تاریکی کو شکست دے دی، موسم کچھ زیادہ ہی خوشگوار تھا اور سورج اپنی تمام تر عنایتوں کے ساتھ طلوع ہو رہا تھا، لیکن

ہیا کے دل جلنے کے بعد شاید میری وحشت خیزی میں بھی کچھ کمی ہوئی تھی۔ پہلے موت یا زندگی سے مجھے کوئی رغبت نہیں تھی۔ کوئی ساتھی قابلِ اعتنا نہیں تھا، اتنے لوگ زندگی کے سفر میں شامل ہوئے تھے، پھڑپھڑے تو دوبارہ یاد نہیں آئے۔ لیکن اس وقت دُوم کے سمندر میں گر جلنے سے دل مل گیا تھا۔ کبوتری کے ساتھی بھی سمندر برد ہو گئے تھے اور اب دُوم.....

میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہوں۔ آگے بڑھ کر کشتی کے کنارے آیا تو پنڈت رائے ہریانی انداز میں چیخا۔ ”نہیں ماہر، نہیں اپنا تحفظ کرو۔“

”یہی بہتر ہے، سمندر سے جنگ ممکن نہیں۔“ ہیا کی آواز ابھری۔

”وہ ایک بہترین ساتھی تھا۔“

”مجبوری۔۔۔“ جیہا نے کہہ کیولی پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ اس نے ہمت ہار دی تھی۔  
سمندر اپنی پرہیزگیت کا مظاہرہ کرتا رہا کشتی اس کے لئے ایک حقیر نیلے کی مانند تھی،  
دفعۃً کیولی نے کہہ۔

”عظیم آقا کشتی میں پانی بھر رہا ہے، اسے نکالنا ہو گا ورنہ کشتی ڈوب جائے گی۔“ اپنی زندگی دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے، کبھی چند لمحوں قبل پھنجر جانے والوں کا غم بھول گیا۔ اس نے کچھ برتن ہم لوگوں میں تقسیم کئے اور خود بھی مصروف ہو گیا۔ اب پہلی بار ہم نے کشتی کے اندرونی حصے پر غور کیا تھا۔ اس میں دو دو فٹ پانی بھر گیا تھا۔ ہمارے ہاتھ مٹین بن گئے۔ اپنی حفاظت کے ساتھ ہم کشتی کی حفاظت کے لئے بھی مجبور تھے۔ میں نے پروفیسر حق جیسے کمزور شخص کو دیکھ کر اس کے ہاتھ برق جیسی تیزی سے چل رہے تھے۔ ہماری ان تھک محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی کا پانی تیزی سے کم ہونے لگا۔ مگر ہمارے ہاتھ نہیں رکے۔ ادھر سمندر کے غضب میں بھی کچھ کمی ہونے لگی تھی، لیکن صرف کمی، لہریں اب بھی آسمان کو چھونے کی کوشش کر رہی تھیں۔ کشتی بری طرح چکر کھا رہی تھی۔ پانی ختم ہو گیا تو ہمارے ہاتھ رکے، کبولی نے کہا۔

”عظیم آقا... پتوار سنبھالو... دو آدمی اس طرف چلے جاؤ...“ ہم اس کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے، لہروں کی قوت سے لڑنا آسان کام نہیں تھا۔ کیولی پوری مہارت سے پتوار سنبھالے ہوئے تھا اور تقریباً اس پر سوار ہو گیا تھا۔ میں بھی اس کی مدد کر رہا تھا اس طرح ہم

چلے آئے تھے یعنی ایک پہاڑ جس کی بلندیاں انسانی سر سے مشابہ تھیں جو ابھی فضا کے دھندلوں میں لپٹی ہوئی تھی لیکن جوں جوں کشتی آگے بڑھتی جا رہی تھی منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ہواؤں کی تڑاں نے کیا عجیب و غریب کارنامہ سر انجام دیا تھا، پانی اور ہوا نجانے کیا کیا کچھ ترتیب دیتے ہیں، یہ چٹان اس کا بہترین نمونہ تھی، سرزمین مصر پر ابوالہول کے مجسمے کی تڑاں کے بارے میں طرح طرح کے توہمات انسانی ذہن میں ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابوالہول کا مجسمہ مافوق الفطرت انسانوں نے بنایا تھا، کچھ کا کچھ کہتا تھا اور کچھ، کچھ اور کہتے تھے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پر اسرار سرزمین پر جہاں انسان اپنے رہنے کے لئے گھر تک نہیں بنا سکے، یہ چٹان کس نے تڑاں کر انسانی شکل میں بنائی اور کیا یہ ابوالہول کا دوسرا روپ نہیں ہے فراعنہ مصر کے ذہنوں میں غالباً یہ بات تھی کہ اس قسم کے دیو پیکل ابوالہول بنا کر بیرونی حملہ آوروں کو اپنی طاقت سے مرعوب کیا جائے اور اپنی سلطنت کی حدیں وسیع کی جائیں لیکن یہاں تو ایسا کوئی تصور موجود نہیں تھا، یہ تو صرف آسمان سے برسنے والی بارش اور فضا میں چلنے والی ہواؤں کی تڑاں تھی جنہوں نے یہ کھیل کھیلا تھا۔

کشتی آہستہ آہستہ ساحل تک پہنچ رہی تھی اور اب ہمیں دیکھنے کی بہتات نظر آ رہی تھی، ہم ان درختوں کو غور سے دیکھ رہے تھے، ہمیں یہ فاصلہ طے کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی یہاں تک کہ کشتی ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں اسے روکا جاسکتا تھا اور بغرض احتیاط ہم اسے ساحل تک کھینٹ لائے، لیکن ساحل کی زمین نرم تھی۔ گو ہمیں یہ خطرہ نہیں درپیش ہوا تھا کہ یہ دلدل ہمیں نگل لے گی لیکن پھر بھی کیا کہا جاسکتا ہے کہ آگے چل کر اس دلدل کی کیفیت کیا ہو۔ یہ انسانی گزرگاہیں نہیں تھیں کہ ان کے بارے میں تجربے کئے جائیں اور یہ پتہ چل جائے کہ کون سی جگہ ہمارے لئے مخدوش ہے اور کہاں سے احتیاط کرنی چاہئے، یہ سب کچھ تو یہاں آکر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

کشتی سنبھال کر محفوظ کر دی گئی۔ کنارے پر درختوں کی ٹیلیں پھیلی ہوئی تھیں اور سورج کی شعاعیں ان درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر زمین پر پڑ رہی تھیں درخت بھی اجنبی سے تھے، ان پر بے حد خوشنما پھول لگے ہوئے تھے، کشتی کو ایک درخت کے ساتھ ہی باندھ دیا گیا تھا۔ پھر ہم اپنے اوپر غور کرنے لگے اور ہمیں اپنی مضحکہ خیز کیفیت کا احساس ہوا۔ لباس بھیک کر چپک گئے تھے، بال بکھر کر منتشر ہو گئے تھے اور حلیہ بے حد عجیب ہو گیا تھا، پروفیسر حق نے کہا۔

”اب سب سے پہلا کام ہمیں یہ کرنا ہے کہ اپنے یہ لباس درست کریں۔ دریائے زمی کو تلاش کرنا پڑے گا حالانکہ اس کے بارے میں یہی کہا گیا ہے کہ جہاں انسانی سر سے مشابہ یہ چٹان نظر آئے گی، وہیں دریائے زمی سمندر میں گرتا ہے لیکن ہمیں اس کا شور نہیں سنائی دے رہا۔ تاہم یہ ایک آسان بات ہے، ابھی تو ہمیں سمندر کے اس پانی ہی سے

گزری رات کی ستم آرائیں کشتی کے چپے چپے سے ہویا تھیں اور ہم لوگ جس طرح سمندر کی پھری ہوئی بے رحم موجوں کا شکار ہوئے تھے وہ آسانی سے نظر انداز کرنے والی بات نہیں تھی۔ پروفیسر حق نے آہستہ سے کہا۔

”کون جانے، کس کا سورج کب طلوع ہو اور کب غروب ہو جائے، آہ وہ ہمارے نہیں تھے لیکن کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ گزری رات کے بعد وہ ہمارے درمیان نہیں ہوں گے۔“ کشتی کے بلوین پھٹ چکے تھے اور اب ہمیں چپوؤں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ ڈوم بہت دیر کے بعد ہوش میں آیا، اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مسکرا کر اٹھ گیا۔

”میں زندہ ہوں عظیم آقا۔۔۔؟“

”ہاں ڈوم تو زندہ ہے۔“

”آقا اگر میں مرجاتا تو میری روح کو سخت شرم آتی کہ تمہارے مشن کی تکمیل میں، میں تمہارا ساتھ نہ دے سکا، ویسے آقا نجانے کیوں مجھے یقین ہے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب تک ایک بار اپنی جنم بھوی کو نہ دیکھ لوں، یہ آرزو ابتداء سے میرے دل میں تھی اور میں جانتا ہوں یہ ضرور پوری ہو گی۔۔۔“ ہم سب مسکرا کر خاموش ہو گئے تو ڈوم نے پنڈت رائے کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔

”اب میں بالکل ٹھیک ہوں، اور یہ ذمہ داری آپ کی نہیں۔“ اس نے پتوار اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔۔۔ ایک طرف ڈوم اور دوسری طرف تجربے کار کیوں، کشتی کا رخ تبدیل ہو گیا اور ہم اس بھوری لکیر پر تبصرہ کرتے رہے، میں لہروں کی آنکھ پھولی دیکھ رہا تھا اور میری نگاہیں اسی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ بھوری لکیر آہستہ آہستہ واضح ہوتی جا رہی تھی۔ پنڈت رائے اور پروفیسر حق اس پر تبصرہ کر رہے تھے کہ دریائے زمی کتنی دور آگے جا کر سمندر میں گرتا ہے وہ ایک خطرناک سنگم ہو گا اور اس سے پہلے ہی ہمیں اس بھوری لکیر تک پہنچنا ہو گا۔ پروفیسر حق نے کہا۔ ”اس ساحل کے نظر آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔“

”ہاں یہ کشتی اس جانب کا سفر کرے تب ہمیں خشکی نصیب ہو جائے گی اور کیسی عجیب بات ہے کہ سمندر کے جانور سمندر ہی میں زندہ اور خوش رہتے ہیں اور خشکی کے جانور اگر ہماری طرح سمندر میں پھنس جائیں تو ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے اس کا اندازہ ہم اس گزری ہوئی رات سے لگا سکتے ہیں۔“ بھوری لکیر پر اب روئیدگی نظر آنے لگی تھی، پھر اچانک پروفیسر حق نے کہا۔ ”اوہ وہ دیکھو۔۔۔ وہ دیکھو دنیا کا سب سے بلند انسان بلوؤں کو چھوتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔“

اس کی بات پر ہمیں تعجب ہوا تھا، لیکن پھر ہم نے فضا کی دھند میں انسانی سر کی تڑاں دیکھی اور اسے دیکھ کر انگشت بندناں رہ گئے، یہ وہی چٹان تھی جس کا تذکرہ اب تک سنتے

لے رہے تھے۔ اسی طرح ان کی خوراک ہے۔“

”تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔ میں اس کرشمہ قدرت پر اکثر حیران ہوتا ہوں۔“  
ہم خوب تازہ دم ہو گئے تھے اور ہماری فطرت میں جولائی آگئی تھی آنے والی رات  
کے لئے ہمارے دل میں کوئی تردد نہیں تھا۔ پھر ڈوم جیسا خدمت گار جس نے اپنے فرائض  
سے کبھی کوتاہی نہیں کی تھی رات ہونے کے ساتھ فضا سے نکلی نیچے اتر رہی تھی لیکن ڈوم  
نے لاتعداد لکڑیاں جمع کر کے لاؤ روشن کر دیا تھا جس نے فضا گرم کر دی اور ہم اس گرمی  
سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

پنڈت رائے نے کہا۔ ”یہ بہترین جگہ ہے اور میری رائے ہے کہ اس وقت تک اسے  
نہ چھوڑا جائے جب تک ہم آئندہ کے لئے لائحہ عمل نہ طے کر لیں۔“

”یہ مناسب رائے ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ دن کی روشنی میں اس پورے  
علاقے کا جائزہ لیا جائے اور انسانی سروالی چٹان کے پاس جا کر درست سمتوں کا تعین کیا  
جائے، یہاں بھگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ آدھی زندگی صحیح راستے کی تلاش میں گنوا دی  
جائے۔“ بیانے کہا۔

دوسری رات کی نیند بھی بے حد خوشگوار تھی اور صبح ڈوم کی عنایت سے ملا مال، کیونکہ  
وہ اپنے کام کا آغاز کر چکا تھا۔ ہم اسے دیکھ کر خوب ہنسے، پروفیسر حق نے کہا۔  
”یوں لگتا ہے ڈوم جیسے رات کو تم اس جانور سے درخواست کر کے سوئے تھے کہ یہ  
صبح کو جلد تمہارے پاس پہنچ جائے۔“

”حقیقت یہی ہے پروفیسر... کہ یہ نیل گائے تنہا ہی یہاں پہنچی تھی۔ تازہ بھنے ہوئے  
گوشت سے شکم سیر ہو کر ہم نے تحقیق کے عمل کی تیاریاں کیں اور چل پڑے۔ ہمارے  
ساز و سامان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے اسے اطمینان سے یہاں چھوڑ دیا گیا۔ خشک زمین  
کا وسیع علاقہ ہمارے سامنے تھا۔ سمندر اس جگہ سے نیم دائرے کی شکل میں گھوم کر دوسری  
طرف نکل جاتا تھا۔ ہم کئی گھنٹے سفر کر کے بالآخر انسانی سر سے مشابہ اس پہاڑ تک پہنچ گئے  
جو سیدھا کھڑا تھا۔ سپاٹ چٹان اور اپنی بلندیاں سر کرنے کے تصور سے بھی پاک۔“

”دیوانے کوہ پیا اپنی زندگی کی خواہش یہاں آکر پورن کر سکتے ہیں۔ کیا ہم میں سے کوئی  
اس پہاڑ پر چڑھنے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟“  
”پھر آگے کے سفر کا کیا ذریعہ ہو گا؟“

”راستے تلاش کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔“ پنڈت رائے بولا اور ہم اس پہاڑ  
کے گرد گھومنے لگے، پھر ہمیں دریائے زمی نظر آگیا۔ وسیع و عریض پات، لانا پرا سکون اپنی  
منزل کی طرف بدھتا ہوا۔

”یہی ہماری سمت ہے۔“

مدد حاصل کرنی پڑے گی جو بہر طور ہمارے لئے ایک دشمن کی مانند ثابت ہوا ہے۔“  
تمام لوگوں نے اپنے اپنے لباس اتارے اور اپنے جسموں کو دھوپ کی خشکی سے صاف  
کرنے لگے، لباسوں کو نچوڑ کر وہیں گھاس پر پھیلا لیا گیا تھا اور سورج کی مدد سے انہیں خشک  
کیا جا رہا تھا، پنڈت رائے نے ڈوم کو ساتھ لیا اور کشتی میں سے سامان اتارنے لگا۔ یہی بڑا  
احسان تھا ذات باری کا کہ ہمارا سامان سمندر برد نہیں ہوا تھا اور جو کچھ ہم نے محفوظ کیا تھا  
اس میں کیوبی کی عقل کا بھی پورا پورا ہاتھ تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے پھرتی سے کھانے پینے کا  
انتظام کیا اور زمین کے دستروان پر کھانا بچا دیا گیا۔ مستقبل کی کوئی فکر نہیں تھی خوراک  
ہمارے سامنے قلائعیں بھر رہی تھی اس لئے سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلیا۔ کیوبی نے  
دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

”اس خوراک میں ان کا کوئی حصہ نہیں تھا۔“

”اور کون جانے باقی بچی ہوئی خوراک میں کس کا حصہ نہیں ہے اس لئے جو موجود ہے  
خوب کھاؤ۔“ میں نے کہا، پھر کھانے سے فراغت ہو گئی تو بیانے کہا۔  
”اب صرف آرام کرو۔ اس وقت تک جب تک یوں نہ محسوس ہو کہ ہم نے ابھی  
سفر کا آغاز نہیں کیا۔“

رات بھر کی شدید تھکن نے ہر احسان سے عاری کر دیا کون کہاں ہے اور زمین کی  
کیفیت کیا ہے، کچھ یاد نہیں رہا۔ اوپر سے نرم دھوپ ہمارے جسموں سے تھکن نچوڑتی  
رہی۔ سورج غروب ہو چکا تھا جب آٹھ کھلی اور آٹھ کھلتے ہی پہلا احساس اس خوشبو کا ہوا  
جو بے حد اشتہا انگیز تھی۔ پھر شعلے نظر آئے جو لکڑی کی ٹکٹکی پر بندھے ہوئے بارہ ٹکٹے  
کے قوی ہیکل بدن کو چھو رہے تھے اور اس کا پانی جل جل کر خوشبو نکلی رہا تھا۔ اس عمل  
کے روح رواں تین افراد تھے۔ یعنی ڈوم، کیوبی اور پروفیسر حق جو ہم سے پہلے جاگ گئے  
تھے۔

”تم لوگوں نے اچھے کام کا آغاز کیا۔“ پنڈت رائے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، بہت سے سیٹگوں والے نے ڈوم کو دعوت دی اور ڈوم نے دوڑ کر اسے ٹانگوں  
سے جکڑ لیا۔ کیا خوب شکاری ہے یہ۔“ کیوبی نے کہا۔  
”تازہ گوشت کی یہ دعوت ڈوم کی طرف سے ہے۔ قدرت نے اسے یہ شعبہ سنبھالنے  
کے لئے زندہ رکھا ہے۔“

”اب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سب تازہ دم ہو گئے۔“

بارہ ٹکٹے کی ضیافت کا آغاز ہو گیا۔ ہیا کے لئے ایک ننھی سی بوٹی ہی کافی ہوتی تھی،  
اسے کھاتے دیکھ کر پنڈت رائے نے تبصرہ کیا۔

”قدرت نے کس طرح توازن قائم کیا ہے یہ دیکھو۔ اگر دو تواتر جان بچا ہوتے تو



”ہم نے اب تک جس قدر سفر طے کیا ہے عظیم آقا اس میں ہمیں آسائیاں کمل دستیاب ہوئی ہیں، بے شک اس وقت ہماری تعداد کم ہے، لیکن پھر بھی ہم کوشش کر کے کشتی کو یہاں تک لاسکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ یہ کوشش خاصی تکلیف دہ ہوگی۔ میں تمہوڑا سا وقت لوں گا لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہو جائیں گے باقی رہی بقیہ سفر کی بات تو عظیم آقا مناسب یہ ہو گا کہ ہم اس ساکن دریا میں اپنا یہ سفر جاری رکھیں اور اس کے کنارے کنارے چلتے رہیں پھر جو نئی مناسب جگہ دیکھیں ہم کشتی کو کنارے پر ٹھہرا لیں اور ایک پرسکون وقت گزار کر پھر وہاں سے آگے بڑھ جائیں۔“ کبولی نے کہا اور پلاخر اس کی بات سے سب نے اتفاق کر لیا۔ یہ ایک اچھا طریقہ سفر تھا ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ کسی ایک جگہ تک کا سفر طے کر کے چاہے وہ کئی دن اور کئی راتوں کا سفر ہو ہم رک جائیں اور واپس آنے کے بعد اس منصوبے پر غور کریں، جبکہ دریا تو اپنی سمت بہہ رہا تھا۔

ہم سب سے زیادہ اس پلیٹ فارم پر متحیر تھے اور ماضی کی بہت سی داستانیں ہماری آنکھوں میں زندہ ہو گئی تھیں جیسا بھی وقفے وقفے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہتا تھا میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی باتیں نئی تلی ہوئی ہیں، وہ کم بولتا ہے لیکن موثر بولتا ہے، میرا بیا، میرا بھائی۔۔۔

کبولی درحقیقت انجینئر تھا اس نے پہلے کی مانند کشتی کے سفر کا انتظام نہیں کیا بلکہ سب سے پہلے ڈوم کے ساتھ مل کر مضبوط لکڑی والا ایک ایسا درخت کاٹا جس سے وہ اپنا کام چلا سکتا تھا، بے شک اس میں مشقت تھی لیکن ڈوم جیسا محنت کش جو کبولی کے چار ساتھیوں سے زیادہ محنت کر سکتا تھا اس کے ساتھ تھا چنانچہ درختوں کے گول گول تنے گئے کی گزیری کی شکل میں کاٹے گئے اور ان کے درمیان سوراخ کر دیئے گئے۔ کبولی ایک عمدہ کارپینٹر کی طرح ان کی ترتیب کر رہا تھا اور پیوں والی کشتی بھلا کس نے دیکھی ہو گی، لیکن کبولی نے وہ کر دکھایا۔ تمام کام لکڑی ہی سے کیا گیا تھا، اس کی چولیس اور اسی کا دھرا بنایا گیا تھا۔۔۔ پھر کشتی کو تمام لوگوں نے مل کر اٹھایا اور کبولی نے وہ سینے اس میں لگا دیئے۔۔۔ یہ سارا کام تمام لوگوں کی محنت سے سرانجام پا رہا تھا۔۔۔ اور ہمیں واقعی کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ اگر بقیہ سفر میں آسانی ہو جائے تو ابتدائی وقت سکون سے گزارا جاسکتا ہے اور بات تو تحقیقات کی تھی کس کے سر پر کوئی ایسی دھن سوار نہیں تھی جو اسے بیجان میں مبتلا کر دے، سب سے بڑا بیجان یہ تھا کہ زندگی بچا کر لے جائیں اور اپنی منزل پالیں۔ حالانکہ منزل کا تعین بھی ہر ذہن میں عجیب تھا، میری کہانی تو اس جگہ آ کر ختم ہو گئی تھی جہاں میرا بیا میرے سینے سے آ چکا تھا اور اب اس کی قربت سے مجھے ایسا سکون، ایسی سرشاری نصیب ہوئی تھی کہ شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر بیا مجھے اپنے عشق کی عجیب و غریب

”آہ، اس کے ساحل کس قدر سرسبز ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔  
یہ مناظر صرف تصور کئے جاسکتے تھے جو اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔  
اچانک ہمیں کچھ ایسی اشیاء نظر آئیں جو ہمارے لئے ناقابل یقین تھیں، دریا کے کنارے ایک چوڑا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جو پتھروں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا اور اس وقت کائی سے سیاہ ہو رہا تھا اس میں جگہ جگہ ایسے ستون تعمیر کئے گئے تھے جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کسی خاص وجہ سے بنایا گیا ہے۔

ہم سب انکھٹ بدندان رہ گئے۔ ”تو کیا کبھی یہ جگہ آباد تھی۔“

”اندازہ یہی ہوتا ہے۔“

”لیکن یہ کون سے دور کی بات ہو سکتی ہے؟“

”تحقیق مشکل ہے۔۔۔“

”لیکن اس جگہ کو دیکھ کر یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ کبھی یہاں آبادی تھی۔“  
مصری تہذیب کے آغاز کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔ اسی طرح بابل اور نینوا کی تہذیبوں کے بارے میں بھی کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی جاسکتی۔ ایرانی شہروں کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان میں تعداد شہر زمین میں دفن ہو چکے ہیں ممکن ہے کبھی یہاں بھی مکمل آبادی ہو اور ممکن ہے یہی وہ جگہ ہو جہاں کیلی کریش اور ایٹارٹس پہنچے ہوں۔ آہ شواہد یہی بتاتے ہیں۔“ پڑت رائے نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہی ہمارے سفر کے آغاز کی جگہ ہے۔“ پروفیسر حق بولا۔

”سو فیصدی۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”یعنی ہمیں اس دریا سے پہاڑ کی بہت سفر کرنا ہو گا۔“

”ہاں۔۔۔“

”کیا پیدل۔۔۔؟“

”اس سوال پر سب سوچ میں ڈوبا گئے تو کبولی نے کہا۔ ”عظیم آقا کیا مجھے بولنے کی

اجازت ہے؟“

”کیوں نہیں کبولی۔۔۔“

”تو میری رائے ہے کہ یہ سفر دریا کے رستے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا یا تو ہمیں دریا سے بہت دور ہٹ کر سفر کرنا ہو گا۔ اور اس نشان کو کھو کر ہم راستہ بھٹک سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ راستے میں خوفناک دلوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو ناقابل عبور ہوں گی اور ہمارا راستہ کسی بھی جگہ رک جائے گا۔“  
کبولی کی بات قابل غور تھی، لیکن پروفیسر حق نے کہا۔ ”آقا مگر اس ذہنی کشتی کو یہاں تک کیسے لایا جائے گا۔ کیا یہ آسان ہو گا۔“

کملنی نہ سنا تو شاید میں ڈوم سے بھی معذرت کر لیتا اور کتا کہ اب میں اپنی دنیا میں ایک مضبوط حیثیت سے واپس جانا چاہتا ہوں اور وہیں جا کر میں سوچوں گا کہ مستقبل کے لئے مجھے کیا کرنا ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا میرے لئے، کیونکہ اب ہم دونوں بھائی مل کر جینے کی نئی راہ تلاش کر سکتے تھے، لیکن ہیا کی خواہش تھی کہ مملکت کو چلا جائے اور میں نے کبھی اس سے اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کی تھی، لیکن ہیا اکثر ستاروں والی کا تذکرہ ایسے انداز میں کرتا تھا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری کر دوں۔ سو پھر بڑے بڑے موٹے رے کشتی کے اگلے حصے میں باندھے گئے اور ڈوم نے بالکل بیلوں کی مانند ان رسوں کو اپنے بازوؤں اور گردن پر کس لیا، لیکن کبولی بھی پیچھے نہیں رہا تھا اور اب ایسا بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ہم صرف انہی دونوں افراد کو جانور سمجھیں اور باقی انسان بنے رہیں، چنانچہ میں نے بھی اپنی قوت اس کام میں صرف کی اور کیا ہی عمدہ طریقہ کار تھا یہ۔ بڑے بڑے پہیوں پر کشتی بڑی آسانی سے آگے بڑھ رہی تھی اور جو مشقت ان پہیوں کی تیاری کے سلسلے میں کی گئی تھی وہ اب بچ معلوم ہو رہی تھی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ آدمی رات کا چاند آسمان پر جھگکا رہا تھا تب ہم انسانی سر سے مشابہ پہاڑیوں کے دامن میں گھوم کر اس طرف پہنچ گئے جہاں ہمیں دریائے زمی کا کنارہ نظر آ رہا تھا اور یہاں پہنچنے کے بعد صحیح بات یہ ہے کہ سب ہی کو آرام کی ضرورت تھی، ڈوم بھی تھا اور کبولی بھی۔۔۔ دونوں بری طرح تھک گئے تھے کیونکہ انہم کام انہوں نے ہی سرانجام دیا تھا لیکن برہم ایک ناقابل یقین عمل کر کے ہم اس عظیم الشان ذہنی کشتی کو یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گئے تھے جو اب ہمارے آگے کے سفر کی ضامن تھی، لیکن برہم ہم صبح کو ہی یہاں سے آگے کے سفر کا آغاز کر سکتے تھے۔

رات کے بقیہ حصے میں سوئے اور خوب دھوپ نکلے تک سوتے رہے، آج ڈوم بھی اپنا کام نہیں کر سکتا تھا چنانچہ جاگنے کے بعد شکار کی تلاش ہوئی اور کلنی دیر کے بعد شکار ہمیں دستیاب ہوا۔ کھانے پینے سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد کشتی کو پوری طرح درست کر کے اسے پانی تک پہنچایا گیا اور ہم لوگ کشتی میں سوار ہو گئے۔

ہوا موافق چل رہی تھی لیکن پھر بھی کشتی کو پانی کے درمیان تک لے جانے کے لئے پتوار ہی استعمال کئے گئے اور اس کے بعد پتوار چھوڑ دیئے گئے۔ پانی کا بہاؤ اور ہوا کشتی کو ست رومی سے آگے دھکیلتے لگے۔ ہم لوگ اب اس نئے سفر سے بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کبولی دریائی سفر کے بارے میں بھی معلومات رکھتا تھا اس نے بتایا کہ سورج طلوع ہونے سے لے کر دوپہر تک اور پھر سہ پہر سے لے کر شام تک ہوا دریا کے بہاؤ کی سمت چلتی ہے غروب آفتاب کے ساتھ ہی ہوا بند ہو جاتی ہے اور اس کے بعد پتواروں ہی کا سارا حاصل کیا جاسکتا ہے چنانچہ یہ طے ہوا کہ جب تک ہوا موافق رہے پتوار نہ چلائے جائیں تا

کہ تکلیف نہ ہو سکے ہاں جب ہوا بند ہو تو پھر پتواروں کا سارا لینا مجبوری تھی۔ کشتی بہت ہی خوب صورت رفتار سے دریا میں آگے کی جانب بڑھ رہی تھی اور ہمارے ذہن بے حد مطمئن تھے اس دوران کناروں پر ہمیں خوفناک درندے بھی نظر آئے اور دریا کے کنارے دریائی گھوڑوں سے بچے ہوئے دیکھے جو کشتی کی طرف تعجب بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے خوفناک شکل و صورت اور قد و قامت کے یہ دریائی گھوڑے بے حد معصوم تھے اور ان میں سے کسی نے بھی کشتی کی جانب آنے کی کوشش نہیں کی تھی، لیکن ڈوم نے اپنا ڈنڈا منبھلا ہوا تھا اور میرا ڈنڈا میرے حوالے کر دیا تھا۔ یہ ڈنڈے ابھی تک کسی خاص مہم میں استعمال نہیں ہوئے تھے اس لئے بقیہ لوگ ان کی افادیت سے ناواقف تھے لیکن ہم جانتے تھے کہ یہ ہمارے لئے کس قدر کارآمد ہیں۔ ہمیں مناظر کی تبدیلی بے حد خوشگوار لگ رہی تھی۔ دریائی گھوڑوں کے بعد مگر مچھوں کا علاقہ شروع ہوا جو دریا کے کنارے لیٹے دھوپ تپ رہے تھے، بے شمار آبی پرندے ہم پر منتڑا رہے تھے۔۔۔ اور یہ سارے مناظر اس قدر حسین تھے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔

پھر اسی سفر کے دوران کبولی کے الفاظ کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ہم نے دریا کے کنارے خوفناک دلدلوں سے پر دیکھے اور یہ دلدلیں اتنی نرم اور ملائم تھیں اور اتنے فاصلوں تک پھیلی ہوئی تھیں کہ دیکھ کر دل پر دہشت طاری ہو جائے۔ بھلا دریا کے کنارے کنارے پیدل سفر کر کے ہم ان دلدلوں کو کیسے عبور کر سکتے تھے۔ پھر شام ہو گئی اور کبولی کے کہنے کے مطابق موافق ہوا بند ہو گئی۔ ہوا کی عدم موجودگی میں اتنی بھاری بھر کم کشتی چلانا مشکل کام تھا اس کا اندازہ ہمیں اب ہو رہا تھا پتوار کہتے ہوئے بازو شل ہوئے جا رہے تھے، چنانچہ طے یہ پایا کہ اب کنارے کا رخ کیا جائے اور بلاوجہ اتنی طاقت صرف نہ کی جائے کہ آگے کے سفر میں مشکل پیش آ جائے چنانچہ آخری کوشش ہم نے کنارے تک پہنچنے کے لئے کی تھی دلدلوں کا علاقہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور پسند کی جگہ منتخب کرنے میں ہمیں دقت پیش نہیں آئی تھی کنارے کنارے درختوں کے جھنڈ تھے جو دریا کے کنارے بجائے کہاں تک چلے گئے تھے۔ ہم نے کشتی کنارے کے قریب ہی کھینچ کر رسوں کی مدد سے درختوں سے باندھ دی اور اس کے بعد ان درختوں کے نیچے سستانے کی غرض سے لیٹ گئے۔

خوشگوار ہواؤں کے درمیان یہ آرام بہت اچھا لگ رہا تھا، لیکن پھر اچانک ہی کبولی کی ایک دھاڑ سنائی دی اور وہ پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا، ہم سب بھی چونک پڑے تھے۔

”کیا ہوا کبولی۔۔۔؟“ ہنڈت رائے نے پوچھا۔

”عظیم آقا سانپ سانپ۔۔۔ کبولی نے درخت کے تنے کی جانب اشارہ کیا اور ہم نے ایک سیاہ ناگ کو پھنکارتے ہوئے دیکھا، درخت کے تنے میں سوراخ تھا جس سے سانپ باہر

میں ایسے ہوا ہوئے کہ ان کا نام ذنن تک نظر نہ آیا۔ اس کے بعد کا کلمہ پروفیصر حق کا ہوتا تھا جو جالوروں کے دم توڑنے سے قتل ان کی گردنوں پر چاقو پھیر کر انہیں قاتل استعمال بناتا تھا۔

سفر دلچسپ بھی تھا اور خطرناک بھی، جب کوئی خوفناک لمحہ آتا تو سب زندگی کی خیر منانے لگتے تھے جب مشکل لمحات مل جاتے تو سفر کے پر لطف ہونے کا تذکرہ کرتے۔ حالانکہ سفر اس قدر پر لطف تھا کہ جواب نہیں، چمچوں سے بچت کے لئے نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑتے اس کے باوجود، چہرے پھول کر کہا ہو جاتے کہ کوئی ایک خاص قسم کی گھاس تلاش کرنا جس کی پتیوں کے سرے سرخ ہوتے اور ہم یہ کڑوی گھاس دن میں تین وقت چباتے اس طرح ہم لیبریا سے محفوظ تھے۔ پروفیصر حق نے اپنی دونوں جیبیں گھاس ٹھونس کر بھری تھیں۔ وحشی جالور، سانپ، دریائی گھوڑوں کے غول، مگر چھ۔۔۔ جن کے پورے قبیلے آباد تھے جگہ جگہ موجود تھے۔ دریا میں سفر کرتے ہوئے ہم نے ایک شریر چیتے کو دیکھا جو کنارے سے ہمیں ناگ رہا تھا اور شکر ہے اسے بروقت دیکھ لیا گیا ورنہ چونکہ ہم بعض جگہوں پر کشتی کنارے کے ساتھ ساتھ چلائے تھے اگر وہ پایاب ہوتا ایسی جگہ آسانی سے چیتا کشتی پر چلاؤنگ لگا سکتا تھا، بعد میں کیا ہوتا یہ تو بعد کی بات ہے لیکن وہ کچھ نہ کچھ کلمہ تو دکھا ہی جاتا۔ پیلے رنگ پر سیاہ دھاریوں والے چیتے نے شاید نمکین گوشت کی دعا مانگ رکھی تھی اور اب سوچ رہا تھا کہ اس کی دعا پوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ اس نعمت کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ ہم نے اسے دریا کے کنارے کنارے چلتے ہوئے دیکھا کہ کوئی نے فوراً کشتی کنارے سے ہٹا لی تھی، لیکن دور سے ہم نے چیتے کو ساتھ۔۔۔ ساتھ دوڑتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس سے اس وقت بچھا چھوٹا جب مگر چھوٹوں کی مملکت آگئی۔ اسے اپنا ارادہ بدلنا پڑا تھا کیونکہ کناروں پر مگر چھوٹوں کا قبضہ تھا۔

ہم ہنس کر خاموش ہو گئے تھے۔ پھر کشتی کنارے سے لگا دی گئی آرام کا وقت آگیا تھا، لیکن ابھی ہم مناسب جگہ کیپ ہی لگا رہے تھے کہ چیتے کی جھلک نظر آئی اور کہوئی نے اسے تاڑ لیا۔

”عظیم آقا۔۔۔ چیتا۔۔۔!“ وہ چیخا۔۔۔ اور ہم سب نے اسے دیکھا، لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ وہی مستقل مزاج چیتا تھا جس نے ہمارے لئے اتنا سفر طے کیا تھا۔ ڈوم کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس نے اپنا ڈنڈا اٹھایا اور سنبھل گیا۔ ”اس بد بخت کی موت بھی ہمارے ہی ہاتھوں لکھی ہے آقا۔۔۔“ اس نے کہا اور ڈنڈے کو مخصوص انداز میں گھما کر آگے بڑھ گیا۔

”ڈوم ہوشیار۔۔۔ قریب رہو۔۔۔“ پنڈت رائے کی کپکپاتی آواز ابھری۔  
”نہیں مسٹر رائے، اسے شکایت ہو گی کہ مقابلہ ایک ایک کا نہ رہا۔“ ڈوم نے کہا اور

نکل آیا تھا۔

ڈوم نے جلدی سے ڈنڈا اٹھا لیا تو کہوئی کہنے لگا۔ ”نہیں یہ اس طرح نہیں مارا جا سکتا۔۔۔“ پھر اس نے اپنے بدن کا لباس اتارا اور اسے ہاتھ میں لے کر سانپ کی جانب نگاہیں جمادیں، کپڑا نہایت مہارت سے لہرایا جا رہا تھا اور سانپ اس کے ساتھ ساتھ اوپر سے اوپر گردن موڑ رہا تھا۔ دفعنا کہوئی نے اس پر کپڑا پھینکا اور سانپ کپڑے کی زد میں آگیا۔ کہوئی نے فوراً ہی ڈنڈا ڈوم سے لے کر سانپ پر دے مارا اور اس طرح اس نے اس سانپ کو ہلاک کر دیا، لیکن پھر وہ کہنے لگا۔۔۔

”عظیم آقا تجربہ خطرناک ثابت ہوا ہے اس سے بہتر ہے کہ ہم کشتی میں ہی لیٹ جائیں کیوں کہ وہ اس جگہ سے محفوظ رہے گی۔“

کہوئی کی بات سے سب نے ہی اتفاق کیا تھا اور ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر بلاخر کشتی میں آلیے اور یہ بہتر ہی ہوا کیونکہ جوں جوں سورج چھپتا جا رہا تھا، مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا، چمچوں کے وہ سیاہ غول جو کروڑوں اور لاکھوں کی تعداد میں شمار کے لئے نکلے تھے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے اوپر پہنچ گئے اور اس وقت وہ بچنے ہوئے بادل ہمارے لئے ایک نعمت ہی ثابت ہوئے جو لپیٹ کر رکھ لئے گئے تھے۔ پوری کشتی پر یہ بادل تین لئے گئے اور اس طرح چمچوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ دریافت ہو گیا۔ پنڈت رائے نے کہا۔

”زندگی کا بیشتر حصہ افریقہ میں گزرا ہے اور بلاشبہ مجھے لاتعداد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن اب مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ تو افریقہ کا ایک ایسا علاقہ تھا جہاں مشکلات بھی ہی نہیں یہ علاقے تو بے حد خوفناک ہیں۔“

ہم نے ہوا کے لئے چھوٹی چھوٹی جگہیں بنا رکھی تھیں اور ان جگہوں سے بھی کم بخت چمچ کی نہ کسی طرح اندر پہنچ ہی جاتے تھے اس وقت ہمیں بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ ان چمچوں کے بارے میں یہ سنا گیا تھا کہ ان کے کانٹے سے فوراً ہی لیبریا ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس مشکل کا ہمارے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ ہوا بھی ضروری تھی، البتہ یہ کوشش کرتے رہے کہ وہ کم سے کم اندر داخل ہوں۔

پھر نجانے کس طرح صبح ہوئی تھی اور پھر غائب ہو گئے تھے۔ ڈوم اپنا ڈنڈا لے کر کشتی سے اتر گیا اور اس کی تقدیر واقعی بہت اچھی تھی۔ ہم کشتی میں ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ ہرنوں کی ایک ڈار پانی کی خاطر دریا کے کنارے آ رہی ہے ڈوم کے اشارے پر ہم لوگ اپنے سر نیچے چھا کر بیٹھ گئے۔ ڈوم نے خود ایک درخت کی آڑ لے لی تھی اور اپنا ڈنڈا تولے ہوئے ہرنوں کے انتظار میں تھا معصوم جالور پانی پی رہے تھے کہ ڈوم کا ڈنڈا کسی تیر کی طرح سنسناتا ہوا ان کی جانب لپکا اور تین ہرن اس کی زد میں آئے، کیا طاقت تھی، کیا ہرنوں کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور وہ زمین پر گر پڑے، جبکہ بقیہ ہرن آن کی آن

مظلوم ہیں۔ کیا وہ خطرناک ہیں۔ ہاں وہ لگتے ہیں۔ کیا ان پر حملہ کریں؟ نہیں روشنی آنے دو۔ کیا انہیں گھیر لیں۔ ہاں لیکن دور سے۔ وہ ہوشیار نہ ہوں۔“

کیولی خود بخود یہ باتیں کر رہا تھا۔ پنڈت رائے نے سرگوشی کی۔ ”تم سمجھتے ہو ماہر۔۔۔ یہ

کیا کہہ رہا ہے؟“

”کون؟“

”کیولی۔“

”نہیں۔۔۔ میں تو اس کے بڑبڑانے پر حیران ہوں۔“

”یہ اس زبان کا ترجمہ کر رہا ہے جس میں اس وقت دور دور تک باتیں کی جا رہی ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”لکڑی کے تنوں کو درمیان سے خلا کر کے یہ ڈھول نما چیز بنائی جاتی ہے اور اسے درختوں یا چٹانوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر لکڑی کے کندوں سے انہیں بجا کر یہ دور تک پیغامات نشر کرتے ہیں۔ تم یوں سمجھ لو یہ ٹیل پر سڑ سروس ہے۔“

”آہ! تو پیغامات کا یہ تبادلہ ہمارے بارے میں ہے؟“

”سو فیصد۔۔۔ درندہ وہ چیتا جو ڈوم نے ہلاک کیا ہے۔ ہماری تعداد پانچ۔۔۔ پھر پوچھا تھا کہ کیا وہ سالی ہیں جواب ملا نہیں۔ اب وہ ہمیں گھیرے میں لے رہے ہیں اور دن کی روشنی کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”اس کے بعد۔۔۔“ پروفیسر حق بولا۔ ”پتہ نہیں۔۔۔ پنڈت رائے گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔“

پھر کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔ اس کے بعد رات خاموشی سے گزر گئی۔ ہم لوگ چونکہ رات کے پیغامات سے آگاہ ہو گئے تھے اس لئے ان بھیانک چروں کو دیکھ کر حیران نہ ہوئے۔ جن کا ہم سے اتنا فاصلہ تھا کہ ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ سینکڑوں کی تعداد میں قطار بنائے کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں انسانی قامت کے برابر نوکدار بھالے دبے ہوئے تھے۔ انہوں نے چروں پر سفید لکیریں بنا رکھی تھیں اور ان کی آنکھیں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔

”ان کی تعداد اتنی ہے کہ ہماری کوئی جنگی حکمت عملی کارگر نہیں ہو سکے گی۔“ ہیانے میرے کھن میں سرگوشی کی۔“

”یقیناً۔۔۔ ہم ان میں سے کتنوں کو ہلاک کر سکیں گے۔“ میں نے اس کی تائید کی۔

”اس لئے ڈنڈے تو پھینک ہی دو۔“

ڈنڈے صرف میرے اور ڈوم کے پاس تھے۔ چنانچہ ہم نے انہیں زمین پر پھینک دیا۔

کافی آگے نکل کر ان جھاڑیوں کے پاس پہنچ گیا جہاں چیتے کی موجودگی کے آثار تھے۔ ہم سب تماشائی بنے ہوئے تھے چیتا شاید انسان سے واقف نہیں تھا اس لئے ڈوم پر چھلانگ لگنے میں اس نے دیر نہیں لگائی اس کی خوفناک چیخ ابھری اور وہ فضا میں بلند نظر آیا۔ ڈوم نے اپنے دائرہ کو آزما لیا اور اس کا ڈنڈا چیتے کے پیٹ پر جا ٹکا۔ چٹک اس نے چیتے کا رخ بدل دیا لیکن شاید بھرپور طریقے سے نہیں چیتا زمین پر گرا لیکن پاؤں زمین سے چھوٹے ہی وہ پھر اچھلا اور پلٹ کر ڈوم پر حملہ آور ہوا۔ اس کی پھرتی ناقابل یقین تھی ڈوم اگر مارشل آرٹس کا ماہر نہ ہوتا اور ایسے اچانک حملوں سے بچنے کے گر نہ جاتا تو چیتے سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ چیتا بھی چھلاؤ تھا۔ وہ ایک لمحہ اپنی جگہ نہیں ٹکا رہا تھا اور حملے پر حملہ کر رہا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے ڈوم اس کے پے در پے حملوں سے کچھ بوکھلا سا گیا ہے۔ وہ اب چیتے کے رخ کو نہیں پہچان رہا تھا اور کئی بار چیتا ایک دم رخ بدل کر اس کے قریب آ گیا تھا ڈوم کا ڈنڈا اگر نہ گھوم رہا ہوتا تو شاید چیتا کامیاب ہی ہو جاتا۔

نہ جانے کیوں مجھے طراہ آگیا۔۔۔ اور وہ چیخ نہ تو کوئی معنی رکھتی تھی نہ میری خواہش کے مطابق میرے حلق سے نکلی تھی، لیکن وہ کسی چیتے کی چیخ سے مختلف نہیں تھی۔ اس آواز سے چیتا ایک دم چونکا۔ اس نے دم دبا کر ادھر ادھر دیکھا اور اسی وقت ڈوم کے ڈنڈے نے اس کی کھوپڑی ترخا دی۔ چیتے نے ایک قلبازی کھائی اور ڈوم جو شہر غصے میں تھا اس پر پے در پے ڈنڈے برسائے لگا۔ اس نے چیتے کو لوٹھرا بنا دیا تھا، لیکن پنڈت رائے اور حق ڈوم کو دیکھنے کے بجائے مجھے دیکھ رہے تھے۔ البتہ کسی نے کچھ کہا نہیں تھا۔

اس کے بعد ہم خطرات سے بے نیاز ہو گئے اور ہمارے مشاغل جاری ہو گئے۔ آہستہ آہستہ شام ہو گئی، ہم نے آگ روشن کر لی تھی حالانکہ موسم سخت نہیں تھا لیکن آگ پر سوکھے پتے ڈالنے سے پچا جا سکتا تھا جو ہر طرح ہم سے طاقتور تھے۔۔۔۔۔ بہر حال علاقے میں درندوں کی موجودگی کا اندازہ ہو گیا تھا اس لئے رات کو پہرہ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

اس وقت سبھی جاگ رہے تھے کہ خاموش فضا میں ایک آواز ابھری۔۔۔۔۔ کھٹ، پھر دوسری آواز۔۔۔۔۔ پھر تیسری۔۔۔۔۔ رات کی خاموشی میں ان آوازوں کی سمت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ یہ جنگلوں کے مختلف گوشوں سے ابھر رہی تھیں۔ پھر یہ آوازیں چاروں طرف سے ابھرنے لگیں اور کیولی نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔

”آقا۔۔۔ خطرہ ہے۔۔۔“

کسی نے کیولی کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ ہم سب یہ آوازیں سن رہے تھے۔ ان میں ترتیب تھی اور یہ بہت وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ کیولی بھی اس جملے کی اوائلی کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ کیولی پھر بڑبڑایا۔

”انہوں نے ایک درندہ ہلاک کیا ہے۔ وہ پانچ ہیں، کیا وہ سالی ہیں۔ نہیں۔۔۔ وہ

ہیا پھر بولا۔

”مجھے ہر قیمت پر چھپائے رکھنا بلکہ بہتر ہے ان کے قریب آنے سے قبل مجھے نیچے اتار دو اور ماہر سنو، میرے لئے فکر مند نہ ہونا میں ہر حالت میں تمہارے قریب رہوں گا اور سنو ہمیں ہدایت ہے کہ آخری لمحات تک ان سے تعاون کرنا۔ یہی بہتر ہے۔ اگر کوئی انتہائی صورت حال درپیش ہوئی تو میں ہی تمہیں بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔“

سب لوگ ہیا کی بات کا خیال رکھیں۔ وہ اس وقت ہماری بہترین راہنمائی کرے گا۔“  
مجھ سے پہلے پنڈت رائے نے کہا۔ میں نے ہیا کو نیچے اتار لیا۔ وہ چھدکتا ہوا ہم سے دور نکل گیا تھا۔

”چلو۔۔۔ آگے بڑھو۔۔۔!“ میں نے کہا اور ہم نے دو قدم آگے بڑھائے تب اچانک وہ متحرک ہوئے اور ان میں ہلچل مچ گئی۔ انہوں نے نیزے سیدھے کر لئے۔ تب ہم نے اپنے ہاتھ بلند کر لئے تھے۔ اس سے انہیں سکون ہوا اور وہ اپنی جگہ ساکت ہمیں گھورنے لگے۔ ہم جیسے جیسے آگے بڑھ رہے تھے وہ پیچھے ہٹنے جا رہے تھے، لیکن ان کا انداز ایسا تھا جیسے اگر ہماری جانب سے ذرا بھی کوئی غلط حرکت ہو تو وہ ہم پر حملہ آور ہو جائیں، پھر عقب سے کوئی تحریک ہوئی اور انہوں نے آنے والوں کو راستہ دے دیا، پیچھے سے ایک پالکی آ رہی تھی جسے چند لوگ کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ پالکی میں آنے والا ایک بوڑھا آدمی تھا لیکن یہ سیاہ فام نہیں تھا بلکہ کسی دوغلی نسل کا باشندہ تھا اس کے جسم پر ایک مخصوص طرز کا لبادہ تھا اور وہ ان لوگوں کے لئے خاص متبرک اور محترم شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔

پالکی ہمارے سامنے رکھ دی گئی اور وہ اس میں سے باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ عجیب سی ہیئت رکھتا تھا۔ لمبی داڑھی برف کی مانند سفید تھی۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی اور آنکھیں سانپ کی آنکھوں سے مشابہ۔۔۔ وہ ہمیں دیکھتا رہا۔ پھر مدہم سی آواز میں بولا۔

”کہاں سے آئے ہو تم۔۔۔ اور تمہاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟“  
ہم لوگوں کے درمیان مقامی زبان بہتر طریقے سے ڈوم ہی بول سکتا تھا۔ ویسے پنڈت رائے بھی اس زبان سے واقف تھا۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھ آئے۔ پنڈت رائے نے کہا۔  
”ہم مم جو ہیں اور نئی نئی چیزوں کی کھوج میں یہاں آئے ہیں۔ اصل میں ہم پرانی دنیا کی یکسانیت سے اکتا چکے تھے، ہم محض اس لئے آئے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں جان سکیں، جن کا تعلق ہم سے نہیں ہے اور جن کے بارے میں ہم پہلے سے کچھ نہیں جانتے۔ ہمارا تعلق ایسی نسل سے ہے جو موت سے نہیں ڈرتی۔ اگر مرنے سے پہلے ہمیں ایک بھی نئی بات معلوم ہو گئی تو ہمیں مرنے کا افسوس نہیں ہو گا۔“  
پنڈت رائے کی بات پر بوڑھے کی آنکھوں میں سوچ کے آثار نظر آئے پھر اس نے کہا۔

”تم جو کچھ کہہ رہے ہو ممکن ہے درست ہو۔ تمہارے ساتھ اختلاف کرنا یقیناً جلد بازی ہوگی۔ ورنہ اس طرف آنے والے یہاں زندگی نہیں پاتے، ان دیرانوں میں تمہیں خاک چھاننے کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ البتہ شاید ملکہ تمہاری اس خواہش کی تکمیل کر سکے، اس کے علاوہ یہ کام کوئی نہیں کر سکتا۔“  
”یہ ملکہ کون ہے؟“ پنڈت رائے نے سوال کیا۔ بوڑھے آدمی نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی پھر زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”اجنبی اگر اس نے تمہیں ملنے کا موقع دیا تو تم بہت جلد اپنے اسی جسم سمیت اس کے بارے میں جان جاؤ گے۔“ اپنا جملہ مکمل کر کے اس نے ایک خوفناک قہقہہ بلند کیا۔

”کیا میں تمہارے قبیلے کا نام پوچھ سکتا ہوں۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”میرے قبیلے کا نام بنوا انجر ہے یعنی پہاڑوں کے باسی۔“

”اور میں تمہیں کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں میرے معزز بزرگ۔“ پنڈت رائے اپنے الفاظ سے ایک بہتر فضا قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کے اثرات اس بوڑھے شخص کے چہرے سے نمایاں تھے جس پر اب نرمی سی چھا گئی تھی اس نے کہا۔

”تم مجھے ”دہپال“ کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔“

”میں اپنے ان مختصر سے ساتھیوں کے ساتھ آپ کو یہ اعتبار دلانا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں

تھے، جن میں سے کچھ کی رنگت سیاہی مائل تھی یا پھر قدرے تبدیل۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ یہ دو نسلوں کا ملا جلا آمیزہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بڑے بڑے بھالے موجود تھے اور جسموں پر چیتے اور دوسرے درندوں کی کھالیں.... کچھ عورتیں بھی نظر آ رہی تھیں، جنہوں نے چیتے کی بجائے ہرن کی کھال اوڑھ رکھی تھی لیکن مردوں کی نسبت یہ عورتیں بے حد خوبصورت تھیں گہری گہری سیاہ آنکھیں، گھٹکھڑیلے بال، لیکن افریقیوں کی مانند نہیں.... ان میں سے کچھ عورتوں نے زردی مائل لباس پہنے ہوئے تھے بالکل ایسے جیسے ”دھپال“ نے پہنا ہوا تھا۔ ہمیں یہ احساس ہوا کہ ان عورتوں کو بھی ایک خاص انداز میں دیکھا جاتا ہے۔ مردوں کی طرح ان کے چروں پر وحشت نہیں تھی بلکہ ان کے چرے مسکراتے ہوئے تھے۔ وہ سب ہمیں دیکھ کر آپس میں کچھ باتیں کر رہی تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہمارے بارے میں تبصرہ کر رہی ہوں۔

پھر ہمیں ایک بڑے غار کے دہانے میں لے جایا گیا نجانے کیوں غار سے گزرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ احساس پیدا ہوا کہ یہ غار قدرتی نہیں بلکہ اسے بھی انسانی ہاتھوں ہی نے بنایا ہے۔ تقریباً سو فٹ کی لمبائی اور پچاس فٹ کی چوڑائی میں.... بڑا پرسکون غار تھا یہ.... ہر بارہ یا پندرہ فٹ کے فاصلے پر درمیانی راستوں میں سے ایک چھوٹا سا راستہ نکلتا تھا اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ راستہ دوسرے چھوٹے چھوٹے غاروں کی جانب جاتا ہے۔

غار کے بڑے دروازے سے جہاں سے ہم اندر داخل ہوئے تھے تقریباً پچاس فٹ کے فاصلے پر مدہم روشنی پڑنے لگی غالباً غار کو روشن رکھنے کے لئے اندر آگ جلائی جاتی تھی آگ کی روشنی سے غار کی دیواروں پر روشنی اور سائے کا عجیب سا ساں پیدا ہوتا تھا۔

ہمیں یہاں رکنے کا اشارہ کیا گیا اور پھر ہمارے ساتھ آنے والے ”دھپال“ نے کہا۔ ”یہ تمہاری آرام گاہ ہے اور ابھی چند لمحوں کے بعد تمہارا سالانہ یہاں پہنچ جائے گا“ چونکہ تم نے ہمارے ساتھ شرفانہ رویہ اختیار کیا اور دوسرے آنے والے مہم جوؤں کی مانند قتل و غارت گری کی جانب مائل نہیں ہوئے چنانچہ ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ملکہ کو تمہاری آمد کی اطلاع دیں۔ یہاں پر تمہاری ضیافت کی جائے گی اور تمہیں تمہاری ضرورتیں مہیا کی جائیں گی لیکن تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ صبر و سکون سے آنے والے وقت کا انتظار کرنا۔“

پنڈت رائے نے مودبانہ انداز میں کہا۔ ”مقدس بزرگ ہم تمہاری ہر بات کا احترام کریں گے کیونکہ ہم دوست ہیں دشمن نہیں۔“

پھر ہمارے ساتھ دوستوں ہی جیسا سلوک کیا گیا۔ مٹی کے برتنوں میں ابلا ہوا گوشت اور دودھ لا کر رکھا گیا، اس کے ساتھ ساتھ ایک روٹی جیسی چیز تھی جس کے ڈالتے سے اندازہ ہوا کہ مکئی کی بنائی گئی ہے۔ لڑکیاں اور مرد ہمارے سامنے کھانا لا کر رکھ رہے تھے اور غاروں

کسی بری نیت سے نہیں آئے بلکہ صورت حل وہی ہے اور اگر ہمارا یہاں آنا آپ لوگوں کے لئے ناقابل قبول ہے تو اگر آپ چاہیں تو ہم اسی وقت واپس جا سکتے ہیں....“

”یہاں آنے کے بعد واپس جانا ملکہ کے حکم سے ہی ممکن ہے۔ لیکن اس کے لئے تمہیں انتظار کرنا ہو گا اور ہمارے ساتھ چلنا ہو گا، اپنا سالانہ ہمارے حوالے کر دو۔“

اور ہم نے جو کچھ ہمارے پاس تھا ان کے سامنے رکھ دیا اور ہمارے اس عمل سے بھی انہیں ہم پر اعتبار قائم ہوا۔ چنانچہ ہمارا سالانہ بوڑھے شخص کے اشارے پر کچھ سیاہ فاموں نے اٹھا لیا اور اس کے بعد بوڑھے نے انہیں مزید ہدایات دیں جس کے تحت ایک گروہ ہمارے ارد گرد پھیل گیا اور ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا۔ یوں ہم نے آگے کا سفر شروع کیا۔

میرا اضطراب ”ہیا“ کے لئے تھا، لیکن اب میں ”ہیا“ کو جان چکا تھا، تھا سا وجود اگر کسی کے کندھے پر بھی چڑھ کے اس کے لباس میں چھپ جائے تو اسے احساس نہ ہو اس طرح ”ہیا“ ہر حالت میں محفوظ تھا۔

ہم لوگ آگے بڑھتے رہے تو ہم نے دیکھا کہ ہم ایک آتش فشاں پہاڑ کے درے سے گزر رہے ہیں، یہ پہاڑ ممکن ہے کسی دور میں آتش فشاں رہا ہو لیکن اب اس کے ارد گرد خوب صورت، سرسبز اور پھل دار درخت تھے۔ درے کو عبور کرنے کے بعد ایک خوبصورت وادی نظر آئی جس کا حسن آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ ہمارے سامنے قدیم رومی تماشہ گاہ سے ملتا جلتا سبزے کا ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا، پیالی نما چٹان کے گرد خوبصورت پھول دار جھاڑیاں تھیں اس وسیع و عریض سرسبز خطے کے عین مرکز میں ایک نہایت ہی خوبصورت درخت تھا۔ موٹی اور بکریاں ادھر جا بجا نظر آ رہے تھے.... یہاں کا حسن اور خوبصورتی بے حد مسحور کن تھی اور ایک طلسمی سا ماحول یہاں پیدا ہو گیا تھا کچھ اور آگے بڑھے تو احساس ہوا کہ واقعی یہاں کبھی آتش فشاں تھا لیکن پھر یہ آتش فشاں جھیل میں منتقل ہو گیا اور یہ جھیل ایک خوبصورت وادی میں تبدیل ہو گئی.... یہ نتائج خود بخود ذہن میں پہنچ رہے تھے لیکن آبادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ نجانے یہ سب لوگ کہاں رہتے ہیں.... لیکن پھر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

بائیں طرف مڑنے کے بعد وہ ایک تھوڑا فاصلہ طے کر کے آگے جا کر رک گئے اور یہاں ہمارے سامنے ایک پلیٹ فارم سا پھیلا ہوا نظر آیا، جس جگہ ہم رکے تھے وہ اصل میں ایک بہت بڑے غار کے آگے ایک بلند پلیٹ فارم کی مانند تھی جو ایک پہاڑی ٹیلہ ہی تھا لیکن اتنا ہموار کہ یوں محسوس ہو کہ جیسے اس پر پلاسٹر کیا گیا ہے اس کے علاوہ یہاں غار پھیلے ہوئے تھے اور ان غاروں کے دہانوں پر لوگ نظر آ رہے تھے، سب کے سب طاقتور اور توانا.... قوی ہیکل صحت مند اور خوب صورت.... لیکن ان میں مخلوط نسل لوگ نظر آ رہے

رہتے تھے اور یہاں زیوس اور اس کی بیوی ہیرا کی حکومت تھی اور مختلف امور مختلف دیوتاؤں کے سپرد تھے جیسے سورج دیوتا "اپولو" سمندری طوفانوں کا محرک.... پوسیدن، حکمت عملی کی دیوی ایتھنا۔ جنگ کا دیوتا اریز اور محبت کی دیوی افروڈائٹ، یہ تمام عکس یہاں موجود ہیں۔ آہ مملکت کور تو ایک عظیم تحقیق کا مرکز ہے۔ نہ جانے یہ کس دور میں آباد ہوا اور زمانہ قدیم میں اسے کیا شان و شوکت حاصل رہی ہو گی۔ کاش محققین اور مورخین کو یہاں کام کرنے کا موقع ملتا۔"

کسی نے پنڈت رائے کی بات کا جواب نہیں دیا تھا اور جواب ہوتا بھی کیا۔ اہل کور نے ہمیں تحقیق کی دعوت تو نہیں دی تھی البتہ پنڈت رائے نے مجھ سے سوال کیا۔

"ماہر ایک بات بتاؤ.... ہم یہاں صرف ہیا کی خواہش کے مطابق آئے ہیں۔ ہرچند کہ کور تک آنا اور ہیا کے بارے میں تحقیق کرنا میری زندگی کا اولین مقصد رہا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ہیا کے مل جانے کے بعد تم چاہتے کہ وہیں سے واپسی کا سفر شروع کر دو تو ہم میں سے کوئی انکار نہ کرتا جانتے ہو ہم یہ انکار کیوں نہ کرتے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیونکہ آئی جینک کے پورے وجود میں ایک ہینانک پاور ہوتی ہے۔ مد مقابل اس کی خواہشات کا پابند ہو جاتا ہے وہ اس کے سامنے اپنا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ بہر حال ہیا نے کور کی ملکہ کے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کیا اور شاید وہ اس کے قرب کا خواہش مند بھی ہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا چاہے گا کیا یہاں.... اس کے پاس رہتا۔"

اس سوال پر ہم ششدر رہ گئے تھے۔ پنڈت رائے کچھ لمحے ہمیں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔  
"اور اگر وہ ایسا چاہے تو میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری ہو جائے۔ مگر تم کیا چاہو گے پروفیسر حق۔"

"یہاں سے واپسی۔"

"دوم.... تم۔"

"کور میرا گھر ہے۔"

"اور ماہر.... تم خود...."

"ہیا میری تکمیل ہے۔"

"خوب.... گویا ہمارے لئے کوئی مشکل کھڑی نہ ہو گی۔ پروفیسر اور کبولی ہمارے تعاون سے واپس جا سکیں گے۔"

"لیکن کیا کور کی ملکہ.... ہیا کو قبول کر لے گی؟" حق نے سوال کیا۔

"دوستو.... یہ ایک عجیب آزمائش ہے۔ یہ سرزمین سحر ہے۔ ہیا ایک الٹا وجود ہے اور ملکہ ساحرہ.... دیکھنا یہی ہے کہ کونسا سحر کس پر حاوی رہتا ہے۔ دیے ہیا قوت تخیل میں بہت

میں آزادانہ گھوم پھر رہے تھے، وہ ہمارے بارے میں گفتگو بھی کر رہے تھے جس کے کچھ الفاظ ہمارے کانوں تک بھی پہنچ رہے تھے۔ بہر حال یہ ماحول کسی بھی شکل میں ہمارے لئے تشویش ناک نہیں تھا اور ان لوگوں کے طرز عمل سے ہم غیر مطمئن نہیں تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی غار میں ان کی سرگرمیاں کم ہونے لگیں۔ اب تک مرد، عورتیں آزادانہ یہاں آتے رہے تھے۔ دنیا کی حسین ترین عورتیں تھیں۔ شوخ اور بے باک۔ ان کی پرشوق نگاہیں ہمارا طواف کرتی تھیں اور ان نگاہوں کا مضمون، با آسانی ہماری سمجھ میں آ جاتا تھا۔

"ہمارا رویہ ہمارے حق میں بہتر رہا۔" پروفیسر حق نے کہا۔

"نہ جانے ہیا کہاں ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے بارے میں بالکل تشویش نہ کرو ماہر.... میرا اور اس کا طویل ساتھ رہا ہے۔

میں اس کی ذہنت سے بخوبی واقف ہوں۔" پنڈت رائے نے اطمینان دلایا۔  
پھر جب وہاں مکمل خاموشی چھا گئی تو پنڈت رائے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے دل میں غار کے بارے میں جستجو جاگ اٹھی۔ وہ غار کی دیواروں کو دیکھتا پھر رہا تھا اور اس کے چہرے سے دبا دبا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔

"پروفیسر حق.... یہ تو ایک عظیم تحقیق گاہ ہے۔"

"کوئی خاص بات!"

"ہاں! کیا آپ کو یہ غار قدرتی محسوس ہوتا ہے۔"

"قطعاً نہیں۔ اس میں انسانی ہاتھوں کی کارگیری نمایاں ہے۔"

"اس کے علاوہ جو لوگ یہاں صاحب اقتدار ہیں وہ بھی ملی جلی نسل کے باشندے نظر آتے ہیں۔"

"عورتیں تو بے حد مختلف ہیں۔"

"اور یہ غار بے حد قدیم.... لیکن ان دیواروں پر ان کی تاریخ کندہ ہے۔"

"اوہ! کیا میں انہیں نہیں سمجھتا۔"

"یوں سمجھو پروفیسر کہ غار پر کندہ تصاویر ایلیڈ (Iliad) اور اوڈیسی (Odyssey) کا

عکس ہیں یعنی اس نابینا شاعر کے کلام کی تفسیر جو ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا اور جس کی تاریخ حضرت مسیح سے آٹھویں یا نویں صدی قبل بتائی جاتی ہے۔ گویا یہ تصدیق ہوتی ہے کہ کور کا یہ شہریوں کے عہد زریں میں تعمیر ہوا کیونکہ ان دیواروں پر کندہ تصاویر "ریچہ" کے دور کی کہانیاں سناتی ہیں مثلاً ایگاممنن، اور یونانی بہادر ایکلیز کے درمیان کی چپقلش، ہیکٹر اور پیٹروکلس کا قتل جو شاہ زائے کے بیٹے تھے اور ان دونوں کے قتل کے شاخسانے میں بولیسیز کی جنگ جو دیوتاؤں کا چیتا تھا۔ یہ دیوتا کوہ الپس کے برف پوش پہاڑوں پر

آگے رہے گا۔

”واقعی یہ دلچسپ امتحان ہو گا۔“

یہ باتیں جاری رہیں۔ دوسرے دن پھر وہی ہنگامے شروع ہو گئے دن چڑھے ہم سب غاروں سے باہر نکل آئے۔ مقامی لوگ ہمارے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔ کسی نے ہم سے تعرض نہیں کیا۔ گویا ہمیں مکمل آزادی تھی۔ پنڈت رائے غار میں نظر آنے والے تحریروں کی روشنی میں ان کے رہن سہن اور ان کے مشاغل کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم اس کام میں مصروف ہو گئے۔ وہ باقاعدہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ انہوں نے مویشی پال رکھے تھے۔ مرد بے حد جفاکش لیکن عورتیں آزاد۔۔۔۔۔ بلکہ یوں لگتا تھا جیسے عورتیں مردوں پر حاوی ہوں اور مرد ان سے خوفزدہ رہتے ہوں۔

”اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہاں عورت کی حکمرانی ہے۔“ پروفیسر حق نے کہا۔  
”ممکن ہے ایسا ہو۔“

ہم دور تک چلے گئے۔ اس دوران ہم نے مختلف لوگوں سے باتیں بھی کی تھیں اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ان لوگوں نے ہم سے تعاون بھی کیا تھا لیکن یہ بھی تھا کہ تعاون کرنے والے وہ لوگ تھے جن کے رنگ گہرے سیاہ نہیں تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ حقیقتاً دوغلی نسل کے باشندے ہوں۔ کسی قدر نرم خو اور باخلاق جبکہ گہرے سیاہ رنگوں والوں کی آنکھوں میں ہمیں کینہ توڑی اور نفرت کی جھلک نظر آتی تھی۔ شاید وہ ہمیں ملنے والی رعایت سے خوش نہیں تھے۔

ایسے میں ایک شخص نے ہمیں بتایا کہ جہاں ملکہ رہتی ہے وہاں بڑے بڑے پتھر لے ستون اور ٹیلے ہیں وہ علاقہ اصل کور ہے جہاں کبھی ایک خوبصورت شہر ہوا کرتا تھا اور اس شہر میں بڑے ماہر رہا کرتے تھے لیکن جنگوں میں یہ شہر مسمار کر دیا گیا اور اب وہاں کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں۔ انہی کھنڈرات میں ملکہ رہتی ہے اور وہ بہت کم دوسروں کے سامنے آتی ہے اس وقت جب اسے اہل کور کو کوئی خاص پیغام دینا ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی وہ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں چھپی ہوتی ہے اور کوئی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اس کے خدمت گار گونگے اور بہرے ہوتے ہیں اور اس کے بارے میں کچھ بتانے کے ناقابل۔ لیکن یہ سبھی جانتے ہیں کہ وہ بہت خوبصورت ہے اور حسن و جمال میں دنیا کی کوئی عورت اس کے مقابل نہیں۔ وہ غیر فانی ہے اور اسے کبھی موت نہیں آتی۔ وہ آتشیں غسل کرتی ہے اور آگ اس پر بے اثر ہے۔

”یہ وہ جلاو بھری داستانیں ہیں جو صحرائے اعظم کے بارے میں کہی جاتی ہیں۔“ پروفیسر حق نے کہا۔

”آؤ۔۔۔ آگے چلیں!“

ہم بے لگام تھے پروفیسر حق اور پنڈت رائے پر تحقیق کا بہت سوار تھا چونکہ کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ تمام حدیں عبور کر رہے تھے۔ حالانکہ سورج چھپ گیا تھا لیکن ہم غاروں کی طرف واپس نہ گئے بلکہ بہت دور نکل آئے۔ ہر جگہ ہمیں مقامی لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔

اس وقت بھی ہم ایک ایسی جگہ کا معائنہ کر رہے تھے جہاں پتھری چٹانوں میں سنگ تراشی کے نمونے نظر آ رہے تھے۔ باکمال سنگتراشوں نے زمانہ قدیم میں یہاں اپنا فن دکھایا تھا اور یہ فن لازوال تھا۔ کہیں درندوں کے شکار کے مناظر تھے کہیں رقص و سرود دکھایا گیا تھا۔ ایک منظر میں ایک یوٹائی نقوش کے نوجوان کو بھالے سے ہاتھی کا شکار کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ یہ زندہ ظلم تھا جس نے سب کو مسحور کر دیا تھا اور ہم اندھیرے اور ماحول کو بھول گئے تھے۔ اچانک ہی ہمیں احساس ہوا تھا کہ کچھ سیاہ روحوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ بہت سے وحشی مرد عورتیں تھیں جنہوں نے ہمارے چاروں طرف گھیر ڈال لیا تھا۔ ڈوم آہستہ سے بولا۔ ”عظیم آقا۔۔۔۔۔ ان کے ارادے بہتر نہیں معلوم ہوتے۔“

”یہی لگتا ہے، مگر یہ کیا چاہتے ہیں؟“

”اوہ دیکھو۔۔۔۔۔ ان کے بھالے سیدھے ہو گئے ہیں اور ان کی آنکھوں میں شیطانی چمک نظر آ رہی ہے۔“

”آخر یہ کیا چاہتے ہیں؟“

”میں معلوم کرتا ہوں؟“ کہولی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ ان کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک وحشی نے پوری قوت سے اپنا نیزہ اس کے سینے میں پھونک کر دیا۔ نیزہ کہولی کی پشت سے باہر نکل گیا تھا۔

اب کسی دوسرے خیال کی گنجائش نہیں تھی۔ ظاہر ہے ان کی نیت معلوم ہو گئی تھی۔ ڈوم نے حلق سے دھاڑ نکالی اور ان کی طرف دوڑ پڑا۔ پروفیسر حق اور پنڈت رائے حلق پھاڑ پھاڑ کر پیچھے لگے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت تھی اس لئے مجھے ڈوم کی زندگی کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ ادھر ڈوم جو نبی ان تک پہنچا وہ ڈوم پر حملہ آور ہوئے لیکن مارشل آرٹس کے اس ماہر کے پیوترے کو وہ نہ سمجھ سکے اور ڈوم نے فوراً ایک نیزہ اپنے قبضے میں کر لیا دوسرے لمحے میں اس نے دو وحشی چھید دیئے اور انہیں نیزے میں پرد کر زمین پر دے مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی مہارت سے اپنا نیزہ مین طرف اچھال دیا جسے لپک کر میں نے فوراً فائدہ اٹھایا اور عقب سے جو سیاہ فام ہماری طرف بڑھے ان پر نیزہ گھما دیا۔ وہ نیزے کی آواز سے بری طرح گھٹا لک ہو گئے تھے۔ ڈوم بھی میرے قریب آ گیا اور ہم ان سے جنگ کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ ہم خونخوار ہوتے جا رہے تھے لیکن پروفیسر اور رائے کا خیال بھی تھا کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ پائے۔



وحشی بے وقوف تھے کہ ہمارے نزدیک آگئے تھے۔ اگر وہ پیچھے ہٹ کر دور سے نیزے پھینک کر مارتے تو ہم چھلٹی ہو جاتے لیکن وہ بھی ہم میں آگئے تھے اور نقصان اٹھا رہے تھے۔ پھر اچانک وہ بری طرح بدحواس ہو کر بھاگ پڑے۔ لیکن ان کے بھاگنے کی وجہ ہم نہیں تھے بلکہ وہ بے شمار مشطیں تھیں جو برق رفتاری سے ہماری طرف آرہی تھیں۔ ان کی آن میں وہ ہمارے پاس آگئے اور انہوں نے ہمارے چاروں طرف حصار قائم کر لیا۔ وہ بت پر جوش نظر آ رہے تھے۔ ہم نے جن وحشیوں کو ہلاک کیا تھا ان کی تعداد آٹھ تھی کئی زخمی پڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ ہماری حفاظت کے لئے آئے تھے وہ انہیں نفرت سے دیکھ رہے تھے اور ان کی نظریں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ دوسری طرف چھپے ہوئے وحشی بھی صورت حال جاننے کی فکر میں تھے۔

پھر ایک پالکی میں دیہال آگیا۔ اس نے آتے ہی ہم لوگوں کی خیریت پوچھی۔ پنڈت رائے نے اسے صورت حال بتائی تو دیہال خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصہ طاری ہو گیا تھا۔ پھر اس نے چیخ کر کہا۔

”بد نصیب سوتاریو۔۔۔ تم نے ملکہ کے مہمانوں پر حملہ کر کے اپنے لئے موت مانگ لی ہے۔ ہاں موت بہت جلد تمہیں نگل لے گی۔ وہ وقت دور نہیں ہے۔ تم ملکہ کے باقی قرار پائے۔“ پھر اس کے حکم پر ایک خوفناک عمل شروع ہو گیا۔ جو زخمی کراہ رہے تھے اور اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے ان پر جلتی ہوئی مشطیں پھینکی جانے لگیں اور وہ بری طرح بلکتے لگے لیکن انہیں مشطوں سے ڈھک دیا گیا تھا اس طرح وہ زندہ ہی خاستر کر دیئے گئے۔ کبلی کی لاش ان کے درمیان سے نکال لی گئی تھی۔ اس طرح زخمی بھی خاموش ہو گئے۔

”آؤ۔۔۔ سزا ان لوگوں کو بھی ملے گی جنہوں نے تمہیں سوتاریوں کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔“

”یہ کون ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”ناواں وحشی۔ جو پناہ گزین ہیں۔“

”پناہ گزین۔“ ہم نے اس کے ساتھ واپس چلتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ مختلف قبیلوں کے لوگ جو اپنے قبیلے چھوڑ کر ملکہ کے قدموں میں آباد ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ سرکش ہیں اور بری حرکتیں کرتے اور سزا پاتے ہیں۔“

اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر میں نے کہا۔ ”انہوں نے ہمارے ساتھی کو ہذاک کر دیا۔“

”مجھے اس کا بہت افسوس ہے لیکن جو کچھ ہوا اس میں غلطی ان لوگوں کی ہے جنہوں نے تمہیں ہوشیار نہ کیا ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم ملکہ کے مہمان ہو اور تم پر کوئی پابندی نہیں لگائی جائے گی لیکن انہیں یہ بھی ہدایت جاری کر دی گئی تھی کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے اس طرف آنا کسی طور مناسب نہیں تھا“ انہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ یہ تو بتاؤ

اس لاش کا کیا کوئے کیا اس کے لئے تم اپنا کوئی طریقہ کار اختیار کرنا چاہتے ہو۔“

کبلی کی موت ہمارے لئے غم تاک بھی تھی اور باعث پریشانی بھی۔ کیونکہ بہر طور ابھی یہاں سے واپسی کا سفر باقی تھا اور کبلی ہمارا بہترین ساتھی ثابت ہوتا لیکن جو کچھ ہوا اس کا اندازہ خود ہمیں بھی نہیں تھا ورنہ خیال رکھا جاتا۔۔۔ بہر حال اب لاشوں کا بھلا ہمیں کیا کرنا تھا البتہ پنڈت رائے نے کبلی کے بارے میں اپنی رائے دینے کے بعد پوچھا۔

”اور وہ جنہیں تم سوتاری کہتے ہو اپنی لاشوں کا کیا کریں گے؟“

”وہ اپنے جسموں میں محفوظ کر لیں گے۔“ دیہال نے بتایا۔

”جسموں میں۔۔۔؟“ میں نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ اب وہ انہیں خاموشی سے اٹھا کر غاروں میں لے جائیں گے اور اس کے بعد ان کی تکیہ بوٹی کریں گے اور ان کا گوشت چبا کھائیں گے جس گھرانے کا کوئی فرد موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے اس گھرانے کے لوگ اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ وہ ان سے جدا نہ ہونے پائے۔“

”یعنی اسے کھا جاتے ہیں۔۔۔!“

”یہی سمجھو۔۔۔“

”تو کیا کور میں آباد دوسرے لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔“

”نہیں، ہم ان جیسے غیر مذہب نہیں ہیں، ہمارے مدفن ہیں جہاں ہم ان لاشوں کو رکھ دیا کرتے ہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے، ہمارے ساتھی کی لاش بھی اس مدفن میں پہنچا دی جائے۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔۔۔ اور تم دیکھو گے کہ ان لوگوں کو کیسی سزا ملتی ہے جن کی وجہ سے تمہارا ایک آدمی اس طرح موت کا شکار ہو گیا۔“

ہم میں سے کسی نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ پھر دیہال ہی کہنے لگا۔

”لیکن تم لوگوں پر آفریں۔۔۔ تم بے حد بہادر ہو اور تمہاری بہادری نے ہی اس وقت تمہاری زندگی بچائی ہے تاہم فکر مت کرنا، اب جہاں تک میرا اندازہ ہے، یہ لوگ غاروں سے نکل کر بھاگ جائیں گے اور جگہ جگہ چھپ جائیں گے کیونکہ انہیں ملکہ کی طرف سے عذاب کا خطرہ ہو گا، اور یہ حقیقت ہے کہ جب ملکہ کو اس چیز کا علم ہو گا تو وہ ان کے لئے سزا مقرر کرے گی اور ملکہ کی دی ہوئی سزائوں پر بھلا کون ہے جو خوف سے جان نہ کھو بیٹھے۔ وہ اس طرح ان لوگوں کو سزائیں دیتی ہے تو پھر بجائے اس کے کہ میں ملکہ کی طرف سے یہ انتظار کروں کہ تمہارے لئے کیا حکم ہے ہوتا یہ چاہئے کہ میں خود تمہیں ساتھ لے کر ملکہ کی جانب روانہ ہو جاؤں۔۔۔ اور یہی مناسب ہے، سو جب آسمان سے روشنی اترے گی تو

”ہمیں یہاں سے سفر کرنا ہو گا سو اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرو۔“

پھر بقیہ رات صبح کے انتظار میں گزری تھی اور دوسری صبح ہمیں یہاں سے لے جانے کا حکم بندوبست تھا۔ جیسی پاکلی میں دیپال ہمارے سامنے آیا تھا ویسی ہی پاکلیاں ہمارے لئے تیار کی گئی تھیں اور جس جگہ ہم قیام پذیر تھے وہاں لاکر رکھ دی گئی تھیں، ہرپاکلی کے ساتھ چار کمار اور دو ان کے معاون تھے اس کے علاوہ دیپال نے تقریباً پچاس مسلح افراد کا ایک دستہ حفاظت کی غرض سے ساتھ رکھا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ہم لوگوں کو پاکلیوں میں بیٹھنا پڑا۔ حالانکہ یہ ایک مضحکہ خیز چیز تھی لیکن دیپال کی خواہش کے مطابق ہم نے عمل کیا تھا اور یوں پاکلیوں کے سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ تب یہ سفر بڑی بے دلی سے کیا جانے لگا اور ہم قرب و جوار کے مناظر دیکھتے رہے۔ ہمیں پہلی نما آتش فشاں پہاڑ کو عبور کرنے میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا، اس کے بعد اس کے دوسری جانب سے گزرتے ہوئے مزید آدھا گھنٹہ لیکن پھر نہایت خوشگوار مناظر نگاہوں کے سامنے آئے۔ دور تک سبزہ پھیلا ہوا تھا اور درخت اگے ہوئے تھے۔ پہاڑ سے چند میل کے فاصلے پر دلدل کا سمندر شروع ہو جاتا تھا اور اس طرف آ کر احساس ہوا کہ یہ گزرگاہ انتہائی مشکل ہے اور عام لوگ یہاں سے صحیح سلامت نہیں گزر سکتے کیونکہ آگے کا راستہ دلدل سے گزرتا تھا۔ ایسے راستے صرف یہ کمار ہی جانتے تھے جن سے گزرا جاسکے۔ یعنی وہ سخت پگ ڈنڈیاں جن سے رستے عبور کئے جاسکیں۔ پہلے قیام کے دوران دیپال نے ہمارے سوال کے جواب میں بتایا۔

”ملکہ عظیم ہے.... اور اس کے پیروکار زیرک۔ ملکہ فوج نہیں رکھتی کیونکہ وہ لشکر کشی کی شائق نہیں ہے۔ وہ اس قدر محفوظ ہے کہ اس تک پہنچنا ناممکن....“

”کسی لشکر نے کور پر چڑھائی کی؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ ایک بار ایک لشکر عظیم دریائے زمبی کے راستے آیا اور دلدل کے سمندر نے اس کا استقبال کیا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کے ڈھانچے دلدل کی سطح پر نرسلوں کی مانند اگ آئے تھے۔ اس دلدل کو عبور کرنے کے راستے صرف ہم جانتے ہیں۔ یوں سمجھ لو یہ ایک خفیہ راز ہے۔“

”بے حد خوفناک بات ہے۔“ پنڈت رائے نے انگریزی میں تبصرہ کیا۔

”میں اس بے وقوف عورت کے بارے میں سوچ رہا ہوں جس کا نام رامینا تھا۔“

”ہاں۔ وہ کور فتح کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔“

”اس کے خواب اس دلدل میں سو جاتے۔“

”یہ ذریعہ سفر بہت مشکل ہے۔ آگے چل کر تم دیکھو گے کہ دلدل کالے سانپوں اور زہریلے مینڈکوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ مینڈک زہر پھینکتے ہیں اور سانپ یوں جیسے زہر کی پوٹ....“ دیپال نے بتایا۔

”کیا یہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے؟“

”اس کا بندوبست ہے۔ ہمارے پاس ایسی بوٹیاں ہیں جو سب کچھ کام بتا دیتی ہیں۔“

دیپال کا کتنا درست تھا۔ ہم نے لہراتے کالے سانپ دیکھے اور بہت بڑے بڑے مینڈک بھی۔ لیکن پھر وہ مدھم مدھم آگ جس نے انہیں ہم سے بہت دور کر دیا۔ دیپال نے صرف ایک لکڑی کا سرا جلایا تھا اور اس سے دھواں اٹھنے میں پتھرلوں کے غول، کالے سانپ اور مینڈک اس طرح بھاگے کہ دور دور تک ان کا نشان باقی نہ رہا حیرت انگیز دھواں تھا۔

رات بے حد بھیانک تھی۔ نیچے تاریک دلدل اوپر تاریک آسمان۔ ہر ایوں میں ہر شخص سہا ہوا تھا۔ آس پاس دلدل، ہر طرف دلدل کون جانے موت کتنے قدم پر ہے۔ میں نے پریشان لمبے میں کہا۔

”دوم۔ میں بنیا کے لئے پریشان ہوں۔“

”میں بھی۔۔۔ کاش وہ ہمارے ساتھ ہوتا۔“

”لیکن میں پریشان نہیں ہوں۔ تمہاری محبت فطری ہے ماہر.... لیکن وہ زیرک و جود۔ کاش اسکے بارے میں کوئی اتنا جانتا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو بہتر تھا۔“ میں نے کہا۔

”وہ ہم سے دور نہ ہو گا۔“ پنڈت رائے نے کہا۔ دوسری صبح اس بات کی تصدیق دیپال نے کر دی۔ سفر کے دوران اس نے کہا۔

”میں ابھی تک حیران ہوں۔ اور میرا ذہن اس وجود کی حقیقت نہیں پاسکا جسے میں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا تھا اور جس نے میرے کان میں سرگوشی کی تھی۔ ارے تم یقین کرو وہ اتنا چھوٹا تھا کہ عقل تسلیم ہی نہ کرے لیکن کبھی....“

”ہم سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیپال کو دیکھا تھا پھر پروفیسر نے سنبھل کر کہا۔

”اس نے کیا سرگوشی کی تھی؟“

”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ بے وقوف باہر دیکھو ملکہ کے مہمان مشکل میں ہیں۔ اور میں نکل بھاگا تھا.... مگر وہ کون تھا؟“

پنڈت رائے نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا تھا۔ مگر ہم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ البتہ مجھے اطمینان ہو گیا۔ ہم اس موضوع پر باتیں کرتے رہے تھے۔ اس دوپہر دلدل کا سفر ختم ہو گیا لیکن اس کے بعد کی خوبصورتی بے مثل تھی۔ سکون بخش سبزہ۔ تاحہ نظر کھلے ہوئے پھول۔ اسے مسکتی دادی کہا جاسکتا تھا۔ پھر سورج چھپا اور شام ہو گئی۔ خوفناک سفر ختم ہو گیا تھا اور اب ایک دلکش سفر کا آغاز ہو گیا۔ جسے رات ہونے کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا اور وہاں قیام کیا گیا۔

لیکن جوں جوں شام گہری ہوتی جا رہی تھی سامنے کی پہاڑیوں کے عقب سے ایک

روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پہلے تو یہی خیال ہوا کہ چاند کا گولا وہاں روپوش ہے اور چاندنی اجاگر ہو رہی ہے۔ لیکن ایسے پہلے کبھی چاند نہیں ظہور ہوا تھا اور چاندنی کو اس طرح کبھی لرزاں نہیں دیکھا گیا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ پنڈت رائے حیرت سے بولا۔

”عظیم ہسیا کی مملکت۔۔۔ اس کا جلال۔۔۔ روشنی کا وہ مرکز۔۔۔ جو ملک کی عظمت کا پتہ دیتا ہے۔ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف ہی تو ملک کا محل ہے۔“

”اوہ۔۔۔!“ پنڈت رائے کے منہ سے سرسراہٹ کی آواز نکلی۔

معا میرے دل میں خواہش ابھری کہ میں آگے بڑھ کر روشنی کے اس مرکز کو دیکھوں۔ میں نے اس خیال کا اظہار کیا تو ہسپتال نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ یہ ممکن نہیں ہے، یہ آخری حد ہے۔ اس کے بعد خدائیں کی اجازت سے آگے بڑھا جاسکتا ہے اور انہیں ہمارے آنے کی خبر ہو چکی ہے۔ اگر اسی وقت ادھر داخلے کی اجازت ہوتی تو وہاں سے بلاوا آگیا ہوتا۔“

”خدائیں کون ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”عظیم، اعلیٰ۔۔۔ ملک کے مشیر۔۔۔ جو ملک کے لئے لمحے لمحے کا عمل متعین کرتے ہیں، ملک کے بعد انہیں کور کی سب سے بڑی عظمت حاصل ہے۔“

”ان کی تعداد کتنی ہے؟“

”سات اور ملک کے بعد وہی ہیں جنہیں حیات ابدی حاصل ہے۔“

”یعنی وہ ہمیشہ سے ملک کے ساتھ ہیں؟“

”ہاں، ہمیشہ سے۔۔۔“ ہسپتال نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم خاموش ہو گئے تھے لیکن روشنی کی لہروں نے ہمیں بے سکون رکھا جو اب خوب تیز ہو گئی تھی اور بڑے دلکش انداز میں جنبش کر رہی تھی۔ اسی طرح ارد گرد کا ماحول اب منور تھا۔ دفعۃً۔۔۔ پروفیسر حق نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”ماہر، ادھر دیکھو۔۔۔“ میں نے اس کے اشارے کی سمت نظر دوڑائی تو مدہم چراغ ٹٹماتے ہوئے نظر آئے، ان کا فاصلہ یہاں سے کافی تھا لیکن ایک پوری بستی کی آبادی کا احساس ہوتا تھا۔

”یہ شاید کور کی آبادی ہے۔۔۔“

”لیکن اس کے بارے میں تو مشہور ہے کہ وہ عماروں میں رہتے ہیں۔“ پنڈت رائے

بولا۔

”خدا جانے یہاں کیا اسرار پھیلے ہوئے ہیں۔“ پروفیسر حق اکتائے ہوئے لمبے میں بولا۔ پھر ہم سب سونے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ میں اس وقت ہیا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اپنے شانے کے قریب سرسراہٹ محسوس ہوئی چونکہ کر اٹھنے والا تھا کہ ہیا کی سرگوشی میرے کان میں ابھری۔

”ہاں۔۔۔“ اس نے جواب دیا۔ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ ایسا تھا کہ بیا سے بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ بیا نے کہا۔ ”میں وہاں کے اسرار کا سراغ لگاؤں گا۔“

”کیا تو بیا سے ملاقات کرے گا؟“

”ہرگز نہیں، میں اس وقت تک اس کے سامنے نہیں آؤں گا جب تک اشد ضرورت نہ ہو۔ ہاں میری معلومات سے پنڈت رائے کو ضرور آگاہ کر دیتا۔ یہ اس کے لئے بہت دلکش ہو گا۔ اب میں چلتا ہوں۔“

صبح کے سہلے موسم میں پنڈت رائے میرے پاس آ بیٹھا اور کور کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ تب میں اسے بیا اور اس کی کئی ہوئی باتوں کے بارے میں بتانے لگا۔ پنڈت رائے کے چہرے پر دبا دیا جوش نظر آنے لگا۔

”آہ“ اس نے میرے تصور کی تصدیق کر دی ہے۔ آہ۔ یہ بہترین معلومات ہیں۔ میری عمر بھر کی محنت کا ثمر مجھے مل رہا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں میرا بھی یہی خیال تھا۔ یہ مصری اور یونانی گروہوں کے وہ افراد ہیں جو زیریں مصر کے ڈیلٹاؤں میں آنے والی طغیانیوں کا شکار ہو کر ترک سکونت اختیار کرتے رہتے تھے۔ یونانی گروہ بعد میں ان سے منسلک ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے طویل سفر اختیار کئے تھے۔ یہ آریوں کی حیثیت سے سفر کر کے ہندوستان میں بھی داخل ہوئے اور وہاں انہوں نے دیویوں دیوتاؤں کا مذہب پھیلا دیا۔ وہاں بھی انہوں نے اپنے تین طبقے بنائے۔ پہلا برہمن، جس نے مندروں پر قبضہ کر کے اعلیٰ ترین اقتدار حاصل کیا دوسرا چھتری، جس نے راج پٹ سنبھالا، تیسرا کھتری جو زراعت پر قابض ہو گیا۔ ہندوستان کے مقامی باشندے جو بھیمل کہلاتے تھے شورو یعنی بچ ذات قرار پائے اور ان کے ظلم تلے پسنے لگے، یہاں افریقہ میں بھی انہوں نے وہی جال پھیلا دیا ہے اور سوتاریوں کو دبا کر رکھا ہوا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہے، اور یہ سب جو نظر آ رہا ہے انہی کا ظلم ہے، اوہ، بیا دی گریٹ۔“

پھر دیپال آگیا، اس نے کہا۔ ”ہم سب چلنے کے لئے تیار ہیں اور ملکہ کی طرف سے تمہارے لئے اجازت مل گئی ہے۔“

”ہم تیار ہیں۔“

سو ہم چل پڑے، آگے کے سفر کا حال بھی ناقابل تعین تھا۔ قدموں تلے سبزہ پھیلا ہوا تھا اور سامنے ایک غیر معمولی پہاڑ جو بے حد بلند تھا اور جسے ملکہ کا محل قرار دیا گیا تھا۔ ”کیا اس محل میں داخلے کا کوئی راستہ ہے؟“ میں نے دیپال سے سوال کیا۔ ”بظاہر نہیں، کون ان کھدوری چٹانوں کو عبور کرنے کا دعویٰ رکھتا ہے، لیکن وہ دیکھو۔۔۔ وہ سفید لکیر کیا ہے؟“

”نہیں۔۔۔ خاموشی اختیار کرو۔۔۔ دوسروں کو جگانا مناسب نہیں ہے۔“

”بیا! تم ٹھیک ہو؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں، اور تم میرے لئے اب فکر مند نہ ہوا کرو۔۔۔“

”یہ ایک مشکل سفر تھا، بھیا تک دلدلوں اور خوفناک راستوں پر مشتمل، تو نے یہ سفر کیسے کیا؟“

”دیپال کی پالکی میں، مجھے بھلا کیا مشکل تھی اور پھر میں تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔“

”تو انوکھا ہے بیا، کیا تو نے ملکہ آشا کو دیکھا؟“

”نہیں، کچھ کاموں میں جلد بازی بہتر نہیں ہوتی۔ میں اسے تمہارے بعد دیکھوں گا، اس کے علاوہ میرا اصل کام یہ نہیں تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”راہنما کے غاروں میں بھی میں قیدی نہیں ہوا تھا، اس پنجرے کی سلاخیں مجھے آسانی سے راستہ دے دیتی تھیں۔ اس طرح میں نے کوشا کے بارے میں معلوم کیا۔ عقل کا تقاضا ہے کہ جذبات کے جال میں نہ پھنسو۔۔۔ ہر جگہ پہلے حالات اور ماحول کا جائزہ لو۔۔۔ تاکہ کسی مشکل وقت میں تمہارے سامنے کئی راستے ہوں۔ وہاں بھی میں نے سوتاریوں کے بارے میں معلوم کیا تھا اور بروقت دیپال کو اطلاع دے دی تھی۔“

”تو بہت ذہین ہے بیا۔۔۔“ میں نے مسرت سے کہا۔

”تم سے پہلے یہاں پہنچ کر میں نے یہاں کے حالات کی چھان بین کی ہے اور بہت سی کمائیاں ساتھ لایا ہوں، یعنی کام کی باتیں۔۔۔“

”مجھے بتانا۔“ میں نے کہا اور بیا آرام سے میرے چوڑے سینے پر لیٹ گیا، پھر بولا۔

”سوتاری نہ باقی ہیں نہ ان علاقوں کے اجنبی۔۔۔ وہ کور کے اصل باشندے ہیں اور ان کی تسلیں یہیں گزری ہیں۔ جبکہ مولیٰ باہر کے لوگ ہیں، یہ الگ بات ہے کہ وہ بھی ہزاروں سال سے یہاں آباد ہیں اور انہوں نے ابتدا ہی سے سوتاریوں پر اپنا تسلط قائم رکھا ہے۔ سوتاری جاوگر اپنا علم رکھتے ہیں، لیکن وہ ملکہ سے خوفزدہ ہیں کیونکہ وہ بہت ظالم ہے اور چھوٹے سے چھوٹے جرم پر ان کا قتل عام کراتی رہتی ہے۔ ان پر اس کی ہیبت طاری ہے۔“

”تجھے اس چھان بین سے دلچسپی ہے بیا۔۔۔؟“

”ہاں، کیوں نہیں، پنڈت رائے کی تحقیق سے بھی میں دلچسپی لیتا رہا ہوں اور اب تو مجھے ستاروں دالی کے بارے میں مزید معلومات درکار ہیں۔ کیونکہ مستہل میں وہ ہماری تحویل میں ہو گی۔“

”بیا۔۔۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”تو اس سے عشق کرتا ہے؟“

میں نے اس کے اشارے پر غور سے دیکھا اور کہا۔ ”کوئی سڑک... یا آبی نہر...“  
 ”بالکل ٹھیک... وہ نہر ہے اور اسے انسانی ہاتھوں نے چٹانوں کا سینہ تراش کر بنایا، پھر اس کے کنارے کور آباد کیا، پھر اسے مزید خوبصورت بنانے کے لئے ایک جمیل کھودی اور نہرائں میں خلی کر کے خشک کر دی اور اسے راستے کی شکل دی۔“  
 ”محل تک جانے کے لئے یہی ایک راستہ ہے۔“

”نہیں، اور بھی خفیہ راستے ہیں جو عام لوگوں کو نہیں معلوم۔“ دیپال نے پراسرار لہجے میں کہا۔

مناظر بدلتے جا رہے تھے، ہرنوں کی ڈائریں، خوبصورت پرندے، یہاں کیا نہیں تھا۔ کچے ذہن کے انسان تو اس جگہ کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھتے۔ اب ہم اس پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تھے، اس وقت سورج واپس چل پڑا تھا۔ یہاں تک کہ ہم ایک عظیم الشان چٹان کے سامنے رکے جس میں ایک سرنگ کلی گئی تھی۔ بیت ناک پہاڑ میں اس سرنگ کی کٹ بھی ناقابل یقین تھی۔ اندر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے سانس بھی بوجھل ہوتی جا رہی تھی۔ پاکی بردار موڑ پر موڑ کٹ رہے تھے اور تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ بھٹائی نہ دے رہا تھا۔ تحت اثری میں یہ سفر کوئی ایک گھنٹے جاری رہا تھا۔ اس کے بعد روشنی اور تازہ ہوا نصیب ہوئی تھی، لیکن جس جگہ پالکیاں رکھی گئی تھیں وہ بھی ایک بیت ناک غار تھا جس کی چھت کوئی سو فٹ اونچی تھی اور دیواروں کی تراش بتاتی تھی کہ تازہ ہوا کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس عظیم الشان ہال میں دس افراد موجود تھے ان کے چہرے بے نور اور سونے نظر آ رہے تھے، لیکن اب انہوں نے یہاں کا چارج سنبھال لیا تھا، کہاں پالکیاں لے کر واپس چلے گئے اور دیپال نے مدھم لہجے میں کہا۔

”اور اب مجھے بھی واپس جانا ہے اور نہیں کہہ سکتا تم سے دوبارہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔ ہاں اگر ملکہ حکم دے...“ یہ کہہ کر وہ بھی باہر نکل گیا۔ تب دو افراد ہمارے پاس آ کر ہمیں اشارے کرنے لگے اور ان کے اشارے بہت واضح تھے۔ وہ ایک اور سوراخ کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔ سوراخ کے دوسری طرف بڑی بڑی تاندیں پانی سے بھری رکھی تھیں اور ایسے برتن جن سے ہم یہ پانی استعمال کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ رچھ اور چیتے کی کھالوں سے بنے ہوئے لباس لٹکے ہوئے تھے اور کھالوں ہی کے عمل انبار تھے۔

”یہ لباس ہمارے لئے ہیں۔“ پنڈت رائے نے کہا۔

”شاید...“

”کیا ہم انہیں پہن لیں...؟“

”ان کے کئے بغیر ممکن نہیں...“

”مگر یہ عجیب ہیں...“

”یہاں سب کچھ ہی عجیب ہے...“

پھر محافظوں نے ہمیں عقب سے ٹھوکا دیا اور اشاروں سے ہمیں لباس بدلنے کی ہدایت کر کے باہر نکل گئے۔ بحالت مجبوری ہمیں یہ کھالیں اپنے بدن پر منڈھنی پڑیں اور ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر خوب ہنسے۔ ڈوم ایک قدر آور رچھ نظر آ رہا تھا اور اپنے چوڑے چٹکے بدن کی وجہ سے بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔ میں نے چیتے کی کھال پہنی تھی پروفیسر اور پنڈت رائے اپنے پھوٹے جسموں سے بن ماس نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد ہمیں کھانا پیش کیا گیا۔

پھر ہم آرام سے لیٹ گئے۔ محافظوں نے مشطیں روشن کر دیں اور ہم انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے خوب دیر گزری تھی کہ وہ محافظ آئے اور مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

”شاید یہ تمہیں لے جانا چاہتے ہیں۔“

”غالباً ملکہ کے پاس۔“

”کیا کروں۔“

”جاننا ضروری ہے مگر ہوشیار۔“ ان لوگوں نے مجھے ہدایت کی اور میں اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ پیچ در پیچ راستوں سے گزر کر مجھے جس غار میں لایا گیا اسے دیکھ کر میں سحر زدہ رہ گیا۔ غار تھا کہ جنت کی جھلک۔ وسیع روشن نہایت قیمتی سلمان سے سجلا۔ دیواروں میں شب چراغ روشن تھے، بڑے بڑے ہیرے جو قیمتی کی طرح روشن تھے اور ان کی روشنیاں پورے غار کو ہتھ نور بنا رہی تھیں۔ پتھر ملی سلوں پر قیمتی کھالیں بچھی ہوئی تھیں، بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی گئی تھی۔

گوگٹے ہیرے محافظ مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے اور میں حیران پریشان آنکھیں پھاڑتا رہا۔ تب میں نے اس پتیلے سے دروازے کو دیکھا، جو ایک ستون کی مانند نظر آتا تھا۔ اس دروازے سے ایک سفید ہاتھ نمودار ہوا لابی لابی مخروطی انگلیاں، دودھ جیسی رنگت پھر ایک آواز ابھری۔

”کیلی کرئیں...“

آواز تھی کہ جلت رنگ، ایسی نغمگی، ایسی غنائت کہ دل کھنچ کر رہ جائے، اچانک مجھے یوں لگا جیسے اس آواز نے میرے دل پر گرفت کی ہو۔ پہلی بار میرے دل کی دھڑکنوں میں کچھ تبدیلی نمایاں ہوئی تھی اس سے قبل میں نے صرف ہیا کے بارے میں سوچا تھا حسن کائنات سے مجھے کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اب ہیا کو پالینے کے بعد جیسے سینے میں دل کی واپسی ہوئی تھی اور دوسری چیزوں نے مجھے متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

”آہ گویا میری صدیوں کی آرزو اب تکمیل پا رہی ہے۔“

”اور میرا نام کیلی کریش بھی نہیں ہے۔“

”اس کی وجہ ہے۔۔۔“

”کیا وجہ ہے۔۔۔؟“

”یہ کہ یہ تمہارا اپنا جنم ہے۔“

”یہ سب کچھ میں نہیں جانتا۔“

”میں تمہیں بتاؤں گی کیونکہ میں ہزاروں سال سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“

”تم مجھے ایک بات بتاؤ۔ کیا تم انسان ہو گوشت و پوست کی انسان؟“

”ہاں، میری زندگی میں ایک مکمل وجود ہوں، بس فرق اتنا ہے کہ میں صدیوں سے سوئی نہیں ہوں، میں نے جاگنا سیکھ لیا ہے، وہ جو سو جاتے ہیں خود کو مردہ کہتے ہیں جبکہ وہ مردہ نہیں ہوتے۔ وہ قرار لیتے ہیں اور پھر جاگ جاتے ہیں، لیکن نیند انہیں سب کچھ بھلا دیتی ہے، یہی یہودی عقیدہ ہے، لیکن وہ صرف عقیدہ ہے، میں نے اس راز کو پا لیا ہے، تم مجھے بتاؤ۔۔۔ آخر زندگی۔۔۔ طویل کیوں نہیں ہو سکتی، تاریخ میں دس بیس ہزار سال کیا حیثیت رکھتے ہیں، ہزاروں سال سے موسم بدلتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے طوفان آتے ہیں پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں، پھر انسان خود کو قائم رکھنے کا راز کیوں نہیں پاسکتا، میں نے وہ راز پا لیا ہے اور میں زندہ ہوں۔ میری سب سے بڑی آرزو تمہاری طلب ہے اور میں ہمیشہ سے تمہارے لئے سرگرداں رہی ہوں، تمہیں تلاش کرتی رہی ہوں۔ تمہیں اپنے راستے دکھاتی رہی ہوں، کیا میں تمہیں ان پہاڑوں میں یاد نہیں۔“

”ستاروں والی۔۔۔“

”ہاں، مجھے تمہارا دیا ہوا یہ نام پسند ہے۔“

”لیکن تم نے اتنا سفر کیسے کیا۔۔۔؟“

وہ مسکراتی پھر بولی۔ ”روح آزاد ہوتی ہے۔۔۔ فاصلے اس کے لئے بے اثر۔“

”روح۔۔۔ مگر تم تو روح کی قائل ہی نہیں ہو۔“

”نہیں۔۔۔ روح ذات میں چھپا ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں تم سوچ کا ہر نقش تلاش کر سکتے ہو۔ مگر تم یہ سب نہیں جانتے۔ جب میں تمہیں حیات ابدی بخش دوں گی تو ان تمام رموز سے آشنا کروں گی یہ وعدہ ہے۔“

”لیکن جس شے کی حقیقت ہی نہ جانی جاسکے اس پر یقین کیسے کر لیا جائے۔“

وہ سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اس طرح گم صم ہو گئی جیسے سو گئی ہو۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کا حسن دل میں اترتا تھا۔ وہ اس قدر جاذب نگاہ تھی کہ مجھ جیسا خشک انسان اس پر سے نگاہ ہٹانے کا مجاز

”کیلی کریش۔۔۔“ آواز پھر ابھری۔ ”جواب نہیں دو گے؟“ سفید ہاتھ کچھ آگے بڑھا اور پھر سفید لباس میں ملبوس ایک جسم اس جگہ سے برآمد ہوا۔ خوشبوؤں میں بسا نرم و دلاویز جسم جس سے شعاعیں چمک رہی تھیں۔ سیاہ گھٹاؤں جیسے بل گھٹاؤں ہی کی طرح اٹھ پڑ رہے تھے۔ دو آنکھیں۔۔۔ روشناس آنکھیں نقاب کے پیچھے سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ہاں یہ آنکھیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”ستاروں والی۔۔۔“

میرے ان الفاظ پر وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ ”خوب نام دیا تم نے مجھے۔۔۔ ستاروں والی۔۔۔“

”تم وہی ہو نا۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔ میں وہی ہوں۔“

”تم یہاں رہتی ہو۔۔۔؟ اور کیا تم ہی کور کی ملکہ آشا ہو۔۔۔؟“ میرے منہ سے استعجاب کے عالم میں نکلا۔

”ہاں۔۔۔ میں ہی ہوں۔“

”لیکن تم۔۔۔؟“

”بیٹھ جاؤ۔۔۔ کیا مجھ سے خوفزدہ ہو۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔۔۔“ میں نے کہا اور ایک پتھر کی سل پر بیٹھ گیا۔

”کیا آج بھی تمہارے دل میں میری محبت نہیں جاگی۔۔۔؟ کیا تم اب بھی کسی دوسری سے محبت کرتے ہو۔۔۔؟“

”دوسری۔۔۔؟“

”ہاں، مجھے بتاؤ۔۔۔ اور اس روشنی کو دیکھو، یہ خوش رنگ ہے، لیکن اگر تم نے مجھ سے جھوٹ کہا تو یہ بد نما ہو جائے گی۔“

”میں جھوٹ نہیں بولتا۔ کیونکہ جھوٹ خوف کی علامت ہوتا ہے اور میں شاید کسی سے نہیں ڈرتا۔“

”یہی مرد کی شمن ہے اس کا بدن گھوڑے کی طرح سڈول اور دل شیر جیسا ہو، تم نے دوسری عورت کے بارے میں نہیں بتایا۔“

”کون دوسری عورت۔۔۔“

”ایمارتس۔۔۔ جس نے میری حیات پر قبضہ جما لیا تھا۔“

”میں کسی امارتس کو نہیں جانتا۔۔۔“

”زمانہ قدیم میں وہ تمہاری بیوی تھی۔“

”ایسی کوئی عورت میری زندگی میں نہیں ہے۔“

تمہیں ناگوار گزرے۔“

وہ شاید مسکرائی تھی اس کا اظہار بھی اس کی آنکھوں سے ہی ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا: ”تم نے دیویوں اور دیوتاؤں کے حسن کے بارے میں سنا ہے، تمہیں یونانی اساطیرس یاد ہیں، میرا حسن بھی وہی ہے جسے دیکھ کر اکیتون ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا اور پھر اس نے پوری عمر گریہ و زاری میں گنوا دی تھی، مجھے دیکھو کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔“

اس کے مٹھلیں ہاتھ نقاب کی جانب بڑھے اور اس نے گھٹاؤں جیسے بالوں سے نقاب کی گرہیں کھولنا شروع کر دیں، یونانی لگا جیسے چاند گرے بادلوں سے نکل رہا ہو۔ ایسے سبک نقوش کہ یقین نہ آئے، میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

وہ مسکرا رہی تھی، پھر اس نے نقاب چہرے پر درست کی اور بولی۔ ”کیا امینا ترس مجھ سے زیادہ حسین تھی؟“

”وہ مجھے یاد نہیں۔“

”میں تمہیں اسے بھی دکھاؤں گی۔۔۔ اس کا جسم میں نے حوط کر کے رکھا ہے۔“

”تم سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ بت سے رموز سے آشنا ہوا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے خود کو یاد کرنے کا موقع دو گی۔ بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ مجھے ماضی کے جال میں نہ الجھاؤ۔۔۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔“

”خدام تجھے میرے قاتل بتائیں گے اور میں ان لحات کا انتظار کروں گی جب صدیوں کی پیاس بجھ جائے گی۔“ اس نے کہا، پھر نقاب اپنے چہرے پر درست کر لیا اور آہستہ سے تلی بجائی کچھ خلعتیں اندر آگئی تھیں۔

”کیلی کرش کو آرام گاہ میں لے جاؤ۔۔۔“

”ایک اجازت چاہتا ہوں۔۔۔“

”کہو۔۔۔“

”میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔“

”تمہارا مقام ان سے مختلف ہے، یہ ممکن ہے کہ بعد میں انہیں تمہارے خدام کا درجہ دیدوں ابھی مناسب نہ ہو گا۔“

”یہ تمہارا حکم ہے۔۔۔؟“ میں نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ مجبوری۔“

”اوہ، مجبوری۔۔۔ اور اس کے بعد تم کہہ رہی تھیں عورت اپنے محبوب کی محکوم رہ کر خوش رہ سکتی ہے۔“

وہ حیران رہ گئی مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”تم ان سے مل سکو گے، دن کی روشنی میں تم

نہیں تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور یوں مجھے دیکھنے لگی جیسے میں اسے یاد ہی نہ ہوں۔ کچھ لمحے حیرانی سے مجھے دیکھتی رہی پھر جیسے اسے جھٹکا سا لگا ہو۔

”ہاں، حقیقت جلنے کے لئے ہوتی ہے اور سوئے ہوئے تو بھول ہی جاتے ہیں، لیکن تمہارا جانتا ضروری ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔“ اس نے کہا اور اٹھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا لمس بھی قیامت خیز تھا وہ مجھے ساتھ لئے اس دوسرے حصے میں داخل ہو گئی۔ یہ جگہ بھی اپنی مثال آپ تھی کسی شے کا تذکرہ کرو تو وقت گزر جائے۔ اس نے ایک چھوٹے سے تلاب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس میں تمام حقیقتیں پوشیدہ ہیں سوچو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ دیکھو کیا یہ تمہارا ہی عکس ہے۔“

میں نے ساکن پانی میں جھانکا۔ عکس میرا تھا لیکن لباس مختلف۔۔۔ وہ میں ہی تھا لیکن۔۔۔

”یہ تم ہو۔۔۔ اور دیکھو۔۔۔ یہ ہمارا وطن ہے، میرا تعلق عرب سے ہے اور میرا شجرہ یاراب سے ملتا ہے۔ خاقان کے بیٹے یاراب سے میں اوزل میں پیدا ہوئی تھی جو یمن کا ایک شہر تھا۔ یہاں سے ہی میری زندگی کے سفر کا آغاز ہوا۔ دیکھتے رہو۔۔۔ یہ یونان ہے اور یہ یروٹلم تمہیں یاد ہے۔ وہ معبد۔۔۔ جہاں خدائے واحد کی عبادت ہوتی ہے اور تمہیں ہیروڈ کا معبد بھی یاد ہو گا۔ آہ کتنی گہری نیند سو گئے تھے تم اور میں نے کس مشکل سے تمہیں پایا ہے۔ اس وقت جب تم برف زاروں میں بھٹک رہے تھے۔ میں نے تمہیں پایا ہے۔ پھر ان غاروں میں جہاں تم مشکل وقت گزار رہے تھے، پھر تم نے میری جانب سفر شروع کیا۔ کتنی بے چین تھی میں تمہارے لئے۔“

”اب میں یہاں آ گیا ہوں، مجھے کیا کرنا ہے۔۔۔“

”ایک سوال پوچھو۔۔۔؟“

”اجازت کی ضرورت ہے۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔“

”کیوں، تم ملکہ ہو۔۔۔ مطلق العنان ہو۔ حالات اور ماحول پر قادر ہو۔“

”بیشک۔۔۔ لیکن عورت ہوں۔“

”تو پھر۔۔۔؟“

”محبوبیت جس کا زیور، محبوبیت جس کا مان ہے، وہ اپنے محبوب کی محکوم رہ کر ہی خوش رہتی ہے۔“

”سوال کیا ہے۔۔۔“

”تم نے مجھے دیکھنے کی خواہش کیوں نہیں کی؟“

”شاید اس لئے کہ ابھی تک خود کو تمہارا محکوم سمجھ رہا ہوں، وہ کیسے کہہ سکتا ہوں جو

ان کے پاس جا سکو گے، لیکن ابھی ایسا نہ کرو۔۔۔۔۔“  
 ”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور پھر مجھے میری آرام گاہ پہنچا دیا گیا۔ قیمتی مسری پر لیٹ کر میں غور کرنے لگا۔ اس کی سنائی ہوئی داستان پر بھی خود پر بھی۔ یہ طلسم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، لیکن۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دل میں اتر گئی تھی۔ ایسا حسن کبھی نہ دیکھا تھا۔ ایسی کمائی نہ سنی تھی۔ پھر ایک دم میں نے خود کو سنبھالا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ یہ کیسا۔۔۔ حماقت ہے۔ میں اپنے لئے تو یہاں نہیں آیا ہوں۔ وہ تو میرے ہیا کی پسند ہے۔ مجھے اس سے متاثر نہیں ہونا چاہئے لیکن۔۔۔ وہ میرا دم بھر رہی ہے۔ وہ یہ سب کچھ میرے بارے میں کہہ رہی ہے۔ نہیں۔۔۔ وہ ہیا کی امانت ہے۔ مجھے اس کا کوئی حل نکالنا ہو گا۔ کوئی ایسا حل جس سے یہ مشکل حل ہو جائے۔

خوب وقت گزر گیا، میں بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ دفعہً میری نظر سامنے پڑی، پتھرلی دیوار میں ایک گول دائرہ نظر آ رہا تھا۔ یہاں ان دیواروں میں بیچ در بیچ سرنگیں پھیلی ہوئی تھیں، راستے نبھانے کہاں سے کہاں نکلتے تھے، میرے لئے تو اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔ نبھانے یہ سوراخ کیسا ہے؟ غالباً کسی عاری کا راستہ۔ میرے ذہن میں تجسس جاگا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ خاصاً تنگ دہانہ تھا، لیکن نبھانے کیوں مجھے خاصاً خطرناک محسوس ہوا؟ یہ بھی سوچ رہا تھا میں کہ وہ خفیہ راستہ میری خواب گاہ تک آتا ہے، اس قسم کے راستے سے یہاں کے مقامی لوگ تو پا آسانی آ جاسکتے تھے، شاید یہ میری دیکھ بھال کے لئے ہو۔۔۔ لیکن میں بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکا، اور یہ جاننے کے لئے بے قرار ہو گیا کہ یہ راستہ کہاں تک جاتا ہے، چنانچہ میں اس سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑے سے فاصلے پر پتھروں سے بنی ہوئی ایک سیڑھی تھی جو نیچے کی جانب جاتی تھی۔ سیڑھیوں کے خاتمے پر ایک اور راستہ تھا جسے سرنگ کہنا زیادہ مناسب ہو گا یہ سرنگ اس گیلری کے بالکل نیچے سے گزرتی تھی جس سے گزر کر میں ملکہ کے پاس گیا تھا۔ بہر حال میں سرنگ میں داخل ہو گیا، ہو کا عالم، قبرستان جیسی خاموشی، لیکن میرے اندر تجسس کا ایک طوفان برپا تھا، یہ سرنگ کہاں جاتی ہے، نبھانے کیوں یہ تصور میرے دل میں بیدار ہو گیا تھا کہ میں اس کے بارے میں معلومات کروں، چنانچہ میں آہستہ آہستہ سرنگ میں چلتا رہا، تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر دائیں جانب ایک اور راستہ نکلتا تھا، یہاں بہت مدہم روشنی تھی، یہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی اس کا مرکز کسی طور نظر نہیں آتا تھا لیکن بہر حال روشنی اتنی تھی کہ اس میں آگے قدم بڑھائے جا سکیں میں آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھتا رہا کہ کہیں قدموں کی چاپ نہ پیدا ہو۔ یہ خوف بھی تھا کہ اگر کہیں ان بھول خلیوں میں راستہ بھول گیا تو واپسی میں مشکل ہو جائے گی اور میرا اپنی خواب گاہ میں موجود نہ ہونا، نبھانے کن مشکلات کا باعث بن جائے، بہر حال آگے بڑھتا رہا پھر تھوڑا سا اور آگے چلا تھا کہ اسی طرح

کی ایک روشنی نظر آئی، جیسے کسی غار کے دہانے سے فلز رنگ ہو رہی ہو میں آہستہ آہستہ اس روشنی کی جانب بڑھا، یہ بھی خوف تھا کہ قدموں کے نیچے کوئی گڑھا نہ آجائے۔ چنانچہ ایک ایک قدم پوری مضبوطی کے ساتھ اٹھا رہا تھا، کوئی تیس قدم کا فاصلہ طے کر کے میں اس روشنی کے قریب پہنچ گیا۔ روشنی ایک سوراخ کے اندر سے آ رہی تھی اور اس کا ایک عجیب سا انداز تھا۔ میں نے احتیاط کے ساتھ جھانک کر اندر دیکھا تو ایک عظیم الشان غار نظر آیا۔ بڑا سا غار اپنی ساخت کے اعتبار سے مقبرے جیسی حیثیت رکھتا تھا اس کے وسط میں بغیر دھوپ والی سفید رنگ کی آگ روشن تھی۔ بائیں طرف پتھر کی ایک چوڑی سل جو چوڑے نما تھی اور بہت وسعت میں پھیلی ہوئی تھی نظر آ رہی تھی چوڑے کے سامنے مجھے ایک عورت کا سلیہ محسوس ہوا اس کی پشت میری جانب تھی، میں غور سے اسے دیکھنے لگا اس نے سیاہ رنگ کا ایک چنڈ پن رکھا تھا اور ساکت و جلد کھڑی ہوئی تھی، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بغور دیکھ رہی ہے۔۔۔۔

میں اسے دیکھتا رہا، پھر اس کا رخ بدلا اور میں ایک دم چونک پڑا۔ وہ آٹھائی تھی اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کچھ اس انداز میں جنبش کر رہی تھی جیسے کسی کرب کا شکار ہو لیکن اس انداز میں بھی وہ بے پناہ حسین لگ رہی تھی۔ اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو کیا ہو گا، لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہے۔ تجسس اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں غیر اختیاری طور پر غار کے اس دہانے کے اندر داخل ہو گیا، لیکن اسے میرے قدموں کی چاپ محسوس نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور مجھے ایک ایسا ابھرا ہوا پتھر نظر آیا جس کے عقب میں، میں اپنے آپ کو پوشیدہ کر سکتا تھا، پھر میں نے خود کو پوشیدہ کر لیا اور اب ذرا اور مناسب انداز میں غار کا جائزہ لینے لگا۔

چٹان سے بنے ہوئے چوڑے پلیٹ فارم پر مجھے پتھروں کی قد آدم سلیں نظر آئیں بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لاتعداد قبریں ہوں جو ایک پلیٹ فارم پر بکھری ہوئی ہوں، لیکن ان قبروں میں مردے اندر نہیں باہر تھے، تقریباً دس یا بارہ انسانی جسم جو پتھروں کی ان سلوں پر لیٹے ہوئے تھے، ان پر کفن نما کپڑے پڑے ہوئے تھے اور ان کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے، آٹھاب بھی خاموش کھڑی ہونٹوں تو ہونٹوں میں کچھ بدبواہی تھی۔ پھر دفعہً اس نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لئے اور اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔

میری حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، اب اسے کیا ہو گیا، کس مشکل اور کس تکلیف کا شکار ہے یہ حالانکہ مطلق العنان ملکہ تھی سب کچھ اس کے حکم پر ہو رہا تھا اور اس کی پراسرار شخصیت اور پراسرار کمائی میرے علم میں تھی۔ کیا ایسی بھی کوئی بات ہے جس کی وجہ سے اسے رونا پڑ رہا ہو۔۔۔ وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ کہہ رہی تھی اور بے تحاشا روئے جا رہی تھی اس کی آنکھوں سے اشک یوں رواں تھے جیسے برسات کی جھڑی لگی ہو۔۔۔۔ میرا



دل دکھنے لگا اور میرے دل میں نجانے کیوں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ میں آگے بڑھ کر اسے سہارا دوں، لیکن کبھی کبھی جذبات نقصان بھی پہنچا دیتے ہیں، میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا یہ کسی طور مناسب نہیں تھا کہ میں اسے سہارا دینے کی کوشش کرتا۔ البتہ میں نے اس کی آواز سننے کی کوشش کی، وہ کہہ رہی تھی۔

”نہیں نہیں یہ نہیں ہونا چاہئے۔۔۔۔۔ آہ میں کیسے تمہاری زندگی بچاؤں، وہ۔۔۔۔۔ وہ پھر اپنا وہی کھیل کھیل رہے ہیں، لیکن انہیں نہیں معلوم، کہ میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ آہ میں کیا کروں، کیا کموں میں، کس طرح تمہاری زندگی بچاؤں میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے لیکن میں یہ بھی نہیں دیکھ سکتی کہ پتھر کی اس نئی سل پر تمہارا جسد خاکی زندگی سے محروم اس طرح دراز ہو، آہ میں کیا کروں تمہارے لئے۔ دیوتاؤں میری مدد کرو، میرا محبوب میرے پاس ہے لیکن میں اس کی زندگی نہیں بچا سکتی، کیا کروں میں، مجھے کیا کرنا چاہئے۔۔۔۔۔؟“

بہت دیر تک وہ زار و قطار روتی رہی اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خاموشی اختیار کئے رہوں اس جادوگری کی کوئی بات ابھی تک میری سمجھ میں آئی ہوتی تو میں اب بھی یہی کہتا کہ میں ان حالات کو سمجھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ پھر اس نے اپنے آنسو خشک کئے اور وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔۔۔۔۔

میں نے دم سلاہ لیا تھا، وہ اسی راستے سے باہر نکلی تھی جس راستے سے میں اندر داخل ہوا تھا گویا اس غار میں آمد و رفت کا یہی ایک راستہ تھا۔ بہر حال اسے یہاں میری موجودگی کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ وہ غار کے دہانے سے باہر نکل کر تاریکی میں کہیں روپوش ہو گئی اور میں اپنی جگہ سوچوں میں کھڑا رہا۔ کہیں یوں نہ ہو کہ وہ میری تلاش میں میری خواب گاہ تک جائے، مجھے نہ پائے اور اپنے غلاموں کو مستعد کر دے، وہ یہ سمجھے کہ میں یہاں سے فرار ہو گیا ہوں ایسی صورت میں بلاوجہ میرے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں، لیکن اب جو کچھ بھی ہو میں یہاں تک آگیا تھا اور اس جگہ محصور تھا۔ پتہ نہیں اب کیا ہو گا۔۔۔۔۔ لیکن کچھ بھی ہو، یہ معلوم کر کے یہاں سے جاؤں گا کہ پتھروں کی سلوں پر یہ کون ہیں جو کفن میں لپٹے سو رہے ہیں ان سے شناسائی تو حاصل ہو اور اس کے رونے کی وجہ تو پتہ چلے۔۔۔۔۔

جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ یہاں سے جا چکی ہے تو میں اپنی جگہ سے نکل آیا، میرا تجسس مجھے اس چوتھے تک لے گیا، اور میں ان کفن پوشوں کو دیکھنے لگا جن کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے، بالکل زندہ انسانوں کی مانند لیٹے ہوئے تھے، بالآخر میں نے ان میں سے ایک کے چہرے سے سفید کپڑا ہٹایا اور پھر حیرت سے میری آنکھیں اٹل پڑیں۔ یہ میں تھا۔ سو فیصد میں، میرے مکمل نقوش۔۔۔۔۔

میں نے آنکھیں مل مل کر دیکھا، لیکن کوئی شبہ باقی نہ رہا وہ جو کوئی بھی تھا میرا ہم شکل

تھا۔ مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ اس انسانی جسم کو قدیم مصری طریقہ حنوط کے مطابق حنوط کر دیا گیا ہے۔ دیر تک میں اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر کپڑا اس کے چہرے پر برابر کر دیا۔ اس کے بعد میں نے دوسری لاش سے کپڑا ہٹایا اور میرا سر پکڑنے لگا۔ یہ بھی میں ہی تھا، باقی لاشیں بھی سو فیصد میری شکل کی تھیں۔ دیسے تو یہ پورا طلسم خانہ ہی میرے لئے ناقابل یقین تھا، لیکن ان ہم شکلوں نے میرے ذہن کو بری طرح متاثر کیا تھا، یہ سب کیا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، پھر مجھے ایک خللی سل نظر آئی۔ اس کی ہیئت بتاتی تھی کہ اسے حال ہی میں تراش کر یہاں نصب کیا گیا ہے۔ کیا میرے لئے۔۔۔۔۔ اس خیال پر میں مسکرا پڑا۔ شاید ان کے لئے ایسا ممکن نہ ہو۔ یہ اتنا آسان نہ ہو گا۔

اس کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا تھا، لیکن اپنی آرام گاہ میں داخل ہو کر میں دیر تک اپنے ان ہم شکلوں کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

دوسرے دن پنڈت رائے اور میرے دوسرے دوستوں سے میری ملاقات کرائی گئی۔ میں نے ان سے خیریت پوچھی۔ ”ڈوم کے ساتھ ان کا رویہ بے حد خراب ہے، وہ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“ پروفیسر حق نے بتایا۔

”وجہ۔۔۔۔۔؟“

”ہم معلوم ہے۔“

”تم سنو۔۔۔۔۔ تم پر کیا گزر رہی ہے۔“ پنڈت رائے نے پوچھا اور میں نے اسے پوری حقیقت بتا دی۔

”ہے بھگوان۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔“

”نہیں پنڈت رائے، اگر ایسا ہوا تو کور کی کہانی بدل جائے گی۔ جب صدیوں سے زندہ ملکہ کی لاش اہل کور کے سامنے آئے گی، تم لوگ بے فکر رہو۔۔۔۔۔ ہاں، ہیا تو نہیں آیا؟“

”نہیں۔۔۔۔۔“ پنڈت رائے نے فکر مند لہجے میں کہا۔

بہر حال میں اب کسی پریشان خیال میں نہیں الجھا تھا۔ اس حسن و جمال کی ملکہ کے بارے میں شدید تجسس میرے لئے دلکشی کا باعث بھی تھا۔ میری خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا گیا تھا۔

اس شام موت کا ایک خونی کھیل کھیلا گیا۔۔۔۔۔ بیشمار قیدی زنجیروں میں جکڑ کر قربان گاہ پر لائے گئے، ہمیں بھی موت کا یہ کھیل دیکھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ سب سیاہ فام سوتاری تھے، دیہال نے جو میرے قریب موجود تھا، مجھے بتایا۔

”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم پر حملہ کرنے کی جسارت کی تھی، ملکہ انہیں سزا سنار ہی ہے اور دیکھو وہ خدائین ہیں جو ملکہ کے مشیر اور اس کے بعد سب سے بڑا درجہ رکھتے ہیں۔“

یونانی نقوش اور یونانی طرز کے لباسوں میں لباس یہ سلت بارش بوڑھے بڑی پراسرار شکلوں کے مالک تھے۔ پھر ہسیا نمودار ہوئی، وہی کرد فروری شان۔۔۔ اس کا چہرہ نقاب میں ڈھکا ہوا تھا، پایہ جولان قیدی تعظیم کے لئے جھکے تو ملکہ کی بارعب آواز گونجی۔

”نہیں۔۔۔ سیدھے کھڑے رہو۔۔۔ اس مصنوعی تعظیم کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم سرکش کرتے ہو اور میں تمہیں سزا دیتی ہوں، کیلی کرش یہ وہ سرکش ہیں جنہوں نے تم پر حملے کی جسارت کی اور اب انہیں اس جسارت کی سزا مل رہی ہے۔ یہ کتے اور سانپ ہیں جو ہمارے قریب رہ رہے ہیں، لیکن ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور بہت جلد یہ آٹے میں نمک رہ جائیں گے، یہ جانتے ہیں کہ میری حکم عدولی کی سزا موت ہے لیکن صدیاں گزر گئیں ان کے اندر گناہ کے یہ جراثیم ختم نہیں ہوئے اور میں جانتی ہوں کہ یہ کبھی ختم نہ ہوں گے کیونکہ یہ گناہ گار نسل ہے۔“

پورے ماحول پر خوف کے سائے پھیلے ہوئے تھے، قیدیوں کی زبانیں خاموش تھیں لیکن ان کی آنکھیں زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں، میں نے دبی زبان سے کہا۔

”اگر میں انہیں معاف کر دوں تو۔۔“

”نہیں کیلی کرش، یہ خودی درندے ہیں، اگر ان پر رحم کیا گیا تو یہ اور سرکش کریں گے۔ ان پر موت نازل کرنے کا کوئی موقع نہیں۔۔۔ گنواٹا چاہئے۔ ورنہ ان کی سرکش ہمارے لئے خطرناک ہو جائے گی۔“

اس وقت وہ رات سے بالکل مختلف تھی اور ایک پر جلال ملکہ نظر آ رہی تھی۔

پھر موت کا خونیں کھیل کھیلایا گیا۔ ان تمام لوگوں کو جانوروں کی طرح ذبح کر دیا گیا اور قرین گلہ میں خون کی کیچڑ پھیل گئی۔ ہم سب بری طرح کھد کا شکار ہو گئے تھے۔ اس وقت تمام معمولات سے فارغ ہو کر جب میں اپنی آرام گلہ میں مسری پر دراز تھا تو میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ خونیں ملکہ کے مقاصد تو اس کی خواہش کے مطابق پورے ہو رہے تھے لیکن ہمیں ابھی کوئی راستہ نہیں نظر آ رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے ہم اس کی خواہش کے مطابق اس خونیں جال میں آ پھنسے ہوں اور ہمارے راستے مسدود ہو گئے ہوں۔ آخر ہم ان کے خلاف کیا کر سکیں گے۔ وہ کون سا ذریعہ ہو گا جس سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ بظاہر تو کچھ نہیں تھا، کوئی راستہ نہیں تھا، تبھی مجھے اپنی بغل میں سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میں اس لمس کو پہچاننے لگا۔

”ہیائے۔۔۔!“ میں نے وفور مسرت سے کہا۔ اور وہ مسکرا کر میرے سینے پر آ بیٹھا، میں نے کہا۔

”ہاں ہیائے۔۔۔ شاید تمہیں۔۔“

”سب ٹھیک ہے ماہر۔۔۔ ہماری کامیابی ہم سے دور نہیں ہے، میں نے بہت کچھ معلوم کر لیا ہے، بس اب تمہوڑا سا کام باقی ہے۔“ اس نے براہمنو لہجے میں کہا۔

ہیا کے ان چند الفاظ نے میرے دل سے تمام وسوسے ختم کر دیئے۔ میں نے اسے فخر و مسرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے تم بہت کچھ کرتے رہے ہو۔“

”کیا میں نہ کرتا۔ ہم یہاں قیام کرنے تو نہیں آئے، ہمیں اپنا مشن پورا کر کے یہاں سے جانا ہے۔“

”تم اس دور ان کیا کرتے رہے ہو؟“

”اس طلسمی زمین کے بارے میں معلومات۔“

”کچھ معلوم کیا؟“

”بہت کچھ۔“

”مثلاً؟“

”یونان قدیم میں، جب دیوتوں کے قبیلے آپس ہی میں دست درگبیل ہو رہے تھے۔ اچب ایگا سمون اور اوڈیسوس کے درمیان جنگ جاری تھی اس وقت حکمت عملی کی دیوی اینہنا نے ہیفائٹس کی زندگی بچانے کے لئے اسے کسی دوسری زمین میں جا کر آبلو ہونے کا مشورہ دیا اور جوہلیا کو جو عقل کی دیوی تھی ہیفائٹس کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی۔ سو ایک بڑا جہاز انہیں لے کر چل پڑا اور وہ سمندر کے راستے یہاں پہنچے پھر انہیں سوتاریوں سے جنگ کرنی پڑی جو یہاں کے اصل باشندے تھے سوتاریوں نے ان کا جینا حرام کر دیا اور انہیں ساحل سے دور اپنے جہاز میں پناہ لینی پڑی۔ لیکن سوتاری آگ کے بارے میں نہیں جانتے تھے جس کا اندازہ جوہلیا کو ہو گیا۔ عقل کی دیوی نے جنگوں میں آگ لگوا دی اور تاری اس آگ میں جھلس گئے جو زندہ بچے وہ دور بھاگ گئے۔ لیکن آگ ان کا پیچھا کرتی رہی اور پناہ کے راستے بند ہو گئے۔ ایسے وقت میں جوہلیا نے جو بعد میں ہسیا یا آشا کے نام سے پکاری گئی، انہیں پناہ کی پیشکش کی اور ان پر رحم کر کے اس آگ کو سمیٹ لیا جو لب تک روشن مینار کی شکل میں جل رہی ہے۔ انہیں خدمت اور اطاعت کا پابند کر کے کور تعمیر کرایا گیا اور نواح کے جنگل آبلو کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ وہ آگ کی دیوی اور طلسمی ملکہ کہلاتی ہے اور سوتاریوں کی تسلیں اسے زندہ دیکھتی ہیں۔ وہ مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن ملکہ ہسیا اس وقت سے زندہ ہے۔ امباگاسی کہتا ہے کہ جس دن یہ روشن مینار

پھول کھلا تھا وہ کسی اور کی امانت تھا اور کسی اور کی بھی نہیں میرے ہیا کی، میرے وجود کی تکمیل جس سے ہوتی تھی تو بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ میں ہیا کے راستے کی رکاوٹ بنوں میں اپنی پسند کا یہ پھول اسے دے دوں گا اب یہ وہی سمجھے کہ زندگی کا آئندہ لائحہ عمل وہ کیا متعین کرتا ہے، سو پھر نیند آگئی اور دوسرا دن معمول کے مطابق، مجھے آشنائے طلب کر لیا تھا وہ اپنی عیش گاہ میں موجود تھی اور اپنے تمام تر حسن و جمال کی رعنائیوں کے ساتھ میری منتظر، مجھے دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کلی کریش، میری زندگی کے مالک، ممکن ہے تم ابھی تک حیران ہو کہ تم مجھے کب اپنا کہہ سکو گے اور ہم کب صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے ہو سکیں گے تو میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں بھی میری ہی طرح بننا پڑے گا، تم مجھے غیر فانی تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ بات تم بھی جان چکے ہو کہ میں صدیوں سے زندہ ہوں اور تمہاری محبت سے سرشار۔ ہاں میرا بننے کے لئے تمہیں میری ہی طرح ہونا ہو گا۔ ہمارا روپ کسی اور شکل میں ممکن نہیں، کیوں کہ ہمارے درمیان اختلاف ہے اس وقت اگر ہم ایک ہونا بھی چاہیں تو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ میرے حسن کی آگ تمہیں خاکستر کر دے گی تم اپنی ان آنکھوں سے دیر تک میری طرف دیکھ بھی نہیں سکتے تمہاری آنکھیں چند حیا جائیں گی اور ان میں درد ہونے لگے گا۔ خیر میری بات غور سے سنو، ہم آج شام یعنی سورج غروب ہونے سے کوئی ایک گھنٹے کے بعد یا پھر کل صبح یا اس میں تھوڑی بہت ترمیم بھی ہو سکتی ہے، یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ہماری روانگی کا انحصار دراصل موسم کے ٹھیک ہونے پر ہے اور پھر ہم ایک ایسے مقام پر پہنچیں گے جہاں زندگی کو دوام ہے وہاں تم آگ میں غسل کرو گے اور کندن بن جاؤ گے اور اس کے بعد ہم تم کیجا ہو جائیں گے اور میں تمہیں اپنی زندگی کا مالک کہہ سکوں گی۔“

میں اس کی باتیں سن رہا تھا، میرے ذہن میں تو کچھ اور ہی خیالات تھے، لیکن عقل کا تقاضا تھا کہ اپنے ان خیالات کو اپنے دماغ کے خول میں قید رکھوں، دیے بھی اس جلاوگر ملکہ سے یہ بعید نہیں تھا کہ وہ میرے احساسات کو پڑھ لے اس نے غالباً میری اس سوچ کا مطلب کچھ اور ہی سمجھا اور کہنے لگی۔

”لیکن تمہیں فکر نہ ہونی چاہئے، اب تو میں تمہاری سرپرست اور محافظ ہوں، بہرحال ہم آگے چل کر زندگی کے ایسے ایسے سفر طے کریں گے کہ شاید تم تصور بھی نہ کر سکو۔“

”وہ کیا ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ خاموشی سے کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر بولی۔

”انسان جن چیزوں کو پسند کرتا ہے کیا ان کی مثال پانی پر تیرتے ہوئے بلبلوں کی سی نہیں ہوتی؟ انسان جو نئی انہیں پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے وہ دوبارہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری خواہشات بھی تو لامحدود اور لامتناہی ہیں، کیا ہم زندگی بھر ان خواہشات کے

تاریک ہو جائے گا وہ جیسا کہ آخری دن ہو گا۔ پھر سوتاریوں کی زندگی اور آزادی کا سورج چمکے گا۔“

”امبا گاسی کون ہے؟“

سوتاری وچ ڈاکٹر۔ لاتعداد سوتاریوں کا رہنما۔ ان کا دیوتا۔ سوتاری ان سے بے پندہ نفرت کرتے ہیں کیونکہ صدیوں سے ان پر ظلم کیا جا رہا ہے۔“

میں بہت دیر تک اس داستان پر غور کرتا رہا۔ اور میں نے کہا۔ ”اب ہم کیا کریں گے۔“

”کوئی راستہ تلاش کریں گے۔“

”کیسا راستہ؟“

”اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بلاخر ہم ستاروں والی کو یہاں سے لے جائیں گے۔“

”ملکہ جیسا کو؟“

”ہاں۔ وہ ہماری ہے۔“

”لیکن....؟“

”نہیں ماہر ہماری یہاں آمد کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ جیسے بھی بن پڑا۔ وہ ہمارے ساتھ جائے گی۔“

میں خاموش ہو گیا۔ ہیا سے وہ نہیں کہہ سکتا تھا جو میرے دل میں تھا، ہیا نے کہا۔

”تم پر سکون رہو۔ اور صرف اپنی اور دوسروں کی زندگی کی حفاظت کرو۔ مجھے میرا کام کرنے دو۔“

”ٹھیک ہے ہیا۔ مگر تم اپنا خیال رکھنا۔“ میں نے کہا اور ہیا مسکراتے لگا، پھر بولا۔

”جس دن میں مر گیا تم بھی مر جاؤ گے ماہر۔ اور جب تم مر جاؤ گے تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں رہے گی۔ اس لئے میری طرف سے بے فکر رہا کرو۔“

ہیا کی یہ منطق میرے دل کو بھائی تھی اور اس نے واقعی ایک بار پھر مجھے مطمئن کر دیا تھا پھر ہیا چلا گیا اور میرے ذہن میں بہت سے خیالات چھوڑ گیا، مطلب یہ کہ وہ ستاروں والی کو چاہتا تھا اور اس کے حصول کا خواہاں تھا وہ اس کے لئے پراعتماد بھی تھا لیکن ستاروں والی نے میرے دل کے دروازے پر بھی دستک دی تھی اور اب جب ہیا مجھے حاصل ہو چکا تھا اور جیسا کہ میں نے ان لڑکیوں سے کہا تھا کہ میں نے کبھی اس راستے پر قدم بڑھانے کے بارے میں نہیں سوچا جس میں حسن و عشق کے پھول کھلے ہوتے ہیں، چونکہ میرا ہیا میرے ساتھ نہیں ہے، ہاں اگر کبھی ہیا مجھے حاصل ہو گیا اور زندگی میں سکون پایا تو شاید میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محبت کی دستک بھی محسوس کروں اور اب ایسا ہی ہوا تھا لیکن دل میں نہ

سراب میں نہیں جھکتے رہتے، ہماری خواہشات اصل میں دو متوازی خطوط ہوتے ہیں جو آپس میں کبھی نہیں ملتے اور پھر خواہشات کا صحرا تو ایسا ہے جہاں سایہ دیوار بھی نہیں ہوتا کہ انسان بے بھر کے لئے سستا ہی سکے، کیا کسی شے سے انسان کا دل بھرا ہے جو اس کی طلب ہو؟ کیا کسی بھی مقام پر انسان کے اندر اپنی طلب سے نفرت پیدا ہوتی ہے کیسی؟ حال علم و آگہی کا ہے، دانائی کی کوئی حد نہیں، ہم جتنا زیادہ جانتے ہیں ہمیں اس قدر اپنی جہالت کا زیادہ احساس ہونے لگتا ہے ہم ہزاروں برس بھی زندہ رہیں تو کیا ہم سورج کے ارادوں سے واقف ہو سکیں گے یا سورج کے پرے فضائے بسیط کے رازوں سے آگہی حاصل کر سکیں گے، یا کبھی ہم اس قاتل ہو سکیں گے کہ ہم ٹٹماتے ہوئے ستاروں کے بارے میں اعکشاف کر سکیں گے یا اس ہاتھ کو ڈھونڈ لیں جس نے ان ستاروں کو فضائے بسیط میں لٹکا رکھا ہے بتاؤ ہماری روز افزوں بڑھتی ہوئی بصیرت ہمارے شعور کے لئے تکلیف دہ نہیں ہے ہمیں ہر روز یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا جسم اور ہماری روح دونوں اندر سے خالی اور کھوکھلی ہیں ان حالات میں ہزاروں برس جینے کی آرزو پانی پر تیرتے ہوئے بلبلوں سے زیادہ اور کیا حقیقت رکھتی ہے، لیکن انسان اپنے اندر یہ خواہش رکھتا ہے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ جو سوچتا ہے وہ حاصل نہیں کر سکتا۔

”تمہاری یہ باتیں تو غوغا تمہارے اپنے وجود کی نفی کرتی ہیں۔“

”نہیں کیلی کریش نہیں، یہ صرف سوچنے کا فرق ہے، میں اس لئے دوسروں سے مختلف ہوں کہ میں زندگی کے وہ تمام راز تو نہیں پاسکی۔ لیکن کم از کم اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں اپنی زندگی کو طویل ترین بنا سکی ہوں اور یہ میں سمجھتی ہوں کہ میری بہت بڑی کامیابی ہے۔“ وہ جو کچھ بھی کہتی تھی اس کے بارے میں بہت سے اختلافات میرے ذہن میں ابھرتے تھے، لیکن عقل کا کہنا تھا کہ ان اختلافات کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ بہر حال اس کے ساتھ لحاظ دیتے رہے، پھر اس نے مجھے پیشکش کی کہ ہم سیر و سیاحت کے لئے چلیں گے، بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا میں تو وقت گزار رہا تھا۔ چنانچہ تمام انتظامات ہو گئے اور اس کے بعد ہم اس سفر کے لئے مکمل تیار ہو گئے۔

جیسا نے اک سیاہ رنگ کا بڑا سا چنچہ پہن رکھا تھا۔ ہم مرکزی غار سے ہوتے ہوئے باہر نکل آئے۔ ہر طرف دن کی چندار روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ غار کے دروازے پر صرف ایک ہی پاکی کھڑی تھی اس کے ساتھ چھ کمار تھے، یہ کمار بھی آشا کے دوسرے غلاموں کی طرح گونگے اور بہرے تھے اس نے مجھے پیشکش کی کہ میں اس کے ساتھ پاکی میں سفر کروں لیکن میں نے کہا۔

”انسانوں پر انسانوں کی سواری مجھے پسند نہیں ہے میں پیدل ہی چلنا چاہوں گا۔“

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ بہر حال ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ تھوڑا سا سفر طے

کرنے کے بعد ہم جمیل کے کنارے پہنچے۔ اطراف میں بکھرا ہوا منظر حیران کن تھا، کور کے قدیم لوگوں نے اپنے دارالخلافے کے لئے بڑی مناسب جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ نجلے انسانوں نے اس شہر کی تیاری میں کتنی محنت اور مہارت صرف کی ہوگی بلاشبہ یہ ان کے فن کا نادر نمونہ تھا، کوئی بھی سیاح ان مناظر کو دیکھ کر ان کے فن کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ راستہ جس سے گزر کر ہم آئے تھے ان لوگوں کی ذہانت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کور کے کھلے اور سرسبز دشتلاب میدان میں یہ میری پہلی شام تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا کے معطر جمعوں نے ہمیں بالکل تازہ دم کر دیا تھا۔ کور کے کھنڈرات کے بارے میں مختصر معلومات جو فراہم ہوئی تھیں وہ بالکل صحیح تھیں، گو ہم قدرے فاصلے پر تھے لیکن پھر بھی کھنڈرات صاف طور پر اور واضح نظر آ رہے تھے البتہ جوں جوں ہم ان کھنڈرات کی جانب بڑھ رہے تھے کور کے لوگوں کی عظمت میرے دل پر سوار ہوتی جا رہی تھی۔ باہل نیو یا دوسرے قدیم شہروں کے مقابلوں میں یہ شہر کچھ برا نہ تھا، اس کا پھیلاؤ زیادہ سے زیادہ بارہ میل کے رقبے میں ہو گا اصل میں اس شہر کے گرد کوئی فیصل موجود نہیں تھی جس کی مدد سے اس کی صحیح حدود کا اندازہ ہو سکتا۔ اس شہر کے لوگ البتہ بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ تھے۔ کیونکہ یہاں تک پہنچنے کے راستے ناقابل عبور تھے البتہ فن تعمیر میں ان کا اپنا ایک منفرد انداز تھا۔ بڑی بڑی چٹانوں سے پتھر کٹ کر انہیں خوبصورتی سے تراش کر عمارتیں بنائی گئی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ سورج غروب ہو گیا۔

افتح پر پھیلی ہوئی شفق نے شام کی رنگینی میں اضافہ کر دیا تھا اور ہر شے نارنجی ہو گئی تھی۔ ہمارے ارد گرد طرح طرح کی جھاڑیاں تھیں اور ہم ان جھاڑیوں میں سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ تھوڑے فاصلے پر ایک گھٹا جنگل تھا۔ تاہم جنگل میں راستہ تلاش کرنا زیادہ دشوار نہ ہوا کیونکہ راستے کی شناخت کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک خاص قسم کے پتھر لگے ہوئے تھے۔

جہاں تک میری ذاتی رائے کا تعلق تھا، پچھلے ہزاروں سالوں سے شاید ہی اس راستے پر انسانی قدم پہنچے ہوں۔ جنگل میں سے ہوتے ہوئے ہم ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گئے جس کا صرف ایک ستون باقی تھا باقی عمارت کھنڈر میں تبدیل ہو گئی تھی، یہ مندر کی قسم کی عمارت تھی اور کافی رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ستون کی شکل کسی عورت کے مجسمے سے مشابہ تھی، غالباً پرانے معبدوں میں اس قسم کے ستون بنانے کا رواج تھا اور یہ ستون پرانی طرز تعمیر کا نادر شاہکار تھا البتہ دوسرے دن ہم نے یہاں اور بھی بہت سے ستون دیکھے ان کی تعمیر کے بارے میں صحیح وقت کا اندازہ تو پنڈت رائے ہی لگا سکتا تھا مجھے ان ساری چیزوں سے زیادہ نہ دلچسپی تھی اور نہ ان کے بارے میں کوئی معلومات۔ اس مندر سے تھوڑا سا آگے جا کر آشانے پاکی رکوالی اور نیچے اترتے ہوئے بولی۔

”یہاں ایک ایسی خوبصورت جگہ ہے جہاں شب ببری کی جاسکتی ہے۔“  
 کماروں نے وہ جگہ صاف کی جہاں شب ببری کا فیصلہ کیا گیا تھا، پھر وہاں قیام کے بعد  
 کھانے کا بندوبست کیا گیا، بیسیا نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ البتہ اس نے کچھ پھل  
 کھائے اور پانی پی کر گزارہ کیا۔ رفتہ رفتہ چاند طلوع ہونے لگا تھا اور ظلمت شب دور ہوتی جا  
 رہی تھی، ہر طرف چاندنی کا سونا بکھر رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اور تم یہاں کے عجیب و غریب مناظر دیکھ کر کیا محسوس کرو گے یہ میں جانتی ہوں،  
 مجھے اندازہ ہے کہ ایسی جگہ تم نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی ہو گی۔ ہاں اب تم انہی  
 جگہوں پر اپنی زندگی بسر کرو گے۔“

میں چند لمحات خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ”تم کھانا کیوں نہیں کھاؤ گے؟“

”میں....“ وہ مسکراتی پھر بولی۔ ”اب تو میں صرف پھلوں پر گزارہ کرتی ہوں لیکن کیلی  
 کرش جب تم بھی حیات جاوداں کے عمل سے گزر جاؤ گے تو پھر تمہیں بھی اس قسم کے  
 کھانے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ پھر تم بھی صرف پھل کھایا کرو گے لیکن یہ سب کچھ  
 اس وقت ممکن ہو گا جب تم آگ میں غسل کر چکو گے کبھی میں بھی جانوروں کی طرح  
 گوشت ہی کھایا کرتی تھی لیکن یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ آؤ اب میں تمہیں باہر کی سیر  
 کراؤں۔ میں تمہیں کور کا سب سے بڑا معبد دکھاؤں گی، جہاں لوگ خدائے واحد کی پرستش  
 کیا کرتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے، پورا ماحول اس قدر پرہیزگاری تھا  
 کہ مجھے اپنی آواز سے بھی خوف لگ رہا تھا۔ ہر طرف موت کی سی خاموشی طاری تھی اور  
 سانسوں کی بازگشت دور تک سنی جاسکتی تھی۔ چاندنی میں مندر کے ستون اور دیواریں  
 قدرے زردی مائل نظر آ رہی تھیں، کور کے کھنڈرات میں چاندنی میں نہایت ایک انوکھا تجربہ  
 تھا اور اس تصور نے ہی مجھے ایک عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا میں نے سوچا کہ نجانے  
 کتنے چاند اس شہر میں چمکے ہوں گے جب یہاں زندگی رواں دواں ہو گی اور پھر نجانے کتنے  
 چاندوں نے اس شہر کے کھنڈرات کو جھانکا ہو گا۔

میں اس منظر میں کھویا رہا کچھ دیر کے بعد بیسیا کی آمد نے میرے تصورات کے تسلسل  
 کو توڑ دیا۔

”دوہر آؤ میں تمہیں پتھروں کے بنے ہوئے پھول دکھاتی ہوں۔“

پھر جواب کا انتظار کئے بغیر وہ ایک ستون کی جانب بڑھ گئی۔ ان پھولوں کا شمار بھی  
 عجائبات میں ہوتا تھا میں انہیں دیکھ کر دنگ رہ گیا، ذرا آگے بڑھا تو اپنے سامنے ایک مجسمہ  
 پایا۔ یہ ایک عورت کا مجسمہ تھا، جو اپنے ہاتھ اس انداز میں پھیلائے کھڑی تھی جیسے وہ کسی  
 سے بغل گیر ہونا چاہتی ہو۔

”یہ کون ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”کیا تم خود اندازہ نہیں لگا سکتے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔ ”تمہاری قوت تخیل کو کیا ہوا؟ یہ  
 سچائی کا مجسمہ ہے جو دنیا کے لوگوں کو اپنی جانب بلا رہا ہے کہ ادھر آؤ اور مجھے آشکارا کر  
 دو۔“

مجسمے کے نیچے ایک عجیب سے رسم الخط میں کوئی عبارت درج تھی۔ وہ مسکرا کر میری  
 جانب دیکھنے لگی، پھر اس نے کہا۔

”لکھا ہے کیا دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے چہرے سے گھونگھٹ  
 اٹھائے اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ جو شخص بھی میرا گھونگھٹ اٹھائے گا، میں اسے امن دوں  
 گی اور اس کے لئے سچائی و صداقت کا ماحول پیدا کروں گی۔۔۔ اور وہ جو میری تلاش میں  
 مارے مارے پھرتے ہیں کلن کھول کر سن لیں کہ میں کنواری ہوں اور اب تک کنواری رہوں  
 گی دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو میرا گھونگھٹ اٹھائے۔“

”سنا تم نے یہ سچائی ہے اور یہ سچائی کی آواز ہے۔“

ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے، ہمارے ارد گرد کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے اور ان  
 کھنڈرات میں ہر جگہ ایسی تھی جسے دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جائے۔ بیسیا نے مسکراتے  
 ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

”ابھی تو یہ کچھ بھی نہیں ہے، ہمیں اس سے آگے کا سفر بھی کرنا ہو گا اس رات میں  
 تمہیں کور کی ان تمام جگہوں کی سیر کرنا چاہتی ہوں، جو قاتل دید ہیں لیکن سنا اب یہاں سے  
 آگے بڑھنے کے لئے ہمیں کماروں کو بلانا پڑے گا کیونکہ پالکی کے بغیر اس سمت کا سفر نہیں  
 کیا جاسکتا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری رضا پائی تو کماروں کو طلب کر لیا اور یہ  
 بڑی حیرانی کی بات تھی کہ نہ کوئی آواز اس کے منہ سے نکلی تھی اور نہ اس نے کوئی اشارہ  
 کیا تھا۔ لیکن کمار پالکی اٹھائے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ غالباً وہ یہ جانتے تھے کہ انہیں  
 کس انداز میں اور کہاں جانا ہے میں نے ان کے ساتھ لکڑی کے دو تختے بھی دیکھے تھے جو  
 ان میں سے ایک نے اپنے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھے، دوسرے کے ہاتھ میں چراغ، تیل کا  
 برتن اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں، باقی نے پالکی اٹھالی تھی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ سامنے  
 نظر آنے والے پہاڑ کی چوٹی کی جانب سفر شروع کر دیا گیا۔ بالاخر بلند یوں پر ایک ایسے مقام  
 پر پہنچا گیا جہاں ایک غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔

قدرتی غار تھا اور ان غاروں سے مختلف جن میں انسانی ہاتھوں کی تراش کا احساس ہوتا  
 تھا۔ یہاں ہم لوگ رکے چند لمحات رک کر اپنا سانس درست کیا پھر ایک کمار نے چراغ  
 روشن کر کے بیسیا کے ہاتھ میں دے دیا اور ایک میرے ہاتھ میں۔ میں نے یہ ضروری سمجھا  
 کہ چراغ اپنے ہاتھ میں اٹھا لوں اس کے بعد ہم آگے بڑھنے لگے۔

وہ مسکرائی اور بولی۔ ”نہیں میرے محبوب، جو کچھ مجھے حاصل ہے، میں تمہیں بھی دے سب کچھ دینا چاہتی ہوں اور وہ سب کچھ تمہارا مقدر ہے، آؤ تھک گئے ہو گے اس جگہ بیٹھ جاؤ، یہاں سے دور دور تک کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن رات کی تاریکی میں نہیں۔۔۔“ میں نے چونک کر کہا۔

”ایک سوال کا جواب دو سید۔“  
”پوچھو۔“

”جب ہم کور کی سرحدوں میں داخل ہو رہے تھے تو میں نے دور دور تک روشنی دیکھی تھی جو اس طرح متحرک نظر آتی تھی جیسے ایک سفر کر رہی ہو، لیکن اس طرف یہ ظلمات کی تاریکی کیا معنی رکھتی ہے؟“

وہ مسکرائی اور بولی۔ ”اس وقت تم جس جگہ موجود ہو وہ کور کے عقب کا حصہ ہے، وہ جگہ جہاں انسان کبھی نہیں پہنچا اور شاید کبھی نہ آ سکے، یہ جگہ ایک راز ہے ایک ایسا راز جو ہزاروں سال سے کچھ سینوں میں بند ہے جیسے ایبونیوس۔“

”ہاں۔ وہ مقدس بزرگ جو دیوتاؤں کا مقام رکھتے ہیں اور وہی اس جگہ کے صحیح طور پر راز دار ہیں وہی تمہیں مستقبل میں حیات ابدی کا راستہ دکھائیں گے جتنا جو روشن رہتا ہے جو ازل سے روشن ہے اور ابد تک روشن رہے گا جو سمت کو منور کرتا ہے، وہ دوسری سمت ہے، یوں سمجھ لو یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے جس سے تمہارا روشناس ہونا ضروری تھا۔“ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ یہ توجہ میری سمجھ میں آگئی تھی، تب ایک حسین رات وہاں گزاری گئی جس میں ہسیا کی خوبصورت باتیں شامل تھیں اور اس کا تجربہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑی وسعتوں کا حامل تھا، وہ باتیں بتاتی تھی وہ جو کسی طور سمجھ نہ آئیں یا سمجھا جائے تو پھر دنیا کا مکمل طور پر احساس ہو جائے، یہ اندازہ ہو جائے کہ جو کچھ تمہیں حاصل ہو رہا ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

وایسی کا سفر بھی خوب تھا، یعنی انہی تمام مشکلات سے گزر کا بلاخر ہم اس جگہ پہنچے تھے جہاں آشا کا محل قائم تھا اور جو کچھ میں نے اس دوران دیکھا تھا عقل اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی۔ دل میں بار بار میں نے یہ سوچا تھا کہ کاش پنڈت رائے بھی کسی طرح ہمارے ساتھ یہاں آسکتا وہی بے چارہ تو ان حقیقتوں کو جاننے کا خواہش مند تھا، اور وہ ہی ان سے دور تھا۔ جبکہ مجھ جیسا بے ذوق آدمی جو ہر چیز کو دیکھ کر صرف حیران ہی ہوا کرتا تھا یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن اب کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔

میں پنڈت رائے کو اپنی ذمہ داری پر یہاں تک نہیں لاسکتا تھا، یہ الگ بات ہے کہ آنے والا وقت اگر اس کا موقع دے۔ سو پھر مجھے وہی جگہ مل گئی جہاں میں قیام پذیر تھا۔

یہاں راستہ خلاصا ناموار اور ٹوٹا پھوٹا تھا، جگہ جگہ گہرے کھڈ نظر آ رہے تھے، ذرا سی بھی غفلت زندگی سے محروم کر سکتی تھی، ہمیں اس غار میں چلتے ہوئے کوئی بیس منٹ گزر چکے تھے۔ قدم قدم پر موڑ آتے تھے اور کبھی کبھی تو ہم ان سے ٹکراتے ٹکراتے بمشکل تمام پہنچتے تھے۔

”احتیاط سے چلو ورنہ کسی گڑھے میں جا گرو گے۔“ ہسیا نے کہا وہ خود بھی محتاط انداز میں چل رہی تھی۔ پھر غار کا یہ فاصلہ ختم ہوا اور ہمیں دو چوٹیاں ایسی نظر آئیں جن کے درمیان کوئی بیس قدم کا فاصلہ تھا یہ دونوں چوٹیاں بے پناہ بلند تھیں، ایک چوٹی سے دوسری چوٹی کے درمیان گہری کھائی تھی جسے عبور کرنے کے لئے پل نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ غالباً یہ تختے اسی جگہ کو عبور کرنے کے لئے ساتھ لئے گئے تھے، کماروں نے فوراً ہی وہ تختے دوڑ کر رکھ دیئے اور پھر باری باری ان پر سے گزرنے لگے۔

یہ خود ساختہ پل جس قدر خوفناک تھا اس پر سے گزرتے ہوئے درحقیقت مجھ جیسے شیر دل اور بے خوف انسان کو بھی خوف محسوس ہوا، میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا جب کہ میرے آگے ہسیا بڑی بے خوفی سے ان تختوں پر سے گزر رہی تھی اور غالباً اس کی اس بے خوفی نے اسے ایک حادثے سے دوچار کر دیا۔ ہوا کے تیز جھونکے نے اس کے قدم اکھاڑ دیئے تھے اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی تھی۔ میں نے اسے بلندی سی پستی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں تختے پر سفر کرتے کرتے رک گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پاتل کی گہرائیوں میں گم ہو گئی میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے یہ سفر طے کیا اور دوسری جانب پہنچ کر ایک چٹان کے ساتھ چپک گیا، میرے اوپر نیلگوں آسمان کی لکیر تھی اور نیچے سینکڑوں فٹ تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا اور تاریکی بھی ایسی جس میں ہاتھ کو ہاتھ نہ بھائی دے۔۔۔ میں نے محسوس کیا کہ میرا جسم لمبیدر چھوڑ رہا ہے تب ہی مجھے ایک ٹھنکتی ہوئی سی ہنس اپنے قریب ہی سنائی دی اور میں نے حیرانی سے پلٹ کر دیکھا تو وہ مجھے وہیں کھڑی ہوئی نظر آئی۔

”یہاں بھی گہرے کھڈ ہیں ابھی برے راستے ختم نہیں ہوئے آ جاؤ۔“

میں قوت گویائی سے محروم ہو گیا، میں نے تو خود دیکھا تھا کہ وہ گہری تاریکی میں جا پڑی ہے لیکن اس کے بعد وہ میرے قریب موجود تھی۔

وہ مسکرائی اور آہستہ سے بولی۔ ”غالباً تم یہ سوچ رہے ہو کہ ان گہرائیوں سے بلند یوں کا سفر میں نے کس طرح کیا، لیکن تم بھول گئے، کیا تمہیں یہ یاد نہیں ہے کہ میں مختلف جگہوں پر، ان برافٹ علاقوں میں جہاں تم زندگی کی مشکلات سے گزر رہے تھے، با آسانی تم تک پہنچ جاتی تھی اور تمہارے راستے میں ستارے لٹاتی تھی۔“

”ہاں مجھے یاد ہے، لیکن ہسیا تم تو یہ قوتیں رکھتی ہو اور میں۔۔۔“

ہیسا نے مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔  
 ”اور اب تم آرام کرو۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ جو سفر ہم نے طے کیا ہے وہ شدید  
 تھکا دینے والا اور پرہول سفر تھا۔ میں خود بھی بہت کم ان علاقوں کی جانب جاتی ہوں لیکن  
 تمہارے لئے یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا۔“  
 وہ آرام کرنے چلی گئی اور میں گزری ہوئی رات پر غور کرنے لگا۔

آہ کیا ہی بھیاںک رات تھی جو تجربات مجھے ہوئے تھے اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اور  
 جو گفتگو ہیسا سے ہوئی تھی وہ شاید زندگی کی آخری سانس تک نہ بھول سکوں، لیکن پھر وہی  
 احساس دامن گیر ہو گیا کہ مجھے آگے کیا کرنا چاہئے۔ بلاشبہ ننھے سے ہیانا مجھے مطمئن  
 رہنے کے لئے کہا تھا لیکن انسانی فطرت میں قرار نہیں ہے، سچائی کی وہ دیوی جو میں نے  
 دیکھی تھی اس کے نیچے درج شدہ تحریر نے بھی مجھے متاثر کیا تھا اور میں دنیا کی بے ثباتی پر  
 غور کرتا رہا تھا۔ شام کو جب معبدوں میں چراغ روشن ہو گئے تو ایمونیوس میرے پاس پہنچے۔  
 سلت بد نما بوڑھے جن کو دیکھ کر دل میں کراہت کا تصور ابھرتا تھا وہ ساتوں میرے گرد  
 نیم دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”مستقبل میں حیات ابدی پانے والے کور کی تقدیر کے مالک اب وہ وقت آ گیا ہے  
 جب تجھے آگ کا غسل دے کر حیات ابدی دے دی جائے، اور اس کے بعد تاریخ کے  
 مطابق تو وہ سب کچھ حاصل کرے جو کور کی تقدیر ہے۔ اور اس کے بعد تو اس حسین عورت  
 کا مالک بن جائے گا جس کا نعم البدل کائنات میں اور کچھ نہیں ہے۔ ہاں تجھے یقیناً اپنا ماضی  
 یاد نہیں ہو گا کیونکہ جنموں کی کہانیاں بمشکل تمام یاد آتی ہیں، لیکن جب تو حیات ابدی  
 حاصل کرے گا تو یہ کہانیاں تیرے ذہن میں زندہ ہو جائیں گی۔ ہم تجھے حیات ابدی کی  
 مبارک باد دیتے ہیں۔ کل صبح آغاز ہو گا اس عمل کا جس کے بعد اہل کور، کیلی کریش کی  
 مملکت میں آجائیں گے اور ملکہ ہیسا اپنا وہ مقام حاصل کر لے گی جس کے لئے اس نے  
 ہزاروں سال کی زندگی بسر کی ہے ایک انتظار میں، ایک احساس میں، چنانچہ اپنے آپ کو اس  
 کے لئے تیار کرو اور کل صبح ہماری تجھ سے ملاقات ہو گی۔“

میں نے ایمونیوس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ان کی ہدایت سنتا رہا  
 وہ ساتوں بوڑھے مشینی انداز میں داخل ہوئے تھے اور پھر مشینی انداز میں ہی وہاں سے واپس  
 پلٹ پڑے۔ لیکن ان کے جلنے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

کیا ہونا ہے آگے چل کر کیا ہو گا۔ آہ وقت تو قریب آ گیا ہے جب یہ سب کچھ ایک  
 نئی شکل میں نگاہوں کے سامنے آئے۔ لیکن میں ابھی کسی عمل سے محروم ہوں بہت دور  
 ہوں ان کے جلنے کے بعد میرے ذہن پر گہری سوچیں سوار ہو گئی تھیں معمولات میں بھی  
 کبھی غفلت نہیں ہوتی تھی، میرے کھانے پینے کے اور میری آسانسوں کا بھرپور خیال رکھا

جاتا تھا، یہ سب کچھ سوچتے ہوئے میری بھوک بھی اڑ گئی تھی۔ آخر اب کیا ہو گا اور آنے  
 والے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہو گا، رات کو آرام کرتے ہوئے میری نگاہ عار کے اس سوراخ  
 کی جانب اٹھ گئی جس کا میں نے ایک سفر کیا تھا اور اس سفر کے اختتام پر مجھ پر حیرتوں کے  
 پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ نجانے میرے دل میں کیا آئی کہ اس وقت بھی بے اختیار میں نے چلایا  
 کہ ایک بار پھر اس عجیب و غریب مقبرے کا نظارہ کروں جسے میں نے پہلے بھی دیکھا تھا اور  
 وہاں میں نے ہیسا کو ایک نئی شکل میں پایا تھا۔

ہیسا کی دوسری شکل دیکھ کر تو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ عورت جو وہاں زار و قطار ان  
 لاشوں کو دیکھ کر رو رہی تھی، ہیسا نہیں تھی اس میں اگر کوئی اور اسرار ہے تو کیا اس کا  
 سرخ لگانا ضروری نہیں ہے اور مجھے افسوس ہوا کہ ہیسا سے میں نے اس بارے میں مفصل  
 گفتگو نہ کی لیکن ایک بار پھر تو جائزہ لوں کہ اب وہاں کیا کیفیت ہے۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر عمارت میں داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔  
 پہلی بار جب میں نے اس عمارت میں سفر کیا تھا تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آگے کیا کیا کچھ ہے۔  
 لیکن اب یوں لگ رہا تھا جیسے یہ سارے راستے شفاف ہوں اور میں جانتا تھا کہ مجھے کیسے  
 کیسے راستوں سے گزر کر کہیں کہیں جانا پڑے گا۔ سو یہ سفر جاری رہا اور میں اپنے طور پر  
 ایک تجسس میں ڈوبا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام تر فاصلہ طے ہوا اور روشنی کا وہ  
 مرکز مجھے پھر نظر آ گیا جسے میں پہلی بار دیکھ چکا تھا۔ یہاں میں نے اپنے سانسوں کو بھی  
 خاموش کر لیا کہ کہیں کسی کو میری آمد کا پتہ نہ چل جائے۔ سو یوں ہوا کہ میں پوری طرح  
 جائزہ لینے کے بعد عمارت میں داخل ہو گیا اور یہاں پہنچنے کے بعد میں نے یہ جائزہ لیا کہ آج  
 بھی یہاں کوئی موجود ہے یا نہیں، البتہ احتیاط کے طور پر میں نے وہی جگہ اپنے پوشیدہ رہنے  
 کے لئے استعمال کی تھی جہاں پہلے میں چھپ چکا تھا اور اس کے بعد پھر میں نے اس چوڑے  
 پالیٹ فارم پر نظر دوڑائی جہاں لاشیں جچی ہوئی تھیں وہ عورت اس وقت یہاں موجود نہیں  
 تھی۔

مجھے مایوسی کا احساس ہوا کاش وہ اس وقت بھی یہاں موجود ہوتی اور مجھے صورت حل  
 کا اندازہ ہو سکتا چند لمحات میں اپنی جگہ پوشیدہ رہا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر آگے  
 بڑھا۔ آج میرا دل چاہا کہ ان تمام لاشوں کا گہری نگاہوں سے مطالعہ کروں، جو ایک دوسرے  
 کی ہم شکل تھیں اور میں یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ اس وقت یہاں عمارت میں کوئی نہیں  
 آئے گا وہاں سے نکل آیا اور پالیٹ فارم کی جانب بڑھ گیا۔

پتھر کی سلوں پر حوطہ شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں، مجھے علم حوطہ کے بارے میں زیادہ  
 تفصیلات کا علم نہیں تھا بس اتنا جانتا تھا کہ اہل مصر اپنے سلاطین کو بڑی عزت و احترام کے  
 ساتھ حوطہ کر کے اہراموں میں پوشیدہ کر دیا کرتے تھے اور اس طرح وہ حیات نو لئے کا انتظار

کرتے تھے ان کا عقیدہ بہت مختلف تھا جو موجودہ زمانے سے مطابقت نہیں رکھتا، لیکن ان کے چہرے جوں کے توں ہوا کرتے تھے اور ان میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں ہوتی تھی جس کی بناء پر ان کے خدوخال ایک جیسے ہو جائیں لیکن یہ حوط شدہ لاشیں نبھانے کیا حیثیت رکھتی تھیں۔

میں ایک لاش کے قریب رکا اور اس کے لباس سے اندازہ لگانے لگا۔ چہرہ بالکل ہی میرے جیسا تھا لیکن قد و قامت میں تھوڑا بہت فرق صاف محسوس ہو جاتا تھا کلفتی دیر تک میں اس کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد دوسری لاش کے قریب پہنچ گیا۔ اس لاش کا لباس پہلی لاش کے لباس سے مختلف تھا اور بدلتے ہوئے ادوار کا اظہار کرتا تھا۔ لیکن چہرہ میں شدت حیرت سے اپنے ذہن پر قابو پانے کی کوشش میں ناکام سا ہو رہا تھا۔ اتنی یکسانیت، اتنی مماثلت چروں میں مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ ہر حال اس طلسمی ماحول میں سب کچھ ہی ممکن تھا اب تک جو کچھ دیکھتا آیا تھا وہی کیا کم تھا۔

ہر چند کہ میں اس طلسمی ماحول میں گم ہو گیا تھا لیکن غار کے دہانے کی طرف سے ہوشیار تھا اور یہ ہوشیاری بہتر ثابت ہوئی کیونکہ کچھ ہی دیر کے بعد مجھے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ میں برق رفتاری سے چھلانگ مار کر اپنی مخصوص جگہ چھپ گیا میرا اندازہ ٹھیک تھا یہ بیسیا ہی تھی وہی سیاہ ماتی لباس پہنے ہوئے چہرہ کھلا ہوا تھا آنکھوں سے غم کی پرچھائیاں ہویدا تھیں تھکے تھکے قدموں سے اندر داخل ہوئی اور لاشوں کے چپو ترے کے پاس جا کھڑی ہوئی پھر لی ہوئی ساکت و جلد۔ اب اس کا رخ دوسری طرف تھا اور مجھے کبھی کبھی آواز سنائی دے رہی تھی وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بول رہی تھی۔

معا میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی۔ یہ کیا اسرار ہے اگر کچھ ہے تو میرے علم سے باہر کیوں ہے۔ میرے یہ ہم شکل کون ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ یہ خیال میرے حواس پر حاوی ہو گیا اور پھر میں پتھر کے عقب سے باہر نکل آیا۔ اس نے میرے قدموں کی چاپ سن لی اور برق کی طرح کوند کر پلٹی مجھے دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک عام سی، معصوم سی المیز دیشیزہ لگ رہی تھی۔ اس کا جہاد جلال رخصت ہو گیا تھا۔ اس کی نمکنت ماند ہو گئی تھی اس کا تیکھا پن پھیکا پڑ گیا تھا میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور وہ خوف سے مجھے دیکھنے لگی میں بھی خاموش کھڑا رہا تھا۔

پھر اس کے بدن میں جنبش ہوئی۔ وہ ایک قدم میری طرف بڑھی۔ پھر رک گئی پھر یہ دقت اس کے منہ سے نکلا۔ ”تم.... یہاں۔“

میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف رخصت ہوا پھر نمی پیدا ہوئی۔ پھر آنسو لڑھک کر رخسار پر بہنے لگے اور وہ سر جھکائے میرے سینے سے آگئی پھر اس کی مدھم لیکن دلدوز آواز ابھری۔

”آہ تم یہاں کیوں آ گئے۔ تم اس جہنم میں کیوں آ گئے کیلی کریش!“ پھر وہ بے اختیار ہو کر رونے لگی اور اس طرح بلک بلک کر روئی کہ دل پیچ جائے۔ لیکن میں نے اپنے آپ کو جنبش نہیں دی اور خاموش کھڑا رہا۔ ”یہ.... یہ جگہ تمہارا مدفن بن جائے گی۔ بالآخر تمہارا جسم بھی پتھر کی اس نئی چٹان پر سو جائے گا جو تمہارے لئے یہاں پہنچائی گئی ہے۔ آہ کیلی کریش۔ پہلے میں نے نہیں سوچا تھا۔ لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ کاش.... میں تمہیں پہلے ہی منع کر دیتی.... کسی بھی طرح.... کیلی کریش۔“

”پہلی بات تو یہ کہ میں کیلی کریش نہیں ہوں اور نہ خود کو کبھی اس نام سے قبول کروں گا۔“

”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ تم کیلی کریش نہیں ہو۔“ اس نے کہا۔



ہے۔ وہ جو کچھ چاہتے ہیں میں کرتی ہوں۔ میری حیات کی کہانی یہ ہے کہ ہمیں میری زندگی میں شامل کر دیا جائے گا اور جب میرے شکم میں مستقبل کی بیسیا پہنچ جائے گی تو ہمیں اب موت پلا کر اس سل پر محفوظ کر دیا جائے گا۔ اور نئی بیسیا کے جنم کے بعد مجھے۔ پھر وہ بچی ایمنوس کی تربیت میں آجائے گی اور اس کے بعد وہ اپنے محبوب کیل کریش کا انتقال کرے گی۔“

میں حیرت سے منگ رہ گیا تھا۔ دیر تک میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تو اس نے وہ کہا۔ ”لیکن میں۔۔۔ آہ۔ میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔ میں تمہیں اس جگہ نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ اب جب تم اپنے مستقبل سے واقف ہو چکے ہو تو نکل جاؤ یہاں سے۔ جس طرح می بن پڑے جاؤ۔ آہ۔ میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔“ وہ پھر رونے لگی۔ اور روتے ہوئے بولی۔ ”کل دن کی روشنی پھوٹے گی تو میں سب کچھ بھول جاؤں گی۔ مجھے کچھ بھی یاد نہ ہے۔“

”حقیقی طور پر؟“ میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”ہاں۔ کیونکہ میں ان ساحلوں کے سحر میں جکڑ جاؤں گی۔“

”تم مجھے پہاڑوں میں ملی تھیں۔“

”میں نہیں۔ میرا عکس تھا۔“

”تم اپنے وجود میں نہیں تھیں؟“

”میں نہیں جانتی۔ انہوں نے تمہیں تلاش کیا تھا۔ اور انہیں کا سحر مجھ پر حاوی ہوتا تھا۔“

میں یہاں سے چلے جاؤ۔ اسی میں تمہاری زندگی ہے جس طرح بھی بن پڑے تم یہاں سے چلے جاؤ۔“

”اور تم۔۔۔ میں نے کہا اور وہ یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”میں۔۔۔ میں بھی کوشش کروں گی کہ رات میں بھی ان کے زیر سحر رہوں۔“

”سنو بیسیا میں بلند بانگ دعوے تو نہیں کروں گا۔ لیکن میں اپنے دل میں یہ عزم رکھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے میں صدیوں کی یہ تاریخ بدل دوں ہو سکتا ہے بیسیا کہ اس کے بعد ایمنوس اپنا یہ طلسم برقرار نہ رکھ سکیں، ہاں تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں ایمنوس کا یہ طلسم کدہ ختم کر دوں تو کیا تم میرے ساتھ میری دنیا میں جانا پسند کرو گی؟“

اس نے آنسو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر حزن سے مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”یہ تصور میرے لئے صرف ایک خواب ہے، تم جن لوگوں کی تباہی کا عزم رکھتے ہو وہ صدیوں سے قائم ہیں اور ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں، سیاہ فام سوتاری بھی اس وقت سے ان کے خلاف ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئے ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“

میں نے کسی قدر حیرت سے اس کے یہ الفاظ سنے اس کا یہ اعتراف بڑا سنسنی خیز تھا کچھ لمحے میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

”تب کیل کریش کون ہے؟“

”شاید کوئی نہیں۔ کیل کریش صدیوں پرانی روایت ہے اور کچھ نہیں۔“

”پھر تم مجھے یہ بلور کرانے کی کوشش کیوں کرتی رہی ہو۔“ میں نے سوال کیا۔

”اس نے آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ دیر تک دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”کیونکہ

میں بھی میں نہیں ہوں۔“

”کیا مطلب۔“

”کیل کریش اور بیسیا ایمنوس کا طلسم ہیں، وہ طلسم کہ جس کے بل پر ایمنوس کو

پر سحرانی کرتے رہے ہیں۔“

”ایمنوس کون ہیں؟“

”وہ جلاوگر بوڑھے جن کا خاندان قدم ہے اور یہی خاندان یونان سے اپنا اقتدار کھو کر کور میں آبلو ہوا تھا۔ اس وقت جب فرعون ہشتم سعاراعوس نے یونان کی اینٹ سے اینٹ بچا دی تھی اور سات پچارویوں کے خاندان کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ تب ایمنوس کے بچے بچے خاندان نے اس سرزمین پر پناہ حاصل کر کے یہاں اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ یہ پراسرار خاندان آج تک کور پر سحران ہے۔ اور اس نے بیسیا کا جلاو تراشا ہے۔“

”تم اس خاندان سے نہیں ہو؟“

”میں نہیں جانتی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ماں باپ کون تھے میں نے ہوش سنبھالا تو ایمنوس میرے اتالیق تھے وہ مجھے دنیا جہن کی باتیں سکھاتے تھے۔ انہوں نے میرے دل میں کیل کریش جگایا تھا لیکن پھر میرے علم نے مجھے بتایا کہ کیل کریش کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف ایک کہانی ہے۔ اور۔۔۔ میں بھی صرف ایک روایت ہوں۔ ان کے اقتدار کا ایک ذریعہ۔“

”انہوں نے کس طرح تمہیں ذریعہ بتایا ہے۔“

”سورج کی پہلی کرن نمودار ہوتی ہے تو میں ان کے زیر سحر آ جاتی ہوں۔ پھر میں ان کی معمول ہوتی ہوں اور وہ کرتی ہوں جو ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ رات کو مجھے آزادی ملتی

”میں نے تم سے سوال کیا ہے کہ اگر میں یہ سب کچھ فاکر نے میں کامیاب ہو جاؤں تو کیا تم میرا ساتھ دو گی۔۔۔؟“

”میں مگر راکھ بن جاؤں اور میری یہ راکھ تمہارے ٹکڑوں سے لگ کر کور کی آبلوں سے باہر نکل جائے تو میں یہ سمجھوں گی کہ مجھے زندگی کا حاصل مل گیا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے“ اس وقت تک جب تک کہ میں اپنی منزل نہ پاؤں میری ہنجر رہتا میں وعدہ کرتا ہوں کہ طلسم شکن ثابت ہوں گا۔ اور ایمنوس کا پھیلا ہوا یہ خوفناک جلاؤ توڑ دوں گا۔ پتھروں کی اس نئی سل پر میرا جسم کبھی دراز نہ ہو گا۔ یہ میرا عہد ہے۔“

پھر اس کے بعد میں خود ہی وہاں نہیں رہا تھا۔ ذہن پر آگندہ خیالات کا شکار ہو گیا تھا یہ بلند بانگ دعویٰ تو کر لیا تھا میں نے، لیکن امید نہیں تھی کہ اس میں مجھے کامیابی بھی حاصل ہو گی۔ ایمنوس کی جو داستان میرے علم میں آئی تھی۔ وہ صدیوں کی داستان تھی، لیکن حقیقت اب میری نگاہوں میں عیاں ہو گئی تھی اور مجھے اس طلسم کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ جس کے لئے پڈت رائے نے اپنی پوری زندگی صرف کر دی تھی اور اب بھی اسے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا، لیکن میرے دل میں، نچلے کیوں ایک شمع روشن ہوئی تھی۔ امید کی ایک شمع، کیا کرنا چاہئے مجھے؟

اپنے بستر پر لیٹ کر میں نے ایک گہری سانس لی تو اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ بیا میرے قریب ہی موجود ہے میں نے چونک کر اسے دیکھا اور وہ مسکراتا ہوا میرے سینے پر آ گیا۔ اسے دیکھ کر میری آنکھوں کی روشنی میں اضافہ ہو جاتا تھا کوئی بھی پریشانی اس کے آنے کے بعد پریشانی نہیں رہتی تھی۔ بیا بھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا اس نے کہا۔

”ایک سیٹلک کے اندر وہ قوتیں پنہاں ہوتی ہیں جو بڑے سے بڑے جلاؤ کا توڑ ثابت ہو سکیں اور اگر سیٹلک بھی اس کا جزد بدن ہو تو آئی جیٹلک بن جاتا ہے اور آئی جیٹلک صرف طبعی موت مرتا ہے کیونکہ کوئی اس کی ہلاکت کے قاتل نہیں ہوتا۔ وہ ماحول پر قادر ہوتا ہے اور اسے یہ قوتیں قدرتی طور پر بخشی جاتی ہیں۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم پریشان ہو ماہرا!“

”بیا آج مجھے ہسیا کی ایک عجیب کہانی معلوم ہوئی ہے۔“

”تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں تھا۔“

بیا کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا، وہ کامرائی سے مسکرا رہا تھا۔ میں نے شدید حیرت سے

کہا۔

”تو کیا تم اس وقت میرے ساتھ تھے جب میں اس عمارت میں موجود تھا۔“

”اور اس وقت بھی جب تمہارے قدم اس عمارت کی جانب اٹھ رہے تھے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے اس کی سنائی ہوئی کہانی سن لی ہے۔“

”یہ کہانی میں اس سے پہلے سن چکا ہوں۔“

بیا آج مجھے شدید حیران کر رہا تھا۔ میں نے اسے مستحجانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کب، کہاں، کیسے؟“

”اور میں تمہیں بتا چکا ہوں ماہر کہ میں ایک لمحہ سکون کی نیند نہیں سویا۔ بھلا وہ جگہ بھی سونے کے لئے ہوتی ہے جس میں کلنے ہی کاٹنے ہوں، میں معنی سا وجود رکھتا ہوں لیکن تمہاری جسامت کے ساتھ، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ برسوں کے بعد ایک بار پھر ہم تنہا رہ جائیں، تم بالکل فکر نہ کرو، جو کچھ میں کر چکا ہوں، یوں سمجھ لو ایمنوس کے ثبوت میں آخری کیل ہے اور اس کے بعد ہزاروں سال کا یہ طلسم ختم ہو جائے گا، تم کیا سمجھتے ہو ماہر، بیا ناقابل تخیر ہے اور تم نے جو وعدہ اس سے کیا، بھلا ہم اسے پورا کیوں نہ کریں گے۔“

بیا کے الفاظ نے ایک بار پھر میرے بدن میں برقی رو دوڑا دی تھی۔ میں نے پیار سے اس سے کہا۔

”میں اس لئے اٹھ کر نہیں بیٹھا، بیا کہ تمہیں میرے سینے سے جدا ہونا پڑے گا۔ اور جب تم میرے سینے سے جدا ہوتے ہو تو مجھے اپنے وجود میں ایک کی کا احساس ہوتا ہے لیکن میں اس قدر حیران ہوں تمہارے ان الفاظ پر کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔“

”اسی طرح سکون سے آرام کرو۔ اور میں تمہیں ایک اور کہانی سنا رہا ہوں جسے سن کر تمہیں حیرانی ہو گی۔ بیشک اس عورت نے درست کہا جس کا نام ہسیا ہے اور ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور انہیں ایک مخصوص شکل و صورت کی تلاش ہوتی ہے، یقینی طور پر ان کا طلسم اس صورت کو تلاش کر لیتا ہے اور ایسے ہی انہوں نے تمہیں تلاش کیا۔ ماہر غالباً ستاروں دلی کے ذریعے۔ اور وہ جیسا کہ اس نے تمہیں بتایا ان کے جلاؤ کا شکار ہوتی ہے، یعنی اپنے آپ سے بے خبر۔ لیکن ان احمقوں نے بے چارے سوتاریوں کو اسی انداز میں احمق بنا رکھا ہے، ان کی خوش بختی تو یہ ہے کہ صدیوں سے انہیں کوئی آئی جیٹلک نہیں ملا اور شاید ان کی تاریخ میں یہی داستان رقم تھی، لیکن انہوں نے اسے غور سے نہ پڑھا کہ جب ان کا زوال آئے گا تو ایک آئی جیٹلک کے ساتھ اور ہم آگئے ہیں۔“

”تم بہت بڑی باتیں کر رہے ہو ہیل۔“

”ہیل اس لئے کہ میں نے ان کا طلسم پالیا ہے اور اب صرف وہ کچھ وقت کے مہمان ہیں، ہیل جو خونریزی ہو گی اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ جو میں نے اندازہ لگایا ہے اور جس کا میں جائزہ لے چکا ہوں وہ یوں ہے، سنو ماہرا! کل یہ لوگ تمہیں اس جگہ لے جائیں گے جہاں وہ اپنی رسم پوری کریں گے اور آگ کا ایک مینار ہے جو روشن رہتا ہے اور صدیوں سے روشن ہے اور اس مینار میں آگ لپکتی ہے اور شعلے آسمان کی بلندیوں تک چلے

جاتے ہیں۔ یہ مینار لرزاں رہتا ہے اور جب وہ حمل آتش کرتے ہیں تو اس میں زندگی کی چمک دوڑ جاتی ہے۔ لیکن کیا تم یہ بات مانو گے کہ یونان کے ان فنکاروں نے افریقہ کے ان پہاڑوں میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے درحقیقت ایک ایسے ظلم کا آغاز کیا جسے تسلیم نہ کرنا ناپسایا ہے اور ہم اس فنکاری کی داد دینے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ وہ بے شک جلدوگر ہیں اور یہ جلدو صدیوں سے انہیں نکل ہوتا رہا ہے کیونکہ ایونیوس کا خاندان ہی یہاں برسرِ اقتدار رہا ہے اور سیاہ فاموں کو انہوں نے پس ماندہ کر کے رکھا ہوا ہے جبکہ ان میں شدید بغاوت کے آثار ہیں۔ تو سنو ماہرا ہوا یوں ہے کہ صدیوں پہلے جب شاید شیشے کا وجود بھی اس دنیا میں نہ ہو گا یا انسان تہذیب کے اس دور سے نہ گزرا ہو گا جس میں شیشہ ہو۔ سو انہوں نے ایسا کیا تھا اور یہاں آنے کے بعد ایونیوسوں نے افریقہ کے ان توہم پرستوں کو دیکھا کہ جلدو ان کی زندگی کا ایک حصہ تھا اور کسی اور چیز سے وہ مرعوب نہ ہوتے تھے کہ کڑکتی بجلیوں سے، برستے پانی سے اور روشن آگ سے ان کی چلن جاتی تھی تو شیشے کا ایک بلند و بالا مینار تعمیر کیا گیا اور اس طرح کہ جس طرف سے بھی دیکھا جائے اس میں کوئی جوڑ ممکن نہ ہو اور یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ انسانی ہاتھوں کی کوئی کوشش ہے اور یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ کور کے کھنڈرات بتاتے ہیں کہ جب ایونیوس یہاں پہنچے تو انہوں نے جدید ترین عمارات کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد صدیوں تک یہ عمارت قائم رہیں، لیکن ان کے بعد والے زلزلوں کا شکار ہو کر ان عمارت کو ان کے انداز میں قائم نہ رکھ سکے۔ لیکن یہ مینار اپنی جگہ ایستادہ رہا اور اس کے نیچے ایک عظیم الشان عمار ہے اور اس عمار میں صدیوں سے آگ روشن ہے تو تم اسے آتش فشاں سے زیادہ خطرناک کہہ سکتے ہو اس آگ کو جلانے کے لئے بے شمار افراد وہاں موجود ہوتے ہیں اور جنگل کے جنگل وہاں ختم کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے یہ راز پایا کہ پتھروں میں آگ کس طرح روشن رہتی ہے سو اس آگ کا عکس اس مینار پر پڑتا ہے اور اس مینار میں شعلے لپکتے ہیں، جبکہ درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہے اور جیسا ان شعلوں کے عقب میں ہوتی ہے اور یہاں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ شعلے اس کے بدن کو چاٹ رہے ہوں جیسے آگ اس کے وجود کو حمل دے رہی ہو۔ یہ ہے ان لوگوں کا ظلم۔ اور یہ ظلم قائم کر کے انہوں نے صدیوں سے ان سیاہ فاموں کو اپنے زیرِ تکلیف کر رکھا ہے لیکن کوئی بھی اس ظلم تک نہیں پہنچ سکا۔ لیکن ہیا کی پہنچ اس سے بھی کہیں آگے ہے اور میں نے ایک ایسا سراغ لگا لیا ہے کہ ان بے وقوفوں نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔

میں آنکھیں بند کر کے ہیا کی باتیں سن رہا تھا کیونکہ میرے ذہن کا بوجھ مجھے آنکھیں کھولنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ ہیا نے پھر کہ۔  
”سنو جب وہ حمیس کل کی رات اس مینار آتش کے پاس لے جائیں گے اور حمیس

ایک مصنوعی حمل دیا جائے گا جسے دیکھنے والے ہی سمجھیں گے کہ یہ حمل آتش ہے لیکن اصل میں تم مینار کے عقب میں ہو گے اور حمیس ہی محسوس ہو گا کہ آگ کی تپش حمیس چاٹ رہی ہے لیکن یہ آگ تمہارے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن کیا تم اس بات کا یقین کرو گے کہ جب ایسا ہو رہا ہو گا تو اچانک ہی یہ روشن مینار بجھ جائے گا۔“  
”بجھ جائے گا۔“ میں نے ہڈیانی لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔“ ہیا نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور میں کچھ سحرزدہ ہو گیا۔ جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ کچھ میں آ رہا تھا۔ لیکن اس کے آخری الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تھے وہ اپنی دھن میں بولا۔

”اور جب یہ روشن مینار بجھ جائے گا تو وہ قسم ٹوٹ جائے گی جو سوتاریوں نے کھائی ہے، یعنی یہ کہ وہ اس وقت تک ان کے اطاعت گزار رہیں گے جب تک کہ یہ روشن مینار روشن رہے گا۔ لیکن جیسے ہی یہ بجھا تو کوری اپنا صابیوں کا انتقام لیں گے اور ماہر میں نے امباگاسی کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے بس وقت کا انتظار تھا، سو وہ وقت اب آ گیا ہے۔ امباگاسی اپنے سلاخوں کے ساتھ اپنی فوجوں کو منظم کر رہا ہے اور قبائلی جوان بھورے رنگ والوں سے سخت دلبرداشتہ ہیں کیونکہ انہوں نے ان پر صدیوں سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں وہ اپنا پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور ان لوگوں نے اپنے لئے سب کچھ کیا ہے لیکن ایسی فوج نہیں تیار کی جو سوتاریوں کا مقابلہ کر سکے، سوتاری بظہر ہیں اور میں نے انہیں ہی بتلایا ہے۔ اور وہ مجھے نھا دیوتا کہتے ہیں اور مجھ پر یقین کرنے لگے ہیں کیونکہ یہ سب شعبہ گری کے قائل ہیں اور میں نے انہیں ایسے بہت سے شعبے دکھائے ہیں جو ان کی عقل سے بالا تر ہیں۔ تو وہ ننھے دیوتا کی اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ روشن مینار بالاخر بجھ جائے گا اور یہ ہونا چاہئے ایونیوسیوں کا یہ ظلم ختم ہونا چاہئے۔“  
”لیکن ہیا اس عمار کی آگ کیسے بجھے گی۔“

”یہ لوگ بہت بڑے فنکار ہیں انہوں نے یہاں سب کچھ تعمیر کر لیا۔ لیکن شاید یہ ان سے پہلے والوں کی بات ہے، کیونکہ جو سلت ایونیوس یا ان کے وچ ڈاکٹر جو اس جگہ حکمرانی کر رہے ہیں انہوں نے اس پر توجہ نہیں دی اور نہ ہی ان سے پہلے والوں نے کہ وہ عظیم الشان نہر جو ان کے کھیتوں کو سیراب کرتی ہے اور ان کے باغوں کو سرسبز رکھتی ہے، اس عمار کے بالکل برابر سے گزرتی ہے اور اس نہر اور اس عمار کے درمیان ایک پتلی سی دیوار ہے اور پانی کے نیچے ہمارا طاقت کا دیوتا بالاخر اس دیوار میں ایک سوراخ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میری مراد دوم سے ہے۔“

میں ایک بار پھر اچھل پڑا تھا۔ ہیا کے پاس ایک موثر منصوبہ موجود تھا اور یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ نہر کا پانی جب اس عمار میں داخل ہو گا تو کتنی ہی پرانی آگ کیوں نہ ہو، لحوں

میں سمجھ جائے گی، بات پوری نہر کی تھی کسی تھوڑے سے پانی کی یا تلاب کی نہیں۔

میرا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا میں نے ہیا سے کہہ

”ہاں ڈوم کے اندر یہ صلاحیت اور طاقت ہے اور وہ ایسا کر سکتا ہے لیکن اس کی زندگی کو بھی محفوظ رکھنا۔“

”ڈوم اپنا قومی فریضہ سرانجام دے رہا ہے وہ ہمیں کا رہنے والا ہے اور کوریوں میں سے ہے۔ جب اسے میں نے یہ تمام تفصیل بتائی تو وہ قومی فریضہ انجام دینے پر تیار ہو گیا اور میں اسے اس نہر تک لے گیا۔ پھر ڈوم نے تیر کر اس نہر کو اس جگہ سے دیکھا، جہاں سے میں نے اس کی نشاندہی کی تھی اور وہ اپنے آپ کو اس بات کے قتل پاتا ہے کہ اس پتلی دیوار میں ایک سوراخ کر دے۔“

”آہا تو گویا ڈوم کو تم تمام حقیقت بتا چکے ہو۔“

”میں کلم کر رہا ہوں اور میں نے تم سے کہا تھا مگر بلاخر میں اس ظلم کو توڑ کر یہاں سے اپنی محبوب کو لے کر جاؤں گا۔“

ہیا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہو گئی اور میں اسے دیکھنے لگا اس وقت میرے ذہن پر ایک پرچھائیں سی آکر گزری تھی۔ لیکن میں نے اس پرچھائیں کو اپنے ذہن کے پردوں سے جھٹک دیا، میرا ہیا آج بھی میرے لئے سب کچھ تھا پھر ہیا نے کہہ

”اور کل جب یہ لوگ ہمیں اس منزل تک لے جائیں گے جہاں مینار آتش ہے تو تم کسی قسم کا وسوسہ اپنے دل میں نہ سلانا اور وہی سب کچھ کرنا جو ان کی خواہش ہو، میں مستعد ہوں اور ہر کلم اسی خوش اسلوبی سے ہو گا جس طرح سے ہم چاہتے ہیں اور اب مجھے اجازت دو، میرا خیال ہے تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلا دی اور پھر اسی محبت کے ساتھ ”ہیا“ کو رخصت کیا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد مجھ پر عجیب سی کیفیات طاری ہو گئی تھیں اور میں نجانے کیسی کیسی سوچوں میں غرق رہا تھا۔ لیکن دوسرے دن کی سوچوں نے مجھے مزید کچھ سوچنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ دن اس عمل کا دن تھا جس کے لئے آج تک تیاریاں ہو رہی تھیں اور ایمنوس مجھ تک پہنچ گئے اور انہوں نے کچھ ایسی تیاریاں کیں جن کا ذکر میرے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن ہیا کی خواہش تھی چنانچہ میں نے سب کچھ برداشت کیا اور جب وہ میرے سامنے آئی تو میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

سفید لبلبے میں ملبوس ان لفظوں کا مینار جن کا تذکرہ الفاظ کی گرفت میں ممکن نہیں ہے۔ ایمنوس موجود تھے اور وہ جلاہ و حشم کے ساتھ اپنا عمل کرنے کے لئے تیار۔ سو ہم چل پڑے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے کہ یہ سفر بھی ایک عجیب و غریب کیفیت کا حامل تھا طویل ترین راستہ طے کرنے کے بعد وہ مینار میری نگاہوں کے سامنے آگیا

جو اس سفر کے دوران بھی اپنی روشنیاں کھیرتا رہا تھا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے آگے بڑھ کر ہم اس مینار آتش کے عقب میں جا سکتے تھے اور یہ دیکھا میں نے کہ شاید کور کی ساری آہلی ہی آج یہاں گھاٹیوں میں سمٹ آئی تھی اور اس منظر کو دیکھنے کے لئے تیار تھی جو کیلی کرشیں اور ہسیا کی یکجائی کا منظر تھا۔

ایمنوس وقت کا انتظار کرتے رہے اور جب سورج ڈوب گیا تو انہوں نے آگے کا سفر کیا، ہم ایک ایسی جگہ جا رہے تھے جس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کیا ہے۔ سامنے ایک مخروطی سی دیوار تھی جس کے ایک طرف بیڑھیاں تھیں، سب سے پہلے ان بیڑھیوں پر ہسیا نے قدم رکھا تھا وہ پردار انداز میں ان بیڑھیوں کو طے کرتی جا رہی تھی اور میں اس کے ہمراہ تھا ہمارے پیچھے پیچھے ایمنوس چل رہے تھے باقی اور کوئی موجود نہیں تھا تقریباً میں بیڑھیاں طے کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ بیڑھیاں ایک ڈھلوانی سطح پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اوپر سے یہ بیڑھیاں عمودی چٹان تک آتی تھیں اور پھر وہاں سے عمودی چٹان کے اندر چلی جاتی تھیں، یہاں سے راستہ دوبارہ سرنگ کی طرح ہو جاتا تھا۔ یہ راستہ البتہ خاصا دشوار گزار اور تاریک تھا لیکن شعلوں کی روشنی میں ہم اس پہاڑ کے مختلف تیز و تاریک راستوں سے گزر رہے تھے۔ قرب و جوار میں بلا کا سنا طاری تھا اور میرے دل کی دھڑکتوں کی رفتار تیز ہو گئی تھی، میں خطرے کے کسی احساس کو اپنے ذہن تک نہیں پہنچنے دیتا چاہتا تھا۔ نجانے کیسا لگ رہا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صدیوں پرانی روہیں ہمارے قرب و جوار میں موجود ہیں۔ ایک طویل ترین فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک مخروطی چٹان کے سامنے پہنچ گئے اس چٹان سے جو راستہ لگتا تھا وہ اتنا تنگ و تاریک تھا کہ شعلوں کی روشنیاں بھی ایک طرح سے مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ کوئی پچاس قدم چلنے کے بعد یہ راستہ ایک عمار سے جا ملا۔ یہ عمار بے حد کشادہ تھا، اس میں بھی ہمیں کئی منٹ تک خاموشی سے چلنا پڑا۔

ہسیا بار بار میرا ہاتھ دہانے لگتی تھی اس طرح وہ محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ یہ عمار آگے چل کر ایک اور عمار میں مدغم ہو گیا اور بلاخر ہمیں ایک مدھم سی روشنی نظر آئی، جو آگے چل کر بالکل تیز روشنی کی شکل اختیار کر گئی تھی یہاں ہسیا نے اپنی رفتار تیز کر دی اور میں بھی اس کا مسلسل ساتھ دیتا رہا۔

پھر ہم اس مینار تک پہنچ گئے جو بے حد روشن تھا اور درحقیقت آگ مخصوص شکل میں اس میں شعلوں کی حیثیت سے لپک رہی تھیں۔ آگ کی لہریں ہلکے ہلکے جھونکوں کی صورت میں آ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ کوئی بھلی مگر ہو، تاریکی کے سمندر سے اٹھنے والی ہر لہر روشنی کے سائے سے ٹکرا کر اپنا وجود کھو رہی تھی لیکن یہ مدو جزر محض تاریکی اور روشنی کے مابین نہیں تھا بلکہ روشنی کی لہروں کے ساتھ ساتھ ہی ایک عجیب سی سنسنیٹ

غریب نعرے لگاتے شروع کر دیئے مگر صرف چند لمحے۔

پھر وہ ہو گیا جس کا صرف میں انتظار کر رہا تھا اور کسی کو خواب میں بھی اس کا گمان نہ ہو گا۔ وہ ہو گیا جو صدیوں سے نہیں ہوا تھا روشن بیٹا بھگہ گیا۔ اور ایسی تاریکی چھا گئی کہ شب ظلمات بھی اس کے سامنے پیچ ہو۔ آنکھوں کے سامنے ایسا اندھیرا چھایا کہ ڈھیلے درو کرنے لگے۔ پھر جان لیوا سناٹا۔ یوں لگا جیسے یہ دنیا کی آخری رات ہو۔ اور اس وقت کائنات میں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ وہ لائق لوگ جو خوشی کے نعرے لگا رہے تھے اس طرح خاموش ہو گئے جیسے مسوم ہواؤں نے ان کی روح سلب کر لی ہو۔

میا نے زہدہ پورا کر دیا تھا۔ اچانک مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے قریب کھڑی بیسیا کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس کے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی تھی۔ میں نے کہا۔  
”ایمیونوس کے قلم کا اختتام ہو گیا بیسیا۔ اب میرے ظلم کا آغاز ہوا ہے۔“  
”تمہارا ظلم۔“ وہ سرسرائی آواز میں بولی۔ پھر ایک دم چونک پڑی اور چیخی۔ ”آہ۔۔۔۔۔ وہ کیا ہے۔“

میں نے دیکھا۔ دور سے مشعلوں کا سمندر سفر کر رہا تھا۔ یہ سوتاریوں کا علاقہ تھا۔ لاکھوں مشعلیں برق رفتاری سے اوپر دوڑ رہی تھیں۔ پھر بھگدڑ مچ گئی۔ ایسی بھگدڑ کہ چٹائیں ہلنے لگیں۔

”آؤ بیسیا۔“ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”اوپر نہیں۔ اوپر جانا چھوڑ دو۔ ڈھلان ہیں۔“

”وہی ہماری منزل ہیں۔ ایمونوس کا اقتدار ختم ہوا اب تم میری حکمرانی میں ہو اور میرا نام باہر طہلی ہے اب مجھے ایک مردہ نام سے نہ پکارنا۔۔۔ آؤ۔“

وہ میرے ساتھ کھینچی چلی آئی مگر میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ بھاگتے ہوئے لڑکھڑا رہی ہے چنانچہ میں جھکا اور میں نے اس کے پھول جیسے وجود کو اٹھا کر شانے پر رکھ لیا۔ تب میں دوڑنے لگا۔ اور ڈھلانوں پر پہنچ کر سنبھل گیا لیکن ڈھلانوں سے اترتے ہوئے ایک اور مشکل نے آ لیا۔ ڈھلانوں میں عاروں کے چھوٹے چھوٹے دہلے تھے اور ان دہانوں نے پانی کی دھاریں اٹھنا شروع کر دی تھیں کھولتے ہوئے پانی کی دھاریں جن سے دھواں اٹھ رہا تھا اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ نرغہ میں داخل ہو گئی تھی اور صدیوں سے سلگتا ہوا آگ کا جنم پانی کو گرم کر رہا تھا۔ پانی اب اپنی سرشت کے مطابق اس جگہ سے باہر آ رہا تھا۔ جنم سے اسے موقع مل رہا تھا۔ چنانچہ اب ان جھلسا دیئے والی دھاروں سے بھی پچتا پڑ رہا تھا۔

پھر یہ ڈھلان عبور بھی نہ ہوئے تھے کہ دوسری طرف سے شور قیامت اٹھنا۔ وحشیانہ آوازیں اور کرب ناک چیخیں۔ سوتاریوں نے حملہ کر دیا تھا اور اب قتل عام کر رہے تھے ہٹا دھمک رہے تھے چٹائیں جگہ چھوڑ رہی تھیں اور کور کی ہزاروں سل کی تاریخ بدل رہی

بھی آ رہی تھی جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ہم روشنی اور آوازوں کے سمندر میں تھے۔ یہ جگہ ہماری اس قدر کلوش کا اختتام تھی۔ تقریباً پچاس فٹ کی چوڑائی اور اتنی ہی بلندی پر یہ بیٹا اپنی جگہ گردش کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کس طرح تعمیر کیا گیا ہو گا۔ اگر مجھے اس کے بارے میں حقیقتوں کا علم نہ ہوتا تو میرے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ یہ کوئی مصنوعی آگ ہے۔

یہاں پہنچ کر بیسیا رک گئی اور پھر اس کی آواز ابھری۔ ”کیلی کریش میرے قریب آ جاؤ، دیکھو یہی وہ سرچشمہ ہے جنم سے لبدی حیات کے سوتے پھوٹتے ہیں یہی وہ وقت ہے جو زندگی کو شباب اور جوانی بخشتا ہے، یہی وہ مقام ہے جنم سے ہر شے اپنے لئے خوراک حاصل کرتی ہے۔ ہم یہاں امر ہو جائیں گے اور اس کے بعد میں تمہاری زندگی کا ایک حصہ ہوں گی۔ تیار ہو جاؤ، جیسے ہی رات کے پہلے پھر کا آغاز ہو گا تم ان حقیقتوں سے آشنا ہو جاؤ گے جو زندگی کی خفیہ حقیقتیں ہوتی ہیں۔“

میں نے بیسیا کی طرف دیکھا۔ وہ ان شعلوں میں کھڑی بہت حسین لگ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ تھی۔ تب ایمونوس نے اپنے جسموں کو جنبش دی اور نیم دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے، انہوں نے بلند آواز سے کہا جو پہاڑوں میں گونج کر اپنا حجم کئی گنا بڑھا رہی تھی۔

”کیلی کریش آج سے تم دونوں ایک دوسرے کو اپنا رہے ہو۔ تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک یہ دنیا قائم ہے، ہم سب تمہاری اس شادی کے گواہ ہیں بیسیا کی رعنائی اور خوبصورتی اب تمہارے سپرد ہے اور اب لبدی صداقتوں کے اسرار و رموز تم پر خود بخود کھلیں گے۔ تم اتنا کچھ جانو گے جتنا اس دنیا کا کوئی شخص نہیں جانتا، داخلی تمہارے گھر کی پابندی ہو گی۔ اس زمین پر بسنے والی تمام عورتیں تمہارے حسن سے مرعوب ہوں گی اور اس کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے آنکھیں ڈھک لیں گی۔ اس دنیا پر بسنے والے بڑے سے بڑے دانا بھی تمہیں اپنے مقابلے میں حقیر نظر آئیں گے۔ علم و دانش میں تمہارا اور ان کا کوئی موازنہ نہیں ہو گا، تم لوگوں کے دلوں کو پڑھ سکو گے اور اب دنیا کا کوئی راز تم پر راز نہیں رہے گا۔ آؤ آہستہ آہستہ آگے آؤ اور اس آگ سے اپنی زندگی کو ابدیت دو۔“

بیسیا نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم قدم بہ قدم اس آگ کی جانب بڑھنے لگے، میرا دل بجائے کیوں لرزنے لگا تھا۔ ایسی کیفیت پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ زندگی بھر، مشکل ترین حالات میں کبھی میرے دل میں یہ لرزش نہ پیدا ہوئی تھی لیکن یہ انوکھی آگ مجھے سہا رہی تھی۔

میں اس آگ کی چھاؤں میں پہنچ گیا۔ اور یہ منظر دیکھنے والے بیشمار افراد نے عجیب و

تھی۔ ملکہ ہسیا جو حیات لہری رکھتی تھی۔ ایونوس جن کی تسلیں حکومت کرتی آئی تھیں اور جو سوتاریوں پر مظالم کو اپنے اقتدار کی جان سمجھتے تھے۔  
”مجھے نیچے اتار دو۔“ ہسیا کی آواز ابھری۔

”یہ ڈھلان عبور کرنے کے بعد۔“ میں نے کہا۔  
”میں تمہارے ساتھ دوڑ سکتی ہوں۔“

”کیا اب تمہارے اندر وہ قوت موجود ہے جس سے تم پہاڑ عبور کر لو۔“ میں نے پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی۔

”شاید نہیں۔“

”کیوں۔“

”اس لئے کہ میں دیوتاؤں کے سحر سے آزاد ہوں۔ تم نے کیا نام بتایا تھا اپنا۔“

”ماہر۔“

”کتنا عجیب ہے یہ۔“

”عجیب ہے؟“

”مجھے لگتا ہے۔“ اس نے کہا۔ اس کی آواز سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ڈھلان طے ہو گئے تھے میں نے اسے نیچے اتار دیا۔ پھر بولی۔ ”وہ سوتاری تھے جو شیطاں لے کر دوڑ رہے تھے۔“

”ہاں، وہ ایونوسوں کی داستان ختم کر رہے ہیں۔“

”ایسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں۔“

”ایک نئی زندگی کی طرف۔“

”میں بہت خوش ہوں حالانکہ میں نہیں جانتی کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن زندگی میں کبھی اس طرح۔ یوں آزادی سے میں نے کوئی سفر نہیں کیا ہے۔“

ہم چلتے رہے اور بھیانک آوازیں ہمارا تعاقب کرتی رہیں پھر دن کا اجلا پھیلنے لگا۔ اس کے بعد یہ منظر نظر آنے لگا۔ ہمارے سامنے بد صورت پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جن میں لاتعداد غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے۔

”ان میں سے کوئی غار ہمارا مسکن بننا چاہئے۔“ میں نے غاروں کو دیکھ کر کہا۔

وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی پھر بولی۔ ”پر فیصلہ تم کرو اور مجھے اس پر عمل کا حکم دو میں تمہارا ہر حکم ماننا چاہتی ہوں کیونکہ یہ سب میرے لئے اجنبی ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ مجھے آزادی کے کچھ سانس نصیب ہوں اور یہ وہی لگاتار ہیں شاید اس کے بعد بھی میری زندگی کی کہانی آگے بڑھے۔ لیکن یہی اختتام ہو تب بھی برا نہیں ہے۔“

ایک غار میں کچھ وقت گزارا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے میرے دل میں شدید اضطراب تھا جو کچھ کیا تھا ہیانے کیا تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔ میرے کان ہر لمحہ ہیا کی آہٹ کا انتظار کر رہے تھے میری آنکھیں اسے تلاش کر رہی تھیں۔ وہ منتظم تھا اور ایک ننھا سا وجود ہونے کے باوجود سب کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا پتہ نہیں اس نے ابھی تک میری طرف توجہ کیوں نہیں دی ہے۔

پھر جب اس غار کے قیام سے آگاہ ہوئی تو ہم وہاں سے آگے چل پڑے۔ اب ہم دونوں ہی مدھلے تھے لیکن ان بھول حلیوں میں سفر کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے ہسیا سے کہا۔

”تم طویل فاصلے طے کر کے مجھ تک پہنچ جاتی تھیں ان دشوار گزار برف زاروں میں۔“

”کیا تمہیں وہ راستہ یاد نہیں جہاں سے کور کی آبادی تک پہنچ سکیں۔“

”میں تمہیں بتا چکی ہوں ماہر۔ میں ایونوسوں کے زیر سحر ہوتی تھی۔ وہ میرا نہیں میری روح کا سفر ہوتا تھا اور اس وقت میری عقل میرے ہمراہ نہیں ہوتی تھی۔“

نہ جانے کتنا وقت ہم ان بھول حلیوں میں بھٹکتے رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے پہاڑ ہمیں راستہ بھٹکا رہے ہوں پھر میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جسے دیکھ کر میں رک گیا۔

”ہسیا وہ دیکھو۔“

”کہاں۔“

”بلندیوں پر۔“ میں نے کہا اور ہسیا نے اوپر دیکھا۔ ہم جس گھاٹی میں کھڑے تھے وہ بہت بلندیوں پر جا کر دو بلند و بالا چوٹیوں کی شکل میں تھی مجھے یہ جگہ یاد تھی دیپال کے ساتھ آتے ہوئے ہمیں یہ جگہ تھخے رکھ کر عبور کرنی پڑی تھی۔  
یہ اس کی گہرائیاں تھیں۔

”آہ یہ بازگاہ کی چوٹیاں ہیں۔ آؤ۔۔۔ میں تمہیں کور کے دوسری طرف لے چلوں۔ وہ سامنے ایک غار کا دہانہ نظر آ رہا ہے ادھر چلنا ہے۔ میں نے یہ رستہ پہچان لیا ہے۔“ میں نے اس سے اتفاق کیا اور کچھ دیر کے بعد اس تاریک غار میں داخل ہو گیا۔

”ہینار آتش سرد ہو گیا ہے اور یہ کور کی روایات کا اختتام تصور کیا جاتا تھا لیکن ایونوس اپنے جلو سے اس ظلم کو مٹالے ہوئے تھے۔ یہ ظاہر ہوا کہ ہر شے فانی ہے اور بقاء کسی شے کو نہیں ہے۔“

یہ راستہ کامیابی کا راستہ تھا کیونکہ جہاں اس کا اختتام ہوا وہاں ڈوم سب سے پہلے نظر آیا تھا اسے دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ ”ڈوم میرے دوست دوسرے لوگ کہاں ہیں؟“

”اس طرف جہاں آگ روشن ہے امباگاسی پروفیسر حق اور پنڈت رائے وہاں تمہارے منتظر ہیں۔“

”اور ہیل۔“

”اس نے تو مجھے یہاں بھیجا ہے یہ کہہ کر کہ اب تم اس عمار کے دہانے سے نمودار ہو گے۔“

میں دنگ رہ گیا تھا لیکن سب کچھ ٹھیک تھا۔ وہاں موجود لوگوں نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ امباگسی نے کہا۔ ”عظیم دیوتاؤں کے سفر کے لئے پالکیاں تیار ہیں اور راستے کے لئے وہ سب کچھ جو ضرورت پوری کرنے کے کام آئے گا۔“

”لیکن یہ کہاں پریشن ہوں گے۔“

”نہیں۔ یہ ان راستوں کے شناسا ہیں جو دلدل سے گزرتے ہیں اور نجات دہندوں کے لئے یہ خوشی سے اس سفر کے لئے آملہ ہیں۔ یہ اشد ضروری ہے۔“

آشایک پالکی میں میرے ساتھ تھی اور اس کے چہرے سے مسرتوں کے سوتے پھوٹتے محسوس ہوتے تھے۔ میں اسے دیکھتا تو میرے دل میں ایک ککب بیدار ہو جاتی وہ میری نہیں ہیا کی امانت تھی۔ اور کبھی کبھی مجھے اپنی نگاہوں کے جرم کا احساس ہوتا تھا۔

پالکی برداروں نے ہمیں وہاں پہنچا دیا جہاں سے ہمیں اپنے طور سفر کرنا تھا اس کے بعد ایک نئی جہد کا آغاز ہوا جان لیوا سفر اب ان آسانوں کے بغیر تھا جو آتے وقت ہمیں حاصل تھیں لیکن اب طبیعت جولانی پر تھی، ہیا ساتھ تھا اور آشایک کور کی پر اسرار داستانوں کے ساتھ۔ جو ہر قدم پر ہمارے ساتھ شریک تھی خوشیوں سے سرشار۔ اس سفر کی طوالت کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ہم بچتے بچاتے اس تباہ حال قلعے تک پہنچ گئے جو پنڈت رائے نے بنایا تھا۔ اسے عارضی منزل تصور کہہ لیا گیا۔ اور یہاں میری زندگی کے نئے باب کا آغاز ہو گیا۔ پنڈت رائے نے ہسیا کو میری زندگی میں شامل کرنے کی تجویز پیش کی تو میں نے برا مناتے ہوئے کہا۔

”وہ میرے ہیا کے امانت ہے اس کی بحال کر دو۔“

ہیا نے مجھے دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ ”کائنات میں کوئی شے ایسی ہے جو ہم سے دور ہو۔ کیا تم مجھے الگ قرار دیتے ہو ماہر۔“

”بھگ نہیں۔“

”تو پھر ان لوگوں کو کوسو جنہوں نے ہمارے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ہم مل کر ایک ہوتے ہیں۔ اور ہسیا ہماری محبت ہے۔ نہ ہیا کی نہ ماہر کی۔ وہ ہم دونوں سے منسوب ہوگی۔ اور یہی عملی شکل میں ممکن ہے بدن کے ایک ٹکڑے سے ٹکڑے کو الگ تو نہیں قرار دیا جاسکتا۔“

سو ہسیا میری ہو گئی۔ باقی سوالات صیغہ راز میں ہی مناسب ہیں۔ بلاخر ہم اپنی دنیا میں آگئے پنڈت رائے اپنی کتب کے آخری صفحات میں گم ہو گیا۔ اسے ناز تھا کہ وہ ایک ایسی کتب کا مصنف ہے جو توہمت کے پردوں پر لکھ کر تشنہ چھوڑ دی گئی تھی اور اس نے

اس کے آخری صفحات لکھ کر کور کی لافانی ملک کی اصل داستان قلم بند کی تھی اور یہ مشہور زمانہ داستان اصل حقائق کے ساتھ مکمل کر دی تھی۔

ختم شد